فتبارک اللہ احسن الخالقین

للہ الحمد کہ درین ایام خجستہ فرجام تاریخ شاہ آباد دیرینہ بنیاد

موسوم بہ

نامۂ مظفری

۱۳۲۶ھ

از تالیف لطیف ناظم اقلیم نکتہ دانی صدر ایوان تحقیق بیانی
جناب منشی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی

باہتمام مولوی محمد عبداللہ مالک مطبع

در مطبع مجتبائی لکھنؤ مطبوع گردید

۱۹۱۷ء

فہرست تصاویر مندرجہ کتاب نامۂ مظفری

فہرست مضامین تاریخ نامۂ مظفری جلد اوّل

فہرست اُن اشخاص کے اسماء کی جن کے حالات نامۂ مظفری جلد دوم مین درج ہین

غلط نامہ وصحت نامہ کتاب نامۂ مظفری جلد اوّل

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	
نظر	نطر	۲	۱۷	جلال خان بیا د بہادر خان			
دریاخان	دریاخان	۷	۱۰	بعنایت اسپ سر عبد گشت		۹	
افتخار یافت	اقتخار بافت	۷	حاشیہ سطر آخر	صفحہ (۳۴۵) بادشاہ نامہ	حاشیہ	۹	سطر اول
لودی کے	لودی سنے	۸	۲	عبدالحمید لاہوری			
بیٹے	بنیٹے	۸	۶	کو	لو	۱۰	
پاسخاطر تھا	پاسخاطر	۸	سطر آخر	مطابق سنہ ۱۲۴۳ھ	سنہ ۱۲۶ھ	۱۰	حاشیہ آخر سطر

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صفحہ (۳۱۲)	صفحہ (۳۱۳)	۱۱	حاشیہ۶
وہ کیسا عاقل و منتظم	وہ کیسا عاقل و منتظم	۱۴	حاشیہ آخر
شاہان نتوانند	شاہا نتوانند	۱۵	حاشیہ۷
بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبدالحمید لاہوری مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال واقع کلکتہ	بادشانامہ	۱۵	حاشیہ۳
داراشکوہ	مشکوک	۱۷	حاشیہ۹
باپ	باب	۱۸	حاشیہ سطر آخر
پڑگئی	پرگئی	۱۹	حاشیہ سطر۶
بہانہ	مہانہ	۱۹	حاشیہ سطر۶
مفسد	مفسید	۱۹	حاشیہ۱۶
دوسرے	مشکوک	۲۱	حاشیہ۱۹
جہانیکے	مشکوک	۲۲	حاشیہ سطر آخر
پای بند زندان	پاے زندان	۲۵	حاشیہ۷
بمنصب	مشکوک	۲۵	حاشیہ۲
دارالسلطنت سے	دارالسلطنت	۲۶	۳
بہ دلیر خان	مشکوک	۲۶	حاشیہ سطر اول
متعین بود	مشکوک		
عالمگیرنامہ (۶۲۳)	صفحہ ندارد	۲۶	حاشیہ سطر آخر
بادشاہ تھا	مشکوک	۲۷	حاشیہ۹
روز	مشکوک	۲۸	حاشیہ۲
شاہجہان	ساہجہان	۲۹	حاشیہ۱۱
اخبارات	اختیارات	۲۹	حاشیہ سطر اول
پہردن	مشکوک	۳۰	حاشیہ۷

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
اولی الامر	اولوالامر	۳۰	حاشیہ۱۳
نوردید	مشکوک	۳۳	حاشیہ سطر آخر
ہریک	بریک	۳۴	حاشیہ سطر آخر
لشکر	لسکر	۳۷	۳
وبعد ازو	مشکوک	۳۷	حاشیہ۲
خوب	خوف	۳۸	۳
میر بخشی داراشکوہ	میر بخشی میر داراشکوہ	۳۸	حاشیہ سطر اول
غم	علم	۴۰	حاشیہ۲
مواخذہ	مواحنذو	۴۰	حاشیہ
باونبرے	باونبرے	۴۶	حاشیہ سطر اول
نصرت	نصرف	۴۷	حاشیہ۲
گرفتہ	گرفتر	۴۹	حاشیہ۵
توپ	نوپ	۴۹	حاشیہ۳
گشت	گشنید	۵۱	حاشیہ سطر آخر
ایستادہ	السادہ	۵۱	حاشیہ سطر آخر
بآب زد	بازد	۵۲	حاشیہ۲
فیصل متے	قیصل متے	۵۲	حاشیہ۷
کے لیے	کیلیے	۵۳	۱۴
یہی	یہ بھی	۵۴	۱۲
رعب	اعب	۵۸	۱۱
آبسی	مشکوک	۵۸	۱۱
نہ کرسکا	کرسکا	۵۸	آخر سطر
پل	پل	۶۲	۲
بلاجنگ	ملاجنگ	۶۲	۲
روز	رور	۶۲	۱۸

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
لشکر	بشر	۶۲	۱۸	بجز	بجبر	۸۹	۱۸
توپخانہ	توبچانہ	″	۱۹	تھے	نھے	۹۰	۱۸
ہم	مم	۶۳	حاشیہ سطر آخر	اچھی جگہ	جگہ	۹۲	۷
پڑا	پرا	۶۴	۱۳	بود	لود	″	حاشیہ ۱
مسئون	مصون	″	حاشیہ سطر اول	ماچی	باچی	۹۳	۵
جنوب	جبوب	″	حاشیہ ۱۲	برج	مشکوک	۹۴	حاشیہ ۴
دلو	لو	″	حاشیہ سطر آخر	ملاقی	ملاقی	″	حاشیہ ۳
شرارہ ریز	شرارہ زیر	۶۸	حاشیہ ۱۱	فرقہ	مشکوک	″	″
روے	دوے	″	حاشیہ ۱۰	صفحہ ۸۹۳ عالمگیرنامہ	۰	″	حاشیہ سطر آخر
مرکوبش	مرکویش	″	حاشیہ ۱۶	صفحہ ۸۹۴ عالمگیرنامہ	۰	۹۵	حاشیہ سطر آخر
بند	بد	″	حاشیہ ۱۶	جس سے	سے	۹۷	۱۱
میگزید	میگرید	۷۳		عزیز	عزنیز	″	۱۴
ضلالت	صلالت	۷۳	حاشیہ ۵	وہ	دو	″	سطر آخر
چالیس گز	چالیس	۷۸	۶	بجد	لحد	۹۸	
عالمگیرنامہ	مشکوک	۷۹	حاشیہ سطر آخر	فیروزمند	فیرومند	″	حاشیہ
پیشخانہ	تبخانہ	۸۰	حاشیہ ۵	نیروے	یروے	″	حاشیہ ۵
خبر	جرا	۸۰	حاشیہ ۶	تیغ سرافگن	تیغ تیرافگن	″	حاشیہ ۶
دلیرخان	مشکوک	″	″	جیغہ وفیل	صیغہ وقیل	۱۰۰	حاشیہ آخر
کردہ	کردہ	″	″	سیوارا	شیوارا	۱۰۰	حاشیہ ۱
دندکا	رندکا	۸۱	حاشیہ ۳	مرصع دوتقوزہ از نفایس اقمشہ	مشکوک	۱۰۰	حاشیہ ۲
راستون	ریاستون	۸۲	۷				
صفحہ ۸۰ عالمگیرنامہ	عالمگیرنامہ	۸۴	حاشیہ سطر آخر	سیوا از راہ پختہ کاری	سیوا از نزاد بخیتہ کاری	۱۰۰	حاشیہ ۳
جزا	جرا	۸۶	حاشیہ ۹	بے یراق	سبے براق	۱۰۰	حاشیہ ۳
بیٹے	بیے	۸۹	۴	سپاہیون سے	سپاؤنسے	۱۰۴	۸
جس نے	مشکوک	″	۶	افغان	افعان	۱۰۵	۱۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
حالانکہ	جالانکہ	۱۰۶	۱۵
تنبیہ کے	تنبیہ سنے	۱۰۹	آخر
مانند سیلاب کوہ ربا	مانند سیلاب کوہ ریا	۱۱۰	حاشیہ ۲
دلیر خان	دلپیر خان	″	″
محمد ہاشم خافی خان	محمد ہاشم وخاتی خان	″	۳
آنگیختند	انگیختند	″	″ آخر
رایسنگہ پرٹوی راجہ	مشکوک	۱۱۳	۱۱
نہایت شجاعت	مشکوک	۱۱۳	۱۳
غنیم کے لشکر کا	غنیم کا لشکر	۱۱۴	۱۱
پرسیندہ	پرسندہ	۱۱۴	۱۴
صفحہ ۱۰۰۰ عالمگیر نامہ	۱۰۰۰ عالمگیر نامہ	۱۱۴	حاشیہ سطر آخر
قراول	قمراول	۱۱۵	۸
بندہ ہاے	بندہ یاے	۱۱۶	حاشیہ ۳
استیلاے اعداد ہجوم	مشکوک	۱۱۶	حاشیہ ۴
ازمقابلہ فوج دلیر خان	مشکوک	″	حاشیہ ۵
صفحہ ۱۰۰۴	صفحہ ۱۰۴	۱۱۶	حاشیہ ۶
دکنیون	دکتیون	۱۱۷	۸
تین	مین	۱۱۷	۱۳
دلیر خان ازین معنی	دلیر خان ازیمعنی	۱۱۹	حاشیہ سطر اول
پارہ	پارچہ	۱۲۰	حاشیہ ۲
روانہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۳
خیل ادبار	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۴
رسیدہ بلطمہ	مشکوک	۱۲۰	حاشیہ ۵
یمین	مین	۱۲۲	سطر آخر
زمیندار	زمئیدار	۱۲۵	حاشیہ ۱
موضع سہری	موضع سحری	۱۲۶	۸
او بادراک	ابادراک	۱۲۸	حاشیہ ۱
باپرسش	یاپرسش	۱۲۸	حاشیہ ۲
نزدیک بیر	بہ بیر	۱۲۸	″ سطر آخر
نیتاجی	نیتاہی	۱۲۹	۸
اصفہان	ہنقان	۱۳۰	۷
نایرہ	نارہ	۱۳۰	حاشیہ ۱
گرائید	گرائند	۱۳۰	حاشیہ ۲
فرح آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲
بہ مقام	نہ مقام	۱۳۱	حاشیہ
ملار	ملاو	۱۳۴	حاشیہ
بکوشند	کشند	۱۳۴	حاشیہ ۸
تقبل	بقبل	۱۳۴	حاشیہ ۹
آیا	یا	۱۳۷	حاشیہ ۲
سپرد	سیر	۱۳۷	۱۹
می ورزید	ورزید	۱۳۸	حاشیہ ۱
روپیہ	مشکوک	۱۳۸	″ ۸
دیوگڈہ رسیدہ	مشکوک	″	″
سازد ومن بعد	مشکوک	″	″
بان	بال	۱۴۰	حاشیہ ۱
عادل خان	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۲
وجہہ	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۳
مہمات	م	۱۴۰	حاشیہ ۴
پنجہزاری	سہاری	۱۴۰	حاشیہ ۴
یکہزار سوار از تابینان	مشکوک	۱۴۰	حاشیہ ۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
محمد امین سے لکھایا	محمد امین سے یعنی لکھایا	۱۴۲	۳	ہاتھ	ہاسہ	۱۶۳	حاشیہ ۶
ترتیب وار	ترتیب دار	۱۴۳	۱۳	غازی الدین خان	عازی الدیخان	۱۶۳	حاشیہ ۹
پیدا ہوئی	پیدا	۱۴۴	حاشیہ ۲	کوکہ	گوکہ	۱۶۳	حاشیہ ۱۱
فرزند	فیرزند	۱۴۵	۱۳	ملک اودھ سے	ملک اودھ	۱۶۵	۱۶
راجپوتونپر	راجپوتنپر	۱۴۵	۱۷	گڑھیون	گرٹھون	۱۶۶	۲
بعرض والا رسیدہ	بغرض والاہ سیدکہ	۱۴۷	حاشیہ ۱	کھیٹرہ	کیٹرہ	۱۶۶	۸
تبعقدیم	بعقدیم	"	حاشیہ ۳	چڑھائی	چیرہائی	۱۶۶	۸
والی جے پور کے	والے جیپور	"	حاشیہ ۴	تاریخی واقعات مین	تاریخی واقعات سے	۱۶۶	۱۷
گوشمالی کو	گوشمالی	"	حاشیہ ۵	ٹھٹھرونیر	مشکوک	۱۶۶	آخر
لڑنے مین	لڑنین	۱۴۹	۱۱	بروار	سرداد	۱۶۶	آخر
مرہٹے	مرسٹے	۱۴۹	۱۲	پانڈے بروارونکے	مشکوک	۱۶۷	۸
گوداوری	گودادری	۱۵۰	۴	پڑاؤ لشکر	پشکر	۱۷۲	۹
صوبہ برار	صوبہ برابر	۱۵۴	۱۰	پیشہ ور رعایا	پیشہ ورعایا	۱۷۲	۱۳
بکوشش فراوان	بکوشش مرادان	۱۵۵	حاشیہ ۲	بدفتر استفسار	مشکوک	۱۷۷	حاشیہ
ناالتفاقی	ناالتفاتی	۱۵۶	۸	خجستہ شیم ہر دو زنہا مجہ	خجستہ سم	۱۷۸	آخر حاشیہ
ہوتی رہین	ہوتی ہین	۱۵۷	۲	نذر ناظرین	نذر حاضرین	۱۸۰	۴
نہ لقوز	سرلفور	۱۵۸	حاشیہ ۱	صدودی	صدولی	۱۸۳	۱۴
پسر	مشکوک	"	حاشیہ ۲	دودہ نیمی	دوہ نیمی	۱۸۳	۱۴
ایک اربعی	ایک اربی	۱۵۹	۹	مہند	مہنڈ	۱۸۶	۲
تا ڈونالڈ راجستان مین	راجستان	۱۶۰	۹	تھے	تھی	۱۸۶	۱۴
درہ بیسوری	درہ بیسوڑی	۱۶۰	۱۱	اور بانی وسرگروہ	اور محلہ کے بانی اور سرگروہ	۱۸۶	۱۷
ماڑوار	ماڑواڑہ	۱۶۰	۱۲	مولاگنج کے بانی تھے	مولاگنج کے تھے	۱۸۶	آخر
ملاقات	ملافات	۱۶۰	آخر	اہلخانہ یا والدہ نواب	اہل خانہ نواب	۱۸۹	۳
جھنڈا	چھنڈا	۱۶۱	۱۶	دلیرخان	دلیرخان		
معلوم ہو سکتے	معلوم نہ ہو سکے	۱۶۲	۱۴	غزل ونصب	غسل ونصب	۱۹۵	۱۴

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہرگروہ	ہرگردہ	۱۹۶	۳	پرتاب بلی	پرنابت بلے	۲۵۲	
بسیار	بببار	۱۹۸	حاشیہ۶	فقرہ	فقرۃ	۲۵۰	حاشیہ۲
بروز	بزور	۲۰۰	حاشیہ۲	امیدوار بودند	امیدوار بودندنستند	۲۶۰	۴
قبائل	قباہل	۲۰۰	حاشیہ	نفاذ	نقاد	۲۶۰	۵
فروگذاشت	فروگراشت	۲۰۱	حاشیہ۱	بنابر دلیرخان	بنابر دلیرخان	۲۶۴	حاشیہ۱
شہبازخان	شہنازخان	۲۰۱	حاشیہ۱	انکی اجازت سرکار سے	انکی اجازت و سرکار سے	۲۶۵	۱۴
ہرسال	برسال	۱۱۰	حاشیہ۱	بارا خان	مشکوک	۲۶۷	۳
مشید	مشبد	۱۱۱		تشکی	مشکوک	۲۶۸	۱۳
چنانچہ قنوج مین	مکرر ڈیڑھ سطر غلطی سے لکھی گئی	۲۱۳	آخر	اپنے	اسے	۲۶۸	۱۷
روایت بھی	روایت سبھی	۲۱۷	۲	مسلمانان	مسلمان	۲۷۴	۱۰
کرلیتا	کرلبتا	۱۱۹	۸	پیش امام	مشکوک	۲۷۴	۱۰
ماثر عالمگیری	ماثرالامراعالمگیری	۲۲۲	۱۶	بتصرف	متصرف	۲۷۵	۱۱
غزی خیل	عزی خیل	۲۲۷	۱۵	قلیل الرقبہ	فلیل الرقبہ	۲۷۹	۱
بازید خیل دوہزار سوار	بازید خیل دوسو سوار	شجرہ ۲۲۹	متعلق عزی خان سطر ۳	بن بابر بادشاہ	بن ابر بادشاہ	۲۸۰	مہر مندرجہ
لکھا ہے	لکھتا ہے	۲۳۳	۹	پیر غلام	پُیر غلام	۲۸۰	۴ در فرمان
سید نظام ساکن پھانی	سید نظام خان پھانی	شجرہ	۵	بن بابر بادشاہ	بن ابر بادشاہ	۲۸۴	مندرجہ مہر فرمان
نواب محمد خان جانشین	نواب محمد خان	شجرہ		اُردی	ادلوی	۲۸۶	۳
نواب اعزازخان	جانشین	شجرہ		اراضی کا جو پیر محمد کو	اراضی پیر محمد کو	۲۹۳	۱
نواب مقصود علیخان	نواب مقفود علیخان	شجرہ		خصائص الحبیب	حضایل الحبیب	۲۹۷	۹
جوشیدند	سشیندند	۲۴۰	حاشیہ۱	آب زمزم سیمین بھر کر	آب زمزم سی آمین بھر کر	۳۰۲	۳
جودھپور جاکر	جودھواکر	۲۴۲	۹	قبر سے	قبرون سے	۳۰۴	۱۶
اندرزو نصیحت	اندزو نصیحت	۲۴۲	۶	اصل ہونا	اصل نہو	۳۰۶	۱۵
مقبرہ نہ تھا	مقبرہ بنا	۲۴۵	حاشیہ۱	عالی ہمتی	عالی حمتی	۳۰۷	۹
طاہرخان	طایرخان	۲۴۵	حاشیہ۲	سلیم خان	مشکوک	۳۰۸	۱۳
پابوس	ماہوس	۲۴۶	۱۳	امریا	امربا	۳۱۱	۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
چکچو دہا	مشکوک	۳۱۱	۵
نواب سردار خان	نواب دلیر خان	۳۰۹	۹
تحریر	مشکوک	۳۱۶	۷
دیوڑہی	ڈیوڑہی	۳۲۲	۱
شہزادہ	مشکوک	۳۲۴	حاشیہ
تحریک	مشکوک	۳۲۵	حاشیہ
نمود	مود	۳۲۹	۸
تنگہ سہاگ	تنگا سہاگ	۳۳۱	۱۸
ہدایت خان	بدایت خان	۳۳۲	۲
واقعات بابری ترجمہ	واقعات بابری زبان ترجمہ	۳۳۵	آخر
اقبالنامہ جہانگیری	اقبالِ جہانگیری	۳۳۶	۲
کوٹہ خاص	کورخاص	۳۴۱	۹
پیجون	بیجون	۳۴۴	۲
انھون نے انکی	اونھون انکی	۳۴۴	۷
زیر دہست	مشکوک	۳۴۴	۱۵
عدد	عدد عدد	۳۴۶	۱۰
قدامت	قداست	۳۴۷	۷
″	″	″	حاشیہ
یہ سجع بطفیل احمد است دوستے کندہ کرایا تھا	یہ سجع مہر مرکندہ کرایا تھا	۳۵۰	۵
باقی رہ گئی	باقی رہگئی تھی	۳۵۴	۹
صوبہ دار و ناظم تھے	ناظم اور صوبہ دار بھی تھے	″	آخر
شاہ آباد	شاہ آبا	۳۶۲	۲
زیر اختیار ہے	اختیار رہے	۳۶۴	۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
نواب دلیر خان	نواب سردار خان	۳۶۵	۳
مبندول ہوئی	مبندول ہو گئی	۳۶۶	۷
استظہار	مشکوک	۳۶۷	حاشیہ
شاہجہانی	شاہجہان کے	۳۶۹	۲
پہونچے اور	پہونچے در	″	آخر
آگرا پہنچے	اپہنچے	۳۷۱	۱
توخیر ورنہ	ورنہ	″	۲
کار زار سے	کار زار پے	۳۷۲	حاشیہ
بدلوا سبت رسیدہ	بدلوا پشت رسیدہ		
مقاہیر	مقاہیر	۳۷۲	حاشیہ
جمع غفیر	جمیع عنصر	۳۷۲	حاشیہ
بقیۃ السیف	بقیۃ الالف	۳۷۲	حاشیہ
ہیچ کس	بقسیم کس	۳۷۲	حاشیہ
سرزمین	سرمین	۳۷۳	۴
شرف ملازمت	شرف ملا رمت	۳۷۴	حاشیہ
کولا پور	کولام پور	۳۷۵	۴
داد شجاعت	مشکوک	۳۷۸	حاشیہ
عبور	مشکوک	۳۸۳	حاشیہ
خلعت فاخرہ سے	خلعت فاخرہ	۳۸۳	۹
ملخص	مخلص	۳۸۳	حاشیہ
آزردہ خاطر ہو کر	آزردہ خاطر فرار	۳۸۴	۹
بتعاقب	بتعاف	۳۸۴	حاشیہ
ہفتدہ	ہفتد	۳۸۴	حاشیہ
بازبقیاس آفتاب	مشکوک	″	حاشیہ
ہمیر فرستند			

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہمت باختند	مشکوک	۳۸۴	۴	جانور	بجانور	۴۰۹	آخر
ازحضور مورد	حضور مورہ	۳۸۴	آخر	مجالست	مجالبت	۴۱۵	۸
شبرغان	شیرغان	۳۸۵	۴	بحبل متین	بہ حبل بتین	۴۱۷	۹
علی خان تارین	علی تارین خان	۳۸۶	۱۰	مُرید	مورید	۴۱۸	۱۰
گذاشت	گذشت	۳۸۷	۳	پشاورند	پشاورانند	۴۱۸	۷
برآورد	مشکوک	۳۸۷	حاشیہ آخر	شیخ احمد مجددی	شیخ احمد محدق	۴۱۸	حاشیہ ۱
مصحوب	معجوب	۳۸۹	حاشیہ	مادرزاد ولی تھے	مادرزاد ولی تھی	۴۱۸	۲
زین از اسپ	مشکوک	۳۹۳	حاشیہ	اسنگر	لشکر	۴۱۸	۲
سواران المانی	الحاقی	۳۹۳	حاشیہ	وطن	وطرہ	۴۱۸	۵
راجہ پہاڑ سنگھ	راجہ پہار سنگھ	۳۹۴	۱۰	اُس کا	آپ کا	۴۱۸	۸
تعاقب بھی کیا	تعاقب بھی لیا	۳۹۴	۱۵	فتح جنگ خان	فتح خان	۴۲۴	۱۴
دس حصہ زیادہ تھے	دس گنی سی بھی زیادہ تھے	۳۹۵	۶	دروازہ	درازہ	۴۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید الدولہ			بانتہاز	بانہاز	۴۲۸	حاشیہ ۱
قطب الدینخان	وقطب الدین خان	۳۹۷	۱	نزدیک	نزدبک	۴۲۸	ر آخر
سُنہ جلوس مین	سنہ جلوس			گھوڑے کے	گھوڑدن کے	۴۲۹	۲
شاہجہان نے	شاہجہان نے	۳۹۵	حاشیہ	مخالفت	مخالفت	۴۳۱	۲
آیندہ زمانہ مین بھی	آیندہ زمانے	۳۹۷		تحاسد	تخاسد	۴۳۲	۹
سرگرم تھے	سرگرم ہو	۳۹۹	۸	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم منتظر	۴۳۴	۸
سادات	سادادات	۴۰۰	۶	کسی امیر کا	کسی امر کا	۴۳۵	۱۲
پیشصد سوار پیادہ فوج	پیش صد برلے فوج	ر	حاشیہ آخر	اولاد ذوالجناب لیرخان	اولاد الغضب لیرخان	۴۳۹	حاشیہ آخر
نوزخم کھائے	نوزخم کھاکر گرے	۴۰۲	۷	گشتہ شد	گشتہ شد	۴۳۹	ر آخر
چغتائی	چغتانی	ر	حاشیہ	قسمت باخود ہا کردہ	قسمت باخود ہا کردم	۴۳۹	حاشیہ ۱
معایک	معا یک	۴۰۴	۹	بتقریب	بتقرب	۴۵۵	۵
جس مین	جن مین	۴۰۷	حاشیہ ۱۴	فرزندون کو	فرزونکو	۴۵۶	حاشیہ
مخاطبت	مخاطب	ر	حاشیہ ۱۵	جہانگیر کو لکھکر	جہانگیر لکھکر	۴۶۱	حاشیہ ۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
آئی تھی	آتی تھی	۴۶۲	حاشیہ ۹
وارث سلطنت	وارث سلطنت	۴۶۲	حاشیہ ۱۲
اُسنے نکالکر	اُسنے نکالکر	۴۶۵	حاشیہ آخر
داور بخش	داد بخش	۴۶۸	حاشیہ ۹
چھ ہزار سوار	چھ ہزار سوا	۴۷۵	۷
یہ اختلاف	بہ ختلاف	۴۷۷	۱۸
لشکر مین	لشکرمین	۴۷۹	حاشیہ ۱۴
گردانیدہ	گردانبدہ	۴۸۳	حاشیہ
جاچکا	آجاچکا	۴۸۳	آخر
دریاخان کا سر	دریاخان کا مزار	۴۸۷	۴

غلطنامہ جلد دوم نامہ مظفری

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مثنوی گل گشتی	گل گشتی	۲	۱۳
ہریک	بریک	۸	۵
کبھی اردو بھی	کبھی نثر بھی	۸	۱۲
وہ عیوض اسے	وہ در	۱۱	۴
جبین وتردد	چلن وتردد	۱۴	۱
موظف	موطف	″	۲
قریب جو درخت تاڑ ہے بتلاتے ہین	درخت تاڑ	۱۴	۱۴
محلہ دلیر گنج واقع شاہ آباد	مشکوک	۱۵	۱۶
ہردلعزیزی	ہردلعزیزہ	″	۴
بہی	یہی	۲۵	۱۱
فرق	فرق	۲۵	۱۵
اوجیالے	اوجیالی	۳۰	۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
زندہ رہے	زندہ ریلے	۳۲	۱۱
ارکان دولت سے	ارکان دولت	۳۳	۳
موروثی	مشکوک	۳۳	۸
قاضی ناصر الزمان صاحب	مشکوک	۳۳	آخر
ارتفاع	ارقطاع	۳۴	۱۵
اوقات	اوفات	۳۴	۱۷
رسانیدہ	مشکوک	۳۴	آخر
قدغن	قدغن	۳۵	۳
سید زندہ	مشکوک	۳۸	۲
محلہ گگیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
عرف مرزا اتنھو	عرف مرزا اتنھو	۳۸	حاشیہ ۱
محلہ گگیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
۱۲۶۶ھ ہجری	۱۳۲۶ھ ہجری	۳۹	۳
ذی وجاہت شخص گذرے	شخص گذرے	۴۲	۲
احمد گیر باعجز	احمد کبریا	۴۶	۱۶
بیاض	یاض	۴۷	۸
سید اعجاز احمد صاحب ابن ظہیر العلما	سید اعجاز احمد صاحب علما	۵۷	۱۷
یہ طبع ہوکر	طبع ہوکر	۵۷	۱۸
زاولاد رسول	مشکوک	۵۸	آخر
۱۱۷۵ھ ہجری	۱۲۷۵ھ ہجری	۶۳	۶
املاک تھی ضبط ہوکر	املاک تھی کا ضبط ہوکر	۶۴	۱۴
شیخ دادو	شیخ داود	۶۷	حاشیہ

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
معاملے مادی لکھے ہین	مشکوک	٦٨	حاشیہ ٣	آپ کا کلام	کلام	٩٤	١
سرّ خدا	مشکوک	٦٨	حاشیہ ٤	مناجاتین وغیرہ تصنیف	مشکوک	٩٤	١٧
مثل	ضلّ	٦٨	حاشیہ ٦	مسرور ہوجاے	مشکوک	٩٥	١٧
سنہ ١٢٥٧ ہجری	سنہ ١٢٦٥ ہجری	٦٨	حاشیہ ٧	عرض	غرص	٩٩	١٤
نقش	ش	٦٨	حاشیہ ١١	آسمان ستاتی	آسمان اورشاتی	٩٩	١٤
ہر دو	ہرزید	٦٨	حاشیہ ٢	باہوت	باہوت	١٠٠	١٧
ہرے بھرے	ہتر بھرے	٦٩	١	سلامتی ذات	مشکوک	١٠١	١١
زوجہ	روجہ	٧٠	٧	بشاشت افزا	″	١٠١	١٢
امانت	امامت	٧٢	٨	یہ فدوی	بہ فدوی	١٠١	١٢
مولوی صاحب	مشکوک	٧٣	آخر	تشریف لاے	تشریف ساے	١٠١	١٤
لحاظ	مشکوک	٧٥	٣	عرض می نماید	می نماید	١٠١	آخر
مورد	مشکوک	٧٦	٤	باین اہتمام	مشکوک	١٠٢	٥
عادت	عبادت	٧٦	١٢	یہ تعلیم	تعلیم	١٠٢	٧
انھین کا	انھین کے	٧٧	١٤	بندہ بندہ	بندہ	١٠٢	٧
قدر	خدر	٧٨	حاشیہ ١	کہ رہے یاد	کہ رہون یاد	١٠٥	٩
تعلقہ دار	تعلقہ دا	٨٠	٨	جو ہون	جون ہون	١٠٥	١٢
استفادہ	استقفادہ	٨٥	٧	کیا عجب ہے	کیا عجب ہین	١٠٥	١٣
حافظہ	حافظ	٨٥	٥	اُسنے کچھ ایسا رنگ	اُسنے کچھ رنگ	١٠٦	١٤
مزار	مرزار	٨٦	١	سنہ ١٢٧٦ ہجری	سنہ ١٢٨٧ ہجری	١٠٨	١٥
کبھی وہ	تو	٨٦	٨	سنہ ١٢٩٧ ہجری	سنہ ١٢٧٧ ہجری	١٠٩	٣
جنکے	اُنکے	٨٩	٣	حکیم صاحب کا	حکیم صاحب	١١١	١٥
مزار	ہزار	٩١	٦	ندوۃ العلما	ندوا العلما	١١٣	آخر
عالم رویا	مشکوک	٩١	١٩	ترددات	تردات	١١٥	٣
متعلقہ صہ ٩١	متعلقہ صہ ٨٠	٩٢	حاشیہ ١	ہوا کرتی تھی	ہوا کرتی تھے	١١٥	حاشیہ ١
دلی خطرات	دلی خطرت	٩٤	١	تیسرت	سرت	١١٦	١

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پڑے	پے	۱۱۶	حاشیہ
سروش	بروشش	۱۱۶	حاشیہ
جینے کی صورت ہو	جینے کی خواہش ہو	۱۱۶ الف	۷
تماشاگاہ نیرنگی	تماشانیرنگی	۱۱۶	۱۱
گھر	کہر	۱۱۷	۵
لگایا ہے	گلتا ہے	۱۱۷	۶
وہ محشر	محشر	۱۱۸	۱۴
ہر قصر د ایوان	ہر قصر دالون	۱۲۲	۱۴
ثنای مصطفی مین	مصطفی امین اتدن	۱۲۲	آخر
رات دن			
کچھ اور ہی ادا ہے	تلوار ہی ادا ہے	۱۲۳	۱۷
نبیون کو	بنیون لو	۱۲۴	۱۲
بالاپیر	بالاپر	۱۳۵	حاشیہ سطر ۱
تذکرہ دلیرخان	مشکوک	۱۳۶	حاشیہ
مسماۃ جمیلہ	مشکوک	۱۳۷	حاشیہ
رود بدنی مین	رود بدنی کے	۱۳۸	حاشیہ
بی بی نیکبخت	بی بی نیکبخت	۱۳۸	حاشیہ آخر
قاسم ولی	قایم ولی	۱۳۹	حاشیہ ۱
زانوارادہ	زانوادہ	۱۳۹	حاشیہ ۱
غوثیت مآب	غوث مآب	۱۳۹	حاشیہ
ناگزیر از زمین بے ادبی	از زمین ناگزیر از زمین بے ادبی	۱۴۳	۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
نہایت نامور	نہایت مامور	۱۴۷	۲
ذریعہ سے بیعت ہوئے تھے	ذریعہ سے ہوئے تھے	۱۴۷	۹
خلفاے شیخ محمد	خلفای شیخ محمد	۱۴۸	۱
مہدی قادری		۱۴۸	۵
اینجانب	اینجانت	۱۵۹	۱۳
پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے	پانچ روپیہ پاتے تھے		
نواب کمال الدین خان	نواب کمال الدین	۱۶۳	۵
مزروع کنانیدہ	مزروع کنایدہ	۱۶۳	۱۲
بالضامنی	بالضامنی	۱۶۴	۱
وصول یافتم	وصول یاقتم	۱۶۴	۳
سرکار خیار	رکار خیار	۱۶۸	۲
مقررہ ضمن	مقررہ صمن	۱۶۹	۲
فردے مزین	فردے مرین	۱۶۹	۴
قسمتنامہ	قسمت نامہ	۱۷۰	۶
وبوجہ	ولوجہ	۱۷۵	۱
۱۰۶۷ سنہ ہجری سے	۱۰۶۷ سنہ ہجری	۱۷۶	
کئی مہینے	کئی مہینے		
نبیرہ مہدی صاحب	مشکوک	۱۷۷	۷
حضرت بالاپیر صاحب	حضرت پیر صاحب	۱۷۸	۱۵
دیگ خرد	دیگ خرد	۱۷۹	۴
پنچایت	پنچایٹ	۱۸	۱۴
واپس آئے	واپس	۱۸۰	۱۸

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مالکہ مجاز نہین	مالکہ مجاز نہین	۱۸۱	۵	چار مواضعات	مشکوک	۲۱۴	۶
مادری	مادری	۱۸۲	۲	دو فرزند تھے	سید غلام حسن فرزند تھے	۲۱۴	۶
وہ ازروی وراثت	وہ مجھے ازروی وراثت	۱۸۲	۴	نواب علی محمد خان بہادر	نواب علی محمد صاحب بہادر	۲۱۴	حاشیہ ۱۲
شریک مقدمہ	شریک مقبوضہ	۱۸۳	۱۸	سید حسین	و سید حسین	۲۱۵	۱۱
میان جمیل	میان خلیل	۱۸۴	۱۲	پچپون کو	مشکوک	۲۱۶	۱
فصل تفصیل	فصل تفصیل	۱۸۸	۸	فضل احمد نکمہ آمد مر ۲۴ ۱۳	فضل احمد ملکہ آمد مرد	۲۱۶	۱۳
				چراغ روشن	چراغ روان	۲۱۶	۱۴
قلاید الجواہر من ھجی من	قلابد الجواہر	۱۹۲	۹	بجز	بجز	۲۱۹	۸
سنہ ھجری	سنہ ھجری	۱۹۳	۸	مورد	موری	۲۲۰	۱۲
اپنے عالی خاندان	اپنی عالی خاندان	۱۹۴	۸	مگر	اگر	۲۲۲	حاشیہ ۱
چڑھالی	جڑھالی	۱۹۵	۱۶	طلاقت لسانی	طاقت لسانی	۲۲۲	۶
نہ ٹھہرے	نہ ٹھہر سکے	۱۹۶	۱۲	امیدوار	امید ولد	۲۲۳	۳
ابن رفاعہ نے	سے	۱۹۷	آخر	نسبت رائے	نسبت رائے	۲۲۳	حاشیہ ۳
خانقاہ حماۃ کے	خانقاہ حماہ کی	۱۹۸	۵	شہر حماہ	شہر حماۃ	۲۲۶	۱۷
بجز آپکے	بجز آپ	۲۰۱	۲	مشورہ کے بغیر نہین کرتے تھے	مشورے سے نہین کرتے تھے	۲۲۸	آخر سطر
بنام اہلیہ قدوۃ العارفین	بنام قدوۃ العارفین	۲۰۱	حاشیہ	آبائی مراسم ہونیسے نہایت تعظیم و توقیر کرتے	آبائی مراسم ہونے سے آپ رکھتے تھے	۲۲۹	۶
مسقفہ	متقفہ	۲۰۷	حاشیہ ۱				
مورث سادات	سادات مورث						
شاہجہان پور	شاہجہان پور	۲۰۸	شجرہ ۲	پوشیدہ نہین رکھتے تھے	پوشیدہ نہین رکھتا تھا	۲۲۹	۷
عالی منزلت	عالی عالیمنزلت	۲۰۹	۷				
جن کا نام	حسن کا نام	۲۱۰	۳	حافظ امام بخش صاحب	حافظ امام بخش صاحب	۲۳۰	۷
آپکے حین حیات	آپکے حین حیات مین	۲۱۰	۴	مسند علوی			

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صبح سودا ازدہ	صبح سودا ازدہ	۲۳۲	۳	نتھون	نہون	۲۵۵	۱۴
مگر گردش فلکی	کیونکہ گردش فلکی	۲۳۲	حاشیہ آخر	خود آپ	خود آب	۲۵۸	۸
عماد السعادت	اعتماد السعادت	۲۳۳	رر آخر	آئی تھین	آئی نہین	۲۶۵	۱۶
ادھر سے شجاع الدولہ	ادھر سے شجاع الدو			ہوائی وین برادرسب کے لئے	ہوائی دین اور سب کے لئے	۲۶۹	۱۶
اودھر سے	ادھر سے	۲۳۶	۱۲	شاہ آباد ضلع ہردوئی	شاہ آباد ضلع ہہردوئی		
سید شرف الدین محمد		۲۴۲	حاشیہ	خواتین ہند کی	کے خواتین ہند کی	۲۷۳	۱۰
خود	خو	۲۴۳	۱	سرزمین	سرریمین	۲۷۵	۲
برہان ساطع	سریان ساطع	۲۴۳	۱۲	خامہ	تامہ	۲۷۸	۱
باغ مرہونہ	باغ مرجونہ	۲۴۳	۴	علم پناہ	علم و پناہ	۲۷۸	۱۲
آپ کی طرف سے	جن کی طرف سے	۲۴۵	۴	صاحب تحقیق	صاحب توقیر	۲۷۹	۱۱
۱۲۵۷ھ ہجری	۱۱۵۷ھ ہجری	۲۴۷	۱۳	بنجاتا	بنجاتا	۲۷۹	۱۵
بست و چارم قضا	بست و چارم قضا شد			درو جواہر تحقیق	درو جواہر و تحقیق	۲۸۰	۱۰
لعنمش شد دل غمگین	لعنمش شد دل غمگین	۲۴۷	۱۲	رئیس کاکوری	رئیس کاکوروی	۲۸۱	۸
ہر کہ میخواہد کہ بیند در جہان	اگر تو میخواہد کہ بیند در جہان	۲۴۸	۹	بوستان بنیظیر	بوستان بے نظیر	۲۸۵	۷
گاہے	نگاہے	۲۴۹	۹	۶۱۹۱۵			
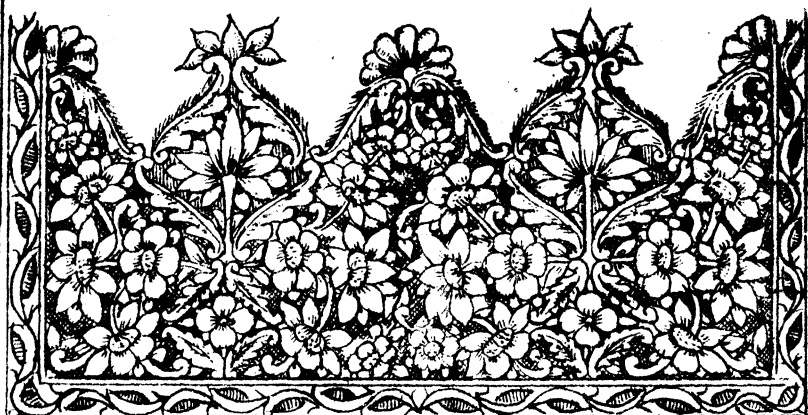
خداوند دوجہان کی حمد وثنا ناچیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس قادر مطلق کی غیر محدود
قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُس نے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مظہر بنا کر
بمصداق اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ عقل و نور کا پتلہ بنا دیا اور اپنی معرفت و
تقرب کا رتبہ عنایت کرکے بقول وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ بشر کو ملائکہ سے بڑھا دیا اُس
حکیم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس مشت خاک کو وہ زور بازو بخشا کہ جس نے اپنی ذاتی
قوت وشجاعت سے شیر نیستان کو مغلوب کرکے اپنی افضلیت کو ثابت کردیا اُس فیاض
ازل کی فیاضی نے اس قطرۂ حقیر کو ایسا فیض وسخاوت کا دریا بنایا کہ جسکی شان جود نے
ابر گہربار کو بھی شرما دیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ ساز کی نامتناہی توصیف وتشریح
سے خاموشی اختیار کرکے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود
حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکا کر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفت ہے ظاہر کرنا چاہیے

حمد الٰہی کیطرح نعت رسالت پناہی بھی احاطۂ تحریر مین نہین آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم فخر بنی آدم کی ذات مبدء کائنات عالم ایجاد مین نہ آتی تو بمصداق لولاک لما خلقت الافلاک آفرنیش ہیجدہ ہزار مخلوقات کی وجود مین نہ آتی اور اس حسن و خوبی کے ساتھ وحدت کثرت مین نہ سماتی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز ہوتی تو یہ معرفت الٰہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولین و آخرین کی ذات مجمع الحسنات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی مین یکتا ہو کر خاتم الانبیا ہوئی دنیا مین علم و حکمت کی اعلیٰ تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہونچی اُسکی محبت و اتباع ہر امتی پر فرض ہو کر وسیلۂ نجات قرار پائی۔ اُسکا رخ آئینۂ خدا نما اور خطاب شافع محشر اور نام نامی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اُسکی آل و اطہار اور اصحاب کبار جو آسمان ہدایت کے ستارے تھے اِن سب پر ہمارا دل و جان نثار ہے۔

جملہ ناظرین باتمکین کیخدمت مین خاکسار احقر الکونین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض پرداز ہے کہ اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق ایکبار کتاب ماثر الامرا جو صمصام الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے ہے دیکھنے مین آئی اسکے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امرا اور ارکین دولت شاہجہانی و عالمگیری سے ہین ایسے قوت بازوے سلطنت او شیر نیستان شجاعت تھے کہ جنکی دلاوری اورنگ زیب جیسے الوالعزم جری بادشاہ کی نظر مین بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک دکن کے پیر و جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہان کے باشندے بجز چند زبانی روایات کے اپنے مورث اعلیٰ کے حالات سے مطلق آگاہی نہین رکھتے

ان تواریخ مین جو شاہی وقائع نگارون نے بطور روزنامچہ کے لکھی ہین اور عالمگیرنامہ وغیرہ مین جنکو بادشاہ نے حرف بحرف سُنا ہے **نواب دلیر خان** ایسے گرامی قدر الفاظ سے یاد کیے گئے ہین کہ جنکے دیکھنے سے دل وجد مین آجاتا ہے صمصام الدولہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہجہان نامہ وماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب ہین اخذ کرکے نہایت بیش بہا فقرات مین تحریر کیا ہے۔

درحقیقت **خان ممدوح ایسے شجاع وبااقبال سپہ سالار اور گورنر** تھے کہ جس مہم پر گئے خدا کی مہربانی سے **فتحیاب** ہی ہوے **بارگاہ صاحبقرانی** یعنے **دربار شاہجہانی سے ان کو خلعت وخطاب دلیر خانی اور منصب چار ہزاری سے سرفرازی** اور **پیشگاہ اورنگ زیب عالمگیر سے بتیس لاکھ دامی جاگیر اور منصب پنجہزاری سے قدر افزائی ہوئی تھی**۔

خلعت واکرام وقتاً فوقتاً جو مرحمت ہوتے تھے وہ مزید بران تھے تعجب وتاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کسینے فراہم نہین کیے شاہی تواریخ مین جابجا اُنکے حالات درج ہین مگر وہ بجز بعض شائقین امرا کے ہر ایک کے یہان مجتمع نہین ہین اور بعض قلمی کتابین جو طبع نہین ہوئین ہنوز پردۂ گمنامی مین پڑی ہین اور جلد دستیاب نہین ہوتین مزید بران عدم توجہی اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب سے مفقود ہوئی جاتی ہین۔

اپنے بزرگون کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور فخر روزگار آبا واجداد کے اوصاف

نہ جاننا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سر بلند اور ہم چشم گروہ مین ممتاز ہو سکتی
کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات و اعزاز سے بھی ناواقف ہے مشاہیر اجداد کے واقعات
کو پردۂ گمنامی پڑا رکھنا اپنی اصلیت کے جوہر کو خود ہی پوشیدہ کرنا ہے عرصۂ دراز کے
گذرے ہوے واقعات جب تک نہ دُہرائے جائین تازہ نہین ہوتے اسی بنا پر
خاکسار نے کتب کمیاب کا پتہ چلایا اور اس دردسری کا بار اپنے سر لیا ابتک ان
حالات کے فراہم نہونیکی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد مین
جو ذی علم لایق اشخاص ہوے انکی توجہ واقعات نگاری کیطرف مبذول نہوئی شعر و سخن
کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی نازکخیالیان اور سراپاے محبوب مین موشگافیان انتہا کو
پہونچا دین حسن و عشق و ہجر و وصل گل و بلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے
ہوے ہین اگر کمر یار کی طرف قلم اٹھایا تو اسکی مثال مین ملک عدم ہی دکھا دیا اور باریکی
اس حد کو پہونچائی کہ کوئی چیز تشبیہ کو نہ ملسکی اسلیے اُسکو معدوم ہی کر دیا۔ زلف جانان نے
کہ درازی مین میدان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالون
سے عرش برین کو ہلا دیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھا دیا۔ اگر کثرت گریہ اور
جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھون کے سات پردون سے ساتون طبق آسمان کو ڈبو دیا
اسمین شک نہین کہ زور قابلیت سے اس فن کو معراج پر پہونچا دیا اور مبالغہ کی رنگ
آمیزی سے ملمع کو زر کامل بنا دیا لیکن بجز رنگین خیالات کے واقعات ندارد ہین۔
چونکہ آجتک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل مین مجتمع کیے تھے لہذا راقم کو اس
کتاب کی تصنیف مین جو جانکاہی و دماغ سوزی کے اشکال پیش آے ہین انکو راقم ہی کا
دل و دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کاغذات بغور دیکھنا

مفید مطلب وقعات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان مین ترجمہ کرنا گویا
ہفتخوان کے راستہ کاطے کرنا اور ایک دریاے عمیق مین غوطے لگانا تھا۔ اس میدان
بے پایان مین جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنی محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے
پُرانے کاغذات جنمین فرامین شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب
کے متعلق روشنی پڑتی تھی جابجاسے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کرکے ان حضرات کو
جنھون نے بہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دو برس
مین کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات مین پیش آیا اُسکی تحقیق کے
لیے معمر و محقق اشخاص سے جا کر ملنا پڑا اور بعض ذی لیاقت صاحبونکی خدمت مین
خطوط بھیجنا پڑے۔ سواے ان فارسی تواریخ کے جنکے نام جابجا مضامین مین آئے ہین
اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب العرض وگزیٹیر وغیرہ کے مدد لیگئی
اور تا امکان تحقیقات حالات مین کوئی کمی نہین کیگئی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے علاوہ
شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقۂ علما شعرا صلحا وغیرہ مین فخر روزگار و مقبول عام ہوے
انکے حالات بھی نہایت تحقیق و تلاش سے مجتمع کیے گئے اور سلسلہ تحریر مین لائے گئے ہین
راقم نے کوئی طبعزاد قصے نہین لکھے بلکہ جو کتابون مین پاے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ
لوگون نے فرماے وہ راست و بے کم و کاست درج کیے ہین۔ اس کتاب کو دو حصون پر
تقسیم کیا ہے پہلی جلد مین بانی شاہ آباد و اُنکے نامور اعزہ اور اولاد کے حالات اور شاہ آباد
کی آبادی اور اسکے تنزل وغیرہ کے واردات درج کیے ہین۔ دوسری جلد مین دیگر
اہل کمال کے وقعات تحریر کیے ہین اور جو تصویرین کہ اسمین شامل کیگئی ہین وہ بھی
اصلی و صحیح ہین بعض انمین شاہی زمانے کے قلمی مرقع ہین جنپر مصورون کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابونکی مہرین بھی پڑی ہوئی ہین اور ان تصویرونکی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی مین مصوری کا فن کمال کو پہونچگیا تھا اور امرا مین اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلیے ان نوابونکی تصویرین بھی کھینچی گئین۔ چنانچہ نواب دلیر خان کی دو تصویرین اتاری گئین ایک مین وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوے ہین اور دوسرے مین صرف درباری جامہ زیب بدن ہے۔ دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونون عہد شباب مین رحلت فرما ہوے اسلیے ان کی تصویرون مین بھی جوانی کے آثار نمایان ہین اب رہی یہ بات کہ مصور کے ہاتھ مین صلاحیت تصویر بعینہ کھینچنے کی تھی یا نہین یہ شک اس صورت مین جاتا رہا کہ نواب عزیز خان بہادر کی تین تصویرین ہین جنمین بعض سواری کی ہے اور بعض نشست کی۔ مگر ایک تصویر مین جسقدر حصہ کہ سفید بالون کا ہے اتنا ہی دوسرے مین ہے۔ اور نقش ونگار وخط وخال کے لحاظ سے ہر دو تصویرین سرمو فرق نہین ہے۔

بعض فارسی اسناد جو کتاب مین درج ہین انسے گو اردو خوان حضرات کو کسیقدر الجھن ہوگی لیکن ان سے دو فائدے خیال کیے گئے ہین ایک یہ کہ جو اہم واقعات بیان ہوے ہین انکا ثبوت ان اسناد سے کماحقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعہ سے کاغذات کے مطالب ومضامین کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی۔ اور اپنے بزرگون کی یادگار ہر وقت پیش نظر رہیگی۔

ایک بار محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈہ مین یہ رزولیوشن بھی پاس ہوا تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ وباقی رکھنا چاہیے اسلیے کہ انسے

نواب دلیر خان بانی شاہ آباد

شاہان سلف کی شان و شوکت اور اسناد سے اپنے بزرگون کی زبان و طریقہ انشا پردازی کا پتہ پایا جائیگا۔

ناظرین باتمکین سے اُمید ہے کہ میری غلطیون کو معاف فرما کر عیب چینی سے درگذر فرمائینگے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات و جانفشانی کے صلہ مین دعاے خیر سے جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائینگے ؎

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم این بماند یادگار

نواب دلیر خان کے مفصّل حالات

اصلی نام جلال خان تھا اور دلیر خان خطابی قوم کے افغان باقرزئی تھے اُنکے والد دریا خان[1] بربر کے باشندہ تھے جو نواح پشاور مین ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور اسکے اطراف کے خان و سردار تھے وہ گھوڑونکی تجارت و زراعت کیا کرتے تھے

[1] دریا خان ہم یکے از سردار قوم افغان باقرزئی بود و ریاست کثیر از قسم دیہات و چاہات و باغات و جاگیرات بطور رسم و لایت در نواح پشاور بقبض و تصرف خود میداشت و مکان بود و باش متعلقان خاص موسوم موضع بربر بود امیر الامرا خان جہان لودی از حسن اخلاق او بدرجۂ راضی شدہ و سرداری را کار فرمودہ از دریا خان دستار بدل شد و اورا ہمراہ خود خواند ہمراہ خود بحضور نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی آوردہ ملازمت کنانیدہ و از حضور اول بمنصب سہ ہزاری و سہ ہزار سوار سرفرازی یافتہ بعد چندے دریا خان بعد تعین ابستادی شاہزادہ مرزا خرم المخاطب بہ شاہجہان شدہ و پسرش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امراے شاہزادہ والا تبار افتخار یافت۔ اخبار محبت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور وضعداری مین نہایت مشہور تھے دریا خان نے
امیر الامرا خانجہانخان لودی نے توسط سے دربار جہانگیر مین رسائی پیدا کی اور منصب
سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سواسپہ ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے
بعد وہ متعدد صوبونکے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگذاری سے بہت سی شاہی خدمتین
بجالاے نورالدین جہانگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو
شاہزادہ خرم عرف شاہجہان کا سپاہگری کے فن مین استاد مقرر کیا اور اُنکے بیٹے
بہادرخان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہجہان
کا مصاحب بنادیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جہانگیر بادشاہ نے
انتقال کیا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چارہزاری ذات اور چار ہزار
سوار سے سربلند ہوے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریاخان نے خان جہان لودی کی
شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آئے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادرخان ایام شاہزادگی
سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہجہان کے ہم پیالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی آپکی رکاب سے جدا
نہوے اسی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادرخان نے شاہجہان کے دربار مین
بڑا رتبہ ورسوخ پایا۔

الحاصل نواب دلیرخان کو اپنے لائق باپ اور بھائی کیوجہ سے شاہجہان
بادشاہ کے حضور مین باریابی کا شرف حاصل تھا اور اُنھون نے اپنی ذاتی شجاعت
اور خداداد دلیری سے روزافزون ترقی کی اور ایسی ایسی مہمات سرکین کہ مشہور عالم ہوگئے
اُنکے عجیب وغریب کارنامون سے شاہی تواریخ کے صدہا صفحے بھرے ہوے ہین
ابتدا ہی سے بارگاہ شاہجہانی مین دلیرخان کا نہایت اعتبار وپاس خاطر

سنہ ۹ جلوس مین جب انکا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کر کے سربلند کیا تھا اور سنہ ۱۱ جلوس مین بیس لاکھ روپیہ[1] دلیرخان کے ہاتھ مع دیگر امرا کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب الحکم بادشاہ کے دلیرخان وہ روپیہ ذوالقدرخان قلعہ دار کابل کو سپرد کر کے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت جسمین لاکھون روپے تھے کوئی معمولی بات نہین تھی بلکہ خاص اور معتبر اشخاص جو اس کام کے لایق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیرخانکی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی پیشتر شاہجہان نے جلال خان معروف بہ دلیرخان کو منصب[2] صدی ذات و پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب مین بتدریج ترقی ہوتی رہی ماثرالامرا[3] مین ہی کہ انکے بڑے بھائی بہادرخان سے بعض رخنہ اندازون نے بلخ و بدخشانکی مہم مین شاہجہان کے دلمین ناخوشی پیدا کرائی اور تیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان انکے ذمہ لگایا گیا حالانکہ بہادرخان نے اس مہم مین بڑی کارنمائی اور جانکاہی کو دخل دیا تھا اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر قنوج و کالپی کو جو انکے منصب و فوجکی سالانہ تنخواہ مین مقرر تھی سرکاری مطالبہ کے معاوضہ مین ضبط کر لی اس محال کی فوجداری اور انتظام دلیرخانکے متعلق کیا اور ہزاری منصب و ہزار سوار اور خلعت و فیل و خطاب دلیرخان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابی نام اسقدر مشہور ہوا کہ اصلی نام جلال خان چھپ گیا اور دلیرخان

[1] مبلغ بست لک روپیہ کہ زیبولا از دارالسلطنت لاہور رسیدہ بود مصحوب سید بہادر ولد سید لطف علی و جلال خان برادر بہادرخان و محمد امین ولد شاہ قلیخان روانہ کابل ساختند کہ بذوالقدرخان قلعہ دار آنجا سپردہ برگردند بادشاہنامہ صفحہ ۶۰۵ سال ہم حالات شاہجہان بادشاہ [2] جلال خان برادر بہادرخان نہصدی پانصد سوار بادشاہنامہ سلسلہ فہرست منصبداران [3] جلال خان نام برادر بہادرخان ست و سال بست و یکم از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات ہزار سوار و خطاب دلیرخان و مرحمت فیل سرفراز گردید و بتدریج پایہ اعتبار برافراخته سرکار قنوج و کالپی از بہادرخان با وصف خدمت نمایان ضبط شد و فوجداری آن محال بجلال خان تفویض یافت۔ ماثرالامرا تذکرہ دلیرخان ردیف دال۔

مشہور ہو گئے یہ سر بلندی انکو ۲۱ سنہ جلوس شاہجہانی مین حاصل ہوئی۔
تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۳۳۶ مین مرقوم ہی کہ کل قنوج و کالپی کی جاگیر بہادر خان سے ضبط ہو کر دلیرخان
کو مرحمت فرمائی گئی اور ترقی منصب و خطاب کے ساتھ خلعت و سرپیچ مرصع او تلوار
و اسپ و فیل سے سرفرازی ہوئی بعدہ جاگیر کے انتظام کیلیے رخصت کیے گئے چنانچہ دلیرخان
کالپی و قنوج مین پہونچکر تحصیل و وصول و دیگر ملکی انتظام مین مشغول ہوے ترقی منصب کے متعلق
شاہنشاہنامہ میر ابوالفضل معموری مین مذکور ہی کہ جب ۲۳ سنہ جلوس شاہجہانی مین قندھار کی مہم پیش آئی
اور بہادرخان نے وہان عالم جاودانی مین انتقال کیا تو اس حادثہ کے بعد شاہجہان نے بہادرخان کے
بڑے فرزند دلاورخان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ سال کی تھی منصب ہزاری و پانسو سوار کا
اور دلیرخان کو دو ہزار و پانصدی کا منصب عنایت کیا اسکے بعد ایکبار ۲۴ سنہ جلوس
مین دلیرخان و فرزندان بہادرخان کو شاہجہان بادشاہ نے بلایا اور یہ حسب الطلب اپنی جاگیر سے
جو بانس بریلی کے تابع تھی روانہ ہو کر دارالسلطنت دہلی پہونچے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے تو
اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکو ایکبیس گھوڑے اور پچاس ہزار روپیہ نقد عطا
کیے تھے اور جب ۲۶ سنہ جلوس مطابق ۱۰۶۱ سنہ ہجری مین انکی جاگیر پر کسی سرکش راجہ نے دست درازی کی

مل۵ سرکار کالپی و قنوج کہ در جاگیر بہادرخان بود تغیر نمودہ متعلق بہ سرکار خالصہ آوردہ جلال خان پسر دریاخان را کہ منصب یکہزاری ہزار
سوار داشت باضافہ و خطاب دلیرخان و عطاے خلعت و سرپیچ مرصع و شمشیر و اسپ و فیل سرافراز نمودہ بنا بر مصلحت وقت و چشم نمائی کہ بحق
شاہزادگان سے کلمہ درشت گویند از حرکت بے ادبی باز مانند فرق نمودہ براے بندوبست آنجا دلیرخان را رخصت فرمودہ دلیرخان
در سرکار کالپی و قنوج رسیدہ مشغول تحصیل شدہ صفحہ ۳۳۶ مل۵ از واقعہ فوج قندہار بعرض رسید کہ بہادرخان افغان فوت شد دلیرخان
برادر و غیرہ فرزندان متوفی وغیرہ نزد بادشاہزادہ عمدۃ الملک آمدہ تسلیم مناصب بادشاہی فرمودہ و اعلیحضرت پسر کلان او را کہ پانزدہ
سالہ بود دلاورخان نام داشت ہزاری و پانصد سوار فرمودند و دلیرخان برادر او را دو ہزاری و پانصد نمودند و چار پسران
او کہ خورد سال بودند یومیہ مقرر فرمودند اقرباے نعش او را بوطنش رسانند شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ ۲۸۵ مل۳ جلال خان
عرف دلیرخان و پسران بہادرخان افغان از جاگیر خود کہ تابع بانس بریلی باشد بموجب حکم رسیدہ ملازمت نمودند بست و یک
اسپ و پنجاہ ہزار روپیہ بتو سلان مرحمت فرمودند ۲۹ شاہنشاہنامہ قلمی ۱۰۶۱ مطابق ۲۶ سنہ جلوس شاہجہانی

اور اس بات پر انسے سخت جنگ ہوئی فریقین کے بہت لوگ مارے گئے باغی راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا اور وہ بھاگ گیا دلیر خان نے اسپر فتح پائی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنی تو رستم خان صوبہ دار سنبھل کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلع وقمع کیا جاے چنانچہ حسب الحکم اسکا تعلقہ ضبط کیا گیا اور چند پرگنے اسکے انکی جاگیر مین شامل کیے گئے دلیر خان اور انکے بھتیجے مورد عنایت ہوے

بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک تونی مخاطب بہ علامی فاضل خان مین لکھا ہوا ہے کہ جب شاہجہان بادشاہ سعید آباد مین رونق افروز تھا دلیر خان[۲] کابل سے آئے اور شرف حضوری سے مشرف ہوکر بیس گھوڑے نذر کیے اور جب ۱۰۶۲ھ مین قندہار کے محاصرہ کی غرض سے شب دوشنبہ ۱۶ ربیع الاول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اورنگزیب کے ہمراہ دلیر خان بھی بھیجے گئے خان موصوف کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اسوقت شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت و گھوڑا معہ نقرئی زین کے عنایت کیا تھا۔ اس محاصرہ مین ایکطرف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خان ممدوح کے چچا نیکنام خان اور یوسف خان و عنایت خان ہر دو برادر بھی معیت مین تھے دلیر خان نے اپنے فرائض منصبی خوب ادا کیے اور پھر دوبارہ جب قندھار پر لشکر کشی کیگئی اور بہت کچھ انتظام ہوا ستر ہزار سوار و چھ سو امرا و منصبدار و ہتھیار آلات حرب وغیرہ توپخانہ کے تھے ایک کرور روپیہ بطور سہ ماہی اہل لشکر کو پیشگی دیا گیا تھا اسمین بھی دلیر خان بھیجے گئے اور انھون نے وہان خوب جانبازی کو دخل دیا تھا۔ ان دونون محاصرون مین علامی سعد اللہ خان وزیر اعظم بھی شریک تھے

---

[۱] درینولا بعرض رسید کہ پسران بہادر خان برادر دلیر خان کہ توابع بانس بریلی کہ جاگیر داشتند یکی از زمینداران آنضلع بر سر کشتکار در ضلع گولہ و کانٹ ترکتاز معرکہ کارزار گرم گردیدہ جنگ صعب و داد از ہر طرف مردمان بسیار بکار آمدند زمیندار مذکور بعد کشتہ شدن سپاہیان پسر رو بفرار آورد برستم خان کہ جاگیر دار سنبھل بود حکم اصدار یافت کہ خود در آنضلع زمیندار مذکور رساند و تنبیہ تاکید اوکوشد و جلال خان برادر بہادر خان و پسران ویرا مورد عنایت فرمودہ تعلقہ راجہ مذکور را ضمیمہ جاگیر آنہا فرمودہ ۳۱۳ شاہنشاہنامہ قلمی

[۲] بست و یکم سعید آباد بمقدم والا مزین گشت دلیر خان از کابل آمدہ بود احراز شرف ملازمت نمود بست اسپ بعنوان پیشکش گذرانید دیکھو بادشاہنامہ عرف شاہجہان نامہ مصنفہ فاضل خان قلمی کتبخانہ نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رامپور۔

اسکے بعد جب تیسری بار سنہ ۱۰۶۳ھ مین قندہار کے محاصرہ کیلیے شاہزادہ محمد دارا شکوہ نے حسب منظوری شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو اگلی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ اہتمام کیا گیا دلیر خان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندہار پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجروپ دلیر خان کے ساتھ قلعہ بست سے جو اس نواح کے مشہور قلعونمین تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شاہ ایران کے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا اکر شاہزادہ دارا شکوہ کیخدمتمین حاضر ہوے حسب الحکم قلیچ خان و جعفر خان کی مورچال کے مابین مقرر کیے گئے اسدم ایرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی یکہزار کے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا دارا شکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان و غیرت خان مورچہ آگے بڑھائین اور راجہ راجروپ تختہ و چوب سے پناہ بنائین اور دلیر خان و میرے ملازم اور شاہزادہ بیدار بخت کی جماعت حملہ کرے اور آج راتمین قزلباشونکو مین بھی پسپا کرونگا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے مقابلہ ہوا بڑی جانستان لڑائی ہوئی دونو طرف کے لشکر سے لوگ تیغ بیدریغ ہوے اور کشتونکے پشتے لگ گئے القصہ قندہار کی جانکاہ مہم مین دلیر خان نہایت دلیری و شجاعت کو کام مین لائے جب اس مہم کو عرصہ دراز ہو گیا اور محصورین کی پوری تنبیہ ہو گئی تو شاہجہانی لشکر نے پاے حصار سے کوچ کیا دلیر خان شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت بادشاہ قدردان جوہر شناس نے انکے منصب مین پانسو سوار کا[۱] اضافہ کیا اور ایک گھوڑا معہ نقری زین کے مرحمت فرماکر کابل کو رخصت کیا۔ اس زمانہ مین انکا منصب دوہزاری دوہزار سوار کا تھا۔ بعد ازان[۲] ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۶ھ کو جب شاہجہان کی عمر کا ۶۵ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

---

[۱] دلیر خان باضافہ پانصد سوار بمنصب دوہزاری دوہزار سوار و اسپ با زین نقرہ سربرافراخت بکابل مرخص گردید شاہجہان نامۂ قلمی مصنفہ فاضل خان وزیر اعظم

[۲] و ابتداء سال شصت و پنجم از عمر ابد قرین جشن انعقاد یافت دلیر خان و ارادت خان بعنایت خلعت فاخرہ قامت افتخار برافراستند شاہجہان نامہ مذکور

بھی شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ عنایت کرکے سربلند کیا تھا۔
سنہ ۱۰۶۷ھ مین جب بیجاپور کی مہم پیش آئی تو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو معظم خان میر جملہ
کیساتھ دکن بھیجا کہ وہان جاکر تم شاہزادہ محمد اورنگزیب کی ہمراہی مین جو اس مہم کیلیے مامور ہی بیجاپور
کو تاراج کرڈالو کیونکہ علی عادلشاہ والی بیجاپور مرگیا ہی اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہین ہی اسکے
غلامون نے جو امیر ہین ایک پالک لڑکا جسکا نام سکندر ہی اسکے مسند پر بٹھلایا ہی اور ملکت مین
بدنظمی پھیلی ہوئی ہی اس واقعہ کے متعلق ظفرنامہ شاہجہانی مین مرقوم ہی کہ معظم خان و دلیر خان ۱۲
ربیع الثانی سنہ ۱۰۶۷ھ کو شہزادہ اورنگزیب کے پاس دکن پہونچے اور شاہزادہ کیساتھ بیدر کا قلعہ فتح کیا
اسکے بعد گلبرگہ مین جب بیجاپوری جمع ہوی اور وہان بادشاہی لشکر آیا تو ایک روز دشمن کے سوارون نے
شاہی رسد کے بیلونکو چراگاہ مین تھے اپنے آگے رکھ لیا اور اپنے پڑاو کیطرف روانہ ہوی جب بادشاہی
لشکر مین یہ خبر پہونچی تو معظم خان نے دلیر خان سے کہا کہ یہ مویشی چھین لینا چاہیے چنانچہ دلیر خان
اپنی جمعیت کو لیکر دشمنونکے سر پر پہونچگئے اور انکے ایک بڑے گروہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور مو
یشی چھین لیے اس معرکہ مین دشمن افتان وخیزان بھاگے اور دلیر خان معہ اپنی جماعت کے اپنی قیامگاہ
کو واپس آئی۔ اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر مین جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک روز شہزادہ اورنگ
زیب نے اپنی فوجکی خود ترتیب کی اور مخالف کی فوج مین بہلول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ
بڑھکر بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوی اسوقت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی دلیر خان
جو مقدمۃ الجیش تھے فورا آگے آئے اور شجاعت کے خوب جوہر دکھائے تلوارونکی کئی ضربین انکے لگین مگر چونکہ
مسلح تھے اور زرہ وغیرہ پہنے ہوے تھے کوی زخم انکے بدنپر نہین لگا۔ جب خان محمد و فضل و رستم
جو مندول خان کے فرزند تھے مخالف کیطرف سے قریب بیس ہزار سوارونکو لیکر بادشاہی لشکر
پر ٹوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا منتظم تھا اور ایک فوجکے سردار دلیر خان تھے غنیم کی فوج

دلیرخان کے لشکر کیطرف آئی تو اسنے بان اندازی شروع کی اسوقت بھی دلیرخان نے شجاعت کی
خوب داد دی۔ اسی زمانہ مین دشمن کی فوج جب چارون طرف ملک مین پھیلگئی اور شوخی کرنے لگی تو شاہزادہ
محمد سلطان کیساتھ دلیرخان کیے گئے اور دشمنونکی گوشمالی کو بھیجے گئے اسوقت خانموصوف نے
ہر طرف سے مخالفونکو گھیر اور پسپا کیا۔ اسکے بعد جب بادشاہی لشکر گلبرگہ پہونچا تو وہان یہ انتظام کیا گیا
کہ ایک جماعت سید محمد گیسودراز کے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی
خانہ بربادی کیطرف آمادہ ہوا یہ لشکرکشی ہو رہی تھی کہ غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۶ھ کو قلعہ دار قلعہ کی کنجیان
لیکر شہزادہ کیخدمت مین حاضر ہوگیا اور قلعہ فتح ہوگیا۔ غرضکہ ان مہمات مین دلیرخان نے خوب خوب
بہادریان دکھائین اور شاہجہان بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا
اسکے بعد فوجکی طلبی کا حکم گیا اور دلیرخان دکن سے واپس آکر شاہجہان بادشاہ کی حضوری
سے مشرف ہوئے سنہ ۱۰۶۷ھ مین شاہجہان بادشاہ نے دلیرخان[1] کو نقارہ مرحمت

[1] شاہجہان بادشاہ نے خلقتاً ایسا دل و دماغ پایا تھا کہ جسکی نظیر لایق بادشاہوں مین ملنا مشکل ہے عالی دماغی اور نازک مزاجی کے
ایسا تھا اسمین امارت و نفاست اور شاہانہ فیاضی ایسی واقع ہوئی تھی کہ اسکی قدردانی و داد و دہش ضرب المثل ہے اسکی بنائی ہوئی عمارتین
ایسی عالیشان ہین جو آجتک عدیم المثال سمجھی جاتی ہین شاہجہان کے عہد مین اہل اسلام کی سلطنت اپنے معراج پر پہونچگئی تھی اور
تیموریہ بادشاہت کا شباب تھا اسکے عہد مین جو صوبے زیر حکومت تھے ایمین وہ امن تھا جو کسی بادشاہ کے عہد مین نہین ہوا راجپوتانہ
مین کسی نے سرکشی نہین کی بلکہ راجپوتون نے وہ وفاداری اور جان نثاری کے کام کیے جو دوسرونسے ہونا مشکل ہین دربار کی وہ شان
و شوکت تھی کہ کسیکو نصیب نہین ہوئی توران مین بلخ و بدخشان اور آبائی ممالک ماوراء النہر فتح کر لیے مگر اسوجہ سے کہ انمین خونریزی
بہت اور انتظام مین روپے کا صرف زیادہ ہے اور مصارف سے محاصل کم ہے لہذا انکو چھوڑ دیا دکن مین فتوحات نمایان کین احمد نگر
کی مملکت کو فتح کرکے شامل خالصہ کرلیا اور دو ریاستین گولکنڈہ اور بیجاپور کی جو باقی رہی تھین انکو اپنا باجگذار بنایا اور وہانکے
تخت نشین بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ مین لینا چاہا اضلاع دکن کی پیمایش کرائی بندوبست دہ سالہ جاری کیا۔
شاہجہان اسلام کا پابند تھا وہ مسلمانونپر مہربانی کرتا تھا اسکے ساتھ ہندوون پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد مین جو ہندوون
کو امارت و سلطنت مین عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت مین نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محصول نہین
بڑھایا اور آمدنی کو بڑھا لیا اکبر نے جو ۵۱ سال کی فرمانروائی مین خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ جہانگیر نے بائیس سال کی
حکومت مین خرچ کر ڈالا اسکے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنا کسی بادشاہ ماسبق سے جمع نہ ہو سکا اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ وہ کیسا عاقل و منتظم بادشاہ تہا سنہ [illegible]ھ سے سنہ [illegible]ھ تک دولت آباد برار تلنگانہ وغیرہ کے قلعجات

کرکے بلند آواز کیا سنہ ۱۰۶۷ھ مین شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جو صوبہ بنگالہ کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منھ پھیرا اور پٹنہ عظیم آباد پر لشکرکشی کرکے ملک خالصہ پر دست درازی شروع کی حتی کہ بنارس تک آ گیا جب شاہجہان او دارا شکوہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بنگالہ کے حدود سے باہر قدم بڑھایا تو اکبر آباد سے شاہزادہ سلیمان شکوہ کو جو دارا شکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ۔ فتح کیے چنانچہ اس فتحیابی کو طالب کلیم نے قطعہ مین نظم کیا جو بادشاہ نامہ مین شاہجہان نے درج کرادیا ہے

؎ شاہا بجنت کشور اقبال گرفت * بر تیغت زعدو ملک و سر و مال گرفت * چل قلعہ بیکسال گرفتی کہ کیش * شاہا بتو انند بیکسال گرفت صفحہ ۱۸۱ بادشاہ نامہ اور کئی کروڑ روپیہ کا ملک بڑھایا انعامات مین جو رقم اسنے دی اسکی چوتھائی بھی کسی عہد مین نہ دیگئی ساڑھے نو کروڑ روپیہ جسمین نصف نقد اور نصف جنس صرف بیس سال کی حکومت تک انعام مین مرحمت کیا۔ دو کروڑ پچاس لاکھ صیغہ تعمیرات مین صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کروڑ لاکھ دار الخلافت اکبر آباد کی عمارات مین جسمین پچاس لاکھ تاج محل مین جو بارہ برس کی مدت مین میر عبد الکریم و مکرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہوا اور ساٹھ لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیگر مکانات و باغات مین صرف ہوے اور پچاس لاکھ قلعہ معلے دہلی کی تعمیر مین اور دس لاکھ جامع مسجد دہلی کی عمارت مین اور پچاس لاکھ روپیہ عمارات لاہور مین اور بارہ لاکھ عمارات کابل مین اور آٹھ لاکھ عمارات کشمیر مین و آٹھ لاکھ حصار قندھار اور بارہ لاکھ عمارات اجمیر و احمد آباد وغیرہ مین خرچ ہوے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰۰۰ ہجری مطابق سنہ ۳۶ جلوس اکبری مقام لاہور شاہجہان کی پیدائش ہوی خرم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ نے تربیت کی بعد انتقال اپنے باپ جہانگیر کے سنہ ۱۰۳۷ھ مین تخت نشین ہوا (شہاب الدین محمد شاہجہان صاحبقران ثانی لقب اختیار کیا) بیدل خان نے مصرعہ تاریخ جلوس ؎ جلوس شاہجہان داد زیب ملت و دین۔ اور میر صالح خوشنویس نے ؎ شاہجہان باشد شاہ جہان۔ پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تہنیت مین بہتر لاکھ روپیہ اہل استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پابوسی کا اٹھا دیا سادات علما صلحا کے لیے ملاقات کے وقت سلام علیکم اور رخصت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود ہمیشہ باوضو رہتا اور عبادت الہی کیا کرتا اسکے عہد مین اہل کمال ایسے جمع ہوے کہ دار السلطنت دہلی شیراز و بغداد کا نمونہ بنگیا بائیس صوبہ اسکے تابع تھے اور بائیس کروڑ سالانہ ملک کی آمدنی تھی فوج مین دو لاکھ سوار آٹھ ہزار منصبدار اور سات ہزار احدی تھے اور ایک لاکھ پچاسی ہزار سوار شاہزادون اور امرا کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے دس ہزار کی جماعت بادشاہ کے ہمرکاب رہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات مین رہتی۔ عاملون و فوجدارون کی جماعت اسکے

روانہ کیا اور دلیرخان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہان جاکر
یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادرپور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر ہے
اسمین محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیڑہ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی
لشکر خیمہ زن ہوا ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصباح کوچ کی خبر مشہور کرکے
محمد شجاع کے سر پر جا پہونچا محمد شجاع اسوقت کمال بیفکری سے خواب غفلت مین

بقیہ سابقہ علاوہ بھی علامی سعد اللہ خان اور افضل خان وغیرہ اسکے نہایت لائق وزیر تھے سعد اللہ خان وزیر اعظم اور علی مردان خان امیر الامرا کی تنخواہ مین بارہ کرور دام یعنے تیس لاکھ سالانہ مقرر تھے اور پنجہزاری منصب والے امیر کی تنخواہ معہ مشاہرہ فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ جاگیر کی ہوی تھی جسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۷۴۳) مین مرقوم ہے منصبدار ومین چار شخص ہفت ہزاری اور ستر پنجہزاری اور چودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کرور دام کی جمع کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اسکے جواہرخانہ مین جواہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روے زمین کے کسی بادشاہ کے جواہرخانہ مین شاید اس سے زائد نہ ہونگے دو کرور کے جواہرات شاہزادون مین تقسیم کیے اور پانچ کرور کے جواہرات زیورات مرصع مین استعمال کیے اور دو کرور کے جواہرات ملبوسات مین جڑوائے ایک کرور کی تیاری مین تخت طاؤس بنوایا جو ڈھائی گز چوڑا سوا تین گز لانبا اور پانچ گز بلند تھا جسمین باہر کیطرف لعل و یاقوت و زمرد جڑے ہوے تھے تخت پر دو طاوس مرصع نصب تھے اور دونونکے درمیان ایک درخت لعل و الماس و مروارید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس مین تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی بارہ لاکھ کا جسمین پانچ لعل اور چوبیس درشاہوار جڑے تھے تیار کرایا ایک خیمہ جسکو تین ہزار فراش نصب کرتے تھے اور دس ہزار امرا اسکے سائے مین بیٹھتے تھے بنوایا تھا اس خیمہ کا نام دلبادل تھا ایک قندیل جو طرح طرحکی گلکاریون اور طلا و جواہرات وغیرہ سے مرصع کرائی تھی مدینہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے روضۂ اقدس کے لیے معہ نذرانہ کے بھیجی تھی۔ اس قندیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

المختصر ۲۶ رجب سنہ ۱۰۷۶ھ کو ۷۶ سال کی عمر مین منظیر فرمانروائی کرکے بمرض حبس بول و رعشہ و اختلاج قلب شاہجہان نے انتقال کیا اور آگرہ مین اپنی پیاری بیگم ارجمند بانو ممتاز الزمانی کے ہم پہلو تاج محل مین مدفون ہوا تاریخ انتقال سے شاہجہان کرد وفات زعالم سفر کرد شاہجہان ۔ ہر ایک مصرعہ سے علیحدہ علیحدہ تاریخ نکلتی ہے مدت سلطنت کتیس برس و ماہ ہی علحدگی سلطنت کے بعد ۸ سال گوشہ نشینی عبادت الٰہی و شغل آیات نویسی و خیر خیرات مین گذرانے بعد رحلت کے فردوس آشیانی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مردم شناس عبادت گذار زاہد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اوسپر عیش پسندی اسدرجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ سروکار نرکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھکر محمد شجاع نہایت سراسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی دیر لڑا آخرکار اسپر رعب چھا گیا اور بیساختہ بھاگ کر ایک کشتی مین بیٹھا اور پٹنہ کیطرف روانہ ہوا یہان بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ توپخانہ ورسد وغیرہ کاسامان سب لوٹ لیا اور سلیمان شکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر پیکر کے اسکا تعاقب کیا جب شجاع پٹنہ سے مونگیر پہونچا اور وہان بھی اسکے پاؤن نہ جمنے پائے تو وہانسے وہ بنگالہ چلا گیا آخرکار پٹنہ سے مونگیر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دلیرخان کو سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا ماثرالامرا مین ہے کہ انھین ایام مین ایک ہزار کا انکے منصب مین اور اضافہ ہوا غرضکہ شاہجہانی دربار سے دلیرخان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا جب سلیمان شکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطلب اپنے باپ دادا کے نہایت عجلت سے دارالخلافت کو آرہا تھا پٹنہ سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے قریب ہے وہ پہونچا تھا کہ وہان ۵ ارمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ پر[1]

---

[1] شاہجہان کی علالت اور اسکے بیٹون مین باہم خانہ جنگیان ہوکر اورنگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک مدت تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار مین ہمہ تن مصروف رہا آخرکار اس محنت وجانکاہی سے ضعف دماغ اور صحت مین فتور لاحق ہوا ۳۲ سنہ جلوس، ذی الحجہ ۱۰۶۷ ہجری کو حبس بول کے مرض مین مبتلا ہوا شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی چیز حلق سے نہ اتاری اطبا نے ہر چند علاج کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہوئی اسوجہ سے بادشاہ امورات مملکت مین مصروف نہوسکا اور نہ باہر آسکا اسکا دارا شکوہ جو بڑا بیٹا اور ولیعہد تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ مین لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد مین چار بیٹے

مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ چچا یعنے دارا شکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل اور دو بیٹیان ارجمند بانو عرف تاج محل کے بطن سے تھین سلطان دارا شکوہ۔ مرزا محمد شجاع محمد اورنگ زیب۔ مراد بخش جہان آرا عرف بیگم صاحبہ اور روشن آرا شاہجہان نے ان سبکو آداب تعلیم سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو وسیع ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا ہر ایک بیٹا کسی نہ کسی لیاقت مین طاق تھا۔ ہر ایک بھائی اپنی بلند نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا تھا۔ دارا شکوہ کی عمر اوسوقت ۴۲ سال کی تھی بادشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہجہانکو کبھی پسند نہوئی دارا شکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان و شوکت کیطرف بالطبع میلان رکھتا تھا اور انتقام لینے مین بے صبر تھا اور احتیاط کو مکروہ جانتا تھا مگر تصوف مین ڈوبا ہوا تھا کفر و اسلام کو برادر توام جانتا تھا اپنے پردادا اکبر کے مدرسہ کا طالبعلم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بلا کر وید کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی مین کرایا کتاب سر اکبر اور نور الانوار وغیرہ خود اوسکی تصنیفات سے آجتک موجود ہین جو راقم کی نظر سے گذری ہین وہ بجاے اللہ اکبر کے پربھو انگشتری پر کندہ کراکے پہنتا تھا فخر کرنیوالے شخص کے مغلوب کرنے کی فکر مین رہتا تھا اسلیے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ یہ (بڑون کے لیے بھلا اور بھلون کے لیے برا ہے) اس سے چھوٹا محمد شجاع تھا جسکی عمر اسوقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار بنگالہ تھا عالی دماغ تھا مگر عیش پسند تشیع خیال تھا اسکے بارہ مین شاہجہان کہا کرتا تھا (کہ شجاع جز از سیر چشمی وصفے دیگر نہ دارد) اس سے چھوٹا اورنگ زیب تھا جو صوبہ دکن کا ناظم تھا سنجیدہ جری نہایت متحمل سوچکر بات کہتا اور ملکی جوڑ توڑ مین خوب چست مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنا لینا اوسکا کام تھا لڑکپن سے وہ زہد و تقوے اور صوم و صلوٰۃ کا عادی تھا مذہب کے بڑے بڑے خطرونکے اٹھانیکو وہ فخر جانتا تھا مہمات عظیم مین بڑی بڑی فوجون کی سپہ سالاری کرچکا تھا شاہجہان نے اسکے متعلق لکھا (کہ ذی عزم و مال اندیش بنظر می آید اغلب کہ متحمل امر خطیر ریاست تواند شد) مراد بخش سب سے چھوٹا گجرات کا صوبہ دار تھا عیش دوست مے نوش اسکے متعلق شاہجہان کا قول تھا (کہ مراد بخش مجہول الکیف بالکل و شرب ساختہ دایم الخمر است) جہان آرا نہایت عقیل و وجیہ تھی امورات سلطنت مین دخیل تھی شاہجہان کو کل اولاد مین دارا شکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بڑی بیٹی زیادہ عزیز تھی۔ روشن آرا نہ چندان فرزانہ نہ باپ کو اسقدر محبوب۔ محلسراے شاہی مین وہ جہان آرا

اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہوگئی اور میرے باپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور داراشکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خبرین پہونچایا کرتی تھی
شاہجہان نے ہرچند چاہا کہ بھائیون مین اخوت و محبت رہے مگر سب نصیحتین ضائع گیین فتنہ پردازون
نے بخشین ڈلا دین ایک دوسرے سے بدلا لینے مین مستعد تھا جب شاہجہان علیل ہوا تو اسنے
داراشکوہ کے ہاتھ پر ارکان دولت کی بیعت کرادی اور داراشکوہ نے اختیار پاکر اپنے حسب مرضی
معاملات کیے اور شاہجہان کی علالت کی خبر وقایع نگارون کو لکھنے کی ممانعت کرادی ملک مین ہلچل
پڑ گئی بعضونکو شک ہوا کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہین رہا جب بھائیون کو یہ معلوم ہوا کہ باپ کا آخر وقت
ہے اور داراشکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مرادبخش نے گجرات مین تاج شاہی سر پر رکھا اور شجاع
نے بنگالہ مین خودسری کر کے ممالک بادشاہی جو اسکے حدود سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ وہ بنارس
تک آگیا اور داراشکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو معہ نواب دلیر خان اور راجہ جے سنگہ کے اسکے
مقابلہ کو بھیجا جسکا مفصل قصہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ دانائی کی کہ بظاہر دکن
مین تخت پر نہ بیٹھا مگر درپردہ سب سامان تیار کیا اور باپ کی عیادت کا بہانہ کر کے دارالسلطنت کو چلا
شاہجہان کو جب اپنے تینون بیٹون کی یہ سرکشی اور خبرین معلوم ہوئین تو اوسکو بجز داراشکوہ کے اور
کسی کا اعتبار نرہا اسلیے جو داراشکوہ کہتا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجہان دہلی سے آگرہ چلا آیا جب اورنگ زیب
برہانپور کیطرف روانہ ہوا تو اوسنے یہ سوچا کہ شجاع کیطرح اگر مرادبخش بھی داراشکوہ کے لشکر سے مغلوب
ہوگیا تو اسکو بہت قوت ہو جائیگی لہذا اسکو ملانا چاہیے چنانچہ میل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم تم دونون
باپ کے پاس چلین اور داراشکوہ مغرور و مفسد کو جسنے باپ کو غلبہ سے مقید کر لیا ہے دور کرین اگر تمنے
کمی کی تو داراشکوہ کی عداوت سے ہم تم سلامت نہین رہینگے اور اس ملحد کے غلبہ سے کفر کا رواج
ترقی پاکر اسلام جاتا رہیگا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہین تم سلطنت کرنا غرضکہ مراد بھی اورنگ زیب کے
ہمخیال ہوکر ۲ رجب کو اثناے راہ مین دیبال پور کے قریب معہ لشکر کے اورنگ زیب سے آملا
جب داراشکوہ نے اورنگ زیب کے آنیکی خبر سنی تو اوسنے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگہ کو دیکر اونکی
سدراہ ہونیکے لیئے روانہ کیا اور راجہ نے دونون شہزادون کو روکا انجام کار قریب اوجین کے جنگ

دارا شکوہ نے شکست پائی اس وحشتناک خبر کو سنکر شہزادہ نہایت مضطر ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل ہوئی خوبی تقدیر سے اورنگ زیب غالب ہوا اور راجہ کو شکست ہوئی جب
دارا شکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سُنی تو نہایت سراسیمہ ہوا اور ایک بڑی فوج جمع کی جسمین ساٹھ ہزار
سوار تھے اوپر خزانہ کا منھ کھولدیا اور خلیل اللہ خان کو سردار کر کے مقابلہ کو بھیجا شاہجہان نے علالت
کی حالت مین دونون بیٹون کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ مین جانا چاہا بلکہ پیش خیمہ
بھی باہر نکالنے کا حکم دیا کہ دونون لشکرون کے درمیان مین میرا خیمہ کھڑا کرین مگر دارا شکوہ جانتا تھا
کہ باپ کے جانے سے صلح ہو جائے گی وہ راضی نہوا بعض کہتے ہین کہ شایستہ خان نے عالمگیر
کی بلند اقبالی اور جوہر ذاتی پر نظر کر کے شاہجہان کو منع کیا غرضکہ دارا شکوہ ۲۹ شعبان کو خود مقابلہ
کے لیے گیا اور اکبر آباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جا کر خیمہ زن ہوا اس عرصہ مین جہان آرا کیطرف
سے ایک خط اوسکا بخشی محمد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ للہ الحمد اب اعلیحضرت
اچھے ہین اور عبادت الٰہی کر کے بندگان خدا کی رفاہ مین توجہ کرتے ہین اور ملکی انتظام مین مصروف
رہا کرتے ہین تمکو اسپنے ولی نعمت کے مقابلہ مین مسلمانونکی خونریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صف آرائی
بمقتضاے اولی الامر منکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے جہان تک آگئے ہو وہین قیام کرو
جو تمھارے دلین باتین ہون آگاہ کرو تاکہ سب بادشاہ سے عرض کیجائین اور تمھارے کل کام کرادیے جائین
ادھر خط پہونچا ادھر دارا شکوہ جنگ کو پہونچ گئے عالمگیر نے اس خط کے جواب مین اپنا عریضہ قاصد کے
ہاتھ اس مضمون کا بھیجا۔ حضرت ظل سبحانی کی خدمت اشرف مین یہ عرض ہے کہ جب ملکی و مالی اختیارات
انحضرت کے ہاتھ سے شاہزادۂ کلان کے ہاتھ مین آئے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیازمند کے
ایذا اور آزار کے درپے ہوا اسوقت مین بیجاپور مین حسب الحکم معرکہ آرائی کر رہا تھا کہ اسنے سب امیرونکو
حکم بھیجکر میرے پاس سے ہٹالیا تاکہ مجھے ذلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہونچتا تو ہفت اقلیم
مین کیسی بدنامی ہوتی مینے مصلحت وقت سے غنیم کی گوشمالی کر کے مطلب حاصل کر لیا اور صحیح و سالم
نکل آیا دارا شکوہ نے میری طرف سے آپکا دل برا کیا جسونت سنگھ کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور
کیخدمت کی حاضری سے مانع ہوا محمد شجاع کو سلیمان شکوہ کے ہاتھون سے ذلیل کرایا اب میرے

جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اجے سنگھ

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل مقابلہ کو دھولپور آیا ہے مگر مجھ صف شکن کے مقابلہ مین کامیاب نہو گا بہتر ہے کہ وہ پنجاب مین اپنی جاگیر پر چلا جاے اور مجھے حضور کیخدمت مین رہنے دے یہ عریضہ بھیجکر اورنگ زیب اپنی فوج کی آراستگی مین مشغول ہوا۔ ۶ رمضان کو سموگڈھ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب کے ہر دو لشکر سامنے آے اور پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد صالح جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوے اور داراشکوہ کے ہودہ مین ایک آتش فشان بان گرا جس سے وہ گھبراکر ہاتھی سے اوترا اور حالت اضطرابی مین بے ساز گھوڑے پر سوار ہوا اس حال مین ایک خدمتگار اسکی کمر مین ترکش باندہتا تھا ایک گولہ کے لگنے سے اسکا دایان ہاتھ اوڑگیا اور خدمتگار مر گیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہو کر بھاگا فوج بھی خالی ہودہ دیکھکر فرار کی فکر مین ہوئی داراشکوہ معہ اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبر آباد آیا اور وہان اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرفیان لیکر باپ کو بغیر منھ دکھاے اندھیری رات مین دہلی چلا گیا ادہر اورنگ زیب کی فتح ہوئی مراد بخش کا چہرہ کثرت زخمون سے گلرنگ ہو گیا تھا اسکی مرہم پٹی کی گئی۔ ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سموگڈہ سے سواد اکبر آباد مین آگیا تمام ارکان دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت مین حاضر ہو گئے شاہجہان نے اسی حالت مین اورنگ زیب کو یہ خط لکھا کہ مینے علالت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشرف تمھارے دیکھنے کی آرزومند ہے تکو مجھ سے فرزانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت دہنسگیر اوسپر ایسے نزدیک ہو کر مجھے نہین ملے۔ ملنے آؤگے تو البتہ دولت دوجہانی سے برخورداری پاؤگے فضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب کے پاس گئے تو اسنے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قدمبوسی میرے لیے رحمت پروردگار ہے مدتون سے اسوقت کا منتظر تھا اب مین اپنی مراد کو پہونچا حضور کے دیدار سے آنکھونکو روشن کرونگا فضل خان خوش و خرم لوٹے باپ بیٹے کی سعادت منشی سے خوش ہوا دوسرے روز شاہجہان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلوار تیموریہ جسکا نام عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتین زبانی کہلا بھیجین جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہوئے تو فتنہ پردازان

جنکو شہزادہ کا اتالیق بناکر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے علٰحدہ ہوگئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل سے سمجھا یا کہ شاہجہان کا ارادہ آپکو قلعہ مین قید کرنے کا ہے اورنگ زیب
اوسوقت سے باپ کے بالکل خلاف ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آے امرا زبانی پیغام لاے
مگر یہ باپ سے صاف نہوا خلیل اللہ خان نے بھی جانبکی ممانعت کی اس موقع پر ایک فرمان شاہجہان
نے جو قابل دید ہے مگر بوجہ طوالت کے یہان نہین لکھا جاتا ہے اورنگ زیب کو بھیجا اُس کا جواب
اورنگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کرون تو بجا ہے اور کمال ارادت سے
دوڑ کر آؤن تو زیبا مگر بعض امور سے ایک طرحکا حجاب حضور سے ہو گیا ہے اور آپ کی طبیعت بلکہ ہوجانے
سے مجھے وہم نے مغلوب کیا ہے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھولدین اور میرے ادمیونکو
سپرد کردین تو تلافی تقصیر کے لیے حضور مین حاضر ہون اور کبھی ایسے امر کا روادار نہون جسمین حضرت
کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہونچی تو شاہجہان نے قلعہ کھولدیا اور شہزادہ محمد سلطان
نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان ۱۰۶۸ھ کو سب کارخانے ضبط کرکے مہرین لگادین اور شاہجہان بادشاہ کو
اپنے باپ کے حکم سے نظربند کرلیا اسحالت مین جہان آرا باپ کیطرف سے یہ پیغام لیکر بھائی کے
پاس آئین کہ حضرت ظل الہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ دارا شکوہ کو ملک پنجاب معہ مضافات کے
عطا فرمائین اور مراد بخش کو گجرات اور شجاع کے پاس بنگالہ بدستور ہے اور ملک دکن محمد سلطان
کو عنایت کردین اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل ممالک محروسہ کی ولیعہدی کا منصب عالی
آپ کو مبارک ہو آپ اسبات کو قبول فرمائین اور غرضمندونکی بات پر نہ جائین بغیر کسی وسوسہ کے اعلحضرت
کیخدمت مین چلیے اور اونکے خاطر مشتاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیجیے اورنگ زیب نے دارا شکوہ
کے عداوت کی شکایتین کین اور ان درخواستونکو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخر کار
بعد گفت وشنید کے اورنگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جانیکے لیے سوار ہوا شایستہ خان
اور شیخ میر نے سامنے آکر عرض کیا کہ حضور کا جانا عقل ودوراندیشی سے بعید ہے جب خدا کے فضل
سے قلعہ پر عمل دخل ہو چکا ہے اور اعلیحضرت کا اختیار واقتدار کچھ نہین رہا تو کیا ضرورت کہ آپ محل
خطر مین جاتے ہین اس سمجھانے سے اورنگ زیب واپس چلا آیا بیگم صاحبہ کے جانیکے بعد جعفر خان وزیر

اس حالت کو دیکھکر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوسپر عجیب پریشانی وحیرت کا عالم چھایا اوسوقت کمال اضطرابی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلاح و مشورت کرکے دلیر خان سے مدد و شرکت چاہی دلیر خان نے یہ راے دی کہ الہ آباد سے دریاے گنگا اوترکر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہوا میرے بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانون کا ہے وہان چلکر پٹھانون کو جمع کرکے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد جو مقتضاے وقت اور مناسب حال ہو اوسپر عمل ہونا چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہون شاہزادہ سلیمان[۱] شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز اسنکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل حکیم تقرب خان اور راے رایان راجہ رگھناتھ دیوان سلطنت معہ عملۂ دیوانی کے آگئے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا مسند پر شاہزادون کیطرح بیٹھا مگر نذرین شاہانہ طور پر سب امرا و منصبداران سے لین پھر شان و شوکت کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر دارا شکوہ کی حویلی مین چلا گیا۔ محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانون اور کارخانون توشہ خانون کو سربمہر کیا ۲۱ رمضان ۱۰۶۸ھ کو شاہجہان بالکل نظر بند ہو گیا۔ اسکی تاریخ عاقل خان نے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار کہی۔ جو بحساب ابجد عجب کے تخرجہ سے صحیح آتی ہے۔

[۱] سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیر خان را طلبیدہ در صلاح کار مشورت نمود او موافقت و مرافقت خود را مشروط برفتن شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان و وطن افاغنہ است نمودہ متعہد گردید کہ در آنجا سپاہ از افغانان وغیرہ فراہم آوردہ ہرچہ صلاح باشد بعمل خواہد آمد سلیمان شکوہ قبول این گنگش نمود راجہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب راجہ جے سنگہ والی جیپور کو جو دلیرخان کے
بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو راجہ موصوف انکے پاس آے اور
بہت دوستانہ فہمایش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط راے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے
تھے کہ داراشکوہ عالمگیر پر کسیطرح غلبہ نہین پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلخ وغیرہ کی
مہمات مین اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور
چالون سے خوب واقف تھے اسلیے اونھون نے ہرطرح سمجھایا کہ سلیمان شکوہ کی
شرکت مین بجز خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہین آخر مین فتح عالمگیر ہی کو حاصل ہوگی
غرضکہ دلیرخان کو راجہ نے اونکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر
کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سلیمان شکوہ
نے الہ آباد کیطرف سے شاہجہانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیرخان نے کچھ تمہید اٹھا کر
معذرت کی اور راجہ جے سنگہ کے ساتھ اسی منزل مین رہ گئے اور شاہزادہ کے
ساتھ کوچ نہ کیا چارناچار شہزادہ الہ آباد گیا اور دلیرخان وہان سے چلکر

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل جے سنگہ چون برین معنے آگہی یافت دانست کہ دلیرخان از خامی و بے
تجربگی سود خود را از زیان نشناختہ نرد تدبیر غلط باختہ است بمقتضاے دوستی ومودتے کہ با او داشت
بابلاغ نصائح دوستانہ وتذکار مقدمات عاقلانہ خان مذکور را ازین ارادہ فاسد کہ غیر از خانہ
خرابی او وقبیلہ اش حاصلے نداشت باز آوردہ و دو عزیمت در آوردن عتبہ عالمگیری با خود متفق وہم
داستان خود ساخت چون روز دیگر سلیمان شکوہ بنا بر قرار داد مذکور عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیرخان
تمہیدے نمودہ با راجہ جے سنگہ در ہمان منزل ماند و دلیرخان سہ چار روز پیش از ملازمت راجہ مابین
سلیم پور و متھرا بتقبیل عتبہ عالمگیری چہرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزاری ہزار سوار بمنصب پنجہزاری
پنجہزار سوار والا رتبہ گشت۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیرخان۔ ردیف دال

راجہ جے سنگھ سے تین چار روز پیشتر سلیم پور اور متھرا کے مابین عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ جسمین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جمدھر مرصع تھا مرحمت کیا اور منصب مین ایک ہزار کا اضافہ کر کے پنجہزاری منصب اور پانچہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر ابتدا سے دلیر خان کی شجاعت اور وضعداری سے خوب واقف تھا اور رہ توں معرکونمین انکا ساتھ رہا تھا اسلیے اوسنے انکو خاص امرا مین شامل کیا اسکے بعد دلیر خان اور شیخ میر کو معہ ایک لشکر کے داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا مین عالمگیر نے مراد بخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا خواستگار رہا اور اپنے ساتھ چتر و لوازمات شاہی علیحدہ رکھتا تھا ۴ شوال کو متھرا مین گرفتار کر کے شیخ میر اور دلیر خان کے سپرد کیا کہ سلیم گڈھ کے قلعہ مین پہنچا آو چنانچہ یہ دونون سردار معہ اپنی جماعت کے شہزادہ مراد کو لیکر شاہجہان آباد پہونچا آئے اور عالمگیر سے جب وہ کوچ کرتا ہوا

لہ چہارم ماہ شوال در قصبہ متھرا در اوایل روز مراد بخش را دستگیر نمودہ بصواب دید رائے صائب بعد از دو پاس شب آن تیرہ روز فتنہ اندوز را بہ عمدہ فدویان دولتخواہ شیخ میر سپردہ دولیر خان را با جمعی ہمراہ کردہ بقلعہ بہر بنیاد شاہجہان آباد فرستادند کہ آنجا پاے بند زندان مکافات باشد عالمگیر نامہ ۱۲۸

چہاردہم حضرت آباد و مرکز دائرہ اقبال گشتہ در روز دیگر کہ آنجا مقام بود شیخ میر و دلیر خان کہ چنانچہ گذارش یافت برسانیدن مراد بخش بقلعہ شاہجہان آباد تعین شدہ بودند شرف بساط بوس یافتند ۱۴۲ عالمگیر نامہ

سلہ دلیر خان بہ یاوری طالع از تبعیت و ہمرہی سلیمان شکوہ تخلف ورزیدہ بودند شرف اندوز تقبیل سدہ اقبال گشتہ بعطاے خلعت فاخرہ و اسپ با ساز طلا و شمشیر و جمدھر مرصع و باضافہ ہزاری ہزار سوار بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار مطرح انظار کرم گشتہ از عالمگیر نامہ صفحہ ۱۳۰

خضر آباد پہونچا تھا شیخ میر د دلیر خان آکر سے ملے دلیر خان کی خیر خواہی و راستی
پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے انکے سپرد کیا۔ ۱۶ تاریخ رمضان کو
خضر آباد سے سندر باڑی کو جو ایک کوس دار السلطنت سے تھی عالمگیر نے کوچ کیا
اُسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ
راجہ جے سنگہ کو جاگیر مرحمت ہوئی اور سرکار لکھنو کی حکومت و فوجداری
ایرج خان سے نکالکر دلیر خان کو دیگئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان
کے فرزند جمال خان کو عطا ہوئی اور اس خدمت کے صلہ مین
جمال خان کو ہزاری منصب اور چار سو سوارون کی سرداری
سے سربلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے
فرائض کو نہایت کارگذاری سے انجام کو پہونچایا شجاعت اور لیاقت مین یہ مثل
اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر ۵ ذیقعدہ سنہ ۵
کو جبکہ عید گلابی کا جشن تھا اور شاہزادون نے صراحیان بادشاہ کیخدمت مین گذرانی
تھین بادشاہ کو یہ خبر سُنائی گئی کہ جمال خان پسر دلیر خان جو اپنے باپ کے نائب
تھے اور بسواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جوانمرگ انتقال کر گئے۔
جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو دارا شکوہ اوسکے آنیکی خبر سنکر ۲۱ رمضان کو دہلی

سلہ فوجداری سرکار لکھنو از تغیر ایرج خان بہ دلیر خان مفوض گشتہ جمال خان پسر دلیر خان مذکور بہ نیابت پدر بتقدیم
آن خدمت مامور و بمنصب ہزاری چارصد سوار سربلندی یافت صفحہ ۱۴۶ عالمگیر نامہ

سلہ بعرض اشرف رسید کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ بہ نیابت پدر بہ فوجداری بیسوارہ اشتغال داشت باجل طبعی رخت
حیات بسپہر برد سال پنجم عالمگیر نامہ

سے لاہور روانہ ہوگیا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو جو معہ لشکر کے پٹنہ سے
ہا تھا لکھ بھیجا کہ لاہور یا سرہند آکر مجھ سے ملجاؤ۔ جب عالمگیر دہلی پہونچا تو دارا شکوہ
سے میدان خالی تھا مراد بخش کو قید کرچکا تھا اب تخت نشینی مین اسکے کون حارج
انجومیون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مقرر کیا مگر اسے
را شکوہ کیطرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے
ومین جا کر حسب آئین خاندان کے مراسم شاہی ادا کرتا لہذا ساعت مقررہ پر اورنگ[الف]
یب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب وسکہ اور جشن کو تو

ہ اورنگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی پیدائیش ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مین ہوئی اور مادہ تاریخ
کتاب عالمتاب) ہے جب ۴۰ برس کی عمر مین ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوا تو ۴۰ عدد کی میم بڑھا کر آفتاب
لمتاب خود تخت نشینی کی تاریخ نکالی اور خطاب (ابوالمظفر محی الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اختیار
عالمگیر ایک تلوار تھی جسکا نام مبارک فال سمجھکر لقب مین شامل کیا گیا۔ اورنگ زیب نہایت دیندار
شاد ... اعمال وعقائد حنفی تھے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریف
جاری کرتا ہر ہفتہ مین تین دن دوشنبہ جمعرات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے خورونوش کے لیے اپنے ہاتھ
کسب کرتا ٹوپیان بنا کر اور قرآن لکھکر گذر اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد مین آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوۃ
صرف خاص سے دیتا دو قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھکر مدینہ منورہ ومکہ معظمہ بھیجے جسمین ایک ایام
ہزادگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرفہ سے مطلا ومذہب کیا گیا تھا گانا کبھی کبھی سنتا
مگر فرط پرہیزگاری سے آخر عمر مین وہ بھی مزامیر کے ساتھ ترک کردیا لباس نامشروع زر وجواہر کا بھی
نہ پہنتا تھا بدعت اور آئین جہالت مٹانے اور احکام دین کے جاری کرنے مین ہمیشہ کوشان رہتا
لفظ فحش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دیتا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان
نہ کیا جو ممتاز ہندو خوشی سے مشرف باسلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ خود اپنی زبان سے
تلقین کرتا تھا۔ اورنگ آباد دکن سے اکبرآباد تک اور لاہور سے کابل تک اسنے امن وراحت رسانی

جلوس ثانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی مین امرا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل کیواسطے متبرکین خوانین اور بادشاہی خزانہ سے مسجدونکا خرچ مقرر کیا
شاہجہان کے عہد مین اڑتالیس ہزار روپیہ ایام متبرکہ مین خیرات ہوتے تھے اسنے ایک لاکھ انچاس ہزار
روپے مقرر کیے تمام قصبات مین مدرسے اور اسمین طلباء کے لیے علما و فضلا متعین کیے شیخ نظام
کو میر مجلس مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرف کر کے مسائل فقہ کے دفع اختلاف کے لیے فتاوائے عالمگیری
لکھائی خود ہمیشہ کتب حدیث و فقہ اور تصنیفات امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق
وشکستہ خط خوب لکھتا تھا ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت ادا کرتا اعتکاف
کرتا فارسی انشاپردازی مین کمال ملکہ رکھتا تھا چنانچہ اسکے تصنیف مین دفتر دانش کلمات طیبات
دستورالعمل آداب عالمگیری رقعات عالمگیری ہین وہ اپنے ہاتھ سے چند سطرین بلاناغہ روز لکھتا
علاوہ فارسی کے ہندوؤن سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ دلچسپی خود نہ لیتا مگر شعرا کے
شعر بہت قدردانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر کہتا اور بیٹونکو بیاض مین اشعار لکھا دیتا تھا چنانچہ یہ
شعر اسی کا ہے ؎ غم عالم فراوانست و من یک غنچہ دل دارم + چسان در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیابان را
بیٹونکو بھی اور فنون سپہگری کی تعلیم دلا کر انکیلیے روزگار بنا دیا تھا ہمیشہ با وضو رہتا اور بعد تخت نشینی
کے باوجود کثرت مشاغل حکمرانی کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی تاریخ (لوح محفوظ) ۱۰۸۱ نکالی گئی حرم سرا مین
لڑکیون کے لیے عقائد دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم مقرر کی ہر مستغیث کو اختیار دیا گیا کہ بلا خوف بادشاہ
تک آکر فریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالش کر سکتا ہے اطراف مملکت مین کوئی صوبہ دار
وعامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہین دیسکتا تھا اکثر اوقات جرائم پر تحمل ہوتا اور قصور
معاف کر دیتا اور سزا دینے مین تامل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی اسلیے ہمیشہ بیٹون کے حالات
پر نظر رکھتا اور اُنکے مخفی واقعات خفیہ نویس مقرر کر کے دریافت کرتا جب انکو فوج دیکر بھیجتا تو اُنکے ساتھ
معتمد اتالیق بھیجتا کہ وہ ہمیشہ قابو مین رہین اور جزئیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے
پوشیدہ نرہتی دکن مین بیٹھا مگر پچھم و پورب کے اطراف کی خبر رکھتا حکام کو احکامات خود لکھتا تمام

کو خلعت و انعام سے مالا مال کیا منجملہ اونکے دلیرخان کو خلعت اور اوسکے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل جزو کل کے اخبارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حرف
بحرف پڑھتا ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چاروں طرف کان لگائے رکھتا استقلال وحمیت کا یہ
عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو خدا کی مدد پر نظر کرکے ثابت قدمی کرتا چہرے سے
خوشی وملال دونون کے آثار ظاہر نہوتے ضعیفی کے زمانہ مین دکن کی دشوار گذار پہاڑیون مین لشکر
کشی کرنا گویا جفاکشی کا پتلا تھا کسی تکلیف ومصیبت کے وقت نہ گھبراتا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے
حکم کے قدم نہ اوٹھا سکتا امیر نذرین دیتے اور بیش بہا خلعت پاتے شاہجہان کے خزانہ مین چھ کرور
سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر اورنگ زیب نے تیرہ کرور روپیہ چھوڑا آمدنی وخرچ برابر ہی رہا کرتا
تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے صدہا مہمات او لاکھون سپاہیون اور امیرونکی تنخواہ
مین خرچ ہو جاتی تھی۔ صبح صادق سے عالمگیر اوٹھتا اور مسجد مین جاکر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و وظائف
مین مشغول ہوتا بعدہٗ تخت عدالت پر بیٹھکر ستم رسیدون کا انصاف کرتا ولیم ہائیفس عالمگیر کی آمدنی
پچاس کرور لکھتا ہے شاہجہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بیجاپور وریاست گولکنڈہ وغیرہ
اسنے فتح کرکے ممالک خالصہ مین داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی تھی ہندوستان
مین جتنے مسلمان گذرے ان سب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا پچاس برس
تک بڑے کروفر اور شان وشوکت سے سلطنت کی اسکو مجبوری باپ سے سرتابی کرنا پڑی اگر
یہ نہ کرتا تو دارا شکوہ اسکو کب چین سے بیٹھنے دیتا پہلے اسکی نیت باپ کی نیابت کی تھی اور باپ کو
بدستور بحال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہجہان کے دل سے دارا شکوہ کی محبت نہین جاتی
تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سبکو قتل وقید اور شاہجہان بادشاہ کو معزول کیا اگر دارا شکوہ یا
دوسرے بھائی اسپر غلبہ پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ یہی برتاو کرتے جو اسنے بھائیون کیساتھ کیا
یہ اپنی خودکامی اور چالو نیز شرعی حجتین بھی قایم کرتا تھا اسکی عمر کا آدھا حصہ دکن کے فتوحات او مہمون کے

عـہ دلیرخان بعنایت خلعت وفیل با مادہ فیل سربلند گردید صفحہ ۱۰۷ عالمگیرنامہ

ساتھ ہاتھی و ہتنی عنایت فرمائے جلوس[۱] کے بعد عالمگیر نے دارا شکوہ کے استیصال کیطرف توجہ کی پہلے میر ملک حسین مخاطب[۲] بہ بہادر خان کو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خلیل اللہ خان کو ایک اور لشکر دیکر اور اُنکا سپہ سالار

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل قلع وقمع مین صرف ہو گیا اسکے عہد مین راجپوت بگڑے مگر اسنے انکو مطیع کر لیا اسکے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیان تھین جنکا تذکرہ راقم نے کمال الدین خان کے حالات مین بشرکت معرکہ شاہ عالم اور محمد اعظم درج کیا ہے اولاد کا لائق وقابل ہونا اسکی حسن تربیت کا نتیجہ تھا بالآخر ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ ہجری روز جمعہ کو پہر دن چڑھے ۵۱ برس حکومت کر کے ۹۱ برس کی عمر مین اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا حسب وصیت نعش احمد نگر سے اورنگ آباد بھیجی گئی اور شیخ زین العابدین علیہ الرحمہ کے مقبرہ واقع خلد آباد مین اس قبر مین جو اسنے اپنے حین حیات بنوالی تھی دفن کیا گیا اسکی قبر کا چبوترہ سنگ سُرخ کا ہے جسکا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہے قبر کے تعویذ مین ریحان بوتے ہین تجہیز وتکفین کے لیے ساڑھے چار روپے ٹوپیون کی سلائی کے جو بچے تھے وہ حسب وصیت خرچ کیے گئے اور آٹھ سو پانچ روپے اجرت قرآن نویسی کے جو حاصل ہوے تھے مساکین کو تقسیم کیے گئے بعد وفات کے لقب خلد مکان مقرر ہوا (روح و ریحان و جنت نعیم) تاریخ رحلت نکالی گئی۔

[۱] اس جلوس کی خوب خوب تاریخین نکالی گئین چنانچہ سید عبد الرشید نے آیت کریمہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) سے لاجواب مادہ نکالا۔ میر جعفر خراسانی نے (شہنشاہ فلک اورنگ) اور دیگر شعرا نے (سزاوار سریر بادشاہی) لکھین۔

[۲] یہ بہادر خان دلیر خان کے بھائی نہ تھے انکا شاہجہان کے عہد مین انتقال ہو چکا تھا یہ خطاب عالمگیر نے راجہ جسونت سنگھ کے معرکہ مین میر ملک حسین کو دیا تھا یہ فدائی خان کے جو میان دوآب کے فوجدار تھے بھائی تھے رفع مغالطہ کے لیے صراحت کر دیگئی۔

کرکے روانہ کیا کہ بہادرخان کے لشکر سے ملجاؤ اور وہ توی پشت ہوجا جب
عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہردوار کیطرف آگیا ہے اور اپنے باپ کے
پاس جانیوالا ہے تو اُسنے دلیر خان کو سدِّ راہ ہونے کے لیے بھیجا اور اونکے
ساتھ اونکے بھتیجے دلیر ہمت خان جو نواب بہادرخان مرحوم کے بیٹے تھے
اور شیخ میر وصف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سبکو خلعت اور گھوڑے
عنایت کیے اس مہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوے اور اُسی تاریخ
کو خود عالمگیر کرنال گیا اور وہانسے ۲ ذیقعدہ کو کوچ کرکے روہرو پہونچا بوجہ
برسات آگے جانیکے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان
سلیمان شکوہ کے قریب پہونچے تو وہ ہردوار کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریاے
گنگ سے اوترنیکی فکر مین تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور کوہستان
سری نگر کیطرف عاجز ہو کر چلا گیا ۲ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ
کی مہم سے فرصت کرکے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہو گئے ادہر عالمگیر تو یہ انتظام
کر رہا تھا اودہر دارا شکوہ دہلی سے لاہور پہونچا اور وہان شاہی خزانہ اور توپخانہ
اسلحہ خانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کرور روپے کے قریب اسکے پاس دولت
ہو گئی تھی اسلیے وہ سپاہ کی فراہمی مین مصروف ہوا مگر اُسکا یہ خیال تھا کہ جب تک
برسات ختم نہو گی دریاے ستلج حائل ہے عالمگیر یہان نہ آسکیگا لیکن عالمگیر نے
کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اسنے امیرونکو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد
خود پنجاب جانیکا قصد کیا جب دارا شکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو داؤد خان کو
پانچہزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریاے ستلج کے گھاٹ بند کرکے عالمگیری لشکر کو روک دے

اس ضمن مین داراشکوہ نے کوئی تدبیر اوٹھا نہ رکھی تمام امیرونکو اپنی طرف رجوع ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ مین اشتعال دلاکر عالمگیر کے مقابلہ پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتون کے داراشکوہ عالمگیر سے شکست کھاکر ایسا خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد کرتا تھا بدینوجہ بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہو کر عالمگیر کیطرف آنے لگے داراشکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہو گئے تھے باوجودیکہ داؤدخان سدراہ تھے مگر بہادرخان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستلج کے پار اوتر گئے جب یہ خبر داراشکوہ نے سُنی تو اُسنے داؤدخان کو بلایا اور دریافت حال کر کے دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجین دریاے بیاس کے اسطرف آگئی ہین اور عنقریب داراشکوہ بھی لاہور سے آنیوالا ہے عالمگیر نے اُسوقت دلیرخان اور راجہ جے سنگہ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ جب تک یہ دونون سردار معہ لشکر کے تم سے نہ آملین تم جس جگہ ہو وہین ٹھہرنا۔ ۲۹ ذیقعدہ کو دلیرخان موضع گڈھ سارنگ مین خلیل اللہ خان سے جاکر ملے جب یہ بادشاہی لشکر ہونچگیا تو داراشکوہ پر رعب چھاگیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ کو لاہور سے معہ سپہر شکوہ کے ملتان چلا گیا اور داؤدخان کو کشتیان وغیرہ غرقاب کرنیکے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ دلیرخان اور خلیل اللہ خان وغیرہ لاہور مین قیام نہ کرین اور بلاتوقف داراشکوہ کا تعاقب کر کے اُسکا قدم کہین نہ جمنے دین یہ حکم سنکر دلیرخان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر مین داخل نہوے اور ۱۱ ذی الحجہ کو ایک روز اور قیام کر کے آگے روانہ ہو گئے اور خواجہ صادق بخشی کو جو داراشکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا اُسکی دلجوئی کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا خزانے اور سامان جو داراشکوہ کے چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہو گئے اسپر بھی توپین اور اجناس کے علاوہ ایک کرور سے زائد روپیہ داراشکوہ اپنے ساتھ لیگیا اب اسوقت اسکے پاس چودہ ہزار سوار تھے داراشکوہ آٹھ روز ملتان مین رہ کر بھکر کیطرف روانہ ہوا۔ ۷۔ محرم کو عالمگیر بھی دریائے راوی سے اوتر کر جہان سے ملتان تین کوس پرہے جا کر خیمہ زن ہوا دلیر خان اور خلیل اللہ خان معہ چند دیگر امرا کے جو بموجب حکم شاہی ملتان مین ٹھہرے ہوے تھے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہو کر شرف حضوری سے مشرف ہوے اسی زمانہ مین کابل کے وقائع نگار نے لکھا کہ دلیر خان کے بھتیجے جنکا نام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بڑے بیٹے تھے اور صوبہ کابل مین کمکی فوج مین تعینات تھے جوانمرگ انتقال کر گئے انکا سن جو بیس پچیس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے ملال کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور دارالخلافت کا عازم ہوا صف شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے بھیجے جا چکے تھے مگر اس خیال سے کہ داراشکوہ توپخانہ و خزانہ و سپاہ بکثرت رکھتاہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ داراشکوہ کے

سلہ واز وقائع دار الملک کابل معروض بارگاہ خلافت گردید کہ دلاور خان ولد بہادر خان وبلاز کومکیان انصوبہ بساط جہان حیدوز وید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ تہنور کے قلعہ دار بھی رہے تھے۔

تعاقب کے لیے بھیجا اوسوقت دلیرخان کے ساتھ انکے بھتیجے رُستم خان اور دوسرے دلیر ہمت خان اور دیگر اشخاص قبادخان وشرزہ خان منگلی خان وپردل خان وغیرہ تھے روانگی کیوقت دلیرخان کو خلعت مین ایک ہاتھی اور جمدہر مینا کار مرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب داراشکوہ ملتان سے بھکر کیطرف روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیرخان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ جمنے دیا اثنائے راہ مین صالح گرز بردار اسی ہزار اشرفیان اور دیگر سامان ضروری بادشاہ کیطرف سے لیکر پہونچا بھکر مین داراشکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان وشیخ نظام ومیر عزیز وسید تاتار وسید جواد بخاری چار ہزار آدمی لیکر اوس سے علیحدہ ہوگئے اور عالمگیری لشکر سے ملگئے اور داراشکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ قندھار چلا جائے مگر اوسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہوے آخر وہ سیوستان ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہان سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر جگہہ داراشکوہ کے لشکر کو شکستین دین اور کشتیان وسامان چھین لیا ٹھٹھہ مین عالمگیر کا فرمان[1] دلیرخان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تعاقب کر کے فوراً ابد دولت کے حضور مین چلے آؤ یہان دوسرے اہم کام در پیش ہین اس سفر مین دلیرخان

---

[1] یرلیغ لازم الامتثال بنام شیخ میر و دلیرخان پرتو ورود افگند کہ ترک تعاقب نمودہ برجناح سرعت واستعجال خود برپیشگاہ جاہ وجلال رسانند کہ کارہائے اہم در پیش است بنا بر آن شیخ میر و دلیرخان ہشتم ماہ ربیع الثانی از بھکر کوچ کردہ برجناح استعجال روانہ پیشگاہ خلافت گردید و بست وپنجم ماہ جمادی الاول اخلاص کیش شیخ میر و دلیرخان بموکب گیہان ستان پیوستہ سعادت پذیر ملازمت اکسیر خاصیت گردیدند وعاطفت بادشاہانہ بریک را بعطائے خلعت خاص واسپ باساز طلا اختصاص بخشید۔ ۲۹۵ عالمگیرنامہ

کو بڑی محنت اوٹھانا پڑی اکثر دشوار گذار جنگل جسمین منزلون آبادی و پانی کا نام
نہ تھا طے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپایے ضایع ہوگئے اور لشکر کے خزانہ
مین بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نرہا تھا بالآخر ۸ ربیع الثانی کو دلیر خان
اور شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافت آگرہ کیطرف روانہ ہوے اور ۵ تاریخ
جمادی الاول کو خان شہامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے
جبکہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کجھوہ مین شکست دیکر واپسی مین شکار کھیلتا آرہا تھا
شرف اندوز ملازمت ہوے بادشاہ نے دلیر خان اور شیخ میر کو الطاف شاہانہ
سے خلعت خاص و اسپ معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔
اس عرصہ مین دارا شکوہ نے گجرات مین میدان خالی پاکر اور وہانکے صوبہ دار
شہنواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہموار کرکے مراد بخش کا ساز و سامان
اور دس لاکھ روپیہ اپنے تصرف مین کیے اور ولایت گجرات مین ایک ماہ سات
روز رہکر بائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کرلیا اور جنگ کے لیے آمادہ
ہوا۔ اسی درمیان مین اُسنے شجاع کے مقابلہ مین عالمگیر کے شکست پانیکی خبر غلط سُنی
اور اجمیر کا ارادہ مصمم کردیا ادہر عالمگیر دارا شکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کیطرف بڑہا
۱۹۔ جمادی الثانی کو قصبہ تودہ آگیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری قصبہ گودہ کے
قلعہ مین رکھے جائین چنانچہ حسب الحکم راجہ راے سنگہ کو خلعت دیکر قلعہ کی محافظت
سپرد کی گئی اسوقت دلیر خان[۱] کو خلعت مین گھوڑا معہ ساز طلائی کے

---

[۱] درین ہنگام دلیر خان بمرحمت اسپ باساز طلا و پردل خان بعطاے خلعت و دلیر خان ولد بہادر خان
روہیلہ بمرحمت اسپ سرفرازی یافتند۔ ۳۰۵ عالمگیر نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بھتیجے دلیر ہمت خان کو ایک گھوڑا اور
پر دل خان کو خلعت عنایت ہوا۔

جنگ اجمیر مین نواب دلیر خان کا عالمگیر کیطرف سے دارا شکوہ کو شکست دینا

دارا شکوہ نے اجمیر[1] مین دو پہاڑون کے درمیان جو ایک درہ تھا اسمین اپنا لشکر ڈالا اور اسکے ہر دو جانب دیوار اوٹھا کر راہونکو بند کر دیا اور توپونکو قاعدہ سے لگا کر نہایت مستحکم پناہ بنائی ادہر عالمگیر جمادی الثانی کو اپنا لشکر جرار لیکر تالاب رامسر پر اوترا اور دوسرے روز موضع دیورائی مین جہان سے اجمیر تین کوس تھا خیمہ زن ہوا اور لشکر کو ترتیب دیکر دلیر خان اور راجہ جے سنگہ کو ہراول فوج یعنے مقدمۃ الجیش کیا جب دونون لشکر مقابل ہوے عالمگیر نے حکم دیا[2] کہ شیخ میر اور دلیر خان معہ دلیر ہمت اور زبردست اپنے بھتیجون کے لشکر سے آگے بڑھجاوین اور توپخانہ کے نزدیک جاکر دشمنون کے گھات اور حملہ سے خبردار رہین حسب الترتیب چار روز تک

[1] در جنگ اجمیر کہ دارا شکوہ سرتاسر دربوای استوار برآوردہ سد سدید و حائلے محکم درپیش رو داشت و جابجا توپ و تفنگ وسائر آلات نبرد و ادوات جنگ نصب کردہ از سر جمعیت خاطر در پناہ حمایت دیوار ہمت بمدافعت و محاربت میگماشت جنود عالمگیری را یورش بر مورچالش صورت نمی بست۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیر خان۔

[2] و از کمال دوربینی و حزم بادشاہانہ حکم اشرف صادر شد کہ عمدہ نوآئینان عقیدت منش شیخ میر بالشکر التمش و دلیر خان با دلیر و زبردست پسران بہادر خان روہلہ از عسکر ظفر قرین پیش رفتہ نزدیک توپخانہ مہیاے رزم و پیکار از غدر و دست برد مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ

برابر لڑائی رہی میدان جنگ مین حرب و ضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک فریق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیشقدمی نہین کرنے دیتا تھا چونکہ داراشکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان مین تھے اور قلب لسکر کا مقام نہایت محفوظ و مستحکم تھا اسلیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہین چلتی تھی اور داراشکوہ کا پلہ بھاری تھا چوتھے روز یہ حال دیکھکر شب مین اورنگزیب نے اپنے جان نثار امیرونکو بلا کر تاکید کی کسیکو غیرت دلائی اور کسیکی خلعت و انعام سے ہمت بڑھائی غرضکہ ۲۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب[1] سے پہلے دلیر خان توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوے اور دشمنون کیطرف اپنی دلیری و جرات سے علم بلند کر دیا اسکے بعد شیخ میر مع اپنے ہمراہیونکے بائین جانب سے سوار ہو کر دلیر خان سے آکر ملے دونون سردارون نے باہم اتفاق کرکے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پہاڑی کیطرف تھا حملہ کیا اور ان دونون تہمتنون نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفون کے حواس بگاڑ دیے انتہاے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوے اور کمال مردانگی سے صفین اولٹتے ہوے شیر کیطرح غنیم کے مورچہ مین گھس گئے مخالف کی فوج دوسرے

---

[1] نخست دلیرخان از دست راست توپخانہ با فوج خود سوار شدہ باستظہار اقبال دشمن مال خدیو جہان لواے جرأت و دلیری بجانب آن جسارت کیشان برافراخت و بعد از زبدۂ نوئینان عقیدتمند شیخ میر با ہمراہان خویش از دست چپ سوار شدہ با و پیوست باجملہ شیخ میر و دلیرخان بمیامن ہمت اخلاص پرور باتفاق یکدیگر بر مورچال شاہنواز خان کہ بسمت کوکلہ پہاڑی بود حملہ آور گشتند و بازار کارزار گرمی پذیرفت این دو تہمتن بقدم شجاعت و مردانگی داخل مورچال شدہ تیغ خون آشام بقصد دشمنان بدفرجام از نیام قہر و انتقام کشیدند شیخ میر بکار آمد و دلیرخان کوششہاے مردانہ و تلاشہاے دلیرانہ کردہ زخم تیرے بر دست خورد۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیرخان۔

مورچون سے شہنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو مہلت نہین دیتے تھے اور وہ اسحالت کو دیکھکر قدم آگے نہین بڑھا سکتے تھے۔ داراشکوہ کے لشکر مین زلزلہ پڑگیا بالآخر شہنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہوگئی اور جوت دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ مین آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برسائی اور جدال و قتال مین نہایت کوشش کی اس ہنگامہ مین شیخ میر مارے گئے اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اوسوقت اونھون نے ایسی جنگ مردانہ اور حملہ دلیرانہ کیے کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیر انکے ہاتھ سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اوسکے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے نکلگیا اور وہ اسی کاری زخم سے مرگیا اور شاہنواز خان بھی اسی معرکہ مین ایک تیر کے نشانہ ہوکر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اور شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نرہے تو اپنی نے میدان لیا تھا[1] اس جانستان مہم مین بجز دلیر خان اور شیخ میر کے

---

[1] وچنانچہ گذارش یافت از جنود نصرت طراز سوای فوج شیخ میر و دلیر خان لشکرے دیگر بجنگ نرسیدہ محمد شریف میر بخشی میر داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے بشکم رسیدہ از پشت گذر کرد بہمان کاری زخم درگذشت و در سپہداران موکب جہان ستان کسیکہ مصدر خدمت شایان وجانفشانی نمایان گشتہ توفیق اداے حق عبودیت دریافت آن دو سردار دلیر شہامت آثار بودند بعد از اتمام جنگ وپیکار کہ نسیم فیروزی بر شقہ اعلام مبارزان ظفر اعتصام وزیدہ اقدام ثبات خصم تیرہ سرانجام لغزش پذیرفتہ راجہ جے سنگہ از عقب رسیدہ ضمیمۂ آن فوج منصور گردید صفحہ ۳۲۴ - عالمگیر نامہ

کوئی بادشاہی لشکر سے مقابلہ کو نہ نکلا جب فتح ہو چکی تو راجہ جے سنگہ آ سے اور امیر الامرا اور اسد خان اور ہوشدار خان اپنے لشکر سے سوار ہوے چنانچہ خود تاریخ شاہی موسومہ بہ شاہنشاہ نامہ و عالمگیر نامہ وغیرہ مین مفصل حال لکھا ہوا ہی اس معرکہ کے متعلق تلوار کی تعریف مین بادشاہی منشی محمد کاظم مصنف عالمگیر نامہ یون لکھتا ہے ؎

چنان تیغ را بود شوق مصاف — کہ چون برق جستی ز ابر غلاف
غضب آنچنان کرد در مرد کار — کہ رگ شد بہ تن افعی زہر دار
چو سر پنجہ از دست میشد رہا — ز کین مست گشتے بروے ہوا
پلارک بد و شیشہ نہ پیوستہ بود — کہ بر قش ز زیر بغل جستہ بود

دارا شکوہ[۲] اپنے محلات اور بیٹے سپہر شکوہ اور کچھ خزانہ اور سامان ضروری لیکر معہ

---

[۱] آخر کار اثر فتح و دزیدن نسیم فتح از جان نثار نمودن شیخ میر و جلادت دلیر خان افغان بود کہ باظہار جلادت در مقابل صدمات بہادران مورچال دارا شکوہ کہ متصل گولہ توپ و بان و حقہ آتش و آلات جانستان می بارید باوجود جمع کثیر از جان بازان ہر دو امیر بکار آمدند اصلا ملاحظہ جان خود ننمودہ در مقابل آنہمہ صدمات ہوش ربلے نالہاسے توپ زہرہ شگاف کہ باصدا کوہ دہل دہم گشتہ باعث تزلزل دل اہل مصاف گردیدہ بود از ہمہ مبارزان پیش قدم بودند و چندان سر و تن پامال سم سمندان دلاوران گشت کہ نشان از سر صورت تنہا پیدا نبود تا آنکہ دو زخم گولی و تیر بدست دلیر خان رسید دست راست او را از تردد باز داشت باز ہر چہ از دست بر آمد کوتاہی نہ نمود دست از جنگ باز نہ داشت ؎ ز نگہت ز رجے چو بارندہ میغ ٭ نگر گشن ز پیکان و باران تیغ ٭ بر آمد ز قلب دو لشکر خروش ٭ رسید آسمان را قیامت بدوش ٭ در آمد دو دریا بعز بشش چو ابر ٭ ز ہر پیشہ سر بر دون زد ہزبر ۔ صفحہ ۴۸۳ و ۲۸۲ شاہنشاہ نامہ قلمی

[۲] دارا شکوہ کی باقیماندہ سرگذشت یہ ہے کہ بعد شکست جنگ اجمیر کے وہ گجرات پہونچا اور وہان سے قندہار جانا چاہتا تھا مگر ملک جیون جو اسکا احسانمند تھا اسنے اپنی جاگیر دادر مین اسکی پیشوائی کرکے

فیروز میواتی کے پیچھے سے احمد آباد کیطرف مفرور ہوا اور بعجز دمسردار دسنگے کوئی

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل اپنے یہان مہمان ٹھہرایا انھین ایام مین اسکی بیوی نادرہ بیگم دختر خسرو پرویز جو اسکی سیاہی کے الم مین مسلول ہوکر مری تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نعش لاہور مین میان میر اپنے پیر و مرشد کے مزار کے قریب دفن ہونیکو بھیجی اور یہ غلطی کی کہ اپنے کل بہتر سوار معہ جان نثار گل محمد کے اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھیجدیے چند خدمتگار اپنے پاس رہنے دیئے ملک جیون مہمان کش احسان فراموش نے طمع دنیا سے دارا شکوہ کو مقید کرکے عالمگیر کے پاس بھیجدیا جب دارا شکوہ اور ملک جیون دہلی پہونچا تو اہل دہلی نے ملک جیون بے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر اسکو اینٹ و پتھر سے مارا اور بڑا ہنگامہ پیش آیا بالآخر حسب الحکم عالمگیر کے دہلی کہنہ موسومہ خضر آباد مین سیف خان اور نظر بیگ چیلہ کے ہاتھونسے دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۹ ہجری کو قتل ہوا اور اسکا نعشہ ہمایون کے مقبرہ مین دفن ہوا اسکا بیٹا سپہر شکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور سنہ ۱۰۷۱ھ مین سلیمان شکوہ سری نگر سے مقید ہوکر آیا اور مراد بخش کے پاس قلعہ گوالیار مین وہ بھی بھیجا گیا دارا شکوہ کی عمر ۴۴ سال چند ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدایش ۲۹ صفر سنہ ۱۰۲۴ھ کو اجمیر مین ہوئی تھی۔ اسکے بعد مراد بخش نے جب قلعہ سے پھاندنا چاہا تو حسب ایماء عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعوے پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراد بخش نے دیوان علی نقی کو قتل کیا تھا اسکے فرزند نے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراد بخش نے اورنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی پیر و مرشد جہان و جہانیان سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہود و عابموعود در نظر داشتہ از خون این نامراد درگذشتند نقصان بدولت سلطنت والا نداشت اگر خواہ نخواہ توجہ اشرف مصروف براین است کہ وجود بے سواد این ضعیف درمیان نباشد مواجہ این قسم مردم کم مایہ چہ لطف دارد ہرچہ خواہند بکنند۔ مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت مین اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ آخر کار مراد بخش قصاص مین قتل ہوا۔ تاریخ قتل یہ ہے ــھ اے وائے بہر بہانہ کشتند۔ سنہ جلوس مین شاہجہان کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ مین کوئی دعویدار سلطنت باقی نرہا اور وہ دلجمعی سے حکومت کرنے لگا۔

۱۰۶۵

اور بڑا سردار اوسکے ساتھ نہ جاسکا۔ غرضکہ ماہ جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ مین عالمگیر کو یہ فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے مقتولون کی تجہیز و تکفین سے فرصت کرکے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔

۹ تاریخ[۱] کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیر خان جو تیر کا زخم ہاتھ پر کھائے ہوے تھے اس منزل مین بادشاہ کی خدمت مین آکر حضوری سے مشرف ہوے بادشاہ نے کمال عنایت سے دلیر خان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے اور انکے منصب مین جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے۔

انکے بھتیجون کو بھی جنمین رنمست خان و دلیر ہمت خان تھے گھوڑے اور خلعت سے سرفراز کیا اور دلیر ہمت[۲] خان کے جنکا منصب ہزاری وہزار سوار کا تھا دوسو سوار دو اسپہ سہ اسپہ ہوے۔

---

[۱] نہم موکب جلال از قصبہ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آنجا مقام در ین منزل دلیر خان کہ در جنگ زخم تیر برداشتہ بود عز بوس دریافتہ بعنایت خلعت و شمشیر و انعام پنجاہ ہزار روپیہ نوازش یافت و از منصبش کہ پنجہزاری پنجہزار سوار بودہ یکہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۳۷۔

[۲] دلیر ہمت خان ولد بہادر خان روہلہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب داشت دوصد سوار از تابینان او دو اسپہ سہ اسپہ شد عالمگیر نامہ دلیر ہمت خان بعد تبدیلی عبد العزیز کے نرہار کے فوجدار ہوے اور بوقت تقرری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوے افغانان یوسف زی کے معرکہ مین انہون نے خوب معرکہ آرائی کی تھی ۱۷ سنہ جلوس مین یہ خلعت فوجداری مدر آباری سے سرفراز ہوے ایکبار بادشاہ نے انکے ہاتھ راجہ سنگہ کو خلعت خاص بھی بھیجا تھا۔

جب اورنگ زیب کوچ کرتا ہوا دہلی پہونچا تو جملہ مراسم جشن و خوشی کے جو جلوس ثانی پر ملتوی رکھے تھے ۲۴ ماہ رمضان سنہ ۱۰۶۹ ہجری کو تخت سلطنت پر جلوس کرکے ادا کیے اس جلوس کی تاریخین فضلا[۵۱] نے پائے تخت سے نکالین امرا و شعرا انعام و اکرام سے مالا مال ہوے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی کے جشن مین دلیر خان[۵۲] کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چندن ہار مرواریدی مرحمت کیا دلیر خان[۵۳] نے اشیائے نفیس و جواہرات بادشاہ کے حضور مین گذرانے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔ انھین ایام مین[۵۴] دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی رخصت دیگئی۔ اور اُسکے ساتھ دلیر خان کو چالیس گھوڑے جنمین دس[۵۵] عراقی اور تیس ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

۵۱ چنانچہ عزیز اللہ خلف ملا ہاتفی مجلسی اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یوتیہ من یشاء اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ و تاج بادشاہان۔ لکھی

۵۲ و بہ دلیر خان خلعت و شمشیر با ساز مرصع با علاقہ مروارید مرحمت شدہ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۹۵

۵۳ و محمد امین خان میر بخشی و دلیر خان و اصالت خان و مرتضے خان و امیر خان و اسد خان و فیض اللہ خان و جمعے دیگر از امرائے اعظام و عمدہا ے بارگاہ سپہر احترام پیشکشہا از نفایس جواہر و دیگر رغایب و نوادر گذرانیدند عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۰۔

۵۴ درین ایام دلیر خان رخصت جاگیر یافتہ بمرحمت دہ اسپ عراقی و سی اسپ ترکی سربلند شد۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۳۔

نواب دلیر خان کا ملک بنگالہ کو فتح کرنا[1]

جب میدان کہجوہ مین شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست کھاکر صوبہ بہار و بنگالہ کیطرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک لشکر دیکر جسمین بہت نامی سردار اور دلیر خان کے عزیز و اقارب فتح جنگ خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ تھے اسکے تعاقب مین روانہ کیا اسکے بعد معظم خان میر جملہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچگیا تو وہ بنگالہ پہونچا مگر ۲۷ رمضان سنہ ۲ جلوس کو معظم خان کی نااتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری لشکر سے نکلکر محمد شجاع کے پاس چلا گیا اس سے عالمگیری لشکر مین خلل پیدا ہوا جب آخر ربیع الاول مین برسات کا موسم ختم ہوگیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین صف آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیان ہوئین کبھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا کبھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دارا شکوہ کی مہم سے بھی فرصت کرچکا تو اوسنے دلیر خان کو کمک کے لیے تجویز کیا

---

[1] چون دلیر خان از پیشگاہ عز و جلال بکومک معظم خان میر جملہ کہ در اخراج شجاع از ولایت بنگالہ مساعی جمیلہ بروے کار آورد تعین گردید دلیر خان کہ دران ہنگامہ کہ آزمونگاہ دلیری و دلاوری بود بذات خود تبلاشہلے مردانہ بظہور آورد کہ ناسخ واستانہاے رستم و اسفندیار است چون انتظار رسیدن نیزا دمی برد در اثناے راہ خبر رسید کہ دلیر خان در گذر دودہ کہ بکدم تلی نیز اشتہار دارد ششم شہر حال بنوارہ داؤد خان عبور نمودہ وقت ذورود ملحق خواہد گردید۔ صفحہ ۵۲۳ عالمگیر نامہ۔

جب انکے آنے کی خبر معظم خان خان خانان کو پہونچی تو دلیر خان[1] کے آنے تک لڑائی ملتوی کر دیگئی۔ ۸۔ جمادی الاول کو جب لشکر بادشاہی اکبر نگر کو روانہ ہوا تو اثنائے راہ مین خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے ۶ تاریخ ماہ مذکور کو داود خان کے بیڑے سے عبور کیا ہے دو روز مین لشکر تک آجائینگے اس اثنا مین بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ سے ہٹ جائین تو معظم خان انکا تعاقب کرین اور اسلام خان اکبر نگر جاکر دریا کے دوسری طرف کا انتظام کرین چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان کو معہ فتح جنگ خان وزبردست و دلاور خان و نیکنام خان وغیرہ کے دس ہزار سوارون کی جماعت سے اکبر نگر رخصت کیا۔ جب[2] دلیر خان دریا کے اوسپار آگئے تو معظم خان خان خانان کو اُنکے آنیکا انتظار ہو رہا تھا جسوقت دلیر خان لشکر بادشاہی مین آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہوگئی۔ ۱۲ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگا تین حصہ ہو گیا ہے پار اوترا اور وہان ایک جزیرہ مین جو دریا کے درمیان مین تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے مہاندی پر پڑا ہوا ہے اور اسنے شاہزادہ محمد سلطان کو توپخانہ و لشکر دیگر داؤد خان اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن اب خوف سے جو

[1] ودرہمین ایام خبر عنقریب پیوستن دلیر خان کہ از بہادران دلاوران مشہور آن عہد بود و او را از حضور بکومک معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لہذا معظم خان صلاح صوابدیدہ کار دران دانست کہ تا رسیدن آن سردار نامدار دست از کارزار کشیدہ بدفعہ پرداز د۔ تاریخ محمد ہاشم خافی خان قلمی ۲۹۵۔

[2] دلیر خان کہ آنطرف آب رسیدہ انتظار عبور معظم خان میکشیدند آمدہ با معظم خان ملحق شدند و فوج بادشاہی را تقویت تازہ بہم رسید۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۱۲۴۔

پل باندہا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داؤد خان جو دریا کے اسطرف اپنے
لشکر لیے ہوے پڑے تھے آخر دن مین جریدہ دریا کے اسپار آے اور معظم خان
سے ملاقات کی اور صلاح و مشورت کرتے رہے اور پھر رات گئے اپنے لشکر
گاہ کو واپس چلے گئے معظم خان نے دلیر خان اور داؤد خان کے اتفاق
سے مہاندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دونون خان شجاعت نشان مہاندی
کے غنیم کے برابر مورچے لگائین اور اونپر توپخانہ جماکر دشمن کیطرف گولہ باری شروع
کردین چنانچہ ادہر لشکر نے کشت و خون شروع کر کے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا
اور اودھر دلیر خان اور داؤد خان نے آسانی سے دریاے مہاندی کے کنارہ
مورچے باندہ دیے اور اعدا کے برابر دمدمہ بنا کر توپخانہ لگا دیا جب مورچون کا
استحکام ہوگیا تو دونون طرف سے رات و دن توپ و بندوق چلتی رہی ۸ تاریخ
کو معظم خان نے فرہاد خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریا کے کنارہ کا انتظام کرین
اور ذوالفقار خان و فدائی خان دلو دیخان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع
آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادرون کو جسجگہ کہ نالہ پچاس گز چوڑا اور
نہایت گہرا تھا اور اوسکے گرد جنگل نہایت دشوار گذار تھا اوترنیکو لیگئے پہلے
بندوقچیون اور بیلدارون کو معہ چند توپون کے اوتر وا دیا اوسکے بعد محمد آغر کو معہ دیگر
قراولون کے کشتیون مین بٹھا کر اوتارا اور گھوڑونکو تیرا دیا قراولون نے نہایت
چستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندھ دیے جب فریق ثانی نے یہان کے لوگون
کو روکا تو اودھر کے لوگ مصلحتاً پیچھے ہٹے اور انکو دریا کیطرف بڑھا لاے اور گولون کی
دہر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داؤد خان نے نہایت کارگذاری سے

دوسرون پر سبقت کرکے اپنے آدمیون کو اوترواد یا تمام رات آدمی گھوڑے اوترتے رہے اور یہ دونون خان شہامت نشان بھی دریا سے اوترکر اپنے لشکر کو پہونچے چونکہ دریا کے اوسپار دلیر خان اور داؤد خان کی مورچالین خالی تھین اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اسلیے اسکی خبرداری عبداللہ خان وغیرہ کے سپرد کیگئی مگر فرقہ مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے سوم جمادی الثانی کو دلیر خان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کرکے نالہ کے کنارہ جسجگہ کہ دشمن نے پڑاوڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس عرصہ مین شاہزادہ محمد سلطان بھی معہ اہل حرم کے محمد شجاع کے یہان سے بادشاہی لشکر مین آگیا اب لشکر بگلہ گھاٹ سے جو مالدہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہان پر مہانذی پایاب تھی اوترنیکو آیا اور توپخانہ پیشتر دریا کے کنارہ بھیجدیا محمد شجاع نے یہ خبر سُنکر اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو معہ توپخانہ کے بگلہ گھاٹ اور مالدہ کیطرف بھیجا کہ سدراہ ہون اور خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر کے برابر پڑا یہ حال دیکھکر دلیر خان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوے معظم خان گنگا کے دو تین نالون کے درمیان جو جگہ ہے وہان ایک ماہ سے قیام گزین تھے اب وہ کوچ کرکے اور مہانذی سے اوترکر مالدہ کو جارہے تھے کہ دلیر خان کا نوشتہ[۱] آیا جو انھون نے بگلہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس مین تحریر کیا تھا

[۱] دراثنائے راہ نوشتہ دلیر خان از بگلہ گھاٹ رسیدہ بوضوح پیوست کہ در سیتل گھاٹ دلیر خان با و نبرد و جنگے دلیرانہ روے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آویزش بسیار ہزیمت فاحش خوردہ را فرار سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم تفنگ و یک زخم نیزہ برداشتہ با ہفت سوار نیمجان از آن معرکہ برآوردہ و خواہر زادہ او و دیگر روساء مقہوران دران دار و گیر دستگیر سرپنجہ اقبال عدو بند دشمن شکار

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فوج لیکر جسمین
قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے
قصد سے آے اور ستیل گھاٹ پر مجھ سے اور اونسے نہایت سخت
جنگ ہوئی میرے آدمیون نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ
کر کے انکو پسپا کر دیا اور وہ شکست فاش کھا کر بھاگ گئے مرزا بیگ
مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ نیمجان
ہو کر معہ سات سوار ونکے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا
خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روساجنمین سرانداز خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل شہنشاہ روزگار گشتہ و گروہے انبوہ ازان جسارت کیشان طعمۂ تیغ سرافشان مجاہدان فیروزی نشان شدہ برخے ہنگام گریز ازان رستخیز و ستیز در آب مہاندی بغرقاب عدم فرو رفتہ اند و ان خان جلاوت نشان دلیرخان بعد ازین فتح بہ بگلہ گھاٹ رسیدہ بر کنار مہاندی مورچال بستہ و سید عالم با توپخانہ برابر نشستہ معظم خان ازین لطیفہ نصرت کہ نیرنگی طالع والاے خدیو جہان چہرہ افروز دولت گشتہ بود بہجت قرین و مسرت افزود گشتہ صفحہ ۴۲ عالمگیرنامہ
سے دلیرخان بدان فوج مقابلہ رو داد دلیرخان باوجود کہ آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند اکثر را کشتہ و بسیارے را اسیر نمودہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دلیرخان تحسین و آفرین نمودہ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۱۴۵ سے دلیرخان کہ از یلان یکہ بہادر روزگار آنعہد می شمردند بدان سپہ سالار دو جنگ و تردد غریب رو داد اول معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ دلیرخان را بطریق ہراول مقرر ساختہ بود دلیرخان را بان فوج مقابلہ و مقاتلہ غریب رو داد باوجود آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند دلیرخان بحملہ ہاے سردریا چنان کار بر اعدا تنگ آورد کہ بیشتر آنہا طعمۂ تیغ و سنان افغان جلاوت نشان گردید و جمع کثیر زخمی و غرق بحر فنا گشتند و بسیارے اسیر شدند معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان شکر این عطیہ الہی بجا آوردہ بر دلیرخان آفرین و تحسین زیادہ نمودہ۔ تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۲۹۸۔

سے مینے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بدحواسی سے بھاگ گئے
مین مہاندی کے اندر غرقاب ہوگئے اور بڑا حصہ لشکر کا تلوار کے
گھاٹ اوتار دیا گیا خانخانان دلیر خان کی یہ فتح سنکر نہایت مسرور ہوا اور
دلیر خان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کا ہے مگر خافی خان
نے اس فتحیابی مین دلیر خان کو اور بھی باوقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیر خان
اس فتح کے بعد بنگلہ گھاٹ پہونچے اور وہان مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دوسری
طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس پر
بنگلہ گھاٹ سے ہے وہان بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کیطرف
سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہوکر بنگلہ گھاٹ گئے اور وہان
کے مورچون کے دیکھنے کو دلیر خان کے لشکر مین آئے دلیر خان نے دمدمہ
باندھکر اوسپر توپین نصب کردی تھین اور رات دن دشمنون پر گولے مارتے تھے چونکہ
یہان سے خشکی کے راستہ سے تین راہین جہانگیر نگر کو جاتی ہین ایک مالدہ ہوکر
جہان سید سالار خان و جمال دلزاق لشکر لیے ہوے نہایت محافظت سے پڑے
ہوے تھے اور دوسری راہ بنگلہ گھاٹ سے جسپر دلیر خان قبضہ کر چکے تھے
تیسری شیرپور دھجرا پور ہوکر مہاندی کے پیچھے سے اور بنگلہ گھاٹ وہان سے آٹھ
کوس پر تھا اور ابتک کوئی فریق اوسپر قبضہ کرنیکو نہین گیا تھا لودی خان معہ لشکر
اور توپخانہ کے اوسکی محافظت کو معین ہوے معظم خان نے محمود آباد مین ایک مہینہ
قیام کیا رات دن دشمن کے استیصال کی فکر اور دریاے مہاندی سے اترنیکی
کوشش مین مصروف رہے اس عرصہ مین بنگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سنا گیا اور اس سے

اوترنے کی تدبیر ہوئی۔ غرضکہ ۴ شعبان سنہ ۲ جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر
بادشاہی بگلہ گھاٹ سے اوترنے[۵] کے لیے روانہ ہوا جب بگلہ گھاٹ پر لشکر
پہونچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اوسنے فوج و توپخانہ
دفعیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غنیم نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی توپ و گولہ کی
آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر آگ برسا رہا تھا
سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی مین ڈالدیا اسکے بعد اور
فوج بھی داہنے بائین جانب سے روانہ ہوئی اوسوقت مخالفون نے توپ و
بندوق و تیرون کے برسانے مین کوئی کمی نہ اوٹھا رکھی کچھ فوج تیرونکی نشانہ ہوگئی
اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کر سکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جوانمردون نے
جنکو اپنی سپاہگری کی غیرت دامنگیر تھی رُخ نہ پھیرا چونکہ گھاٹ کے دونون طرف
پانی غرقاب تھا اسلیے نالہ کے درمیان دونون جانب سے لکڑیان گاڑدی تھین
کہ آدمی اسکے ادھر اودھر نہ جائین اور پایاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ مین

---

[۵] در شعبان دوم سال جلوس معظم خان از محمود آباد بعزم عبور از جہاندی کہ از انجا دو کروہ است و از بگلہ
گھاٹ پایان تو گذر پایابے ہم رسیدہ بود بر کنار آن نالہ رسید فوج مخالف کہ آنطرف آب بتزک
و استحکام توپخانہ پرداختہ مستعد مدافعت بود دست باندا ختن توپ و تفنگ برکشود نخست دلیر خان
بپامردی ہمت و جلادت با سران دیگر فیل سوار آب زدہ روان گردید آنہا در میان نالہ بہادران
را زیر تیر و تفنگ در گرفتہ آتش پیکار بر افروختند برخے از بسالت کیشان ہدف ناوک
قضا گشتہ و بسیارے زخم برداشتند و جمعے از صدمۂ پیکان برگردیدند چون ناہر دو طرف گذر غرق
بود در میان نالہ از طرفین معبر چوبہا بزمین فرو بردہ بودند کہ نشان پایاب باشد درینوقت بسبب
ہجوم لشکر آب بتلاطم در آمدہ بیک زمین بہ ارز رفت و بعضے از مواضع پایاب شدہ و چوبہا علامت
نشان پایاب ہر جائے خود نماندہ بدین سبب سوار و پیادہ بسیار لطمۂ امواج قضا بجر ہلاکت گشتند

آیا تو یکبارگی تلاطم پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیان گر گئین اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ پانی آنے کیوجہ سے غرقاب ہو گئی قریب ایکہزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے فتح خان دلیرخان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان مین فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیرخان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہو کر دلاورون کے ساتھ یورش کے لیے روانہ ہوے اونھون نے کمال جانبازی و غیرت چشمی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ مین اپنے لشکر کو دریا مین ڈالدیا اسی حالت مین فتح خان دریا کے تموج سے معہ گھوڑے کے اس گرداب بلا مین ایسے ڈوبے کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملا یہ سب کچھ ہوا مگر دلیرخان نے اپنے رخ کو نہین پھیرا جب دلیرخان دریا کے کنارہ پہونچگئے اور غنیم قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیم نے توپخانہ کے بھروسہ پر مقابلہ کیا لیکن دلیرخان نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنون کا منھ پھر گیا اور ٹھہرنے کی تاب نہ لاسے انھون نے اونکا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچون کے قریب پہونچے تو بادشاہی لشکر نے اونکا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیگر اسطرف مقرر کیا تھا وہ بھی دور سے نمایان ہوے مگر اسقدر مرعوب ہوے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ گئے غنیم کی یہ ایسی گوشمالی ہوئی کہ اسنے ٹانڈہ مین بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحہ ماقبل۔ فتح خان پسر دلیرخان وران میان رخت حیات بسیلاب اجل داد خان ضہامت نشان بعد گذشتن از آب بساحل مقصود رسیدہ بکوشش دلیرانہ اعادی اوارہ راہ دشت ادبار ساختہ مجموع آنہارا بدست آوردہ۔ از ماثرالامرا ملخص عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اسنے اپنا دل ملک بنگالہ سے اوٹھا لیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس دیرسالہ حکومت کو چھوڑ کر وہ تردی پور گیا اور وہان سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان جسمین جواہرات و اشرفیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیونمین بھر کر ۵ شعبان سنہ ۲ جلوس عالمگیری کو مع بلند اختر و زین الدین و زین العابدین ہرسہ پسران اور حرم سرا خدام و خواجہ سرا و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی جماعت تھی جہانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا لودی خان جو شیرپور اور ہجرا پور مین تھے اونھون نے تیس کشتیان شجاع کی گرفتار کین ۵ شعبان کو محمد شجاع کے نامی سردار مثل سراج الدین و اسفندیار معموری و میر مرتضے و ابن حسین داروغہ توپخانہ و محمد زمان میر سامان و قاسم کوکہ و داراب پسر فاضل خان مع اہل و عیال کے بادشاہی لشکر مین آ گئے ۱۹ تاریخ کو دلیر خان معہ خانخانان کے تردی پور سے کوچ کر کے ہجراپور و جہانگیر نگر کو روانہ ہوے۔

۱۹ رمضان سنہ ۳ جلوس کو محمد شجاع معہ ہرسہ فرزندان و سرداران کے بنگالہ سے جزیرہ رخنگ کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا

۱۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگزیب کے حضور مین یہ خبر[1] پہونچی کہ شجاع

---

[1] نوزدہم شعبان از وقائع بنگالہ بمسامع حقائق مجامع رسید کہ ناشجاع فساد انگیز فساد پرور کہ در ٹانڈہ پاے جسارت فشردہ حتے المقدور در مراتب مدافعت کوشش می نمود بمساعی جمیلہ و ترددات شایستہ معظم خان و دلیر خان و داود خان قواعد ہمت و ثبا تش اختلال فاحش یافتہ بجالیکہ سزاوار اعداے بدسگال باشد از انجا بر کشتی نشستہ روانہ جہانگیر نگر شد از ورود خجستہ خبر السیادہ پاے بساط سلطنت و بندہاے آستان

ٹانڈہ مین نہ ٹھہر سکا اور بادشاہی بہادرون نے اوسے ملک بنگالہ سے نکالدیا اس خبر سے شاہی دربار مین شادیانے بجے اور امرا مبارکباد بجالائے بادشاہ عالمگیر نے دلیر خان اور خانخانان وغیرہ کو خلعت بھیجے۔

مہم بنگالہ مین اگرچہ اور سردار بھی موجود و شریک تھے مگر آخری جنگ جسپر لڑائی کا خاتمہ اور فتح کا دارمدار تھا۔ دلیر خان ہی کے نصیب مین لکھی گئی تھی۔ کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منھ نہین موڑتا تو اوسنے اپنا غالب ہونا امر محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور جوانمرد آدمی کی قدردانی کے ثبوت مین ایک حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثر الامرا تاریخ خافی خان شاہنشاہ نامہ تاریخ ہندوستان ہر ایک مستند کتاب مین درج ہے یہان تحریر کیجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دلیر خان کے ہاتھی کے آگے[1] آغر خان تھا اور وہ غنیم کے سوار و پیادہ سے نکلے

بقیہ صفحہ ماقبل — خلافت مراسم تہنیت بجا آوردہ تسلیم مبارکباد نمودند و نقارہ ہائے نشاط بنوازش آمد و عاطفت خسروا بعنایت معظم خان و دلیر خان و داؤد خان و چندے دیگر عمدہ ہائے کمکیان لشکر ظفر اثر بنگالہ را بمرحمت ارسال خلعت نواخت۔ عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

[1] آغر خان پیش پیش دلیر خان ہراول میرفت اسپ آبا نزدہمین کہ بالائے آن کنار برآمدہ چپقلش عظیم روداد فیل مستے کہ پیش برد خصم آمدہ او را با اسپ بخرطوم بر داشتہ بر انداخت نامبردہ درہمان گرمی بضرب شمشیر کار فیلبان را ساختہ بجائے او نشست درین ضمن دلیر خان این ماجرا بچشم خود دید و از باعث غرق شدن پسرش فتح خان عالم در چشم او تاریک بود فیل خود را برابر فیل آغر خان رسانید او عقب سید و تحسین گویان برگرد وے گردید آغر خان بان بشکر قدردانی دلیر خان کشادہ گفت کہ این فیل در سرکار قبول افتد برائے آنخداوند گرفتہ ام من اسپے از اسپان کوتل مرحمت شود دلیر خان گفت فیل ہم بشما مبارک و دو اسپ خوب جہت وے فرستاد ہرچند گفت کہ فیل نیز از شما باشد آغر خان قبول نمود و از فیل فرود آمدہ بہ دلیر خان داد۔ ماثر الامرا صفحہ ۰۰ جلد اول و شاہنشاہ نامہ صفحہ ۱۴۰۔

ہجوم کو تلوار سے مارتا اور پچھاڑتا ہوا چلا جاتا تھا ناگہان غنیم کے فیلبان کے اشارہ سے آغر خان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سونڈ پر تلوار ماری ہاتھی نے آغر خان کو معہ گھوڑے کے سونڈ مین لیکر اوپر اوٹھایا اور آبشار پر ایسا پٹکا کہ راکب و مرکب دونون جدا ہوکر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے جا گرے دونونکے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغر خان پھر گھوڑے پر سوار ہوکر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے مین قوت نہ تھی اسلیے یہ سمجھا کہ اس بلائے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رائگان کرنا ہے ہاتھی کے پیچھے سے آکر فیلبان کی گردن تلوار سے اڑا دی اور اسکو نیچے گرا دیا اور گھوڑے کی پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس مین نرہا اب حیران تھا کہ کیا کرون شیخ محمد فاضل خانساماں نے کہا کہ کمر سے خنجر نکالکر ہاتھی کے بناگوش پر سہلائی اگرچہ بباعث غرق ہونے فرزند فتح خان کے دلیر خان کی آنکھون مین دنیا اسوقت تاریک تھی مگر اس بہادر کا رستمانہ کام دیکھکر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لائے اور تحسین و آفرین کرتے ہوے ہاتھی کے اردگرد پھرنے لگے آغر خان نے کہا کہ مینے یہ ہاتھی سرکار کیلیے گرفتار کیا ہے مین امیدوار ہون کہ آپ فیلبان کو حکم دین کہ اسکو فیلخانہ مین داخل کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا کوتل گھوڑون مین سے مرحمت ہو دلیر خان نے اسکا دل بڑھانیکو تحسین کرکے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑے ترکی و عراقی اسکو مرحمت کیے آغر خان ہاتھی سے اوتر آیا اور یا سرار تمام ہاتھی دلیر خان کو دیدیا۔

نواب دلیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جاکر فتح کرنا

آسام کی مہم سخت مشکل تھی اور اس کی فتح نہایت حیرتناک ہے جب سے کہ یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار و اولوالعزم بادشاہ کو اوسکی فتح نصیب نہین ہوئی تھی اس ملک کی پامالی و کشائش نواب دلیر خان کے نام لکھی گئی تھی باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کرا دینا انھین کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادّہ جو قدرت نے انکی طبیعت مین خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فتحمندی کے ساتھ رحمدلی اور تحمل کا وصف جو انکی ذات مین سرایت کیے ہوے تھا اسکے ثبوت مین یہ آسام ہی کی مثال موجود ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دلیر خان کا دامن پکڑا اور پناہ مانگی تو انھون نے اوسکی خطا بادشاہ سے معاف کرادی اسکے بعد خانخانان علالت کیوجہ سے وہان سے چلا آیا تو یہی ملک آسام مین ٹھہر گئے بادشاہی پیشکش اور نذرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہونچایا اگرچہ وہان لشکر مین اور بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر[1] منصب اور شجاعت مین انھین کو فوقیت حاصل تھی انھین کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھین کو راجہ نے نذ بھی دی

---

[1] وپس از آوارگی شجاع برادر معظم خان در تسخیر مملکت آسام بالش آن گروہ نا فرجام دلیر خان سعیہاے شایان نمودہ ہمہ جا شریک تغالب بود ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔

اور انھین کے توسط سے بادشاہی پیشکش ادا کی جب خانخانان کا ملک بنگالہ مین اس مہم کی
وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہین تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری
انھین کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب الطلب لشکر لیکر
دارالخلافت دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اوسوقت دوبارہ
خلعت سے سرفراز ہوے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب سنہ ۱۰۶۷ ہجری
مین شاہجہان کی علالت کیوجہ سے سلطنت کے انتظام مین خلل پیدا ہوا اور باہم
شہزادون مین لڑائی چھڑ گئی اس زمانہ مین سرحد بنگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت
اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ مین
کیے بھیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ سے مطیع و فرمانبردار
تھا اور پیشکش ادا کرتا تھا۔ مگر اب اوسنے بھی گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت
کثیر جسمین اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک مین لے گیا ولایت کامروپ
جس سے مراد گواہٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہین قدیم زمانہ سے ممالک
محروسہ مین شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولاناتھ کو بھیجکر اسے بھی اپنے
تصرف مین کرنا چاہا اسوقت آسام مین راجہ جے دھجسنگھ حکمران تھا جو وسعت ملک
افزونی لشکر کثرت توپخانہ و سامان حرب و مضبوطی قلعجات اور فیلان جنگی مین دیگر
راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اوسنے جب شجاع کی شورانگیزی کا حال سُنا
اور بھیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کرنیوالا ہے تو اوسنے اسامیون
کا ایک لشکر عظیم معہ توپخانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ شیرازی
بادشاہ کیطرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جب اسنے دیکھا کہ دونون طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ مین مقابلہ کی تاب نہین اور کمک امید نہین تو
وہ ازراہ دور اندیشی جنگی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا بھولا ناتھ ذریہ
بھیم نراین جو یہ جانتا تھا کہ مین اسامیون سے کبھی غالب نہین ہوسکتا جب آسام
والون کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون
کا کوئی مانع نرہا ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہوگئے محمد شجاع اپنے حال مین گرفتار
تھا وہ اسکا کچھ علاج نہ کرسکا اسامیون نے دلیری کرکے آگے اور قدم بڑھایا اور
بغیر کسی مانع کے پرگنہ کری باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل
ہے متصرف ہوے اور موضع مست سلہ مین جو پرگنہ کری باری کے قریب
ہے اپنا تھانہ جمایا اور جماعت کثیر کو وہانکی محافظت کے لیے مقرر کیا جب سنہ
جلوس عالمگیری مین محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب
مین عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہوکر
اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخانان کے پاس بھیجا اور اسمین لکھا کہ
بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کرکے ولایت کامروپ کو جو ممالک
بادشاہی سے ہے لینا چاہا تھا مگر مینے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے
اپنے انتظام مین لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھین متعین کردین چنانچہ اسکی
معذرت قبول کی گئی اور وکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ
کو اسامیون کے اقرار کے بموجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا
گیا اس اثنا مین راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا وکیل قید کیا گیا اور راجہ
سجان سنگھ بندیلہ اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

سے سنا کہ رشید خان معہ فوج کے کامروپ کو روانہ ہوے ہین تو انھون نے
اول پرگنہ کری باری کو معہ چند پرگنون کے خالی کیا اور اوسکے بعد دریاے
بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیون کی اس پُر فریب
حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جاکر ٹھہر گئے
انکی مدد کو یوسف خان آغر خان بھی پہونچگئے اور وہان جاکر جو مقامات خالی ہوے تھے وہ
قبضہ مین کیے جب رشید خان زنگامائی کیطرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے
نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوے اور اونھون نے دوبارہ کامروپ کے تصرف
مین لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامان نبرد
بھیجا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ زنگامائی مین
ٹھہر گئے اور خانخانان کو حقیقت حال لکھی خانخانان اس حال سے آگاہ ہو کر معہ
کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور مین اس
امر کی عرضداشت لکھ بھیجی عالمگیر کیطرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امرا اور سرداران
لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوے ہین وہ سب خانخانان کے ساتھ موافقت
کرکے اسکی صلاح اور راے پر چلین چنانچہ حسب الحکم بادشاہی لشکر سنہ ۵ جلوس
مطابق ۱۶۔ ربیع الاول ۱۰۷۲ھ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہ راے
قرار پائی کہ اثناے راہ مین کوچ بہار ہے وہانکے راجہ کا بھی قلع قمع کرتے جانا
چاہیے بیشتر بادشاہی لشکر ہری تلہ کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہان سے اس
راستہ سے جسطرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہین کی تھی روانہ ہوا جنگل
نہایت خطرناک و دشوار گذار تھا جب جنگل کی مسافت طے کر چکے تو ایک بند

آگے آگیا جسکو راجہ نے شہر کی حفاظت کے لیے بنوایا تھا اس بند پر بڑی بڑی
توپین اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر
پہونچ گیا تو اوسپر جو راجہ کی فوج محافظت کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے
مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کوچ بہار کے قریب
بادشاہی لشکر پہونچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان
و آبرو بچاکر بھاگا اور کوہ بھوٹان پر جاکر چھپا اوسنے اپنے وزیر بھو لا ناتھ کو پانچ چھ ہزار
فوج دیکر کوہ مورنگ اور جنگل مین رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے
بند کرنیکی غرض سے بھیجا۔ ۶ ماہ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر کوچ بہار مین داخل
ہوکر خیمہ زن ہوا اور اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دلجوئی سے
انصاف اور احسان کیا گیا جو رعایا کہ رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہرہ
سنکر اپنے مکانون مین آبسی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے ناراض
تھا لشکر بادشاہی مین حاضر ہوکر بکمال رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور خلعت
سے سربلند ہوا۔ ایک سو چھ توپین۔ ایک سو چھبیس زنبورکین ورا چنگی اور بہت
سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے شاہی لشکر نے بھو لا ناتھ وزیر
کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ مین جاکر معہ زن و فرزند
کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن وہمراج زمیندار کوہستان کی حمایت سے
دامن کوہ مین پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ
بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اسلیے لشکر تعاقب
نہ کر سکا زمیندار کوہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکالدو۔

کوچ بہار[1] بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع ہے پچپن کوس طول اور پچاس کوس کا عرض اوس عہد مین تھا ملک کی آب و ہوا پورب کے شہر و نمین نہایت لطیف تھی۔ چونکہ کوچ بہار کی فتح سے اصلی غرض آسام کی تسخیر تھی لہذا دھمرات کی گوشمالی آیندہ پر موقوف کر کے اسفندیار کو حسب الحکم بادشاہ کے چار سو سوار اور ایکہزار پیادے دیکر وہانکا فوجدار مقرر کیا اور کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس انتظام سے فرصت کر کے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا اور گھوڑا گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا ۲۸ تاریخ کو لشکر دریاے برہماپتر پر پہونچگیا اور دو کوس رنگا مائی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہان رشید خان بھی آگئے دریا کے کنارے جنگل و نالے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس نواح کے زمیندار اگرچہ آسان راستہ سے چلنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپہ سالار ازراہ دور اندیشی دریا کا کنارہ نہین چھوڑتا تھا اور تکلیف و سختی کو گوارا کرتا تھا کہ مبادا یہ قوم دھوکا دے اور راستہ گم ہو جاے لشکر کی روانگی کا انتظام اس صورت سے قرار پایا کہ دلیر خان[2] مقدمۃ الجیش یعنی فوج کے ہراول ہو کر آگے آگے چلین اور میر مرتضےٰ داروغہ توپخانہ اونکے ساتھ رہے غرضکہ اسی طریق سے

---

[1] اب کوچ بہار کی ریاست کا حال شاہی عہد کے برابر نہین ہا موجودہ رقبہ (۱۳۰۷) میل مربع اور آبادی تقریبا چھ لاکھ آمدنی گیارہ لاکھ سلامی ۱۳ توپ راجہ صاحب کا نام مہاراجہ سری نپیندرو نارائن بھوپ بہادر جی سی ایس آئی۔ والی کوچ بہار ایڈیکانگ پرنس آف ویلز بہادر ہے راجہ صاحب ولایت بھی گے ہین دہلی دربار مین بھی تشریف لاے تھے۔

[2] مقرر ساخت کہ دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضےٰ با توپخانہ منصور آن از سمت مقصد منتہی میشود سرگروہ پیش پیش افواج قاہرہ رہ نورد نصرت و فیروزی گردید عالمگیر نامہ صفحہ ۷۵۹۔

روانگی ہوئی ہاتھیونکے ذریعہ سے دشوار گذار جنگل صاف کیا گیا اور تبرداروں سے ناہموار راستہ برابر کروایا جسجگہ نالے دلدل آئی ادنمین درختون کی شاخین اور نے کے دستہ اور گھاس کے پشتارے بھر کرانسے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور دشوار گذار ہونے سے ایک دن مین دو ڈہائی کوس سے زیادہ لشکر نہین چل سکتا تھا غرضکہ ۶۔ جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچگیا یہان سے گواہٹی جو ممالک بادشاہی کی سرحد پر ہے چالیس کوس تھی کرگاؤن جو راجہ آسام کا راجدہانی تھا ایک ماہ کی راہ تھی جوگی گھپہ پر آسامیون نے پہاڑ کے دامن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت مستحکم قلعہ بنایا تھا جسکے حصار کی دیوار ایک کوس لانبی تھی اور برج نہایت مضبوط تھے دیوار سے ایک گولی کے ٹپہ پر گڑھے کھود کر اونمین تیز بانس کی سیخین جسکو بھالچہ کہتے تھے گاڑی تھین اور تین گز کی چوڑی خندق کھودی تھی اسمین بھی بھالچہ گاڑے تھے دریاے برہماپترا اوس سے دکن کیطرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف دریاے بناس پلے کوہ سے گذر کر دریاے برہماپتر سے ملگیا تھا اور اوتر کیطرف خندق و پہاڑ و جنگل نہایت انبوہ کے ساتھ واقع ہوے تھے اس قلعہ کے پیچھے ایک اور پہاڑ تھا جسے پنج رتن کہتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسیطرح کا ایک حصار اور قلعہ بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ مین پندرہ ہزار فوج معہ توپخانہ کے موجود تھی تین سو بیس کشتیان معہ سامان و آلات حرب کے تیار تھین کہ اگر شاہی لشکر غالب ہو جاے تو دریا کیطرف سے بذریعہ ان کشتیون کے کوہ پنج رتن کے قلعہ مین پہونچکر مقابلہ کرین اور جب لشکر وہانسے آگے بڑھے تو گھاٹ پر بیٹھکر انپر چھاپہ ماریں اور رسد بند کردین اس قلعہ مین بھی چھ ہزار اسامی معہ توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے

یہان پر دریا کی دو شاخین ہو گئی تھین جنکے درمیان خشک زمین تھی جسپر اونھون نے
مورچے بنا کر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ لشکر
بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے توپ و بندوق سے اوسپر آگ برسائین اور
آگے نہ جانے دین۔ دریا کے متصل سپہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سید
نصیر الدین و یادگار خان و میانہ خان و جمال خان وغیرہ کو دریا کے پار اوتار دیا تاکہ
دریا کے دوسری جانب قیام کرین اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہو۔ ایک
جماعت کو جوگی گھپہ کے پیچھے مقرر کیا کہ دریاے بناس کے کنارہ سے پہاڑ تک راستہ
بند کر دے تاکہ ان گمراہون کے بھاگنے کا گمان باقی نرہے جب یہ سب انتظام
ہو گیا تو آسامیون نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہو گئی خوف کے مارے وہ حصار
مین نرہے اور رات کیوقت دونون قلعون کو خالی کر دیا اور کشتیون مین سے بیٹھکر
بادشاہی بیڑون سے مقابلہ کو آمادہ ہوئے جب جنگلی بیڑے حصار کیطرف روانہ ہوے
آسامی لڑنے کو بڑھے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لاے اور بدحواس
ہو کر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیان چھوڑ کر جنگل مین
پناہ لی اور بہت سے پانی مین غرقاب ہو گئے بعض زخمی ہوے اور بعض گرفتار ہوے
ایکسو اڑتالیس ۱۴۸ کشتیان اور چونسٹھ ۶۴ توپین چھوٹی بڑی اور بیشمار بادلج اور سیسہ
و باروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو قلعے بلا جنگ کے قبضہ مین آگئے یہ
پہلی فتح نہایت مبارک فال سمجھی گئی اگر آسامی محصور ہو کر مقابلہ کرتے تو انکی تسخیر مین
بہت دن صرف ہو جاتے کیونکہ دریاے برہما پتر و دریاے بناس و جنگل و پہاڑ
حائل تھے اور دیوار مین صلاحیت نقب لگانیکی نہ تھی دو گز زمین کھودنے سے پانی

نکلتا تھا الغرض وہان عطاء اللہ خان کو تھانہ دار مقرر کرکے بادشاہی لشکر گواہٹی کو
چلا اور دریاے بناس پر پل باندھکر اوتر گیا اور ۱۲ تاریخ کو گواہٹی سے دو کوس
آگے بڑھکر شکر خیمہ زن ہوا وہان آسامیون کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہوا تھا
اور جنگ پر آمادہ تھا اور اوسجگہ آسامیون نے دو قلعے نہایت مستحکم بناے تھے ایک
قلعہ موضع سری گھاٹ مین تھا اور اسکا حصار پانچ پہاڑونکو گھیر کر بنایا تھا اور دوسرا کوہ
ماندو پر ایک طرف اسکے دریاے برھما پترا اور دوسری طرف اسکے محاذ مین سری
گھاٹ تھا اور تمام کشتیان آسامیون نے ان دونون قلعون کے درمیان مین جمع
کی تھین اور ان دونون قلعونمین ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہان اوترنیکے
بعد سپہ سالار نے رشید خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اوترکیطرف قلعہ کے جو راہ ہے
وہان جاکر محصورونکی راہ بند کردو جب آسامیون نے راہ فرار مسدود دیکھی گھبرا گئے
اور رات کیوقت قلعہ کو خالی کردیا کچھ کشتیونمین آئے اور کچھ دریا سے اوترکر بھاگ
گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہان سے کوچ کرکے سری گھاٹ ہوتا
ہوا قلعہ مین داخل ہوا قلعہ ماندو اور قلعہ کجلی بن کے محافظون نے دوسرے قلعہ
کا یہ حال دیکھکر بلا جنگ اپنے قلعے بھی خالی کر دیے القصہ گواہٹی جو قدیم سے شاہی
سرحد تھی وہان تک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کرلیا اور آسامیون کو نکالدیا
محمد بیگ کو گواہٹی کا فوجدار اور حسن بیگ کو کجلی کی حراست پر تعینات کیا
اور ۲۵ تاریخ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہٹی سے آسام کی تسخیر کو چلا شبانہ
روز سپاہ ہتھیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زین سے جدا ہوتی لشکر کے آگے
قراول یعنے بندوقچی اور اونکے پیچھے توپخانہ اور اوس کے بعد لشکر کے

پشت و پناہ[1] دلیر خان تھے اور اونکے ساتھ انکی کل فوج ہراول مین تھی اس عرصہ
مین ولایت درنگ کا زمیندار حاضر ہو کر بادشاہی لشکر سے ملا اور ہاتھی نذر دیے
اسکے بعد زمیندار ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اوسنے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور ہاتھی
نذر کیا خانخانان نے ان دونون کی دلجوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا اسجگہ دریاے
برھما پتر پر آسامیون کا ایک قلعہ جمدھرنام کا تھا جو وہانکے بہت بڑے اور مشہور
قلعون مین تھا حصار اوسکا نہایت مضبوط اور برج اسکے نہایت بلند اور وہ دامنہ پہاڑ پر
بنایا تھا اور پہلو پہاڑ کے کاٹکر اسکو مضبوط کیا تھا ایک طرف اسکے دریاے مذکور
واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چوڑا تھا محاذ مین اسکے ایک قلعہ
عظیم الشان جسکا نام سیملہ گڈھ تھا بنا ہوا تھا چونکہ گرگانون راجہ آسام کا دارالملک
اور مسکن تھا اور وہ دریاے برھما پتر پر واقع تھا اسلیے بادشاہی لشکر نے جدھرکی
تسخیر کا ارادہ فسخ کرکے سیملہ گڈھ کیطرف رخ کیا کہ پہلے اس قلعہ کو فتح کرکے راجدہانی
لینا چاہیے اس غرض سے ۶ رجب کو بادشاہی لشکر جو بیشمار تھا دو روز مین اس
طویل و عریض دریا سے اوترا اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا اثناے راہ
مین آندھی کا سخت طوفان آیا اور اسقدر بڑے بڑے اولے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی
ضایع ہوے اور کثرت سے چوپاے و گھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لاے
اور بھاگ کر دریا مین گرے انکو وہان کی موجونکے تھپیڑون نے غرقاب کردیا ۱۱ رجب کو
لشکر سیملہ گڈھ پہونچلیا اور دو کوسونکے فاصلہ پر قلعہ سے لشکر نے پڑاو ڈالا سیملہ گڈھ[2]

---

[1] در عقب توپخانہ دلیر خان با فوج ہراول فرود آمدہ سد راہ مقہوران باشند ۶۰۳ عالمگیر نامہ

[2] نام سیملہ گڈہ آن حصنے است متین آسمان رفعت محاصرہ آن از نیروے قدرت و طاقت ارباب ہمم

کا قلعہ ایسا وسیع اور عالیشان تھا کہ بلندی مین آسمان سے باتین کرتا تھا دیوار اسکی
نہایت بلند و چوڑی بنائی تھی جو اُس کیطرف پہاڑ تک کھنچی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس
قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لانبی تھی اور دوسری دیوار شمال کی
تین کوس کی لانبی تھی جو دریائے برہم پتر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونون دیوار وںپر
پانچ برج اتنے بڑے بنے ہوے تھے کہ دور ہر برج کا چار سو تیس گز کا تھا اور چھوٹے
چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بنا ے تھے اور پھر ایک دیوار کے درمیان مین
دیوار کنگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونون جانب ایک ایک
خندق عمیق کھودی تھی اور اوسمین بجاے پانی کے خاک نرم مثل توتیا کے بھری تھی
تاکہ اوسکی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیوار و نپر توپین اور بادلج اور تمام آلات
جنگ و پیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ کے جنگجو آسامی اسمین
لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اسکی مضبوطی و کثرت سامان پر ایسے
مطمئن تھے کہ انکو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ
کے دکن جانب ایک نالہ کے کنارہ پر جو پچھم کیطرف گیا ہے پڑا ہوا تھا لشکر کے
سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے اردگرد گشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ مکا

بقیہ صفحہ ماقبل عالیہ افزون وساکنانش از سنگ باران حوادث از آسیب منجنیق فلک مضمون از دو جانب آن قلعہ دیوار عریض استوار رفیع کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کروہ منتہی میشود بکوہے سر بچرخ در کشیدہ واز شمال تا سہ کروہ بدریاے ذخار مذکور رسیدہ و آن ہر دو را بدستور قلعہ و برج و کنگر ساختہ درون وبیرون خندق بزمین بردہ اند و ہمہ جا بہ توپ و بادلج و تفنگ و سائر آلات وادوات جنگ مستحکم کردہ قریب سہ لک اسامی جنگجو دران بقدم ثبات در مقام مدافعت ایستادہ۔ ماثر الامرا

گشتہ سفینہ ز رفعت و وسعت	بہرہ ور چون حصار چرخ برین
غوطہ خور دلو آسمان بچشش	ثور چرخش بجاے گاو زمین

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکیداری پر مقرر ہوا تھا تمام قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان[1] اپنی فوج ہراول لیکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آستنے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی کارگر نہو مورچے باندھ دیے اور دمدمے بناکر انپر بڑی بڑی توپین لگاکر قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سرنگ وغیرہ قلعہ کی دیوار تک پہونچائے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کرتے اور علے الاتصال برج دبارہ سے توپ و بندوق کے گولے اور گولیان برساتے مگر بادشاہی بہادر گولیونکے مینھ کو اپنے بدن پر جسطرح کہ ابر باران کے قطرات فصل بہار مین سبزہ پر گرتے ہین تصور کرتے اور ایک دم سعی سے باز نرہتے بعض راتون مین آسام والے موقع پاکر شبخون بھی مارتے اور غلبہ پانیکی تاک مین اہل مورچال پر حملے کرتے اودھر سے شاہی لشکر کے جوانمرد بھی اون ظالمونکو پسپا کرتے اور اپنی تلوارین انکے خون سے رنگین کرتے بقیۃ السیف بھاگ کر قلعہ کے حصار مین پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبۂ شہادت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیون کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر جسمین خانخانان کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو صدمہ عظیم پہونچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے مکر سے غافل پڑی تھی وہ یکبارگی

---

[1] وبصوابدید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضے با اہل توپخانہ از معسکر فیروزی لوا پیش رفتہ در جائیکہ بندوق از قلعہ نمیرسید برابر یکے از برجہاے کلان مورچال بستہ و توپہاے بزرگ بر دمدمہ برآوردہ بر قلعہ میزدند صفحہ ۷۰۶ عالمگیرنامہ

آکر اونپر ٹوٹ پڑے مگر اوسوقت دلیر خان[۵۱] کے افغان آگاہ ہوکر نہایت جرات و دلاوری سے اونکے سر پر آگئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہونچگئے ان شیرونکے حملہ کی تاب آسامی نہ لائے اور روباہ کیطرح بھاگے اور ناکام پھرے چندروز اسیطرح محاصرہ مین گذرے۔ شاہنشاہ نامہ[۵۲] مین ہے کہ چوتھی شب مین آسامیون نے سخت چھاپہ مارا اس رات مین دلیر خان نے نمایان جنگ کی اس معرکہ مین بہت سے آدمی خانموصوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امرسنگھ اور دلیر خان کے سپاہیونکے ہاتھونسے مارے گئے۔

شبانہ روز قلعہ شکن توپونکے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اوس سے گرد تک نہین گرتی تھی جسجگہ یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر پڑا تھا وہ سرزمین[۵۳] نہایت خطرناک تھی شبخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زمانہ مین دوبار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکارونکے

---

۵۱ تابنیان دلیرخان بر جسارت وچیرگی آنہا آگہی یافتہ بکومک پرداختند مقہوران حملہ تاب آن شیردلان نیاوردہ رو بصفت گریزان شدند و کارے نساختند۔ ۷۔ عالمگیر نامہ

۵۲ وشب چہارم شبخون عظیم آوردند و دران شب از دلیرخان تردد نمایان گردید و بسیار مردم دلیرخان بکار آمدند و آسامیان نیز از مردمان دلیرخان و راجپوتان امرسنگھ کشتہ گردیدند۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۸۴۔

۵۳ وسرزمینے بود قلب وخطرناک کہ در سوابق ازمنہ درین مکان لشکرہائے عظیم ہندوستان کہ بعزیمت تسخیر آندیار رفتہ بودند بدشئ آنقوم غدار دستخوش ہلاکت و پائمال خرابی شد کسے جان بسلامت ازان ورطہ نیاورد لہٰذا رائے قرار گرفت کہ در کشائش انحصار سرعت و تعجیل بکار برد۔ ماثر الامرا عالمگیر نامہ۔

۵۴ و دلیرخان بلوازم قلعہ کشائی ہمت بربست وازدرون و بیرون جنگ در پیوست وچون ہر توپے کہ برج و بارہ میرسید از کمال استواری حصار جز گردے ازان بر نمی خاست واثرے از شکستن دیوار وافتادہ کنگرہ مرتب نمیشد۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیرخان

شبخون وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہونچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ سے بچکر نہ آیا پہلی
حسین شاہ جو سلاطین نبگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُسنے
لشکرکشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ تغلق نے ایک لاکھ سوار جرار
اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا
مگر ایک شخص بھی اس طلسم سے بچکر نہ آیا تھا۔ جب اسکے
بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کیطرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہونچا مگر آگے بڑہنے
کی ہمت نہ پڑی ناچار فسخ عزیمت کرکے واپس آیا۔
جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی
مکروفریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو رعایا گھر پھونک کر
کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی توسب جمع ہوکر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی
چارونطرف سے رسد بند کردیتی۔ وہان کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آمین
لشکر مجبور و محتاج ہوکر ہلاک ہوجاتا اسحالت مین یہ رلے قائم کی کہ ان دو دیوارون
مین سے ایک پر یورش کیجاے اور نہایت جلد یہ مہم سر کیجاے دیر کرنےمین ہزارون
آفتون کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرہاد خان یورش کے موقع دیکھنے گئے
ہرطرف جنگل اور آدمیون کی کثرت تھی آسامی ہرطرف سے خبردار اور لڑائی کے
لیے مستعد و ہوشیار بیٹھے تھے لیکن دکن کیجانب جنگل کم تھا اسلیے اسطرف یورش
کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار پایا کہ دلیر خان اپنے لشکر کو لیکر اسطرف

ملہ و مقرر گردید کہ دلیر خان با جمعے از دلیران و ابطال جنود اقبال بان سمت شتافتہ ازانجا یورش نماید

جائین اور جسوقت خانموصوف یورش کرین تمام لشکر یکبارگی جنبش مین آجاے اور حملہ کرکے محصورونکو ہر طرف سے مضطرب کیا جاے لہذا ۱۵ رجب شب کے وقت دلیرخان معہ اپنے لشکر کے جنمین انکے بھتیجے رنمست خان اور راجہ نرسنگھ

بقیہ صفحہ ماقبل وسائر عساکر قاہرہ نیز از معسکر فیروزی طراز باہتزاز آمدہ از پیش روے خود حملہ آورشوند محصوران را از ہمہ سو مضطرب ساختند تزلزل در بناے ثبات و رخنہ در اساس حیات آن بیدنیان افگنند در شب پانزدہم ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیرخان با راجہ نرسنگھ و فرہاد خان و رنمست خان وغیرہ باین سمت معین شد اتفاقاً یکے ازان قوم کہ از مدتہا در ممالک باد شاہی بسر میبرد و در نیولا دراحاد لشکر منتظم بود بکر اندوزی در مقام کینہ توزی شد و بصورت دولتخواہی اظہار نمود کہ بر حقیقت این بوم و بر کماہی آگاہی دارم اگر برہبری من عمل نمایند افواج فیروزی را بموضعے میبرم کہ ازانجا یورش با سانی آید و ہمان دم بمحصوران پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن حدود است جمعیت و ہجوم نمودہ مترصد باشند دلیرخان برہنمونے ان نابکار اواسط شب رہگراے مقصد گردید ہنگام ظہور تباشیر صبح بمکانے آوردہ راہ یورش نمود کہ خندق پر آب داشت صعوبت طریق اجتماع مقہوران بیش از دیگر جوانب بود اہل حصار یکبارگی چندین ہزار توپ و تفنگ دادوات آتشبازی رہا کردہ روے ہوا را از ابر دود تیرہ ساختند وحقہاے باروت از بالاے برج و بارہ شرارہ ریز و زمین و زمان از صوت توپہا زلزلہ انگیز شد دلیرخان از فور جلادت و تہور رخ تافتن ازان آشوبگاہ کہ از موجباے جوہر مردی و مردانگی بود تجویز نہ نمودہ فیل سوارہ از کمال جلادت باب خندق راند ہمراہان چون چنین دلاوری از سردار مشاہدہ نمودند عسرق جرات حرکت نمودہ دران رستخیز بلاکہ پردلان روزگار را ہمت میلغزید یورش کردند حربے صعب در پیوست اکثرے از عساکر اسلام را تن از آسیب زخم فگار و جمعے را وران بذل کوشش نقد جان نثار شد پنج تیر بہ دلیرخان رسید و بسبب صلاح مجروح نہ شدہ و تیر بسیار بر فیل مرکوبش و حوضہ آن نبد شد خان دلاور با جوقے بپاے حصار رسید بدستیاری شجاعت ببالاے دیوار برآمد و با اہل ضلال برزم و قتال در آویخت و پس ازان جانب دروازہ و دیگر اطراف نیز مردم داخل حصار شدہ لواے استیلا برافراشتند کفار مغلوب رعب و ہراس گشتہ بدر فرار زدند۔ از ماثر الامرا صفحہ ۱۱۷۔

وفرہاد خان ویادگار خان وسرانداز خان وجمال خان ومیانہ خان وآغر خان و
قراول خان وغیرہ اور ایکہزار پانسوجوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر مرتضے
داروغہ توپخانہ تھاروانگی پر تیار ہوے اتفاق سے ایک آسامی جو مدت سے بادشاہی
لشکر مین ملازم تھا اوسنے اپنی بدطینتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات
کہی کہ مین اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہون اگر آپ میری رہنمائی پر عمل
کرین تو مین ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤنگا کہ جسجگہ دیوار بھی بلندی مین کم ہو اور خندق بھی
زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکر وکینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ
لشکر بھیجنے کا وعدہ کردیا اس مکار نے اسیوقت آسامیونکو جو قلعہ مین محصور تھے
کہلا بھیجا کہ فلان جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہون تم سب اپنی فوج کو مجتمع
کرکے میرے آنے کا انتظار کرو مین ان سبکو تمھارے تیرون کا نشانہ بناؤنگا
دلیرخان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب مین قلعہ کیطرف روانہ ہوے
جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار مین تھا پہونچے تو میر مرتضے کو معہ میانہ خان
وجمال خان کے وہانپر چھوڑا کہ دشمنونکو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کرکے
یورش سے غافل رکھین چنانچہ میر مرتضے نے دلیرخان کے حکم کے موجب توپخانہ
لگادیا اور گولے مارنا شروع کیا وہ بدنہاد آسامی اپنی بدنیتی سے خان شجاعت
نشان کو صبح صادق کے وقت جو جگہ کہ اوسنے تجویز کی تھی لیگیا وہان جاکر دیکھا
تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہا پانی سے لبریز راستہ سے
ہر طرف نکلنا دشوار آسامیون کا ہر جگہ سے وہان پر ہجوم زیادہ جب دلیرخان
اس جگہ پہونچے تو اکبارگی اہل قلعہ نے ہزارہا توپ وبادلج وبندوق وآتشبازی

کے آلات چھوڑ کر جہان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت دھوئین سے ہوا مثل ابر سیاہ کے ہو گئی توپونکا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین و زمان مین اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حقے مجاہدین کے سر و پنر گر کر شرارے برساتے تھے اور بندوق کی گولیان برق کی طرح چمک کر غازیون کے گریبانون مین پہونچتی تھین حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس اسامی کے جو دھوکا دیکر لشکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر مین تھا اس سے لیے اُسکو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوا۔ اور بمصداق ولا یحیق المکر السئی الا باھلہ نتیجہ ظہور مین آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیر خان نے اپنی وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اُس میدان قیامت ناک سے رُخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی اور دلاوری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیر خان نے حمایت الٰہی پر تکیہ کرکے اپنا ہاتھی جسپر وہ سوار تھے خندق کے پانی مین ڈالدیا یہ واقعہ اگرچہ ہم عالمگیر نامہ اور ماثر الامرا سے لکھ رہے ہین مگر خافی خان و شاہنشاہنامہ وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہین مضمون سبکا ایک ہے مگر بعض کتاب مین صراحت زیادہ ہے۔ تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۷ مین شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہین کہ صبح نہین ہوئی کہ وہ آسامی دلیر خان کو خندق پر لیگیا جسکے پانی کی انتہا نہ تھی اور ادھر سے آسامیون نے طرح طرح کے جانستان حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے حقے اور پتھر برسنا شروع ہوے باوجود اس مرگ بے امان کے دلیر خان

نے اس برستی آگ مین اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند دلباختہ
افغانون نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہین ہے
اگر بحر خونخوار کے غرقاب ہونسے بچ گئے تو پتھرونپر سر ٹپکنے اور رائگان
جان دینے سے کیا فائدہ ہوگا رلے صائب کا مقتضایہ ہے کہ ابھی قابوے
وقت باقی ہے اپنے لشکرگاہ کو مراجعت کرین پھر قلعہ کی تسخیر کرین
دلیر خان[۱] نے تمام عمر منھ نہین پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور
شہادت کو سعادت دارین سمجھا فیلبان کو ہیبت ناک آواز سے

---

[۱] دلیر خان فیل را در ان آب بے پایان رانده و از بارید ن آتش بالانہ اندیشیده بعضے افغانان دلباختہ فہمانید ندکہ کاربان گذشتہ کہ امید نجات از میان آتش باشد معہذا از گرداب برآمدم سواے سر بسنگ زدن و جان رائگان دادن فائدہ نخواہد شد مناسب آنست کہ قابوے وقت باقیست بہ لشکرگاه مراجعت نموده باز بکار قلعہ باید پرداخت دلیر خان قبول نہ نموده آتش نبرد عار فرار بر خود گوارا نہ نموده وسعادت شہادت سرمایہ نجات دارین دانستہ بر فیلبان بانگ بہ ہیبت زد کہ فیل را پیش بران افغانان و بہادران جانفشان دیگر مثل قراول خان معدود چند بہ تبعیت دلیر خان، تکبیر گویان در آب زدند ہر کہ گولہ اجل میرسید بآب سر فرو برده باز سر بالا نمی توانست نمود جمعے کثیر در آب فرو رفت سہ چار گولی را مچنگی بر جوشن آغر خان و دلیر خان رسید و کارگر نہ شد آخر بر فافت چند شیر دلان بپاے حصار رسیدند دلیر خان بزور بازوے خود دید ہمدمان جان باز بالاے دیوار کوه آسمان شکوه برآمد و آسامیان بمقابلہ درآمدند با وجود ہجوم آن قوم شوم و قلت دلیران جان نثاران بمجرد بدار البوار پیوستن وجمعے رو بفرار آوردند خانخانان از وقوع چنین فتح نمایان بعد فتح خود در قلعہ آمده دلیر خان را آفرین گویان در بغل گرفت ہمہ ہمراہان را تحسین نموده دو رکعت شکر ادا نمود شاہنشاہ نامہ صفحہ (۴۵۰) و تاریخ خافی خان صفحہ (۳۰۰) قلمی۔

ڈالا کہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔
جب یہ حسن دلیری اُنکے جانباز بہادرون نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی تو انکی رگ جرات وغیرت بھی حرکت مین آئی اور اونھون نے اپنا پیر بھی آگے بڑھایا اور سب نے ملکر یورش کی۔
عالمگیر نامہ مین ہے کہ وہ موقع ایسا پرخطر اور میدان قیامت اثر تھا کہ بڑے بڑے پُردلان روزگار کے قدم ہیبت سے لرزتے تھے اور رُوئین تنون کی روحین خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھین دلیرخان نے اعدا سے وہ جنگ عظیم کی جو لابیان ہے خان ممدوح کے ہمراہیون نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسامیون نے قابو پاکر ایسا حربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہونچا بہت لوگ زخمی اور بڑی جماعت شہید ہوئی تین چار گولیان رامچنگی اور پانچ تیر دلیرخان کے لگے مگر چونکہ وہ زرہ چلتہ بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور کثرت سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے حوضہ اوسکا بند ہو گیا دلیرخان اپنے چند پہلوان لیکر قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور تائید الٰہی ایسی شامل ہوئی کہ دلیرخان کمال قوت اور انتہاے شجاعت سے جست کرکے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اونکے پیچھے اُنکے بہادر بھی پہونچے

دران موقف مخوف قیامت نمونہ عرصہ قیامت اثر پردلان روزگار را قدم ہمت از نہیب آن میلغزید و روان تہمتن و روح روئین تن از خوف استخوان بر خویش می لرزید با عداے نابکار داد و گیر داوند و جنگے عظیم در پیوستہ حربے صعب روداد صفحہ ۱۱۱ عالمگیر نامہ

اور اہل ضلالت سے جدال و قتال کرنے لگے۔
اس معرکہ کو خافی خان جو اکثر دلیر خان کو دیو نبرد کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب مین نہایت قدر افزا الفاظ سے یون لکھتا ہے کہ اس شب مین دلیر خان سے ایسی کارنمائی ظہور مین آئی جسکی شرح نہین ہو سکتی۔ بہت سے آسامی دلیر خان کے افغانون کے ہاتھون سے ہلاک ہوے۔ چند پتھر و گولیان انکے جوشن پر لگین مگر دلیر خان اپنے زور بازو اور کمند جرات و حملہ شجاعت سے جسطرح کہ شہباز جست کر کے شکار پر پہونچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر جو آسمان سے باتین کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ بہادری کی اور داد تہوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک شمہ انکی اس شجاعت کی داستان سے سنتا تو زبان انصاف سے تعریف کر کے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

سلہ دران شب از دلیر خان تردد ے کہ بشرح و بیان راست نیاید بعرصہ ظہور آمد و از مردمان نیز از دست افغانان دلیر خان جمع کثیر بدار البوار پیوستند سہ چار گولہ تفنگ و سنگ بر جوشن دلیر خان رسید دلیر خان بزور بازوے خود و ہمدان جان باز و کمند جرات و حملہ شجاعت مانند شہباز ے کہ خود را بقصد صید زند بالاے دیوار کوہ آسمان شکوہ برآمد و بعد برآمدن نیز چنان داد تہوری داد کہ اگر رستم دستان شمہ از ان داستان می شنید زبان بانصاف کشادہ ہم رستمے بر خود نمی پسندید اگر افراسیاب آن جرات و جلادت را مشاہدہ می نمود انگشت حیرت بدندان میگزید از منتخب اللباب قلمی و مطبوعہ جنگ اسام۔ ز تیغ نہنگے برافروختہ ✤ ز تیغ از نہنگان سر انداختہ چنان
خواست رزمے ز بالا و پست ✤ فتادہ یلان ہمچو از بادہ مست ۱۲

اگر افراسیاب وہ جرات و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے
اونگلی اپنے دانتون مین دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر مرتضے
اور دوسرے لوگ بھی حصار مین داخل ہوے اور جو مورچون مین تھے وہ بھی یاوری
ہمت سے خندق پھاند کر پہونچے۔ آسام والے جو محصور تھے۔ رعب کے مارے
بدحواس ہو گئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کیطرف اسی
اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیابر پر جو شملہ گڈہ کے حصار کے اندر ایک نہایت مضبوط
قلعہ تھا اور اوسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہیبت سے خالی ہو گیا بادشاہی بہادر اسکے
اندر بھی پہونچگئے محمود بیگ بخشی فوج لیکر ان مفرورون کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گروہ
کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا اور کچھ آدمیون کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ جمدھر مین مقیم
تھی وہ بھی شملہ گڈھ کے فتح ہوجانیکی خبر سنکر بھاگ گئی۔ تاریخ اخبار محبت و خافی خان
و شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحۂ ۳۰۷ مین ہے کہ خانخانان اس
فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور
دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی بعد ازان یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رعایا
کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت و اطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ وحشی اپنے
گھرون مین آباد رہین اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوے تھے انکو جہانگیر نگر کو بھیجا کہ بارود
کوٹین اور توپخانہ اور بعضے دیگر کارخانون کے کام کرین۔ کہتے ہین کہ خانخانان اور دلیر خان
اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جو اہل آسام ولایت کامروپ سے مسلمانون
کو گرفتار کر کے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے یار و دیار سے دور پڑے ہوے مبتلائے
عذاب تھے وہ رہائی پاکر اپنے مکانکو واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی و بلندی

ووسعت اور کثرت سامان کو دیکھکر متحیر تھا پانچ روز معہ لشکر کے قلعہ کلیا بر مین قیام کیا
بعد اوسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیگر قلعہ کلیا بر کا فوجدار مقرر کیا اور سید مرزا ے
سبزواری اور سید تاتار اور کشن سنگہ کو قلعہ جدہر کا تھانہ دار مقرر کرکے لشکر شاہی نے
کوچ کیا اور دو منزل تک دریاے برہماپتر پہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اسلیے دریا کے
کنارے سے گذر نہوسکا اور دریا کے کنارہ سے دور ہوکر پہاڑ کے پیچھے سے روانہ ہوا
جب لشکر سولہ گڈہ مین پہونچا تو راجہ کے مدار المہام نے جسکو وہانکی زبان مین بھوکن کہتے تھے
ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی
یعنے گواہٹی سے جسقدر راجہ وہانکی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی توپخانہ لیگیا ہے وہ
کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو ہاتھی ہین بھیجے تو صلح ہوسکتی ہے ورنہ عنقریب شاہی
لشکر اسکی راجدہانی کرگاؤن مین پہونچتا ہے۔ چونکہ یہ نامہ وپیام آسامیون کا صرف
فریب اور لشکر کے غافل کرنیکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اسلیے سپہ سالار
نے لشکر کو ہوشیاری وبیداری کی تاکید کی اور کرگاون کے فتح کے ارادہ سے ۲۷ رجب
کو لشکر چلکر لکھو گڈھ مین ٹھہرا یہان گیارہ ہاتھی راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے اوسی
اثنا مین ایک برہمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کیطرف سے ایک پاندان اور پیالہ طلائی
اور دو گھوڑے نقرئی اور کچھ اشرفیان اور ایک مکتوب جسمین ندامت کا اظہار اور صلح کی
درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی مکروفریب کی تھی خان معظم نے جواب دیا کہ بالفعل
لشکر بادشاہی کرگاؤن آتا ہے وہان پہونچکر جیسا مقتضاے مصلحت ہوگا عمل مین لایا
جائیگا۔ کرگاؤن دریاے دیکھو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریاے دہنک سے ملا ہوا ہے
مگر اوسمین اسقدر پانی نہین ہے کہ بڑی کشتیان چل سکین اسلیے لکھو گڈہ مین جو مجمع

دریاؤن کا ہے وہان بڑی کشتیان چھوڑنے کی راے تھی دلیر خان نے کہا کہ چھوٹی
کشتیان بناکر ہمراہ لیجائین اور بعض ضروری چیزونکو اونپر رکھکر کام مین لایا جاوے چنانچہ
این حسین جو جنگی بیڑون کا داروغہ تھا معہ منور خان وجمال خان وزمینداران بنگالہ کے
بیڑونکی حفاظت کو چھوڑا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غرہ شعبان کو لشکر کوچ کرکے
جسجگہ کہ راجہ کے بیڑونکا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیان راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئین
جو بادشاہی کارخانہ مین داخل کی گئین یہانپر ایک بڑا بتخانہ راجہ نے اپنے ایک برہمن
کے لیے بنوایا تھا یہان بھی تھانہ بٹھلایا گیا اسجگہ ایک نوشتہ ان مسلمانون سے کہ جو
ممالک بادشاہی سے کرگاؤن مین قید کرکے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ
نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آگیا ہے تو وہ اپنے اہل وعیال وزر وجواہر اور نفیس
اشیاء کو لیکر کوہستان کامروپ کیطرف بھاگ گیا ہے جو یہانسے چار کوس کی مسافت
پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل مین چھوڑ گیا ہے اور شہر معہ جملہ سامان کے بلا کسی
محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سنکر ۴ شعبان کو لشکر موضع لکھپور مین پہونچا اور وہانسے
فرہاد خان وسید محمد دیوان لشکر معہ چند سپاہیون کے نہایت جلد پیشتر سے روانہ ہوے
اور راجہ کے مال وسامان کے ضبط کرنے مین مصروف ہوے اسروز لشکر موضع ترہانی
مین جسجگہ دریاے دیکھو اور دریاے دہنگ ملا ہے جاکر ٹھہرا اس نولح مین ۱۶ ہاتھی
راجہ کے دستیاب ہوے اور ایک جماعت فوج کی لکھپور وترہانی اور موضع لام ڈانگ
مین انتظام کے لیے مقرر ہوئی ۱۰ شعبان سنہ جلوس کو شہر کرگاؤن یعنی دار الملک
آسام لشکر اسلام کے قبضے مین آگیا۔ کرگاؤن مین عرصے سے جو مسلمان کہ قید ہوکر آئے
تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہا کیے گئے انکی خوشی وشادمانی کا اندازہ حد بیان سے

باہر ہے گویا اونھون نے دوبارہ حیات پائی اور جو توپین کہ راجہ نے تالاب مین غرق کرادی تھین نکالی گئین چنانچہ دوسواسی توپین اور ایکسو سے زائد تعداد مین ہاتھی اور تین لاکھ کے تخمیناً سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آے اسکے علاوہ چھ سو چھہتر توپین منجملہ انکے ایک توپ تین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین اور ایکہزار دوسو رام جنگی یعنے بڑی بندوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بندوقین اور دو ہزار صندوق باروت جسمین ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار اٹھائیس سپر اور لوہا و سیسہ و شورہ و گندہک حد حساب سے زائد اور ایکہزار سے زیادہ کشتیان جنگی اور ایکسو بجرے آراستہ نہایت بڑے اور ایکسو بہتر انبار چانول کے جسمین ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا غنیمت غلہ کی تھی اگر یہ رسد غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش مین یقینی ہلاک ہوجاتا ان چیزون کے علاوہ بہت سی چیزین آسامیون نے چلتے وقت آگ لگا کر برباد کرڈالی تھین غرضکہ ۶ شوال ۱۰۷۲ھ ہجری کو یہ فتح حاصل ہوئی جسکے متعلق یہ شعر ہے ۔ کم واقع میشود بیک سال ٭ با کوچ بہار فتح آسام ٭ یہان جو مسلمان قید تھے انپر طرح طرح کے جور و ستم ان بیدینون نے کیے تھے اور انمین سے ایک جماعت کثیر کو راجہ مار کر چلا گیا تھا ان باقیماندہ مسلمانون کو خان معظم نے کشتیون پر بٹھلا کر انکے وطن کو روانہ کردیا اور ایک سال تک داے مالگذاری اور دیگر تکلیفات سے معاف کردیا کرگاون کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مزروعہ موضع سیملہ گڈہ سے کرگاون تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہان سے وہانتک ہر جگہ باغات میوہ دار ایسے مسلسل لگے ہوے تھے کہ گویا ایک باغ ہو جنکے درمیان رعایا کے مکانات اور ان

باغات مین رنگین وخوشبودار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا پھلونمین کیلہ کٹھل ترنج لیمو
انناس املہ بکثرت تھا باشندے وہانکے قوت وجرات ونشانہ لگانے مین طاق راجہ
کے مکانات کے گرد ایک باندا وسکے بعد بانس کی دیوار اور اوسکے چارونطرف ایک
خندق پرآب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس جونہایت وسیع اور بلند لکڑی
وگھاس سے بنائے تھے منجملہ اونکے ایک دیوانخانہ جسکا طول ایکسوپچاس گز اور عرض
چالیس جسکے چھیاسٹھ ستون اور دور ہر ستون کا چار گز جنپر لکڑیان منبت کار اور تختیان آئینی
صیقلکار جنپر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی وچمک پیدا ہوجاتی تھی اسکی تعمیر مین تین ہزار
نجار اور بارہ ہزار مزدور دوسال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل مین اکثر
بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے ڈھول وتاس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی
خوابگاہ کی محافظت مین تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا معتمد میر غضب
تھا راجہ کثرت حشم وخدم پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ اولو العزم کو خراج دیتا نہ انکی
اطاعت وفرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور دلیر خان معہ لشکر کے چندروز
گرگاؤن مین رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھرونمین آباد رہی انھون نے وہان
عالمگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال وسامان کو ضبط کیا اور کل بندوبست
ملکی ومالی سے فرصت حاصل کرکے اطمینان سے بیٹھے اور اس فتح کی عرضداشت بادشاہ
کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب مین بادشاہ نے ایک فرمان
مرحمت عنوان معہ خلعت کے بھیجا۔
اس اثنا مین برسات کا موسم آگیا وہان کی بارش ممالک ہندوستان سے مقدار مین
زیادہ ہوتی ہے اب ہوا کا چلنا اور پانی برسنا شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی جنگل و پہاڑ سے مور و ملخ کی طرح نکل پڑے اور وہ مفسد بید غدغہ
پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر موقع پاکر آتے اور حربے کرتے بارہا مقابلہ ہوا مگر
وہ ہر بار مغلوب ہوے ایکبار جب سر انداز خان اور محمد مراد بیگ کو کجپور کی تھانہ داری
اور وہان کے مفسدونکی گوشمالی کو بھیجا گیا اور ان دونون مین باہم نا اتفاقی پیش آئی اور
مراد بیگ اپنی خود رائی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیون کا بیڑا آگیا اور اسنے بادشاہی
بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور معہ اپنے ہمراہیون کے کشتیون سے اوتر کر کنارہ
پہونچا اور وہان سے ترہانی چلا گیا اس اثنا مین **دلیر خان کے افغان** بغیر چند
کشتیون کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنون کیطرف دوڑے اور ان کشتیونمین
جو قبضہ مین کرلی تھین دشمنون کے بیڑے سے ٹکراتے ہوے باہر نکلے اور دیولگانو پہونچے
مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے جسمین سامان رسد
وغیرہ تھا آسامیونکے قبضہ مین آگئے اور انھون نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کرلیا اور بادشاہی
لشکر کے قبضہ مین صرف کرگاؤن اور متھراپور کے کچھ نرہا یہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا
اسکے علاوہ رسد اور غلہ کے نرہنے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب
جسکو بجد لی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکر عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل
ملک کے باشندون کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے سرتابی

سلہ چون میر منزل بخجانہ طرف مسکن راجہ بر آورد از انتشار این خبر اسامیان چون مور و ملخ جوق جوق فراہم آمدہ شروع بشوخی
زیادہ از حد نمودند و دلیر خان بہ تنبیہ انجماعہ پرداختہ ہزارہا از ان قوم شوم قتل و اسیر می ساخت و خانخانان مقرر نمود
کہ سر مقتولان را بر گردن اسیران بستہ در لشکر تشہیر نمایند ۱۲ صفحہ ۲۰۰ تاریخ محمد ہاشم خافی خان۔
سلہ بغیر چند کشتی از افغانان دلیر خان کہ بمجرد ظہور نوارہ غنیم ان پردلان بہ نیروے بازوے جلادت ان سفاین بمیان نوارہ
مخالفان زدہ بدر رفتند و بہ دیولگاون رسیدند ۱۲ ترجمہ نامہ

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کامروپ سے اوترا اور قصبہ شولاکوری جو کرگاون سے چار منزل ہے اسمین اکر ٹھہرا اور بھوکن بھی نہرولی کے کنارہ جو قریب متھراپور کے دریا کے دہنک سے ملی ہے اور برسات کے موسم مین وہان ایک دریاے عظیم الشان ہوجاتا ہے آکر ٹھہرا اور تمام اس دیار کے لوگونکو طلب کیا اور وہان میدان حشر کیطرح مجمع اکٹھا ہوا اور نہایت جلد ایک دیوار بہت چوڑی ومضبوط تیس کوس تک بناکر تیار کی جسکا ایک کنارہ پہاڑ سے لگاکر دوسرا دریاے دہنک تک ملادیا تھا آسامیون نے کئی مرتبہ بڑی بڑی جمعتین اکٹھا کین اور دریا سے اوترکر دلیرخان کے لشکر پر شبخون مارنا اور نہایت سخت حملہ کرنا شروع کیے ایکمرتبہ دلیرخان خود سوار ہوکران ظالمون کے سرپر پہونچے اور ایسی دلیری کو دخل دیاکہ بڑی بھاری جماعت کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا جس سے دوبارہ آسامیون کو دلیرخان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نرہی بعض مرتبہ کالی گھٹائین ابر کی اوٹھکر اس شدت سے برستین کہ پانی سوارونکے رکاب تک آجاتا اور جس طرح کہ کثرت اشکباری سے عاشقونکی آنکھون کو کھولنے کی فرصت نہین ہوتی ہے پانی ایکدم کو

سلہ دوران شب تار دلیرخان کہ بذات نفس خود بدان تیرہ روزان مقابلہ کارزار افتاد ترددرستانہ دستی بہادرانہ بظہور آمد بعدہ آسامیان روبفرار آورد دلیرخان تاسہ گروہ میان آب گل تعاقب پرداختہ بسیارے راقتل رسانده مراجعت نمود صفحہ ۳۰ خافیخان

سلہ مقاہیر شقاوت فرجام چندین نوبت بجمعیت وہجوم تمام از آب گذشتہ برلشکر دلیرخان شبخون آوردند وآویزشہاے صعب کردند نوبتے آن خان شہامت شعار خود سوار شدہ بر آن مخذولان تاخت وجمعے کثیر را طعمہ صمصام انتقام ساخت ودیگر بار بہ لشکر او جسارت نہ نمودند۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۷۰۸۔ چون بنخانہ لشکر شاہی بہ طرف سکن راجہ برآوردار قند این جرا سامیان جوق جوق فراہم آمدہ شوخی زیادہ از حد نمودند دلیرخان ہزاران آنقوم قتل واسیر ساخت شاہنشاہ نامہ صفحہ ۲۶۳ لفوج صیہ سالار چند بار شوخی نمودند واز ہر دو طرف کشتہ شدند وآسامیان بعد کشتہ واسیر گردیدن فرار نمودند ومکرر برسر مورچال دیرخان ریختند وبسیار کشتہ گردیدہ وفرہادخان دوزخم برداشت ودلیرخان تاسہ کردہ دران لادگل تعاقب نمود ۱۲ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۵۷۔

مہلت نہ دیتا اس عرصہ مین بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپ لرزہ اور اسہال کی وبا پیدا ہوگئی صدہا آدمی لشکر کے مریض ہوکر مرنے لگے حتے کہ ایک بڑی جماعت بادشاہی لشکر کی ہلاک ہوگئی اور دو لاکھ تیس ہزار آسام کے لوگ بھی مرگئے اس آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑ گیا راستہ کے بند ہوجانیسے جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہوگیا لشکر مین نہایت مصیبت و مشکل کا سامنا ہوا۔ ایکسو تہتر انبار غلہ کے تھے منجملہ انکے سولہ انبار لشکر شاہی کے قبضہ مین رہے باقی آسامی شبخون مار کر لے گئے اس زمانہ مین اوقات بسری کو یہی چاول تھے اور دیگر جنس عنقا تھی عرصہ تک لشکر کی گائین ذبح کرکے گذر اوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار مین لیموں و نارنگی زیادہ پیدا ہوتے ہین وہ بھی کھائے گئے۔ ابتک جو کن صلح کی استدعا کرتا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور وبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی اسنے دیکھی مخالفت پر آمادہ ہوا متھرا پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھکر وہانسے لشکر نے کوچ کیا اور ۲۳ محرم ۵ سنہ جلوس کو کرگاون آیا آسامی اسبات سے اور بھی شرارتین کرنے لگے اور لشکر کو عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارتے بادشاہی لشکر مین رات بھر کوئی شخص آنکھ نہ جھپکاتا برابر بیدار رہتے ایکمرتبہ آسامیون نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات مین دلیر خان[1] اور راجہ سجان سنگھ کے مورچونپر آکر جدال و قتال کرنے لگے

---

[1] نوبتے مقاہیر اجتماعے عظیم نمودہ در مہتاب شبے بمورچال دلیر خان و راجہ سجان سنگھ آمدہ نائرہ جدال و قتال برافروختند و جمعے کثیر طعمہ صمصام انتقام مبارزان فیروزی مال گشتہ خیر خذلان و نکال حاصلے ندیدند و دلیر خان را از خیرگی و جرات آنہا عرق غیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمودہ بتعاقب آن جسارت کیشان پرداخت و تا نالہ کہ کار فرما تیغ جلادت بخون بسیارے از ملاعین رنگین ساخت و پس از وقوع این معنی اسامیان ضلالت کیش سراز بحملہ شبخون پرداختہ دیگر قدم جسارت بنزدیکی کرگاؤن نگذاشتند ۱۲- ۸۰۱ عالمگیر نامہ

دلیرخان کو اوسوقت شجاعت کا جوش آگیا خود اونکے تعاقب کو
اوٹھ کھڑے ہوے اور نالہ دند کا تک اسامیون کو بھگاتے اور انکو اپنی تلوار سے
ٹکڑے کرتے ہوے لے گئے اور ان شریرون کو ایسی گوشمالی دی کہ دوبارہ انکو پھر
شبخون کی جرات نرہی اور کرگاون کے نزدیک قدم نرکھا جب کرگاون مین بھی امراض
وبائیہ پیدا ہوگئے تو بجز صبر وشکر کے کوئی چارہ نرہا وسط ماہ صفر مین بارش کم ہوئی
اور مخالفین جنگل اور دروں مین بھاگ گئے غلہ وغیرہ کی رسد بھی آنے لگی راجہ جاکر کوہستان
کامروپ مین چھپا لشکر بادشاہی نے راستون کے کھلجانے سے آسامیون کو چار ونطرف
سے نکالدیا اب پھر عنایت الہی سے اہل اسلام کا پیر مصیبت کی دلدل سے نکل آیا
اور مخالفونکے امید کی کشتی خشکی مین آگئی ۴ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر شہر کرگاؤنسے
نالہ دند کا جو پایاب ہوچکا تھا اور نہر دلی سے کہ وہ بھی پایاب تھی اوتر کر بیدلی بھوکن کے
سر پر پہونچ گیا وہ ایک بڑا مجمع لیے ہوے پڑا تھا مگر خائف ہو کر بھاگا اور اوسکی
مورچال جو نہایت مضبوط تھی لشکر کے قبضہ مین آئی اور یہ نہایت عظیم فتح حاصل ہوئی
اسکے بعد آسامیونکو مایوسی ہوگئی اور ہمیشہ تک انکو اپنی کامیابی کی امید باقی نرہی ہرطرف
سے رعایا اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگی اسکے بعد بیدلی بھوکن جو نامی سردار اور
اس ملک کے بہادرون کا سرغنہ تھا راجہ سے رنجیدہ ہو کر معہ اپنے تین بھائیونکے
بادشاہی لشکر مین آگیا خانخانان نے اسکو خلعت عنایت کیا جسمین دھکدھگی وخنجر مرصع اور
گھوڑا تھا وہ نہایت خوش ہوا بھوکن کیوجہ سے چار ہزار جنگی اسامی لشکر مین آگئے اب
راجہ بہت گھبرایا اور اسکو اپنے سردارون کا اعتبار نرہا اکثر سردارونکے اہل وعیال
آہنی سیخون پر کھینچکر ہلاک کیے بھوکن کی نشاندہی سے راجہ کے اکثر ہاتھی دستیاب ہوے

اس عرصہ مین راجہ کے نکالنے کے لیے بادشاہی لشکر کامروپ کیطرف بڑھا مگر اتفاق
سے خانخانان مرض الموت مین مبتلا ہوگیا اور اسکا آزار روز بروز بڑھتا گیا راجہ ہمیشہ
صلح کے لیے اپنے سفیر بھیجکر عاجزی کرتا تھا مگر اوسکی استدعا قبول نہین ہوتی تھی اب
راجہ[۱] نے جانا کہ مین عنقریب گرفتار ہوجاونگا تو اُسنے دلیر خان کا توسل
ڈھونڈھا اور اونکا دامن پکڑا دلیر خان نے راجہ کی عرضداشت پر
توجہ کی اور خانخانان کو راضی کردیا، اجمادی الثانی کو لشکر موضع تپام مین
پہونچا تپام درہ نامروپ کے برابر ہے وہان کا راجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا
اسی جگہ راجہ آسام کے وکیل صلحنامہ کی شرطین طے کرنیکو آے بعد گفتگوے دراز کے
یہ امور[۲] قرار پاے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ تپام کی لڑکی اور بیس ہزار تولے
سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس ہاتھی بادشاہ کو پیش کرے اور

---

[۱] راجہ ضلالت آئین کہ ہموارہ بارسال سفراو وسیلہ امرا التماس صلح و طلب عفو می نمود و بقبول مقرون نمیشد
درینوقت کہ گرفتاری و استیصال خویش قریب الوقوع میدید بہ دلیر خان توسل جستہ در التماس مصالحت و
اظہار عجز و مسکنت مبالغہ کرد و آن خان شہامت نشان بنا بر صلاح وقت خانخانان را باین معنی راضی
ساخت ۱۱- ۸۰۷ عالمگیر نامہ

[۲] و پس از گفتگوے بسیار چنین قرار یافت کہ راجہ بالفعل صبیۂ خود با دختر راجہ تپام و بست ہزار تولہ طلا
و یک لک و بست ہزار تولہ نقرہ و بست زنجیر فیل برسم پیشکش و پانزدہ زنجیر فیل براے خانان و پنج زنجیر فیل بجہت
دلیر خان بفرستد و متعاقب در عرض دوازدہ ماہ سہ لک تولہ و نوز زنجیر فیل بسرکار بادشاہی واصل سازد و ہر سال
بست زنجیر فیل پیشکش می فرستادہ باشد و تا وصول تتمہ پیشکش کہ اداے آن در مدت دوازدہ ماہ مقرر شدہ بود چہار کس
از عمدہ ارکان دولت و حکومت خود برسم گروگان ہمراہ لشکر ظفر پناہ بہ بنگالہ فرستد و فرزندان و عیال بدلی بھوکن
با برخے از رعایاے ولایت کامروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جبال محبوس بودند بہ لشکر ظفر اثر رساند
و نیز مقرر شد کہ از دست اوترکول ولایت ورنگ کہ یکطرفش گواہتی و طرف دیگرش بدریاے الی برادری کہ از حوالی قصبہ ہم

پندرہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کرے اور ایکسال
کے اندر تین لاکھ تولے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی مین داخل کرے
اور ہر سال بیس ہاتھی پیشکش سالانہ کے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور تا اداے رقم
پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹونکو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر مین حاضر
رکھین اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہین اور بدلے بھوکن کے اہل و عیال
اور کچھ رعایاے کامروپ جو ولایت نامروپ مین قید تھی لشکر بادشاہی مین پہونچائی
جاے اور یہ امر بھی قرار پایا کہ اوتر کول سے ولایت دزنگ تک جسکے ایک طرف
گواہٹی ہے اور دوسری طرف اسکے دریلے آلی براری ہے جو حوالی قصبہ جدھر سے
گذرتا ہے اور دکن کول سے ولایت بیل تلی وڈومریہ کہ کبھی بادشاہی قبضہ مین نہ تھی
ممالک محروسہ مین داخل کیجاوے چنانچہ ان امور کا عہدنامہ راجہ کیطرف سے اور قبولنامہ
خانخانان کیطرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع
ہوا امیر مرتضے کو لکھا گیا کہ توپخانہ اور دیگر اشیا جو کر گاؤن مین ہین اور وہ رعایا جو مسلمان
و ہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار ہے انکو لیکر لشکرگاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر
ہوا کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھانیکو کر گانو بھیجے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے دکیل
پیشکش معینہ مین سونا و چاندی اور راجہ آسام اور راجہ تپام کی لڑکیان اور ارکان دولت
کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائین اپنے ہمراہ لاے الحاصل

تتمیہ صفحہ ماقبل میگوید متصل است از جانب کول ولایت بیل تلی وڈومریہ کہ ہیچگاہ در تصرف بندہاے بادشاہی نبودہ داخل پیشکش و
ضمیمہ ممالک محروسہ باشد و حد فاصل میان مملکت بادشاہی و ولایت آسام در جانب کر کول دریلے کلنگ در اطراف
کول دریا آلی براری قرار یافت و عہدنامہ مشتمل بر تعہد این امور از جانب آسامیان و قولنامہ از قبل خانخانان
نوشتہ شد ۱۲ عالمگیرنامہ

۱۰ ماہ مذکور سنہ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھوگڈھ پہونچا وہان میر مرتضے تمام اشیا اور ایک خلقت کثیر لاکر موجود ہوا اوسنے آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم برسات کا سر پر آرہا تھا اور کل اہل لشکر وہانکے قیام سے گھبراکر بھاگنے کو تیار تھے اسلیے خانخانان معہ لشکر کے پیشتر بنگالہ کو روانہ ہوا اور دلیرخان معہ لشکر اور جنگی بیڑون کے بعرض وصول پیشکش جس مین ہاتھی وغیرہ رہگئے تھے ٹھہر گئے[1] خانخانان حدود بادشاہی کو جو ابھی مقرر ہوے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو مین جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے آکر ٹھہرا وہان شاہی فرمان صادر ہوا کہ رشید خان کو ولایت نامروپ کا فوجدار مقرر کیا جاے چنانچہ حسب الحکم وہ وہان مقرر کیے گئے دوسرے روز[2] دلیر خان آٹھ ہاتھی پیشکش کے لیکر آگئے اور وہان سے کل لشکر کوچ پر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دوبارہ تسخیر کے لیے عسکر خان مقرر ہوے ۲ رمضان سنہ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور رہا تھا کہ خانخانان[3] نے انتقال کیا بنگالہ کے وقایع نگار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

---

[1] دلیرخان را با اکثر لشکر و نوارہ بانتظار رسیدن برخے از فیلان پیشکش که هنوز نرسیده بود در لکھوگڈه گذاشته ۱۲ عالمگیرنامہ

[2] روز دیگر دلیرخان از لکھوگڈه رسیده هشت زنجیر فیل که راجه آسام از جمله فیلان پیشکش بتعاقب ارسال داشته بود رسانید ۱۲ عالمگیرنامہ ۸۱۲

[3] اسموقع پر دلیرخان کے دوست خانخانان کا مختصر حال لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے. خانخانان کا نام میر محمد سعید اور خطاب میر جملہ معظم خان خانخانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبالمند سردار تھا اصفہان کے اردستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش نے اسکو پرورش کیا تھا اسنے اسکی کل املاک پاکر اپنی حسن لیاقت سے بادشاہی دربارون مین رسائی پیدا کی سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی گلکنڈہ نے اسکی لیاقت و دولت دیکھکر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر جملہ دیا اسنے عرصہ تک دکن کا خوب انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن برہم ہوا تو یہ آزردہ خاطر ہوکر اورنگ زیب کے توسل سے شاہجہان کے دربار مین

لاہور مین ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ وہ نہایت کارگذار اور خیر خواہ سلطنت تھا ہر طرح سے اوسکی روح کو ثواب پہونچایا گیا او

حاشیہ صفحہ ماقبل چلا آیا شاہجہان نے اسکے استقبال کو دانشمند خان کو بھیجا اسنے نذر مین ایک الماس قیمتی دو لاکھ کا اور ہاتھی وغیرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجہان نے ششش ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کر کے معظم خان خطاب و پانچ لاکھ روپیہ اور قلمدان مرصع وزارت کا مرحمت کیا اور اوسکے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ مین سعد اللہ خان کا انتقال ہو گیا تھا اسلیے بادشاہ نے راجہ رگھناتھ جسمین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر تھا اور چندر بہان جو فاضل خان کا تربیت یافتہ تھا مقدمات وزارت پر مددگار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی مہم پر یہ مقرر ہوا اور وہان اسنے کارنمائی کی اور جاگیر پائی۔ جب اورنگ زیب نے باپ کی علالت مین اسے مصلحتاً نظر بند کیا تو شاہجہان نے اسکے بارہ مین بیٹے کو لکھا (کہ از باز پرس روز جزا نہ اندیشیدہ) اس بیگناہ کو قید کیا جنگ کھجوہ مین عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے پیچھے خاصہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فتح مین ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور وہان فتحیابی حاصل کر کے خطاب خانخانان و جاگیر پائی بعدہ آسام کی مہم سر کی وہان کی ردائت آب و ہوا سے علیل ہوا ۱۸ ربیع الثانی کو یہ دریا دہنک کے پاس آسامیون کا مورچہ دیکھنے گیا یکبارگی اسکو غش آگیا گھوڑے سے اوتر کر تکیہ لگایا اور ایک گھنٹہ بیہوش رہا بعدہ خیمہ گاہ کو آیا اس حالت مین فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر آسام سے نہ جانے پایا تو ہم خود جدا ہو کر یہان سے بنگالہ چلے جائینگے اس دل آزار فقرے سے اسے اور روحانی صدمہ ہوا آخر کار واپسی لشکر مین وہ ۲ رمضان بروز چہارشنبہ ۱۰۷۳ ہجری مطابق ۶ سنہ جلوس کو انتقال کر گیا۔ یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار دور اندیش اہل قلم اور صاحب علم تھا دونون جوہر اسکے ذات مین تھے کوئی امیر قریب العہد اسکا مقابل نہ تھا اور کشور کشائی مین نہایت فتح نصیب تھا قصبہ تلنگانہ دکن مین اسکی یادگار ہے حیدر آباد مین اسکے نام کا تالاب و باغ و حویلی مشہور ہے۔

+ + + + + + + + + +

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہونچا اور
وہان دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہونچا اور وہ حسب الطلب
بنگالہ سے دار السلطنت کو آئے اوسوقت دلیر خان نے بادشاہ
کو ہاتھی اور نو گھوڑے ٹانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان
کو خلعت پہنوایا اور انکو اپنے ہمچشمون مین نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا
اسکے بعد دلیر خان کو اونکی جاگیر پر جانے کی اجازت دیگئی اور رخصت
کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا ساز طلائی تھا
انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ عالمگیر کے ساتوین سال جلوس اور اڑتالیسوین برس
عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ ۱۰۷۴ھ تھے۔

نواب دلیر خان کا معہ راجہ جے سنگھ کے دکن جاکر سیواجی مرہٹہ کی مہم فتح کرنا

سیواجی نے جب ملک دکن مین قزاقی کا پیشہ اختیار کرکے لوٹ مار مچائی
اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اوسکے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اسنے
اعلانیہ غارتگری کرکے اپنے ملک کے حدود وسیع کر لیے اور بہت سے قلعے
چھینکر راجہ بن بیٹھا ایک بڑی جماعت اُسکے پاس ہوگئی اور چونکہ اسکی ولایت دریاے

سلہ و دلیر خان بموجب یرلیغ طلب از بنگالہ رسید و بدولت زمین بوس فایز گردیدہ یک زنجیر فیل و نہ اسپ ٹانگن برسم پیشکش گذرانیدہ بعطاے خلعت کسوت افتخار پوشیدہ ۱۲ ۸۵۸ عالمگیر نامہ

سلہ و دلیر خان بعنایت اسپ با ساز طلا مباہی گشتہ رخصت جاگیر یافت ۸۶۰ عالمگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اسلیے بعض بندر جو اسکے قریب اور تصرف مین تھے وہان جو جہاز
لیجاتا اسکو موقع پاکر غارت کر لیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان مین پڑجانیسے
کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسمین جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان
تھے سیواجی نے ان سبکو قید کر لیا اور طرح طرح کی انکو ایذائین پہونچائین چنانچہ
اسکے ثبوت مین علاوہ فارسی تاریخونکے مسٹر ڈی لافوزام اے ہسٹری انڈیا مین
جو بزبان انگریزی انٹرنس کورس مین داخل ہے یون لکھتے ہین کہ سنہ ۱۶۶۴ء مین شہر
سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیواجی نے اپنے آپ کو راجہ کہلانا شروع کیا چونکہ اسیطرح
کی غارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہو گئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت اور
زیادہ بڑھ گئی اسلیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد غارتگری
شہر سورت کے حاجیونکے جہازونکو جو بندر سورت سے روانہ ہوا کرتے تھے غارت
کیا یہ ایسی بات نہ تھی کہ عالمگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کر دیتی اسلیے اسنے
ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی
لڑائی کے بعد سیواجی نے شکست پائی اور مغلوب ہو کر صلح کی عہدنامے کے یہ شرائط
قرار پاے کہ بیس قلعے وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجاپور کے مقابلہ مین معہ
اپنی فوج کے مغلونکی شرکت کرے اسکے عوض مین چند اضلاع سے اسکو چوتھ
لینے کی اجازت دیگئی اور اسکے لڑکے کو فوج مین پانچہزار سوارون کا افسر بنایا گیا
انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخونسے بھی کچھ مختصر حال سیواجی کا یہان پر
لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے سیواجی کی حالت کچھ عجیب مکر و فریب کی تھی کبھی
وہ عالمگیر سے لڑ رہا ہے اور کبھی عالمگیر کیطرف سے وہ عادل شاہ کے قلع قمع کرنے مین

مصروف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاکی سے نکل گیا عجیب بہادر و چالاک آدمی
تھا مگر محض ناخواندہ اپنا نام بھی نہین لکھ سکتا مسلمانون سے سخت تعصب رکھتا
تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی اوس قوم کا
ایک شخص تھا جو دیوگڈہ عرف دولت آباد مین رہتا تھا اسکے بیٹے مالوجی کے کوئی
اولاد نہ تھی احمدنگر مین ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالوجی کے بیٹا پیدا ہوا
جسکا نام فقیر کیوجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔ مالوجی ایک چالاک سلحدار تھا جسنے حسن
خدمتگذاری سے جادو راے کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرلی اس بیوی سے شاہ جی
کے گھر سیواجی پیدا ہوا جب سیواجی کی مان شاہ جی سے ناراض ہوکر کہ اسنے
دوسری شادی کرلی تھی اپنے میکہ پونہ چلی آئی تو سیواجی ساتھ تھا۔ سیواجی کی پیدایش
کا زمانہ ۱۶۲۷ء ہے اسوقت مین تین سلاطین کا تخت دکن مین ڈگمگا رہا تھا
اور مغلون کے ہاتھ سے اوسکی مان ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ مین لیے پھرتی تھی
آخر کو وہ گرفتار ہوگئی سیواجی کو سپاہگری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے
سیواجی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لٹیرون کی صحبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا
اسکے بعد ایک جماعت پیدا کر کے شہر اور قلعون پر حملہ کرنا شروع کیا۔ مرہٹون کی ترقی
کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹونکو بطور کمک کے ملازم
رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بقاعدہ فوج کے انسے مدد لیتے تھے جب سیواجی نے
بیجاپور کی سلطنت مین جو پہاڑی قلعے تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہونیکی وجہ سے
اکثر بجز قلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ مین کیا اسپر والی بیجاپور نے
سیواجی کے باپ شاہ جی کو قید کردیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ مار نہ اٹھا سکا

بیجا راجا باپ کی رہائی کے بعد اوسنے افضل خان میر لشکر بیجا پور کو دھوکہ سے مار لیا اور
راجگڈھ کو اپنا راجدھانی بنایا اوسوقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اسنے اسکے قلعے
اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیواجی اسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا اورنگ زیب
اس عہد مین دکن کا ناظم تھا سیواجی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہجہان کی
علالت سے شاہزادونمین باہمی جنگ وجدال ہوا اورنگ زیب دکن سے
دار السلطنت دلی چلا آیا تو اسنے مہلت پاکر شاہی حدود مین دست اندازی شروع
کی اور رات کے وقت قلعہ جنیر کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کرکے خوب لوٹا سیواجی نے
اورنگ زیب کے معاملہ مین بڑی غلطی کی اوسکی زور و قوت و عقل و سپاہ کا ٹھیک تخمینہ
نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے ماموں شایستہ خان امیر الامرا کو سیواجی کی تنبیہ کو بھیجا
چنانچہ سنہ ہجری مین امیر الامرا نے قصبۂ سوپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کرلیا اور سیواجی
امیر الامرا کے خوف سے بھاگتا پھرا۔امیر الامرا قصبہ پونہ مین اس حویلی مین جو سیوا
کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا مگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی بارات مکر سے لایا اور امیر الامرا
پر چھاپہ مارا امیر الامرا زخمی ہوا اور اوسکا فرزند ابو الفتح ہلاک ہوا سیواجی نے شہر
سورت کو جسے اس زمانہ مین باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیون کے جہاز کو
غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اسلیے عالمگیر کے آتش غضب کا
شعلہ بھڑک اوٹھا اور اسنے پیشتر راجہ جسونت کو سیواجی کے استیصال کو بھیجا
جب اونسے خاطر خواہ یہ مہم سر نہ ہوسکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگہ اور دلیر خان
کو اوسپر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگہ نہایت تجربہ کار و ہوشیار سردار تھے انکے پاس
پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیر خان شجاعت اور دیانت مین امرائے

نامدار سے تھے منتخب کیئے گئے اور چند امرا بھی اس مہم کے لیے انکے ساتھ مامور
ہوے اوس زمانہ مین دلیر خان اپنی جاگیر پر تھے انکے نام بادشاہ
نے فرمان بھیجا کہ سیواجی کی گوشمالی مابدولت کو منظور ہے تم اپنی جاگیر سے
جدا ہوکر اس مہم کیطرف روانہ ہوا ور راجہ جے سنگہ سے مل لو چودہ ہزار سوار اس
مہم کے لیے مقرر کیے گئے اس عرصہ مین بادشاہ کے وزن کا جشن منعقد ہوا
دلیر خان کو خلعت و ہاتھی بھیجا گیا القصہ حسب الحکم دلیر خان اپنی جاگیر
سے دکن کو روانہ ہوے جو لشکر کہ سیواجی کی مہم کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ۱۹ ربیع الاول
سنہ جلوس کو دارالخلافت سے دکن کو روانہ ہوا اور ۴ شعبان کو اورنگ آباد دکن
پہونچگیا وہان شاہزادہ محمد معظم جو ناظم دکن تھا اوسکی خدمت مین حاضر ہوا چار روز وہان
قیام کرکے ۸ ماہ مذکور کو وہان سے پونہ کو روانہ ہوا اور ۲۵ تاریخ کو قصبہ پونہ مین پہنچگیا
اور مہاراجہ جسونت سے حسب الحکم بادشاہ کے مہاراجہ جے سنگھ نے کل سامان و
اختیارات کا چارج لیا اسکے بعد وہان کا انتظام شروع کیا گیا قطب الدین خان کو سات
ہزار سوار دیکر قلعہ جنیر کیطرف بھیجا گیا اور قلعہ لوہ گڈہ مین تھانہ بٹھلایا گیا اور تین ہزار سوار
وہان تعینات کیے گئے اور جہان جہان کہ غنیم کے غلبہ کا گمان تھا وہان لشکر مقرر
کیا گیا احتشام خان کو چار ہزار سوار پونہ کی حراست کے واسطے دیے گئے ان ب

حاشیہ صفحہ ماقبل سلہ راجہ جیسنگہ و چندے از امرائے نامدار و عمدہائے آستان سپہر مدار مثل دلیرخان و داؤد خان و زبردست خان و راجہ سجان سنگہ و رائے سنگہ وغیرہ قریب چہاردہ ہزار بودند تبقدیم این خدمت تعین نمودہ و بدان صوب مرخص کردند۔
سلہ یرلیغ گیتی مطاع بنام دلیرخان و احتشام خان و برخے دیگر کہ در محال تیول خویش بودند بشرف صدور پیوست کہ ازانجا عازم مقصد گشتہ براجہ بپیوستند ۱۲۔ ۸۶۸ عالمگیر نامہ
سلہ بجہت دلیرخان خلعت و یک زنجیر فیل و برائے احتشام خان خلعت مرسل گشت ۸۸۱ عالمگیر نامہ

انتظامات کے بعد یہ راے قرار پائی کہ قلعہ پورندھرا اور رودرمال جو سب سے بڑے قلعے سیواجی کے ہین پہلے فتح کیے جائین یہ دونون قلعے ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع تھے ۲۲ رمضان المبارک کو یہ لشکر جسجگہ سے کہ ساسور یک منزل کے قریب تھا پہونچا دلیر خان جو مقدمۃ الجیش فیروزی سے تھے اپنی فوج د توپخانہ لیکر قلعہ کیطرف سب سے پیشتر روانہ ہوے چونکہ زمین کتل دار و دشوار گذار تھی اسکو طے کرکے ساسور مین پہونچے اسکے بعد ہی آگے بڑھے اور اوترنیکے خیال مین تھے انکے سوار کھڑے ہوے اچھی پڑاؤ کیلئے جگہہ تلاش کر رہے تھے کہ غنیم کی فوج نمودار ہوئی اور قریب آکر لڑنے لگی دلیر خان نے پہلے اپنی فوج کو ترتیب دیا جب کل فوج درست ہوگئی اسکے بعد مرہٹہ کی فوج پر حملہ کردیا وہ اُنکے حملہ اور مقابلہ کی تاب نہ لائی اور پہاڑ

سلہ و در سال ہفتم دلیر خان ہمراہی راجہ جیسنگہ باستیصال سیوا بھونسلہ کہ ریشہ استقلال در سرزمین دکن فرو برد و تباخت و تاراج غبار شورش برانگیختہ بود دستوری یافت و چون راجہ در سال ہشتم بانتزاع قلاع سیوا ہمت برگماشت و از قصبہ پونہ بکشایش قلعہ پورندھر و درمال روانہ گردید دلیر خان کہ مقدمۃ الجیش فیروزی بود با فوج ہراول و توپخانے منصور پیشتر روانہ شد از کتل ساسور گذشتہ نزدیک بدان مکان درصدد نزول بود کہ ناگاہ فوجے از اعادی نمودار گشتہ غبار انگیز پیکار شد آن خان شہامت پرور سپاہ ظفر اثر را توزک کردہ بر آن جسارت کیشان حملہ آور شد آنہا بحملہ بہادرانہ تاب مقاومت نیاوردہ جنگے بگریز کردہ بجانب کوہے کہ آن ہر دو قلعہ بر فراز ان بود کشید دلیر خان جنگ کنان و خصم افگنان بدآن کوہ برآمد و بسیارے را طعمۂ شمشیر گردانیدہ و معمورہ کہ در کمر کوہ بود و آنرا ماچی گویند آتش زدہ بعزم محاصرہ پیش رفت چون مردم ہر دو حصار برق افروز توپ و تفنگ گشتہ خان مذکور پاے ہمت نکشیدہ بپاوری شہامت و بسالت متصل حصن پورندھر رسیدہ بحاللہ مورچال بست و چون چندے در محاصرہ ہر دو حصار بہ نبرد آرائی و ہنگامہ افزائی گذشت یک برج قلعہ رودرمال بصدمات متواتر توپہا بانہدام یافت۔ از مآثر الامرا و عالمگیر نامہ

کیطرف جدہر قلعے تھے جنگ فرار آمیز کرتی ہوئی بھاگی دلیر خان اس فوج کو مارتے اور پسپا کرتے ہوے دامن کوہ تک پہونچے بہت سی جماعت دلیرخان نے اور اونکے بہادرون نے قتل کروائی کچھ لوگ قلعہ کے حصار مین جا کر پناہ گزین ہوے اور جو باقی تھے وہ ادہر اودھر بھاگ گئے دلیر خان معہ اپنی فوج کے پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے اور کمر کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہانکے لوگ باچی کہتے تھے اوسمین آگ لگادی اور قلعہ کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دونون قلعونمین جو لوگ محصور تھے اونہون نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ برسانا شروع کی مگر دلیر خان نے اپنی خدا داد ہمت سے اوس جلتی ہوئی آگ سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہر کے نزدیک پہونچ گئے اور نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر دوڑ کر دلیر خان کے لشکر کیطرف آیا دلیر خان نے اپنی سپاہ اور دونون بھتیجے غیرت خان و مظفر خان اور دوسرے افغانون کو لیکر قلعہ رودر مال کے پاس مورچال باندھی اور آتش خان میر آتش کو معہ توپخانہ کے لیکر دونون حصارون کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیسنگہ دوسرے روز جسجگہ کہ ٹھہرے تھے وہان سے کوچ کر کے ساسور آے اور قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑاو ڈالا اور مورچے دیکھکر اپنے قیامگاہ کو واپس گئے کمک کی خبر گیری اور دیگر انتظام مین مصروف ہوے اس عرصہ مین احتشام خان جو نہایت کارگذار اور بہادر سردار تھے اور پونہ کے تھانہ داری پر معہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے وقائع نگار نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجاے اونکے قباد خان پونہ کے محافظ مقرر ہوے رات دن شاہی لشکر اور مرہٹون سے لڑائی برپا رہتی تھی ادہر سے بہادر ٹہنگی اور ادھر سے

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اسی اثنا میں ایک برج قلعہ زور مال کا جسپر برابر گولہ باری ہورہی تھی ٹوٹ گیا **دلیر خان** اپنی فوج کو ترغیب دیکر ۶ شوال کو اس قلعہ کے برج پر چڑھا لے گئے جو لوگ کہ اس برج کی محافظت کرنے تھے وہ انکے مقابلہ کی تاب نہ لاے اور گھبرا کر اس برج کے مقابل ایک گھیرا تھا اسکے اندر گھس گئے **دلیر خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر** گاڑ دیا محافظون نے **پناہ مانگی** اس یورش مین چار آدمی دلیر خان کے زخمی ہوے اور سات آدمی مخالف کے جان سے مارے گئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوے جب راجہ جے سنگہ کو یہ معلوم ہوا تو اونھون نے اپنے بیٹے کیرت سنگہ کو ایک بڑی جماعت راجپوتون اور پٹھانون کی دیکر بھیجا کہ دلیر خان کے لشکر مین پہونچکر اونکے افغانون کے ساتھ ہوکر حصار کی تسخیر مین کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال وقتال رہا کرتا تھا اور توپخانہ کے آلات سے اہل قلعہ کو تنگ کیا جاتا تھا جب محافظون نے دیکھا کہ ہم مین محافظت اور مقابلہ کی تاب نہین ہے تو اونھون نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر آکر **دلیر خان کے پاس حاضر ہوے** اب یہ قلعہ فتح ہوکر بادشاہی بہادرون کے ہاتھ آگیا **دلیر خان نے** اس گروہ کے **دو سردارون کو جو قلعہ** دار تھے **خلعت دیا** اور انکو معہ دیگر ہمراہیون کے راجہ کے پاس بھیجدیا راجہ نے بھی چند شخصونکو خلعت دیکر اور انکے ہتیار لیکر سبکو انکے وطن چلے جانیکے لیے

۵۰؎ دلیر خان مردم خود را تحریص بیورش نمودہ بر فراز ان برج بر آوردہ محافظان بزینہار در آوردند ۱۲

۵۱؎ درین یورش و آویزش چہار کس از تابینان دلیر خان پیکر مردمی بزینت زخم آراستند ۱۲

۵۲؎ دانزد روز محصوران از قلعہ بیرون آمدہ دلیر خان ملاقی شدند و از فرقہ مذکور دو سردار را دلیر خان خلعت دادہ با دیگر ہمراہانش پیش راجہ فرستاد ۱۲

رخصت کر دیا اُس قلعہ کی فتح مین کل پچاس سوار اور تیس پیادے بادشاہی لشکر کے کام آئے اور تیس سوار اور ستتر پیادے زخمی ہوئے اس فتح کے بعد داود خان کو معہ چند سردارون کے سات ہزار سوار دیکر سیواجی کے ملک کی تاراجی کے لیئے بھیجا گیا قطب الدین خان نے جنیر سے اور لودیخان نے تلوکن سے غرضکہ سب نے ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوون کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے مویشی گرفتار کیے تاکہ سیواجی ہر طرف سے عاجز آکر پناہ مانگے اور وہ رعایا کہ تمام بدچلن اور بدطریقہ تھی گوشمالی پائے۔ بندگان خدا کو اُسکی رہزنی اور غارتگری سے نہ ستائے ایک رات مخالفین نے دوسرے قلعہ سے نکلکر بادشاہی لشکر پر چھاپہ مارا کیرت سنگھ معہ اپنے لشکر کے ہوشیار رہتے تھے وہان انکی نہ چلی رسول بیگ معہ ہمراہیونکے غافل پڑا ہوا تھا مرہٹون نے اسکے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چودہ شخصونکو زخمی کیا جب شور و غل کی آواز بلند ہوئی زبردست خان اور محمود ملازم دلیر خان کا اور دلیر خان کے دوسرے افغان پہونچگئے اور اون سے لڑنے لگے چار آدمی مخالف کے قتل کرڈالے اور بہت سے مرہٹے زخمی کیئے باقی اپنی جان بچاکر بھاگے اور قلعہ مین جاکر دم لیا اسکے بعد پھر ایک گروہ اوسی فریق کا اپنے مقتولون کی نعشین اوٹھانیکو قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر سعادت مورچہ بردل خان اور سوبھکرن بندیلہ کا تھا اونھون نے انکو بھگایا اس حملہ مین آٹھ آدمی مخالف کے زخمی اور چار آدمی جان سے مارے گئے اور بہت سے زخم کھاکر بھاگے داود خان و راجہ رائے سنگھ جو ملک کی خرابی کے لیئے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو نواحی رودہیرہ اور

لہ زبردست خان ازمور چال خود و محمود ملازم دلیر خان با جمعے از ان خان شہامت نشان رسیدہ بمقہورین در آویختند و چہار تن را طعمۂ صمصام انتقام ساختند بسیارے مجروح و خستہ گردانیدند بقیۃ السیف نیم جانے بر آوردہ بہ پناہ قلعہ در رفتند ۱۲ کے از تاسیاں لرفی جان گشتہ

قلعہ راجگڈھ کے قریب پہونچگئے پچاس گاؤن اون موذیون کے برباد کیے اور چار موضع جنکے باشندے لڑنیکو آے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعہ کنواری اور قلعہ لوہ گڈہ وغیرہ کیطرف بھی جاکر تاخت وتاراجی کیگئی اور اس نواح کے شریر رعایا کی گوشمالی کرکے قریب قصبہ پونہ کے جاکر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب اس اطراف کو خراب کرچکے تو ۱۴ ذیقعدہ کو لشکرگاہ واپس آے کچھ باغی لوہ گڈہ کی چوٹی پر جمع ہوکر لڑائی کو آمادہ ہوے قطب الدین خان نے وہان پہونچکر خوب انکی سرکوبی کی کچھ قتل ہوے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید مین آے وہ تعداد مین تین سو مرد وعورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کرکے لاے گئے قلعہ رورمال تو فتح ہوچکا تھا اب قلعہ پورندھر باقی تھا اور اسپر دمدمہ بنایا جاتا تھا چنانچہ ۲۴ ذیقعدہ کو دمدمہ بنکر تیار ہوگیا اور سفید برج کے مقابلہ مین دمدمہ پر توپخانہ لگایا گیا اور اوسپر سے لڑائی شروع ہوئی اودہر سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دفعہ کرنے پر آمادہ ہوے پہلے دلیر خان کی سپاہ معہ اور بہادرون کے مورچال پر پہونچگئی اور انکے پیچھے زبردست خان برادر دلیر خان اور آتش خان داروغہ توپخانہ پہونچے اونہنگا جدال وقتال کا گرم ہوا طرفین سے ماردہاڑ کی خوب کوشش ہوئی اس جنگ مین دلیر خان کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگہ کا ایک عمدہ ملازم بھوبت سنگہ جو پانسو آدمیونکا سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالف کے مارے گئے اسوقت [1] دلیر خان دمدمہ کے پاس کھڑے ہوے اپنی فوج کو تاکید جنگ کی کررہے تھے اور آگے انکو

---

[1] دلیر خان متصل دمدمہ ایستادہ تاکید جنگ وکارزار وقیام پیش برد کار میکرد بصدمات توپخانہ در برج سفید شکست بحیثیت در رخنہ بسیار راہ یافتہ مبارزان نصرت نشان بکر یورش کردند وخود را بپاے برج رسانیدہ شروع در کاوش آن نمودند عالمگیر نامہ صفحہ ۸۹۰

بڑہاتے تھے اور قاعدے سے لڑاتے تھے توپخانہ کے صدمے سے سفید برج
ٹوٹ گیا اور اوسمین بہت سے سوراخ پڑ گئے اسحالت مین بہادرون نے ملکر یورش
کی اور برج سفید کے پاس پہونچگئے مرہٹون نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج
کے درمیان مین باروت بچھادی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پاکر برج سیاہ کیطرف آئین
تو باروت مین آگ لگاکر اونکو اوڑا دین لیکن انہی آدمی اُسمین خود اُسکے اوڑ گئے بادشاہی
لشکر چاہتا تھا کہ برج سیاہ بھی اسیوقت لے لین مگر شام ہوگئی اور دونون برجونکے
درمیان کچھ نشیب تھا وہان جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بچکر سفید برج کے پاس مورچہ
باندھا مخالف برج سفید سے مجبور ہوکر ہٹگئے اور برج سیاہ مین چلے گئے اب برج سفید
بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا اور توپین برج سیاہ پر لگائی گئین اور دونون برجونکے
درمیان جو نشیب تھا پاٹنا شروع کیا مٹی اور تپھر سے پانچ چھ روز مین وہ نشیب پاٹ دیا
گیا اور اوسکو بلند کرکے اوسپر توپین لگادی گئین اور برابر اوسپر گولہ باری کیجاتی تھی جس سے
اس برج مین بھی سوراخ ہوگئے اہل قلعہ نے اُس برج کو معہ ایک دوسرے برج کے
جو اسکے قریب تھا خالی کردیا اب یہ دونون برج بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگئے یہحال
دیکھکر سیواجی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورندھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے اور بہت سے عزیز
واقارب اور دیگر آدمی میرے اوسمین جو محصور ہین وہ سب قید ہوجائینگے اور اسکے بعد
راجگڈہ جسمین میرے اہل وعیال وسامان ومال ہے وہ بھی جبر وقہر سے بادشاہی بہادر
چھین لینگے اسوجہ سے اُسنے راجہ جے سنگھ کے پاس عاجزی سے آدمی بھیجنا شروع کیے
اور آخر مین ایک پنڈت جسکا وہ بہت معتقد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور امن کا مستدعی
ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وہ راستی وعاجزی سے بے ہتیار مجرمون کیطرح یہان آئے

تو امان دیجائیگی ۷ ذی الحجہ کو سیواجی معہ چند آدمیون کے جسطریقہ سے کہ آنا قرار پایا تھا
راجگڈہ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبر رات کو پہونچگئی کہ کل سیواجی[1] آنیوالا ہے
راجہ نے علی الصباح دلیر خان سے جو عرصۂ کارزار مین پیش قدم اور حصار کے
بہت قریب پہونچگئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلیغ کر کے آگے بڑھجانا چاہیے
دلیر خان نے اوسوقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوے آگے بڑہگئے
دشمن یہ حال دیکھکر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فوج کے ہٹانیکی کوشش
کرنے لگے دلیر خان نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوے قلعہ کے
دروازہ کے پاس ہٹا لیگئے اور ساٹھ آدمی تلوار سے قتل کیے گئے اور
اور بہت سے زخمی ہوے اس ہنگامہ مین کچھ آدمی دلیر خان کے
بھی زخمی ہوے اور کچھ کام آے اسوقت راجہ کا لڑکا کیرت سنگھ بھی دلیر خان کے
ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوے اور کچھ کام آے اس حال مین کہ ہنگامۂ
جدال وقتال کا گرم تھا راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کہانتک پہونچی اتنے
مین مخبر خبر لاے کہ سیواجی موضع سیواپور مین آگیا ہے وہان سے سرفراز خان تھانہ دار

[1] چون سیوا بر جد وجد کوشش کارطلبان آگاہ گشتہ دانست کہ عنقریب حصن پورندھر کہ بسیارے از اقربا و مردم کاری او دران محصور بودند مسخر خواہند گشت براجہ طرح آشتی انداختہ۔ راجہ بہ دلیر خان کہ ازپیش قدمان عرصہ پیکار بودند و سینۂ آنہا بحصار بسیار نزدیک رسیدہ بود پیغام نمود کہ مورچال خود پیشتر بردہ تدبیر یورش برحصار نماید خان مذکور بمزید اہتمام بلیغ شروع و پیش برد کار کردند از مشاہدہ اینحال مقہوران بجمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ برسم مدافعت پرداختند مبارزان فیروزمند بحملہ ہاے متواتر دلیرانہ آن جسارت منشان را از پیش رانده بدروازہ قلعہ رسانیدند و بہر دو سے مردانہ روے دادہ قریب شصت تن از اعدا تیغ شیر افگن دلیران دشمن شکن سر از ہواے ہستی پرداختند و بسیارے مجروح گشتند و چندے از تابینان راجہ و دلیر خان و کیرت سنگہ چہرہ مردمی بگلگونہ زخم آراستند معدودے جان سپردہ لی در راہ عبودیت در باختند انتخاب ماثرالامرا و عالمگیر نامہ ۱۹۰۱

کے ہمراہ جو وہان تعینات تھے یہان آرہا ہے راجہ جے سنگھ نے اپنے منشی
اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا معہ گرگ سین کچھواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھکر سیواجی
کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان ومال وآبرو کی امن چاہتے ہو توکل
قلعے بادشاہی لشکر کے سپرد کردو اور ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہو توآؤ ورنہ کچھ کام
تمہارا یہان آنیکا نہین ہے اودیراج کے پیام کے جواب مین سیواجی نے کہا کہ یہان
تک مین آگیا ہون جو دولتخواہی اور بندگی کا مقتضا ہوگا وہی عمل مین لاؤنگا۔ تنہ
مین وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فوج کو حکم دیا
کہ تم جاکر اُسکو خیمہ مین لاؤ جب وہ خیمہ مین آیا راجہ جے سنگھ نے اوس سے ملاقات
کی معانقہ کیا سیواجی نے بہت عاجزی وخوشامد سے کہا کہ مین معافی کی امید پر
بہت سے قلعے نذر کرتا ہون راجہ نے یہ سنکر اوسکو جان ومال کی امان دی اور
غازی بیگ میر توزک کو اشارہ کیا کہ سیواجی کا آدمی لیجاکر دلیر خان سے کہو
کہ سیواجی نے اپنی خوش نصیبی سے فرمانبرداری واطاعت بادشاہ کی قبول
کرلی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ مین محصور ہین انکی جان سے تعرض
ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام دلیر خان کو پہونچایا اور سیواجی کے آدمی
نے حصار کے دروازہ پر جاکر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کھٹکے قلعہ سے نکلو
اونھون نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی مہلت چاہی سیواجی چونکہ
جریدہ طور پر تنہا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ مین ٹھہرایا اور بہت خاطر کی دوسرے
روز بموجب امر قرارداد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جنمین چار ہزار جنگی
آدمی تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیون نے قلعہ مین جاکر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اوسنے قلعہ مین جاکر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جو اوسمین موجود تھا ضبط کیا سیواجی نے پانچ قلعے اور اوسی روز موسومہ لوہ گڈھ۔ ایسا گڈھ۔ تنگی۔ تکونہ۔ رودہیرہ بادشاہی پیشکش مین نذر کیے اور ان قلعونکے انتظام و قبضہ کے لیے بعض افسر فوج کے بہیجے گئے ابہی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہین اوٹہایا تھا راجہ جیسنگھ نے سیواجی کو راجہ راے سنگ کے ساتھ کرکے دلیر خان[1] کے پاس بھیجا کہ انکے پاس جاکر ملاقات کرو جب سیواجی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے اونسے ملاقات کی اور اُسکے بعد دو گھوڑے عربی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جمدھر معہ ساز مرصع اور دو خلعت نو توپارچہ کے جسمین نہایت نفیس و بیش بہا ٹکڑے تھے سیواجی کو عنایت کیے۔

اسکے بعد دلیر خان سیواجی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لاے اور اسکا ہاتھ پکڑکر راجہ کے سپرد کیا راجہ نے بھی سیواجی کو خلعت و گھوڑا جیغہ و ہاتھی بخشا۔

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے پرچہ الندوہ مین جو اورنگ زیب کی بے تعصبی کے بیان مین ہے لکھا ہے اور وہ چھپکر شایع ہو چکا ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیواجی مین دلیر خان ہراول فوج تھے اور راجہ جے سنگھ سربراہ تھے بعد مصالحت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانیکے متعلق پیام کیا

[1] چون دلیر خان ہنوز بپاے حصار اقامت داشت راجہ سیوا را نزد خان مذکور فرستاد داد بعد ملاقات دو سر اسپ با ساز طلا و یراق با ساز مرصع و مفتوز از نفایس قمشہ او را دادہ رخصت نمود نزد راجہ آورد دہ دست او گرفتہ سپرد راجہ نمود و راجہ نیز خلعت و اسپ و فیل بخشد از سر نو عہد و پیمان جان آوردہ اقامت ساخت و سیوا رنرزا داز بختہ کاری سلعتے بشمشیر بستہ با زدا کرد گفت بے برق خدمت خواہم کرد صفحہ ۴۷۴ شاہنشاہ نامہ۔

اور سیواجی کو دلیر خان کے پاس بھیجا دلیر خان نے سیواجی کو دو عربی گھوڑے اور تلوار وجواہر عنایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ مین دیا اور اوسکے کمر مین تلوار اپنے ہاتھ سے باندھی مگر اوسنے ایک ساعت بچنة کار ریسے باندہکر تلوار خانموصوف کے آگے رکھدی کہ مین بے ہتیار خدمتگذاری کرونگا۔

یہی بیان تاریخ ہندوستان مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کا بھی ہے القصہ جب سیواجی نے راجہ کی بہت منت وسماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت مین اوسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اسکے لیئے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اسکے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا فرمان گرز بردار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیواجی کو وہ نہایت عنایت کے ساتھ پہنایا اور صلحنامہ کے یہ شرائط طے پاے کہ منجملہ پینتیس قلعونکے جو سیواجی نے ولایت نظام الملکیہ سے اپنے قبضہ مین کر لیے ہین تیئیس قلعے بادشاہ کے نذر کرے اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ ماحصل ہوا اسقدر ملک بھی بادشاہی آدمیون کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جنکے متعلق ایک لاکھ ہون ہو اتنی آمدنی کا ملک اپنے قبضہ و تصرف مین رکھے اور اسکا بیٹا سنبھاجی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہوکر راجہ کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مہم اس حدود مین پیش آے تو اسمین مدد کرے غرضکہ سنبھاجی اسکا بیٹا پنجہزاری منصبدارون مین منسوب کیا گیا اسکے بعد راجہ نے سیواجی کو رخصت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرصع اور ایک ہتنی عنایت کی تفصیل قلعجات مفتوحہ کی جو سیواجی نے بادشاہی آدمیونکو دیے تھے یہ ہے۔ پورندھر۔ رودرمال۔ کسندانہ کھندکلہ۔ لوہ گڈہ۔ ایساگڈہ۔ تنکی۔ تکونہ۔ روہیرہ۔ نارورک۔ ماہولی۔ بھندارورک

پلس کھول[۱۲]۔ روپ گڈہ[۱۳]۔ بکڈ گڈہ[۱۴]۔ مورکن[۱۵]۔ مانک گڈہ[۱۶]۔ سروپ گڈہ[۱۷]۔ سالگر گڈہ[۱۸]۔ مرک گڈہ[۱۹]
انکولہ[۲۰]۔ سون گڈہ[۲۱]۔ مان گڈہ[۲۲]۔

اسکے بعد پھر ایک بار سیواجی راجگڈہ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آے راجہ نے تلوار و جمدہر معہ ساز مرصع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۹ ذی الحجہ کو قلعہ پورندہر کی فتح اور سیواجی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے ساعت مین آئی تھی اسوقت فتح کے شادیانے بجاے گئے تھے اور راجہ کو اور عمدۃ الحبش[۱] دلیر خان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیر خان کے دو اسپہ سہ اسپہ مقرر کیے گئے اور اصل منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوے اور چند سرداروںکے لیے بھی خلعت ارسال ہوے جنکے نام داؤد خان اور راجہ رائسنگہ و کیرت سنگہ ہین۔

شاہنشاہ نامہ مین ہے کہ اس فتح کے صلہ مین دلیر خان اور انکے ہمراہین کا نمایان اضافہ بادشاہ نے فرمایا اور بعد بغاوت خانجہان لودی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان کو پنجہزاری منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیر خان اس منصب پر سرفراز ہوے اور باعث فخر قوم کے ہوے۔

---

[۱] عمدۂ آن حبش مسعود دلیر خان بمرحمت خلعت خاصت مباہات افراخت و یکہزار سوار تابینان دلیر خان دو اسپہ سہ اسپہ مقرر شد کہ منصبش از اصل و اضافہ پنجہزاری پنجہزار سوار بود از انجملہ دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ باشد صفحہ ۹۰۷ عالمگیر نامہ
دلیر خان و ہمراہان او اضافہ نمایان عطا فرمودند بعد از استیصال خانجہان لودی اعلیحضرت افاغنہ را منصب پنجہزاری سرفراز نفرمودہ بودند مگر دلیر خان را باین مراتب فائز گردانیدند و باعث فخر قوم گردید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۲۸۴ و ۲۴۳ تاریخ محمد ہاشم خانی خافی خان

خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاءاللہ صاحب اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۴
حکومت عالمگیر مین لکھتے ہین کہ کرنل ڈف صاحب تاریخ مرہٹہ مین رقمطراز ہین کہ کوہ
پورندہر کا سب سے بلند مقام جو سترہ سو فٹ نیچی سطح سے بلند ہے اسپر دو قلعے
تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑا کر قلعہ لے لیا محصورون نے قلعہ سے باہر آکر
حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ مین مقیم ہو گئے اور جب محصورین اوپر جا رہے تھے
لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جا کر اونکے گھرونکو تاراج کر دیا اسوقت مرہٹے اپنے
سردار کو لیکر مغلوںپر حملہ آور ہوے اور اونکو مارا اور پہاڑ سے نیچے اوتارا اوسوقت
دلیر خان ہاتھی پر بیٹھے ہوے اپنے آدمیون کو دیکھ رہے
تھے کہ کسطرح قدم اوٹھاتے ہین جب اونہون نے اپنے آدمیونکو ہٹتے ہوے
دیکھا تو دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پٹھانونکو اپنے
پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھاگنے والون کو للکارا اور
اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہو کر دلیر خان کے آدمیون کے قریب آ گئے
اور سخت کوشش افغان بھی اونکی تلوار سے جھکر لیے مگر دلیر خان نے اونکے
سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا سردار کے مرتے
ہی مرہٹے ایسے بھاگے کہ اونھون نے قلعہ بالا پر جا کر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے
کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوے کہ اونھون نے سیواجی کو اطلاع دی
کہ اب ہم قلعہ مین نہین ٹھہر سکتے۔

خانی خان لکھتے ہین کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ سے آرام نہ ملی تک یہان
کہ سیواپور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا اگر عجز و انکساری کیوجہ سے سیواجی کو

معافی دیگئی اوسنے اپنا بیٹا خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافت دہلی مین حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی۔ دوسرے روز سیواجی **دلیر خان** سے ملنے گیا جو پورندھر کے محاصرہ مین مصروف تھے چونکہ وہ اسوقت کی صلاح مین شریک نہ تھے اسلیے خان ظفر مند سیواجی پر خفا ہوے اور اسکو دہمکایا کہ جب تک مین ایک ایک آدمی مار نہ لونگا پورندہر کے قلعہ کا پیچھا نہ چھوڑونگا مگر انکو یہ خالی دہمکی دینا منظور تھی سیواجی نے خود کنجیان **دلیر خان** کے حوالہ کردین اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہین مین تقصیر کی معافی چاہتا ہون تجربہ نے مجھے بتلا دیا کہ ایسی سپاہ سے جنکے سپاہی ایسے ہون اورنگ زیب کو فخر ہو لڑنا بیوقوفی ہے مجھے امید ہے کہ مین بادشاہی ملازمون مین داخل ہونگا۔

تاریخ ہندوستان مین ہے کہ مرہٹونکی ناگہانی تاخت اور نمایان دستبرد اور تاریک راتونکے شبخون سے اور دشوار راستونکے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلون کے جلانے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپایے تلف ہوے مگر آخر کار دشمن بیشمار مارے گئے اور مرہٹون نے راہ فرار اختیار کی مرہٹون نے اپنے امکان بھر کوئی ڈاکوانہ ہتھکنڈے اوٹھا نرکھے مگر دلیر خان کی بے روک تلوار نے اونکے ٹکڑے اوڑا دیے اور انکی ایک نہ چلنے دی ورنہ اونھون نے بڑے بڑے سردارونکو دھوکہ اور سخت حملون سے مجبور کر دیا تھا یہ دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور سخت ہاتھ کا اثر تھا کہ اوسنے مرہٹونکو سر نہ اوٹھانے دیا اس مہم کی فتح کے بعد عرصہ تک سیواجی بادشاہ اورنگ زیب کا مطیع رہا اور بیجاپور کے محاصرہ مین بادشاہی لشکر کیطرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی عادت

اور لوٹ کی چاٹ سے مجبور تھا حاجیون کے لوٹنے کے بعد پھر اوسکی گوشمالی کی ضرورت ہوئی تو پھر دلیرخان بادشاہ کیطرف سے بھیجے گئے جسکی سرگذشت بالترتیب سنہ جلوس مین لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ وار حالات لکھنا ہین انگریزی مورخ عالمگیر اور سیواجی کے معاملات کو اسطرح بیان کرتے ہین کہ عالمگیر سیواجی کو تھا ئتا موش کوہی کہا کرتا تھا مگر دبی بلی چوہے سے کان کترواتی ہے جس سے اس کوہی موش کے پکڑنے مین اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسرون پر شبہ پیدا ہوا خود دکن جا نہین سکتا تھا سلطنت کو غصب کیا تھا باپ زندہ تھا صوبہ دکن مین شاہزادہ ہو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہو جاے لشکر دیتا نہ تھا اسلیے اسنے اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالارون کو روانہ کیا جنمین ایک راجپوت جے سنگہ اور دوسرا **افغان دلیر خان** تھے یہ دونون پہلے دارا شکوہ کے طرفدار ہو کر لڑ چکے تھے اسلیے وہ انکا پورا اعتبار نہین کرتا تھا اسنے ان دونون کو بہت دور دکن مین بھیجا جہان بادشاہ کے جاننے والے بہت تھے اور ان دونون کے واقفکار کم تھے اور دلیرخان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے بہکانے سے انکے بگڑنیکا خوف بھی کم ہو گیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانونکی تاریخین شہادت نہین دیتین مگر اسوجہ سے کہ ان معاملات مین یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھدینا مناسب سمجھا گیا۔

نواب دلیر خان کا ملک بیجاپور کو جا کر قتل و قمع کرنا

جب دلیر خان سیواجی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہونچا کہ ماید ولت کو والی بیجاپور
کی گوشمالی منظور ہے تم جا کر ولایت بیجاپور کی تاراج کر ڈالو۔ والی بیجاپور سے بادشاہی
مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اسنے حسب معاہدہ ایک کرور روپیہ پیشکش کا جو اوس سے
چاہیے تھا نہین ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت مین جب اورنگ زیب صوبہ
دکن کا ناظم تھا اور ملک بیجاپور مین طایف الملوکی سے نہایت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی تو
اورنگ زیب نے بیجاپور پر لشکر کشی کر کے قلعہ بیدر اور قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے
اور قریب تھا کہ ولایت بیجاپور پر بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے منت و عاجزی کر کے
ایک کرور روپیہ دینے کا وعدہ کیا اورنگ زیب نے جان و مال اور نام و ناموس کا
احسان رکھکر اپنا لشکر اوسکے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اوسکے بعد
شاہجہان بادشاہ کے علالت کا واقعہ پیش آگیا اورنگ زیب تخت و تاج کے لیے
دکن سے دار السلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک مدعیان سلطنت کے ساتھ
جنگ و جدال کرتا رہا اسوجہ سے والی بیجاپور کو عرصہ تک آزادی کا موقع ملگیا اور زر معاہدہ
کے ادا کرنے مین تساہل و بے پروائی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکید کا جاتا وہ
بیجا بہانے بناتا حالانکہ سلاطین سلف کے اندوختہ اسکے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے
ناداری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتون کے ساتھ جب سیواجی نے اسکے ملک
پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جنمین قلعہ پنالہ بہت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی
لے لیا تو عادل شاہ بہت گھبرایا اور اوسنے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامد

عاجزی سے لکھی اور سابق و حال کے پیشکش کے ادا کرنے کا وعدہ کیا چنانچہ اورنگ زیب نے سیواجی کی تنبیہ و تادیب کے لیے فوج قاہرہ بھیجی اور اُسکی ایسی گوشمالی کی کہ اُسنے پناہ مانگی اور والی بیجاپور اُسکے پنجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ والی بیجاپور نے مکر و شرارت سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیواجی کی لڑائی کے وقت جب اورنگ زیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیواجی کے استیصال مین کوشش کرے اور دوسری طرف سے بیجاپور کا لشکر اسکا قلع و قمع کرے عادلشاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سیواجی کے حدود مین تعین کیا جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن مین وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیواجی کے فساد کا ٹنا میری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بیجاپور کے درمیان مین سیواجی حائل رہے اسلیے مصلحت کار کے لیے سیواجی کے پاس دلی موافقت کے نامہ و پیام بھیجے اور اسکے ساتھ ہمداستان ہو کر اسکی مدد کی زر نقد اور رسد اسکے پاس بھیجی اور قطب الملک والی گولکنڈہ حیدرآباد کو اسکی کمک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو عرضیان برابر بھیجتا رہا اور اپنا رسوخ جتاتا رہا جب بادشاہ کو اُسکے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا اور سیواجی کی مہم سے لشکر فارغ ہوا تو راجہ جے سنگہ اور **دلیر خان** کو حکم بھیجا کہ بعد بند و بست قلعجات مفتوحہ اور ولایت سیواجی کے تم بیجاپور جا کر وہان کا محاصرہ کرو اور خاص بیجاپور کے پاے قلعہ تک پہونچکر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور بربادی مین اوٹھا نہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تقصیرات کی اچھی طرح سزا پاکر خواب غفلت سے بیدار ہو۔

القصہ ۳ جمادی الاول سنہ ۹ جلوس کو بادشاہی لشکر قلعہ پورندھر سے کوچ کر کے بیجاپور کیطرف روانہ ہوا راجہ جے سنگہ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیواجی بھی بموجب اپنے معاہدے کے کہ جب کوئی مہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہونگا ساتھ ہوا سیواجی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے تھے لشکر کے **مقدمۃ الجیش دلیر خان** تھے دلیر خان کے تابع قریب سات ہزار سوار کے تھے جنمین اُنکے بھائی بند افغان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانونمین زبردست خان لودیخان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان پُردل خان جان نثار خان فتح جنگ خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان وغیرہ اور اونکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردارونمین دتاجی رستم راؤ سید نجابت پورنمل بندیلہ نرسنگہ کو چتر بھوج چوہان آتش خان داروغہ توپخانہ معہ پانسو برق انداز کے موجود تھے بادشاہی منشی **دلیر خان** کی تعریف مین یہ لکھتا ہے[1] کہ ہراول فوج دلیر خان تھے جنمین دلیری و شجاعت کا جوہر چمکتا تھا ایک طرف فوج کا حصہ داؤد خان کے ہاتھ مین دیا گیا اور دائین جانب فوج کے سردار فتح جنگ خان جو دلیر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

اسیطرح لشکر کے دوسرے حصو نکے اور نامور افسر مقرر کیے گئے دو منزلین بادشاہی لشکر نے طے کی تھین کہ ابو محمد جو بہلول خان کا نبیرہ تھا اور عادلشاہ والی بیجاپور کا ایک نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر مین چلا آیا راجہ جے سنگہ نے اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر سنکر اوسکو پنجہزاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

[1] دسر گردگی ہراول بجوہر دلیری وشجاعت دلیر خان منوط گشتہ ۹۰۹ عالمگیر نامہ

اور خلعت بھیجا۔ جمادی الاغر کو جب قلعہ پلٹن جو سرحد بیجا پور پر ہے اور دس کوس رہا تو سیواجی کے لشکر کا سردار نیتاجی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا گیا۔ خافی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار سوار قلمی اور پچیس ہزار سوار موجودی تھے نیتاجی لشکر کے ساتھ جب اس قلعے کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور مورد عنایت ہوا بعدہ قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے اسکے بعد نیتاجی قلعہ منگل بیدہ کی فتح کو بھیجا گیا یہ قلعہ بیجا پور سے سولہ کوس تھا اور سیواجی کو قلعہ ناتھورہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ پلٹن سے تھا بھیجا گیا اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کر کے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی آدمیون کے قبضہ مین آگیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کر کے بڑی شان و شوکت سے منزلین طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کہاون بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ مین آگیا اور قلعہ منگل بیدہ جو نہایت پرانا اور وہان کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق عمیق تھی پتھر چونہ سے تعمیر کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ہاتھ آگیا۔ ۲۵ تاریخ کو اثنائے راہ مین مخالف کے قراول دور سے نمودار ہوے اور رات کے وقت لشکر کے قریب حسب عادت چند بان چھوڑے چونکہ بادشاہی بہادر اپنے مورچون مین مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوے اور انکو دفع کر دیا۔ اس عرصہ مین جاسوس خبر لائے کہ پانچ کوس پر یہان سے غنیم کا ایک بڑا لشکر پڑا ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز اوسجگہ مقام کیا دلیر خان معہ راجہ رائے سنگہ و قطب الدین خان و قباد خان و کیرت سنگہ و فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تنبیہ کے

لیے روانہ ہوے مخالفین اونکے آنیکی خبر سنکر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہان پہونچا تو میدان خالی پایا مگر اونکے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑہا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جسمین بارہ ہزار سوار تھے اور اسکے سردار شرزہ[1] مہدوی وابو المحمد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوے یہ دیکھتے ہی فورًا دلیر خان[2] جھپٹے اور اونکے سر و نپر ہوپہنچگئے اور کمال شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو اونکے خون سے رنگین کر دیا دشمن اونکے مقابلہ کی تاب نہ لاے اور منھ پھیر کر تو ک دم بھاگے بعدہ وہ اپنی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈہونڈہنے لگے. اب مخالفین کی فوج چار حصونپر تقسیم ہو گئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قراولون پر حملہ کیا مگر بازی نہ لیگیا اس زد و کوب مین یاقوت حبشی جو ایک نامی سرداران سیہ باطنونکا تھا مارا گیا اور پندرہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آے اور چتر و علم گھوڑے ہتیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے اور اس جنگ مین دلیر خان[3] اور دیگر

---

[1] شرزہ خان مہدوی دوازدہ ہزار پیادہ کرناٹکی بشیار بمدد فوج سابق بیجاپور پیوستہ اطراف فوج ہراول فرو گرفتند وجلوریز مانند سیلاب کوہ ربا بر فوج بادشاہی زدند دلیر خان تیر نبرد در مقابل آنہا استقامت ورزیدہ حملہ ہاے پیاپے رستمانہ شرزہ خانرا ہزیمت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرف بعرض تلف آمدند ۱۲ صفحہ ۳۱۰ تاریخ محمد ہاشم وخافی خان۔

[2] بمجرد دیدن فوج اعادے دلیر خان وراجہ رائسنگہ وکیرت سنگہ کہ درین وبیار آن خان شہامت شعار بودند بنیروے شجاعت ودلیری جلوریز بر مخالفان تاختند وصمصام انتقام وتیغ کین بخون آن مخذولان ادبار آئین رنگین ساختند مقاہیر تیرہ روز خیرہ رد بمشاہدہ نیروے بازوے سطوت وجلادت بہادران شہامت خوے تاب ثبات در خود ندیدہ روے ہزیمت از عرصہ نبرد برتافتند ۹۹۳ عالمگیر نامہ

[3] دلیر خان ودیگر بہادران کار طلب پیکار جو از ہر سو بازوے جلادت کشودہ با عدا در آویختند وحملات متواتر برآنہا نمودہ بضرب تیغ آبدار وسنان آتشبار گرد مار از روزگار شان انگیختند۔

بادشاہی بہادرون نے ایسے حملے دشمنونپر کیے کہ اونکو تلوارونیزونپر رکھ لیا اور
ہلاک کردیا[1] **دلیر خان** جسطرف اپنی کمال دلیری ودبدبہ سے رخ کرتے تھے
اوسطرف دم بھر مین غلبہ کے جھنڈے کھڑے کردیتے تھے اور انکی جمعیت کو منتشر
کردیتے تھے غرضکہ اک بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر
ہوگیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ و جدال کرتا ہوا مسافت طے کرچکا تو اسکے
بعد سرداروں نے دشمنون کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لشکرگاہ کو واپس آتے
جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوے تو چارونطرف سے اکٹھا ہوے
اور جیساکہ شیوہ دکنیونکا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوے اور شوخی کرنے
لگے پہلے چندبار شاہی فوج پر ڈالے اب لشکر بادشاہی نے اونپر بھی حملہ کیا
تو انکا پیر نہ جما بادشاہی بہادرون نے اپنی باگ اسطرف سے موڑی جب مخالفین
نے نیتاجی پر ہجوم کیا اسوقت کیرت سنگہ و فتح جنگ خان اوسکی مدد کو پہونچگئے اور
نہایت شایستہ کارنمائی کی اور مخالفونکو دفع کردیا اس ہنگامہ مین جادون کلیانی
جو عمدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آسے دوسری
بار دشمنون نے راجہ رایسنگہ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگہ مدد کو پہونچگئے
اور وہ بھاگ گئے شام کیوقت **دلیر خان** معہ اپنی فوج کے لشکرگاہ کو آگئے
اسی تاریخ کو قلعہ دار منگل بیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفراز خان جو وہان کے
فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اونپر ٹوٹ پڑے اور اونھون نے تھوڑی جماعت

---

[1] خصوصًا دلیرخان کہ روے صولت و دلیری بہرطرف کہ می آورد دردم لواے غلبہ و استیلا می افراخت و سلک جمعیت دشمنان را متفرق و پراگندہ می ساخت بالجملہ بعد از تردد بسیار و آویزش بسیار مخالفان مردود رہگراے فرار گشتہ بودند ۹۹۴ عالمگیرنامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جہانتک جرات بہادری
کی انتہا تھی ظاہر کی آخرکار معہ اپنے ساتھیون کے زخمی ہو کر ہلاک ہو گئے مگر منھ نہ موڑا
غرض جب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ
و دلیر خان مقابلہ کو روانہ ہوئے آدہ کوس لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی
سیاہی نمودار ہوئی ابو المحمد نبیرہ بجیتر اور شرزہ مہدوی اور نبیرہ بہلول اور خواص وغیرہ معہ
دوسرے سردارونکے ایک فوج عظیم لیے ہوے آرہے تھے جب مخالف نزدیک
آے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہو گئے اور دونون طرف سے بان چھوڑنا شروع
کیے اور بندوق کی باڑھ مارنے لگے راجہ جیسنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ معہ
اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھکر لشکر بادشاہی کے داہنے طرف جو دشمن ہین انکو دفع
کرین اور مین غنیم کے قول پر جسطرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہون غرضکہ راجہ موصوف
نے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان و سیواجی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنون
نے اپنی عادت کے موافق منھ پھیرا اور اونکے تعاقب کو ادہر کا لشکر روانہ ہوا اور
وہ پلٹے دونون لشکر ملگئے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخرکار دشمن بھاگے
قریب سو آدمیونکے دشمن کے جانسے مارےگئے اور بہت سے زخمی ہوے کچھ راجہ
کے راجپوت بھی کام آے ان بہادرون نے انکو تین کوس بھگایا داود خان بھی معہ
اپنے ہمراہیونکے جو دشمن کے مقابلہ مین تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا
اور راجہ سجانسنگھ نے جو انکے ہراول تھے خوب کارنمائی کی دلیر خان نے داہنے
طرف فوج کے دشمنون پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہو گئے تھے قریب تھا کہ تیر گولی
سے لڑائی گذر کر نیزے و تلوار کی نوبت پہونچے مگر دشمنون کے پیر اکھڑ گئے اور وہ

بھاگ گئے ۲۷ رجب کو بادشاہی لشکر نے جاکر بیجاپور سے پانچ کوس پر پڑاو ڈالا اور
سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی بیجاپور قلعہ مین محصور ہو گیا بیجاپور کا قلعہ بلندی
و وسعت و مضبوطی مین مشہور روزگار تھا اور اوسمین بڑی کثرت سے فوج و آلات
حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تیس ہزار کرناٹکی اسمین جمع کیے تھے اور تالاب
نورس پور و شاپور کو خالی کر دیا اور کنوئین اور باولیان خاک و خاشاک سے پاٹ دیے
اور تمام عمارتین و آبادی جو حصار کے باہر تھی سب کھود کر زمین کے برابر کر دی غرضکہ
جو بادشاہی لشکر اُس شہر کی بربادی کرتا اُسنے اپنے ہاتھ سے خود کر ڈالی اور حسب دستور
اہل دکن کے محصور ہو کر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج متقرر کی اور اسی حالتمین
شرزہ مہدوی اور سیدی مسعود و عزیز وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت مین جاکر
شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اٹھائے
ایک روز رسد کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیم کی راجہ رائسنگہ پر ٹوٹی راجہ
نے نہایت جرات و بہادری سے انکو پسپا کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان
کیطرف رخ کیا جنمین دو سو تلوارین کھینچے ہوے جھپٹے خانموصوف بھی نہایت شجاعت
سے اُنکے دفع کرنے مین مصروف ہوے اور نہایت مردانہ کوشش کی اور چند
اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ جے سنگہ نے دلیر خان اور داود خان
و کیرت سنگہ کو انکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاؤ سے باہر نکلکر معہ لشکر کے
جنگ کے انتظار مین کھڑے ہوے بادشاہی لشکر سے اشخاص مذکور دشمن کی
طرف جارہے تھے مگر راستہ مین راجہ رائسنگہ و قطب الدین خان دیگر سپاہ
غنیم کو دفع کر کے فتحمند واپس آرہے تھے ملگئے اور سب لشکر پڑاؤ کو روانہ ہوا

قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکرگاہ مین داخل ہو گئے چونکہ قلعہ بیجاپور کا محاصرہ لشکر شاہی کے مد نظر نہ تھا اسلیے توپخانہ سنگین جو اس مستحکم قلعہ کے لائق ہو اور دیگر آلات قلعہ کشائی کے ہمراہ نہین لیئے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ بیجاپور تک کوئی دقیقہ بادشاہی لشکر نے خرابی کا اوٹھا نہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا نشان اس اطراف مین نہین باقی چھوڑا تھا اور لشکر مین پانی و غلہ وغیرہ کی رسد کی بھی نہایت قلت تھی اسلیئے صلاح وقت اسی مین دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر کی جسنے شاہی حدود مین غبار شورش کا اوٹھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا ۹ رجب کو نواح بیجاپور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل بیدہ کیطرف روانہ ہوا ۱۵ تاریخ کو دریاے بھمرہ پر قیام کیا اسدن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہونچے اور ابھی فوج صف بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر اپنی عادت کیموافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کا دلیر خان کیطرف بڑھا[1] دلیر خان نے ایسا مردانہ حملہ کیا کہ اونکو ہلاک کر دیا ایک گروہ داؤد خان کیطرف بڑھا اور دوسرا گروہ سبھان سنگھ کے مقابل ہوا مگر شاہی بہادرون کے مقابلہ مین کچھ نہ چلی اور آخر کار وہ مفرور ہو گئے اسی زمانہ مین سکندر خان جو قلعہ پرنیدہ سے لشکر شاہی کو آرہے تھے چھ ہزار دشمنون نے اونپر نرغہ کیا اور خان مذکور نے نہایت شجاعت سے مقابلہ کرکے جان دی اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان مین بیان ہو چکا ہے۔

القصہ جو غنیم کی فوج لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے انکے دفع کرنیکے لیے

[1] جوئے بطرف دلیر خان بہ جسارت آورد خان مذکور بہ حملہ مردانہ گرد ہلاک از روزگار شان برآورد (۱۰۰۰) عالمگیر نامہ

چند روز قیام کیا دیانت راے جو عادلشاہ کا بڑا معتمد تھا وہ اوسکی طرف سے راجہ کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مرصع آلات بھی جو اوسنے بھیجے تھے دیے یہان سید عبد العزیز بخاری کو قلعہ منگل بیدہ کی قلعہ داری اور محافظت پر مقرر کرکے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر شولا پور اور پرنیدہ کے درمیان قیام کرے اور وہان سامان رسد وغیرہ چھوڑکر جریدہ طور پر دوسری بار تولات بیجاپور کو روانہ ہوا اسی ضمن مین سیواجی کے فوج کا سپہ سالار نیتاجی سیواجی سے جدا ہوکر مخالفون سے جاکر ملگیا ۶ تاریخ کو شاہی لشکر موضع لوہری پرگنہ پرنیدہ مین آیا اور دشمن کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان[ا] حسب معمول ایک منزل پہلے پہونچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاو کے آگے صفین باندہ دین اسوقت لشکر کے داہنے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے اشارہ سے نالہ سے اوترکر اسطرف کھڑے ہوئے دلیر خان[۲] جسجگہ تھے وہانسے اسقدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہونچ سکتا تھا وہان پہونچکر ٹھہر گئے راجہ نے قطب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ رائسنگہ کو بائین جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ لشکر کو نالہ سے اوتار کر پڑاو کی محافظت کرین اور خود نہایت جلد نالہ سے اوترکر دلیر خان اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہوگئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج سے جدا ہوکر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوے اور مابقی[۳] دلیر خان کیطرف

---

[۱] دلیر خان با فوج ہراول برسم معہود پیشتر ترمنزل رسیدہ بدستور ہر روزہ در پیش لشکرگاہ صف بستہ بود صفحہ ۱۰۰۳ عالمگیرنامہ

[۲] و دلیر خان از جاے کہ بودہ پیشتر آمدہ بجاے کہ بان اعداد ے میرسید قرار گرفت

[۳] مابقی فوج روبسوے دلیر خان نہادند و از جملہ این ہفت ہزار سوار کہ در برابر راجہ و داؤد خان بودند بیشترے بسمت دلیر خان شتافتہ بر دہجوم آوردند و کیپاس از روز ماندہ مقہوران با فوج دلیر خان بکارزار درآمدند آن خان

مُجھلے راجہ نے کیرت سنگہ اور فتح جنگ خان کو مع ایک لشکر کے دلیر خان
کی مدد کو بھیجا اسکے تھوڑی دیر کے بعد منجملہ ان سات ہزار سوارون کے کہ جو راجہ
اور داؤد خان کے برابر تھے اونمین سے زیادہ تر دلیر خان کیطرف دوڑے اور
اونپر ہجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جا کر ملگیا
ایک پہر دن باقی تھا کہ دشمنون نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا
دلیر خان اوس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کرنیکو اوٹھے ایسی
تلاشہائے مردانہ اور حملے دلیرانہ کیے کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور
دشمنون کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کر کے خاک پر ڈالدیا
غیرت خان و مظفر خان خانموصوف کے دونون بھتیجے ساتھ تھے اونھون نے بھی
اپنے چچا کے ساتھ ہوکر خوب خوب بہادریان دکھائین دلیر خان کا یہ حال
تھا کہ مثل شیر کے جھپٹتے تھے اور جسطرف اپنی فوج پر دشمن کا
غلبہ پاتے فوراً وہان پہونچ جاتے اور دشمنون کو مغلوب
کر دیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہامت شعار بدفع آن تیغ نابکار درآمدہ تیلاشہائے مردانہ و حملہائے دلیرانہ سلک جمعیت آنہا را از ہم گسیخت و جمعے از گروہ ادبار پژوہ را بہ تیغ الماس گون چون بخاک معرکہ برآمیخت غیرت و مظفر برادر زادہ او و دیگر مبارزان جانفشان و بندہ ہائے اخلاص نشان کہ دران فوج بودند دستبردہائے نمایان نمودند و در ہر طرف کہ بر سپاہ نصرت پناہ از استیلائے اعداء ہجوم خصم کار تنگ میشد دلیر خان خود را رسانیدہ دشمنان منکوب را مغلوب میساخت چون مخالفان از مقابلہ فوج دلیر خان طرفے نہ بستند خاسر و ناکام ازان سمت عنان ہمت برتافتہ بفوجیکہ مقابل راجہ و داؤد خان بود ملحق شدند صفحہ ۱۰۴ عالمگیرنامہ
در ہر طرف کہ بر فوج بادشاہی غلبہ دکنیان میشد دلیر خان خود را میرسانید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۴۔

عمل مین آئی کہ دشمنون کو سنبھلنے نہ دیا اور اونکی صفین نہ بندھنے
دین جب مخالف دلیر خان کی فوج کے مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہوکر
اسطرف سے باگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اور داؤد خان کے مقابلہ مین
تھی شامل ہوے راجہ جے سنگہ نے اسوقت نواب دلیر خان کو اپنے پاس
بلایا اور بائین جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان وغیرہ کو اپنے
آگے کر کے ان ظالمون سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ مین مخالفون نے اور بھی
شوخی شروع کی شرارت سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفونپر
حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب دلاوری کو دخل دیا دکنیون کا جسقدر
مقدور تھا اونھون نے کوئی کوشش لڑائی کی اوٹھا نرکھی مگر آخر مجبور ہوکر ناکام بھاگے
لشکر شاہی نے دس کوس اونکا تعاقب کیا اور فتحمند واپس آیا ایکسو نوے بادشاہی
بہادر کام آے اور دوسو پچاس آدمی زخمی ہوے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ
لوگ قتل و زخمی ہوے بعض زخمی آدمی دشمنونکے جو گرفتار ہوے انسے معلوم ہوا
کہ خواص خان و شہباز خان سرداران فوج مخالف بھی زخمی ہوے لشکر شاہی نے تین
منزلین طے کر کے غرۂ شعبان کو قلعۂ پرینده سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چوبیس روز قیام
کیا یہان معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدر آباد نے عادلشاہ سے اتفاق کر لیا
ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شرزہ کے ہمراہ پہلے بھیجے
تھے اور اب اپنے خواجہ سرا رضا قلی کو جو نیکنام خان مشہور ہے اُسکو چھ ہزار سوار اور
پچیس ہزار پیادے دیکر والی بیجاپور کی مدد کو بھیجا ہے ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر
نواحی پرینده سے اس قصد سے کہ عادلشاہ کی ولایت کو دوبارہ جاکر جہانتک ممکن ہو

برباد کرکے روانہ ہوا ۔ ۷ رمضان ۹ سنہ جلوس کو تلجاپور لشکر پہونچ گیا پھر وہان سے
جاکر قلعہ کنجوتی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلنکہ فتح کرکے قیام کیا اس عرصہ مین نیتاجی بھی
دشمنون سے جدا ہوکر بادشاہی لشکر مین آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے
دہلی کو روانہ ہوا سنبھاجی اسکا بیٹا اور پانسو سوار اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ
تھے سنہ ۱۰۷۶ ہجری کا زمانہ تھا راجہ جے سنگہ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی
عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دار الخلافت کے قریب پہونچا
تو بادشاہ نے رام سنگہ ولد جے سنگہ اور مخلص خان کو اسکے استقبال کو بھیجا اسنے
پندرہ سو اشرفیان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گذرانی بادشاہ کے
اشارہ سے وہ پنجہزاری منصب والون مین بٹھلایا گیا سیواجی ہفت ہزاری منصب
کا متوقع تھا افسردہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت وجہالت کا اثر بادشاہ کو محسوس
ہوا عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے نارض تھا اور بھی ناخوش ہوا اسکے لیے
خلعت وجواہرات وہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیماری کا بہانہ لایا اور ایک
کونہ مین علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائین معروض ہوئین
وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ جے سنگہ کے مکان کے پاس شہر کے باہر
ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگہ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول وقرار ہوے
ہین اور وہ مجرے سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا مجرکو برابر حاضر ہوتا رہا فولادخان
کوتوال کو نگرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگہ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھسے
ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کرکے گیا ہے اگر فضل وکرم بادشاہانہ
اسکے جرم سے درگذر کریگا تو مین احسانمند ہونگا بادشاہ نے راجہ کی سفارش سے

پہرہ اوٹھا دیا سیواجی موقع پاکر، ۲ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سنبھاجی کے
بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیواجی کے فرار ہو جانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے
راجہ جے سنگہ کو لکھ بھیجا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اوسکی فوج کا افسر ہے
اسکو گرفتار کرکے دلیر خان کے ہمراہ بھیجدینا چاہیے اور جملہ صوبہ داروں
کے نام گرز برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیواجی جسجگہ ملجاے اسکو گرفتار کرکے
ہمارے حضور مین روانہ کرنا چاہیے۔
القصہ جب سیواجی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ مین بادشاہی لشکر کے قریب شرزہ
مہدوی معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکتاز خان و دوتاجی پر ترغہ کیا بادشاہی
بہادرون نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قلت سپاہ سے اونپر میدان تنگ
ہوا بہت سے لوگ کام آے آخر دن[1] مین دلیر خان کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ
خان شہامت نشان فوراً بلا توقف معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوے جسجگہ
لڑائی ہوئی تھی وہان پہونچے رات کے وقت وہان قیام کیا اور قریب ڈیڑہ سو آدمیون
کے جو کام آے تھے انکی لاشین اوٹھانے کا حکم دیا کہ لاشین خاک سے اٹھاکر
جو مسلمان تھے انکی ہین وہ دفن کیجائین اور ہندونکی جلائی جائین راجہ رائسنگہ بھی لشکر گاہ
سے کوچ کرکے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے روز

[1] اواخر روز دلیر خان ازینمعنی آگہی داد آن خان شہامت نشان بلا توقف با فوج ہراول روانہ آنصوب شدہ بجائیکہ جنگ واقع شدہ بود رسید شب آنجا توقف گزید و قریب صد و پنجاہ تن از مبارزانے کہ جان نثار شدہ بودند اشارہ کرد کہ لشہاے آنہا را از خاک برداشتہ مسلمانان را دفن کردند و ہندوان را سوختند و راجہ رامسنگ نیز باشارہ راجہ اواخر شب رفتہ با و پیوست خانمذکور روز دیگر بدفع اعادے کہ بمسافت سہ کردہ از جنگ گاہ اقامت داشتند روان شدہ مخالفان از استماع خبر آمدن او در وادی فرار نہادند ۱۰۱۱ عالمگیر نامہ

دشمنون کے دفع کرنے کے لیے جو اوسجگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام رکھتے تھے روانہ ہوے مخالفون نے دلیرخان کے آنیکی خبر سنی تو بھاگ گئے ۵ شوال کو نیلنگہ سے لشکر بادشاہی اوسہ کیطرف پلٹا اور ۷ کو مقام کیا جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر بیجاپور و گلکنڈہ کا سواے ابوالمحمد اور رضا قلی کے جو پیچھے ہین تین فوجون پر تقسیم ہوگیا ہے اور ایک حصہ فوج کا سردار شرزہ مہدوی اور دوسرے حصہ کا سردار خواص حبشی اور تیسرے حصہ کا سردار نبیرہ بہلول ہے اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر ہوشیار اور مستعد کارزار بیٹھا تھا اتنے مین سہ پہر کو خبر آئی کہ شرزہ اپنی فوج لیکر شاہی رسد لانیوالونکے سر پر آگیا اور تھوڑے اونٹ جو لشکر سے دور تھے اوسنے لے لیے ہین اور دونون فوجین آکر داود خان و قطب الدین خان سے جو رسد لانیوالونکی خبرگیری کے لیے مقرر ہوے تھے مقابل ہوئی ہین اور انھون نے اونٹونکو آگے رکھ لیا ہے اور لڑتے ہوے آرہے ہین جب راجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اوسوقت [۱] دلیرخان معہ اپنی ہراول فوج کے جہانتک جلد ممکن تھا اوسجگہ پہونچ گئے

---

[۱] دلیرخان با فوج ہراول بتعجیل ہرچہ تمامتر بکومک سیدہ خانزکور بسیتے کہ داود خان قطب الدین خان با غنیم لئیم آویزش داشتند روان شدہ و پیا ... پارہ ... اتفاقا فوج از اعدا بقصد اینکہ از عقب فوج داود خان قطب الدین خان در آیند از جنود بحالت ... شدہ باین سمت کہ نامذکور میرفت آمدہ بود آنخان جلادت پرور بران روباہ صفتان حملہ آور شدہ آنہا را متفرق ساخت ... کجا بیشتر رفتہ در حالتیکہ داود خان و قطب الدین خان دواب کی را سالم از تعرض معاندین ... بکمال ... بودہ و از سر جمعیت خاطر با غنیم خویش معرکہ آراے نبرد بودند با نہا پیوست و دیگران غیرت برادرزادہ دلیرخان کہ ... بودند مرکب جلادت ... انگیختند دلیرانہ بر مخالفان تاختند و رایت غلبہ و استیلا افراختہ بسیاری را بر خاک ... انداختند چون نوبت دیگر از ان ... ادبار ... کمک رسیدہ دلیرخان از فیل فرود آمدہ بر اسپ ... سوار شد ... سران ... سیہ بختان رسید بعطیہ سرخچہ ہمت و دلیری رو بجرات و جسارت شان از عرصہ کارزار برتافت و بسیارے را طعمہ صمصام انتقام ساختہ تا دو کروہ در پے آن مدبران شقاوت پژوہ تاخت ۱۰۱۲ عالمگیرنامہ

دلیرخان جسطرف داؤدخان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑ رہے تھے بڑھے
تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤدخان و قطب الدین
خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کرین اپنے لشکر سے جدا ہوکر آرہی تھی دلیرخان
نے ان روباہ صفتون پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کردیا دلیرخان اوسجگہ سے فرصت
کرکے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤدخان و قطب الدین خان رسد کے چوپایہ دشمنون
سے چھین کر اپنے لشکرگاہ کو روانہ کرچکے ہین اور نہایت اطمینان سے دشمنونکے
ساتھ معرکہ آرائی کر رہے ہین دلیرخان اونسے جا کر ملے لودیخان اور غیرت خان
دلیرخان کے بھتیجے جو انکے سامنے تھے اونھون نے اپنے گھوڑے اوٹھلے
اور نہایت شجاعت سے مخالفون پر بہادرانہ حملے کیے اور انکو پسپا کرکے خاک پر
ڈالدیا جب مخالفون کی فوج اور کمک کو آگئی دلیرخان ہاتھی سے اوترکر
گھوڑے پر سوار ہوے اور جلو ریز اونکے سر پر پہونچگئے اور اپنی خداداد
شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھلائے کہ مخالفونکا منھ
میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شریر تہ تیغ بیدریغ کیے
دوکوس تک دشمنون کو بھگاتے لے گئے دلیرخان کی روانگی
کے بعد راجہ جے سنگھ نے کچھ بند وقچیون اور افسرونکو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور فوج
غنیم کی جو داہنے جانب نمودار ہوئی تھی اونپر حملہ کیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح
جنگ خان اور کیرت سنگھ بھی لشکر سے بڑھکر خوب لڑے آخر کار دشمن مغلوب ہوکر
بھاگے راجہ دلیرخان کیطرف جانیکے لیے بڑھے مگر سنا کہ دلیرخان مظفر و منصور ہوکر آرہے
ہین پہر رات گئے کل فوجین بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آگئین اس لڑائی مین دوسو

آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چار سو پینسٹھ زخمی ہوے دشمن کے لوگ اس
سے دو چند قتل و زخمی ہوے اور الیاس مہدوی معروف بہ شرزہ خان جو رکن اعظم
ملک دکن کا تھا اور فنون سپہگری مین کامل سردار تھا اوسکے ہاتھ مین گولی کا زخم
اور مونڈھے مین نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گر پڑا لوگ اُسکو اٹھا لیگئے اسکا چھوٹا بھائی
بھی زخمون سے چور ہوگیا اس معرکہ مین بائیس ہزار سوار بیجاپور اور گلکنڈہ کے تھے ۵
ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر تلجاپور سے کوچ کرکے قریب قلعہ تیسرگی کے جو پرگنہ دہوکی متعلقہ
بیجاپور کے ہے پہونچا اور پڑاو ڈالا ابھی کل لشکر نہین آنے پایا تھا کہ بیجاپور گلکنڈہ کے
لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا چاہا راجہ[۱] یہ خبر سنکر فوراً دشمن کیطرف روانہ ہوے اور
دلیر خان اور بعض عمائدین لشکر کو کہلا بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو جلد آئین دلیر خان

---

[۱] راجہ بدلیر خان دیگر سرداران فیروزی نشان پیام داد کہ خود را زود تر برسانند و آنہا نیز در راہ براجہ پیوستند چون غنیم
نزدیک رسیدند دلیر خان پیش روے راجہ شد راجہ رامسنگہ در دست خان مذکور قرار گرفت و از غنیم عاقبت رخیم
خواص دلیر شرزہ مہدوی و دیگر بیجاپوریان وحیدرآبادیان قطب الملکی با قریب ہفت ہزار روبروے داؤد خان
و قطب الدین خان صف آراگشتند و نبیرہ بہلول با تمام افغانان بیجاپوری و انکوی کھو نسلہ و مانک جی
کھوپرہ و دیگر مرہٹہاے بیجاپور و شرزہ حیدرآبادی کہ فوجے گران بودند بدلیر خان مقابل شد باسنے
چند انداختند آن خان شہامت نشان جنگ توپخانہ مقید ناشدہ دلیرانہ سمند جلادت بدفع مخالفان
برانگیخت و نزدیک بآنہا رسیدہ بہ تیغ تیر و سنان خونریزان گروہ باطل ستیز درآویخت و چون اشتعال
نیران حرب و قتال شدت پذیرفت اعداے بدسگال سطوت و صولت مجاہدان جیش اقبال را تاب نیاورده
روے ہمت از مقابلہ برتافتند و دلیران عرصہ نبرد و شیران بیشہ نبرد ان روبہ صفتان شقاوت کیش ما پیش انداختہ
بتعاقب درآمدند غیرت و نعمت برادرزادہ ہاے نانخوارکہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوششہاے
مردانہ بجاے آوردند و رحیمداد برادرزادہ دیگرش زخمہاے کارے برداشتہ از مرکب فرو افتاد دلیر خان ہر جا غلبہ
از سپاہ مخالف مشاہدہ میکرد و بپائمردے شہادت و مردانگی خود را رسانیدہ بدفع آنہا می پرداخت راجہ نیز کہ درہمت
آن آن خان بسالت آئین بود مساعی شایان و تلاشہاے نمایان بتقدیم رسانیدہ صفحہ ۱۰۱۵ عالمگیر نامہ

یہ سنکر فوراً بڑھے اور راہ مین راجہ سے ملگئے جب غنیم کے نزدیک پہونچے دلیر خان راجہ کے آگے بڑھے اور راجہ رانسنگہ دلیر خان کے ایکطرف ہوگئے دشمن کی فوج سے خواص اور فرزند شرزہ مہدوی اور دیگر بیجاپوری وحیدرآبادی قریب سات ہزار سوار کے قطب الدین خان وداود خان کیطرف بڑھکر صف آرا ہوے اور نبیرہ بہلول معہ تمام افغانان بیجاپوری اور دانکوئی بھونسلہ ومانجی کھاپرہ اور دیگر مرہٹے بیجاپوری وشرزہ حیدرآبادی سبکے ساتھ عظیم الشان فوبین تھین دلیر خان کے مقابل ہوئین آے پہلے انھون نے چندبان حسب عادت چھوڑے اوسوقت خان شہامت نشان دلیر خان توپخانہ کی جنگ کے پابند نہوے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمند اوٹھایا اور مخالفون کے سرونپر پہونچگئے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سنان خون ریز سے ان نابکارون کو خونمین ڈبونے لگے نہایت سخت مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا انتہاے حد پر پہونچکر بھڑک اوٹھا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لاے اور اس شیر شجاعت کے سامنے سے مثل روباہ کے بھاگے اور اوتھون نے انکا تعاقب کیا غیرت خان ونعمت خان دلیر خان کے بھیتیجے جو پیشقدمان معرکہ کارزار سے تھے اوتھون نے بھی خوب بہادری کی اور رحیمداد خان دلیر خان کے تیسرے بھتیجے نبیرہ حسن ہمو

سے چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جوانمردون نے
اس جنگ مین کاری زخم کھاے دلیر خان جسجگہ مخالف کی
فوج کا غلبہ مشاہدہ کرتے تھے اپنی کمال دلیری و شجاعت سے
وہان پر فوراً پہونچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ رائسنگہ نے
بھی جو اسوقت دلیر خان کے داہنے ہاتھ کیطرف تھے خوب بہادری و مردانگی دکھائی
دشمنون نے موقع پاکر جادون راے پر جو فوج سے کسیقدر دور تھا ہجوم کیا اسنے
بھی معہ اپنے ہمراہیون کے دشمنون کے ہٹانے پر نہایت جرات سے کام لیا
کچھ اسکے ہمراہی کام آے اور کچھ زخمی ہوے راجہ رائسنگہ اسکی مدد کو پہونچگئے
جب مخالفونکی کسیطرح کچھ نہ چلی مجبور ہو کر بھاگے سات کوس تک بادشاہی لشکر نے
مخالفین کا تعاقب کیا پالکی و چتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان و آلات حرب
غنیم کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے راجہ جیسنگہ داود خان
و قطب الدین خان کو خواص اور پسر شرزہ مہدوی وغیرہ کے مقابلہ مین چھوڑ کر دلیر خان
کی خبر اور کمک کو روانہ ہوے ایک کوس پہونچے ہونگے دیکھا کہ یہ گروہ غنیم کا اس
قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کرین داود[له] خان و قطب الدین خان کے مقابلہ

سلہ داود خان قریشی بھیکن خان کے بیٹے تھے یہ حصار فیروزہ کے شیخزادے تھے انکے باپ خان جہان خان لودی
کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ دھولپور مین مارے گئے شیخ داود شہزادہ داراشکوہ کے ملازم ہوے اور متھرا مہابن و جلیسر
مین فوجدار رہے انھین ایام مین حسب استدعاے شہزادہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے سربلند اور
بعد محاربہ داراشکوہی و عالمگیری کے بہکر سے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوے عالمگیر نے خلعت بھیجکر انکو بلوایا بنگالہ مین
سلطان شجاع سے عالمگیر کیطرف سے یہ خوب لڑے اور چہار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے

سے منہ پھیر کر آرہا ہے مگر اسجگہ سے پھر گیا اس حال مین خبر آئی کہ **دلیر خان** کے **ہمراہی** دشمنون کو بھگا کر دور لے گئے ہین اور اونکے تعاقب مین متفرق ہوگئے ہین اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہین راجہ یہ سنکر فوراً ایک پہاڑی جو انکے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کرکے دلیر خان کے نزدیک آئے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے پاس پہونچ گئے مگر بوجہ سے کہ مخالف کی بڑی فوجین گوشمالی پاکر بھاگ چلی تھین اور دن آخر ہو چکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور **دلیر خان** سے پیام کیا کہ آپ اپنی باگین کھینچلین اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کرلین اور لشکرگاہ کو روانہ ہون اسی ضمن مین فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اوسکو پکڑنا چاہا جسپر فتح جنگ خان و راجہ نے دشمنون کو بھگایا ہے جسکا مفصل قصہ تذکرۂ فتح جنگ خان مین ہم نقل کر چکے ہین۔ جب شام ہوگئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہوگئی تو خوشی کے نقارے بجاتے ہوے اپنی قیام گاہ کو واپس آئے اس جنگ مین حیدر ترکمان جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ بیجاپور اور گلکنڈہ کی فوج ماری گئی جسمین موسی افغان و نبیرہ بہلول اور مانکوجی سپرنایک کہرارہ اور دیگر مخالف کے سردار مارے گئے اور قریباً ایکہزار کے غنیم کے آدمی زخمی ہوے اور

تقیہ صفحۂ ماقبل سرفراز ہوے پٹنہ کے صوبہ دار رہے اسکے بعد زمیندار پلاؤن کی گوشمالی کی اور اوسکے دار الخلافت مین حاضر ہوکر سیواجی کی گوشمالی کے لیے حسب الحکم شاہی دکن گئے اسکے بعد خاندیس کے صوبہ دار کیے گئے اسکے بعد صوبہ برار کے صوبہ دار ہوے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہے ہین اور خوب بہادریان کی ہین بڑے کارگذار اور بہادر شخص تھے انکے بیٹے حمید خان تھے انکا انتقال ۲۵ سنہ عالمگیری مین ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایکسو پنتیس آدمی کام آئے اور سات سو چورانوے زخمی ہوئے
بادشاہی لشکر نے تین روز وہان قیام کیا اور ۱۵ تاریخ کو دو منزلین کر کے دس
کوس پر دریاے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دہارور مین پڑاؤ ڈالا یہان یہ آگر
راے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیا ہے اسلیے بادشاہی لشکر سامان
لشکر گاہ مین چھوڑ دے اور سبکبار ہوکر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ ذیقعدہ
کو اسیطور پر دریاے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دہارا سیون کیطرف جہان دشمن
کے موجود ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اثناے راہ مین یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج
نے بادشاہی لشکر کے آنیکی خبر پاکر فرار کیا اور تلجا پور چلی گئی ۲۷ تاریخ کو موضع سحری
مین جو پرگنہ پرینڈہ مین ہے دریاے سین سے گذر کر دریاے بھمرہ کے کنارہ قیام
کیا وہان مخبرون سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالف کی شولاپور کیطرف جمع ہوئی ہے اور
عادل شاہ نے یہ امر یقین کر کے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ مین میری فوج کو کامیابی
نہین ہو سکتی مصلحتاً لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے سردار ابو المحمد نبیرہ بجتیر کہ معہ
اس لشکر کے جو خاص خیل مشہور ہے بلالیا اور دیگر سردارونکو ترک جنگ کا حکم بھیجدیا
اور یہ بھی لکھدیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود مین رہے تم شولاپور کیطرف
پڑاؤ رکھو اسیطرح قطب الملک نے اپنا لشکر جو بیجاپور کی کمک کو بھیجا تھا حیدرآباد
بلوالیا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالف کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر
ہوا تھا اور اوسنے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھا نہ رکھا اور تمام محالات بیجاپور کو مکرر خست
و تاراج کر ڈالا اور جتنی مرتبہ صف آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنوں پر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اورنگ آباد چلا جاے اور موسم برسات کا وہین گذارے اور بعض سردار اپنی جاگیرون پر جائین تاکہ وہ وہان آرام پاکر آسودہ حال ہو جائین۔

تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ مین خان بہادر شمس العلما لکھتے ہین کہ جب بادشاہی لشکر بیجاپور کو برباد کر چکا اور کوئی کسر خرابی نہ اوٹھا رکھی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت مین دشواری ہوگئی اسلیے راجہ جیسنگہ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتاً ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیون کے علاج کے لیے اور باروت وغیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کیواسطے قصبہ دہارور کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن مین دکنیونکا یہ حال ہو گیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہو گیا کمانین بیکار ہو گئین تیر و نکے پر اوڑ گئے تلوارونکی دھارین کند ہو گئین ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آگئے دونون طرف کے سردار مصلحت کے لیے بہانہ جو ہوے اہل بیجاپور المفلس فی امان اللہ کا اظہار کر کے امان طلب ہوے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اوسے حکم بھیجدیا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا جاے اور برسات وہین گذارے اور بعضے امرا و سردار اپنی جاگیر پر جائین اور دلیر خان میرے پاس آئین۔

عالمگیر نامہ مین ہے کہ قلعہ منگل بیدہ جسمین شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط نہ تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانیکے بعد دشمن نہ لے سکتا لہذا راجہ جیسنگہ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہان جا کر توپخانہ اور دیگر جو سامان ہے اوسکو لیکر قلعہ خالی کرادین دلیر خان ماہ ذیقعدہ کی چاندرات کو معہ قباد خان اور راجہ رائسنگہ کے قلعہ منگل بیدہ کو گئے

اور قلعہ مین جسقدر باروت و سیسہ تھا بندوقچیون اور بیلدارون وغیرہ کو تقسیم کیا
کہ لشکرگاہ کو لیجائین اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جسقدر موجود تھے انکے بابت لشکر
والونکو حکم دیا کہ جہانتک ممکن ہو خرچ کرین اور جو کچھ بچے آگ لگادین اور قلعہ کے
کنگرے نکلے گرانے کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جہانتک ممکن ہوسکے منہدم کردینا
غرضکہ بعد فراغت ان کامون کے دلیرخان نے جتنے کہ آدمی قلعہ مین تھے سبکو
اپنے ساتھ لیا اور ۶ ذی الحجہ کو لشکرگاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر
نے دریاے بھیمرہ کے کنارے سے کوچ کیا اور پرینڈہ کے نواح مین جاکر قیام کیا اور
اور وہانسے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیر مین آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اسطرف قیام رہا
اسی زمانہ مین سیواجی نے دارالخلافت سے فرار کیا اور راجہ جیسنگہ کے نام[1] شاہی
حکم پہونچا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کرکے
دلیرخان کے سپرد کردو اور خان مذکور اسکو اپنے ہمراہ لیکر ہمارے حضور مین آئین
راجہ نے نیتاجی کہ فتح آباد مین تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیجدی اور
وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہوکر لشکر شاہی مین آگیا راجہ نے اسکو معہ اسکے بیٹے
کے دلیرخان کے سپرد کردیا اور اسکے دوسرے روز دلیرخان قریب
بیر کے راجہ سے جدا ہوے اور حسب الطلب بادشاہ کے دارالسلطنت کیطرف روانہ ہوے

---

[1] یرلیغ ہمایون براجہ جیسنگہ صادر شدہ کہ نیتوے خویش سیوا را دستگیر نمودہ بدلیرخان سپارد و خان مذکور او را ہمراہ گرفتہ بجناب خلافت آرد راجہ جمعے بجہت آوردن نیتو کہ در فتح آباد بود تعین نمود و آن جماعہ او را پنجم جمادی الاولے بلشکر ظفر اثر رسانیدند و راجہ آن مسعود العاقبت را کہ حقیقت رسیدنش بدرگاہ سپہر احترام و شرف اندوزی او بادراک شرف اسلام سبق ذکر یافتہ با پسرش حوالہ دلیرخان نمودہ و آن خان بسالت نشان روز دیگر بہ بیر از راجہ جدا شد و بموجب فرمان طلب روانہ درگاہ معلی شدہ صفحہ ۱۰۲۱ عالمگیرنامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کو راجہ جے سنگہ وہان سے چلکر ۹ جمادی الثانی کو اورنگ آباد پہونچگئے جب نیتاجی دہلی مین آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہوگیا اور عالمگیر نے اوسکو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کرکے محمد قلیخان کا خطاب مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لیئے طلب کرنا

جب دلیر خان بیجاپور کی مہم سر کر چکے اور حسب الطلب دارالسلطنت آرہے تھے نیتاجی مقید انکے ہمراہ تھا اس عرصہ مین کہ نوان سال جلوس کا تھا شاہ عباس کا ہنگامہ پیش آگیا یعنے اوسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کرکے عالمگیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر پہونچی تو بادشاہ نے دلیر خان کے نام فرمان بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیر خان کمال عجلت سے آرہے تھے اور دریائے نربدہ سے اوتر چکے تھے کہ نیرنگی تقدیر سے شاہ ایران خناق کے مرض مین مبتلا ہوگیا اور مرگیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹھنڈا ہوگیا اس جنگ کے ہونیکی وجہ ایک یہ بھی مورخون نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانرواے ایران نے سنہ جلوس عالمگیری مین اپنے سفیر بوداق بیگ کو معہ تہنیت نامہ کے ہندوستان بھیجا تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت مین معہ نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب نے اوسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد سنہ ۶ مین اورنگ زیب

نے اپنے یہان سے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ
تحفہ جات اور تہنیت نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہونچا تو شاہ ایران
کچھ مکدر خاطر نکلا اور سفیر مذکور کے ساتھ نہایت کج ادائی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ
کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوجکشی کا ارادہ ظاہر کیا
جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرح آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد
کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فوج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان مین
متعین کیا اور خود فرح آباد سے اصفہان مین آکر سامان جنگ مین مصروف ہوا جب
سفیر مذکور یہ حال دیکھکر ہندوستان کے حدود مین پہونچا تو اوسنے اس امر کی عرضی
اورنگ زیب کے حضور مین روانہ کی اورنگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت بادشاہانہ
دامنگیر ہوئی اور اوسنے ایران پر فوجکشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد معظم کو
معہ راجہ جسونت سنگھ کے بیس ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کرکے کابل کو بھیجا اور کہا کہ
تمھارے پیچھے شاہی خیمہ بھی آتا ہے شاہزادہ موصوف فوراً روانہ ہوگیا اس مہم کے
لیے اورنگ زیب نے اکثر لشکر کے سردارونکے نام طلبی کے احکام جاری کیے
اس ضمن مین دلیرخان کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب الحکم منزل مقصود

۱؎ چون دلیرخان تاراج ولایت بیجاپور پرداختہ عادلشاہ را بالتماس ابراء بعد دہنا برہنگامہ شاہ عباس ثانی کہ بعزم سپاہ کشی درزم آزمائی داعیہ فرستادن لشکر بسرحد ہندوستان اظہار میکرد از جانب عالمگیر با اکثر سرداران سپہداران و حکام طلب عز صدور یافت دلیرخان نیز در سال نہم حسب الطلب بر جناح سرعت و استعمال روانہ گشت از دہلی نزدیک گذشتہ بود کہ از نیرنگی تقدیر حیات مستعار شاہ ایران سپری گردید و نائرہ آشوب باطفا گرائید دلیرخان بوصول یرلیغ بلیغ با جمعے از امرای بادشاہی کہ ہمراہ داشت عطف عنان بجانب چاندہ و دیوگڈہ نمودہ۔ مآثر الامرا منتخب از عالمگیرنامہ

۲؎ اشارہ جلیلہ بطلب دلیرخان و بہادرخان و داؤدخان و دیگر سرداران سپہداران کہ از پایہ سریر گردون نشان دور بودند عز نفاذ یافتہ حکم شد کہ بر جناح سرعت و استعجال خود را بسایہ چتر اقبال رسانندہ۔ عالمگیرنامہ

کی طرف راہی ہوے اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے چلکر ملتان اور قندہار کے زمینداروں کی عرضیاں آئین کہ شاہ ایران جب فرح آباد سے اصفہان کی طرف پلٹا تو راہ مین اسکو خناق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے عرصہ مین عارضہ نے اسقدر ترقی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور وہ ماہ ربیع الاول مین اس دار غرور سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے بوداق بیگ لشکر ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہونچا اور وہان امرا و ارکان دولت کے اتفاق سے اوسنے صفی مرزا کو جو بڑا بیٹا شاہ ایران کا تھا تخت نشین کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے جا کر ملگیا عالمگیر کو شاہ ایران کے مرنیکی خبر سننے سے خوشی نہوئی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شاہ زندہ رہتا تو فیمابین میرے اور اوسکے صف آرائی کا مزہ تھا اور اب تقاضاے مروت نہین ہے کہ ایران پر لشکر کشی کیجاے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیجدیا۔ اور اس معرکہ کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

نواب دلیر خان کا دیو گڈھ[1] و چاندہ پر لشکر کشی کرنا اور وہانکے راجاؤن سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت چاندہ اور دیو گڈھ کے راجاؤن نے سرکشی کر کے بغاوت

[1] دیو گڈہ اورنگ آباد دکن کے متصل واقع ہے اسکو محمد شاہ تغلق نے دہلی اوجاڑ کر آباد کیا تھا اور اُسکا نام دولت آباد رکھا تھا اکثر اولیاء اللہ بھی دہلی سے لیجا کر آباد کیے تھے جو وہین مدفون ہوے اوسنے وسط ہند مین مقام واقع ہونیسے شہر بسایا اور دار السلطنت بنایا تھا ۱۲

اختیار کی تو اورنگ زیبؒ کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے اوسنے دلیر خان کو سپہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اوسکے نام فرمان بھیجا دلیر خان بیجاپور کی سرکوبی کرکے حسب الطلب بادشاہ کے حضور مین آرہے تھے کہ اسی اثنا مین ایران کی مہم کا معاملہ پیش آگیا اور اونھون نے حسب الحکم اودھر کو رُخ کیا تھا مگر شاہ ایران کے انتقال سے وہ مہم معطل ہوگئی یہ ہنوز دو منزل دریاے نربدہ سے گذرنے پائے تھے کہ وہان پر بادشاہی فرمان انکو ملگیا اوسمین لکھا ہوا تھا کہ جسجگہ پہونچے ہو وہان سے فوراً واپس ہوکر چاندا اور دیوگڈہ کی ولایت کو روانہ ہوجانا چاہیے اور وہان کے باغی راجاؤن کی واجبی سزا کرنا چاہیے دلیر خان فرمان کے پہونچتے ہی اسطرف کو روانہ ہوے اوسوقت اونکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر افغانون کا تھا اور اوسکے علاوہ دیگر سرداران قادر داد خان وزبردست خان و آتش خان برق انداز خان رندولہ خان راجہ سجان سنگہ بندیلہ راو بہاو سنگہ ہاڈہ راو کرن بھورتیہ راجہ نرسنگہ

سلہ درین ہنگام تعین افواج جہانکشا است بسرکردگی دلیرخان بر سرزمین چاندہ و بعد ازگشتن او ازخواب غفلت و دادن پیشکش شائستہ باولیاے دولت

سلہ بنا بر تنبیہ آن و گوشمال آن خسران مال پیش نہاد ہمت خسروانہ گشتہ فرمان قہرمان جلال بدلیرخان کہ با برسنے از عسکر منصور دکن بعد فراغ از تاخت ولایت بیجاپور بہ پیشگاہ حضور طلب شدہ بود صادر گشت کہ بہ جا کہ رسیدہ باشد بمجرد ورود منشور لامع النور برگشتہ با ہمراہان بر سر ولایت آن مقہور رود آن خان مذکور دو منزل از دریاے نربدہ گذشتہ بود کہ بوصول یرلیغ کرامت نشان مباہی گشتہ با رندولہ خان و راجہ سجان سنگہ بندیلہ و راو بہادسنگہ ہاڈہ و راو کرن سنگہ بھورتیہ و راجہ نرسنگہ گور جگت سنگہ ہاڈہ و قادرداد خان و زبردست خان و آتش خان و برق انداز خان و گروہے دیگر از مبارزان نصرت نشان و آخر جمادی الآخر عازم مقصد گشت ۱۰۲۳صفحہ عالمگیرنامہ۔

کور جگت سنگہ وغیرہ سب اُنکے تابع وہمراہ تھے آخر جمادی الآخرین دلیر خان منزل

سلخ اواسط شعبان دلیرخان با افواج قاہرہ بحدود ولایت چانده رسیده مانجی ملاذ زمینداران بسطوت عساکر ظفر قرین خوف ورعب بر باطن ضلالت مواطنش استیلا یافت ناکیانام شخصے کہ مدار المہام او بود نزد دلیرخان فرستاده اظہار عجز و ابتہال ندامت بر سوابق جرائم نموده و استدعا کرد کہ چون آن خان مذکور نزدیک شود بآئین مسکنت وخشوع آمده ملاقی گردد خانمذکور متمناے او را بپرایہ انجاح بخشید و فرستاده را باز گردانید کہ نوید حصول این مامول بدو رسانیده آن ضلالت کیش را بیاورد چون ناکیا از لشکر فیروزی معاودت نموده خاطر وحشت زده او را از جانب دلیرخان مطمئن گردانید او این معنے را فوزے عظیم و نعمتے سترگ شناختہ بلا توقف بعزم ملاقات آن خان شہامت کیش با مدہکر نام پسر مہین خویش روان شد و مبلغے از زر و سیم مسکوک بجہت پیشکش سرکار بادشاہی کہ بحالہ آوردن آن میسر بوده ہمراه برداشت و بست و سیوم شعبان کہ دلیرخان بموضع ماندوره کہ سرحد ولایت چانده ست نزول نموده زبان مذکور بلشکر ظفر اثر پیوستہ چون قصد ملاقات خان مذکور نموده باشاره آن خان شہامت نشان آتش خان و رستم خان برادر ایرج خان رفتہ آن جہالت پرور را با پرسش بآئین مجرمان میان بند در گردن افگنده بے سلاح و یراق نزد او آوردند و در نہایت خضوع و سر افگندگی ملاقات کرد و تمہید مراسم ندامت اعتذار و اظہار مراتب عجز و انکسار نموده یکہزار اشرفی و دو ہزار روپیہ و دو سر اسپ و یک زنجیر فیل برسم نیاز بہ دلیرخان گذرانید و ہفت ہزار اشرفی و پنج لک روپیہ کہ ہمراه آورده بود بصیغہ جرمانہ و شکرانہ امان بسرکار خاصہ شریفہ سپرد خانمذکور با او گفت کہ اگر سلامتی جان و ناموس و بقاے موطن و ولایت خویش میخواہی باید کہ پیشکشے لایق برائے سرکار بادشاہی بزودے سرانجام بدہی و من بعد باغواے دیو ضلالت و تحریک شقاوت و نکال قدم از شاہراه بندگی و فرمان پذیری بیرون ننہی او از کار آگہی و معاملہ شناسی سخن دلیرخان را آویزه گوش و ہوش ساختہ سرمایہ بہبود کار و سود روزگار خویش دانست و چنین قرار یافت کہ مبلغ یک کرور روپیہ از نقود و نفائس اشیا مثل جواہر مرصع و آلات و نقره فیلان کوه پیکر و سواے آن پنج لک روپیہ بدلیرخان کہ واسطہ اصلاح کار و ذریعہ عفو جرائم در حضرت خلافت گشتہ بود بطریق شکرانہ بدہد و ہر سالہ دو لک روپیہ پیشکش مقررے بسرکار خاصہ شریفہ مودے سازد و بموجب التماس خانمذکور فرمان عالیشان از جناب فضل و احسان مشتمل بر صفحہ ماتم آن مورد نکال عصیان و تفویض جانشینی او بہ رام سنگہ

مقصود کیطرف روانہ ہوے اور شاہی حکم سے ایرج خان فوجدار ایلچپور قتلح خان
فوجدار پونار وغیرہ کمکیون مین مقرر ہوے وسط ماہ شعبان مین دلیرخان معہ فوج
قاہرہ کے ولایت چاندہ کے حدود پر پہونچگئے مانجی ملار وہان کا راجہ بادشاہی
لشکر کی آمد سنکر نہایت گھبرایا اور غلبۂ خوف سے اوسنے اپنے مدار المہام کو جسکا نام
ناکیا تھا دلیرخان کے پاس بھیجا کہ میریطرف سے جاکر عاجزی کا اظہار کر اور یہ
عرض کر کہ مین بجاے بغاوت کے اطاعت کو تیار ہون مجکو میرے جان و ملک کی
امان دیجاے جب وہ مدار المہام دلیرخان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشامد سے
ملا اور اوسنے امان کی استدعا کی دلیرخان نے اوس کی عرض قبول کی اور راجہ کی
خطا کی معافی کا وعدہ کیا جب مدار المہام مذکور نے اس قول و قرار کا معاہدہ کرنا چاہا

بقیہ صفحہ ماقبل کہین پسرش بصد در پیوند و دلیرخان حقیقت معاملہ را بہ پیشگاہ سلطنت و جہانبانی معروض داشتہ
بر وقف التماس آن نان بسالت نشان رقم معافات بر صفحہ ذلات مرزبان مذبور کشیدہ از موافقت لطف و
واصطناع یرلیغ گیتی مطاع مبنی بر این معنی بطغراے نفاذ پیوست و با خلعت فاخرہ بجہت سرافرازی و اطمینان
او از حضرت خلافت مرسل گشت بالجملہ دلیرخان مانجی ملار زمیندار را نزد خود نگاہ داشت و کلاے او را رخصت
کرد کہ رفتہ سرانجام پیشکشے کہ مقرر شدہ بود بکوشند و محمد لطیف دیوان با جمع از سوار و پیادہ بہدم قلعہ
مانک درگ تعین نمودہ و پس از دو ماہ کہ ہفتاد و ہفت لک روپیہ از وجہ پیشکش بوصول رسید
چون زمیندار مذکور مریض و علیل گشتہ احوال و لاتیش فتور و اختلال پذیرفتہ لاجرم دلیرخان از روے
صلاح اندیشی مقرر نمودہ کہ مانجی ملار را روزے چند رخصت نماید مشروط بدانکہ سہ لک دیگر از جملہ تتمہ
پیشکش سرکار جہاندار با مبلغ پنج لک روپیہ کہ تقبل دادن آن بخان مومی الیہ نمودہ بود کہ مجموع
ہشت لک روپیہ باشد در عرض مدت دو ماہ ادا نماید دریں باب مچلکہ از و گرفت تا این ہنگام خلعت
فاخرہ دلیرخان مصلحتاً باو نداد و جمدہر مرصع و برخے دیگر از آلات و یک زنجیر فیل باو دادہ با رام سنگہ
پسرش مرخص ساخت ۱۲

تو دلیر خان نے اوسکی تسلی کرکے اوسکو واپس کردیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جاکر
معافی کی خوشخبری سنادے چنانچہ وہ مدار المہام لشکر گاہ سے واپس ہوکر اپنے
راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گھبرا رہا تھا مدار المہام نے دلیر خان کی خوشخبری سناکر
راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بچ جانا اور پناہ ملجانا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا
توقف خان شہامت نشان یعنے دلیر خان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے
مہ بکر کے روانہ ہوا اور اس جلدی مین کچھ زرنقد بھی پیشکش کے لیے جو ممکن ہوا
ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیر خان موضع مانددرہ مین جو ولایت چاندہ کی سرحد
پر ہے لشکر لیے ہوے پڑے تھے وہ دلیر خان کے پاس حاضر ہوا دلیر خان
کے اشارہ سے آتش خان و رستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اوسکے
بیٹے کے بطور مجرمون کے گردن مین کمربند ڈالکر بے ہتیارون کے دلیر خان
کی خدمت مین حاضر لاے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خواستگار ہوا
ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک
ہاتھی دلیر خان کو نذرانہ مین دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ
لاکھ روپیہ جو چند ہاتھیون اور اونٹون اور گاڑیون پر لادکر ہمراہ لایا تھا وہ بغاوت
کے جرمانہ اور امان کے شکرانہ مین سرکار بادشاہی کے لیے دلیر خان کے سپرد
کیے دلیر خان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک
کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد پیشکش فکر کرکے ادا کردو
اور اسکے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمھارا ملک پامال کرکے
نیست و نابود کردیا جائیگا راجہ نے دلیر خان کی نصیحت کو گوش جان سے

سنا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ سمجھا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل کا پابند ہوا بعد صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ مبلغ یک کرور روپیہ جرمانہ مین راجہ باقساط ذیل ادا کرے جسمین زرنقد و جواہرات و مرصع آلات اور دیگر نفیس اشیاء اور ہاتھی بھی ہون اور دو ماہ کی مدت مین اس رقم کا انتظام کرکے لشکرگاہ مین پہونچادے اور مبلغ پانچ لاکھ روپیہ بطریق شکرانہ کے دلیرخان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور مین معافی جرایم کے واسطہ اور اصلاح کے ذریعہ ہوے ہین اور راجہ ہرسال دولاکھ روپیہ بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دارالخلافت کو بھیجتا رہے اور قلعہ مانک درک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کا ہے اوسکو بادشاہی لشکر منہدم و مسمار کردے اور دلیرخان بادشاہ سے التماس کرکے اوسکی خطائین معاف کرادین اور اوسکا چھوٹا بیٹا رام سنگہ جو نائب و ولیعہد ہے اوسکی جانشینی کا فرمان منگوادین غرضکہ یہ امورات قلمبند ہوکر صلحنامہ مرتب ہوگیا دلیرخان نے کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اوسکی خطاؤن سے درگذر کرنیکے بارہ مین سفارش کی عالمگیر بادشاہ نے دلیرخان کے التماس کے بموجب اوسکی خطائین معاف کین اور الطاف شاہانہ سے فرمان پر اپنی مہر کرکے معہ خلعت فاخرہ کے خانموصوف کے پاس بھیجدیا دلیرخان نے مانجی ملاروالی ملک کو اپنے پاس نظربند رکھا اور اوسکے وکلاء کو رخصت کیا کہ تم جاکر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا سرانجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادونکی ایک جماعت دیکر قلعہ مانک دوک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت مین

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کو گرا کر خاک کے برابر کیا اوسمین بہت بڑی رقم روپیونکی
جو جابجا مدفون تھی نکلی اور قریب پچاس عدد کے توپین آہنی و راچنگی اور بہت سی
بندوقین اور دیگر سامان توپخانہ کا نکلا وہ سب بادشاہی لشکر گاہ مین آیا اور قلعہ
بھونلی جو دیوگڈہ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرانے کے لیے بھی
ایک جماعت مقرر کیگئی بعد دو ماہ کے ستر لاکھ روپیہ پیشکش کا وصول
ہوا چونکہ راجہ وہانکا نہایت مریض تھا اور اوسکا ملک نہایت خراب و برباد ہو گیا
تھا اور تمام رعایا اوسکی بھاگ کر متفرق ہو گئی تھی اسلیے دلیر خان نے راجہ کو
رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اوسکو جانیکی اجازت دی کہ تین
لاکھ روپیہ شاہی پیشکش کا اور پانچ لاکھ روپیہ خان مومی الیہ کا جو بصیغہ شکرگذاری
قرار پایا تھا غرضکہ کل آٹھ لاکھ روپیہ دو مہینہ کے عرصہ مین ادا کر دے اور تیس لاکھ
روپیہ جو باقی رہا ہے وہ بتدریج تین برس کے عرصہ مین ادا کر دے اس بارہ مین
راجہ سے مچلکہ لیا گیا اور اب تک انھین امورات کے قرار پانیکی وجہ سے خلعت و
فرمان جو بادشاہ کیطرف سے آیا تھا اُسکو مصلحتاً نہین دیا گیا تھا اب دلیر خان نے
ایک جمدھر مرصع اور چند آلات اور ایک ہاتھی راجہ کو عنایت کیا اور ۲ شوال کو
راجہ کو معہ اوسکے بیٹے رام سنگ کے رخصت کیا کہ ولایت چاندہ مین جا کر جو بے
ملک مین خرابیان پڑ گئی ہین انکی درستی و انتظام مین مصروف ہووے اور بقیہ
پیشکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ مین فتاح خان فوجدار پونار کا انتقال ہو گیا انکی
جگہ پر قادر داد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے دلیر خان نے جو
روپیہ کہ پیشکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اوسکی وصولیابی قادر داد خان کو سپرد کی

اور راجہ کے بڑے بیٹے مدھر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ مین جسکی ادائیگی جلد قرار
پائی تھی نظربند رکھا اسکے بعد دلیر خان نے جو زر نقد اور مرصع آلات اور ہاتھی
پیشکش مین وصول کیے تھے انکی روانگی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار ایلچپور
اور محمد لطیف دیوان لشکر معہ ایک جماعت کے یہ سامان لیجائین اور کچھ اشیاء
رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر ایلچپور پہونچائین اور وہان
سے یہ سامان خاندیس جاے اور وہان سے خان زمان خان صوبہ دار خاندیس
اور اوسکا دیوان زین العابدین برہانپور پہونچائین اور وہانسے دار الخلافت لیجاکر
بادشاہ کے حضور مین گذرانین۔

جب دلیر خان ولایت چانده کے انتظام سے فرست کر چکے تو ولایت
دیوگڈہ کی طرف جو چانده کے قریب ہے متوجہ ہوے کیونکہ کوک سنگہ والی دیوگڈہ[له]

له وچون کوک سنگہ زمیندار ولایت دیوگڈہ کہ بولایت چانده قریب الجوار است نیز از نا عاقبت اندیشی در ایصال پیشکش
تہاون و اہمال درزید چنانچہ پانزده لک روپیہ از پیشکش سنوات ماضیہ بر ذمہ او جمع آمده بود دلیر خان فرمان شده بود
کہ بعد از تمشیت مہم چانده تبادیب آن تیره بخت عذار پرداز دو اورا نیز از گران خواب غفلت بیدار بسازد و آن خان لیاقت
شعار در اثناے اشتغال مہم چانده زمیندار مذکور را تخویف و تہدید نمود آن ضلالت فرجام شخصے کہ مدار مہام
او بود فرستاد تا بہ تمہید مراسم ندامت و اعتذار نماید لاجرم خان دلیر بنا بر کمال خشوع و ابتہال آن کیش
باطل سگال را بہ قبول معذرت و تعہد التماس عفو زلات در پیشگاه خلافت منت پذیر گردانیده
مقرر ساخت کہ پانزده لک روپیہ کہ از پیشکش سنوات سابقہ بر ذمہ او لازم او ابود با قریب سہ لک
روپیہ دیگر برسم جرمانہ در عرض مدتے بسرکار والا رساند و از انجملہ شش لک روپیہ در مدت دو ماه واصل
سازد و من بعد در اداے پیشکش مقررے کہ ہر سالہ یک لک روپیہ بود مداہنہ و مسامحہ نورزیده سر از
خط بندگی و فرمانبرداری نہ پیچد و چون خان موصوف بحدود ولایت دیوگڈہ رسیده کوک سنگہ مرزبان آنجا بقدم عجز و خشوع
آمده بآن خان عقیدت آئین ملاقی شد و بعضے از وجوه پیشکش بوصول رسانید۔

نے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے مین سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ اوسکے ذمہ سنوات ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ حیلہ کر کے ادا نہین کرتا تھا اسلیے **دلیر خان** کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مہم چانده کی فرصت کے بعد اوس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ **دلیر خان** نے جبکہ چانده ہی کی مہم مین مشغول تھے اوسکو اپنے عتاب سے خوف دلایا تھا اور راجہ مذکور نے اپنا مدار المہام بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤنکی معافی مانگی تھی دلیر خان نے اوسکی معذرت قبول کر کے جواب دیا کہ تیری عاجزی بادشاہ کے حضور مین عرض کر کے عفو جرائم کی التماس کیجایگی تجکو چاہیے کہ مبلغ **پندره لاکھ** بابت بقایا اور **تین لاکھ** بابت جرمانہ کے باقساط ادا کر جسمین سے چھ لاکھ عنقریب داخل کر دے اور مابقی دو ماہ کے عرصہ مین اور ایک لاکھ روپیہ جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے مین کسی سال سستی نکرنا اور کبھی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیر خان کا یہ حکم والی دیوگڈه نے سنکر دس ہاتھی نہایت جلد پیشکش مین بھیجے جب **دلیر خان** ولایت چانده کے انتظام سے فرصت حاصل کر چکے تو دیوگڈه کے وکیل کو جو لشکر مین حاضر تھا رخصت کیا کہ آگے جا کر پیشکش کا سرانجام کرے۔

۱۵ ذیقعده سنہ جلوس کو **دلیر خان** تین مہینہ کے قریب ولایت چانده مین رہکر معہ اپنے لشکر کے دیوگڈه کیطرف روانہ ہوے اور مانجی ملار والی چانده کو بھی طلب کیا کہ وہ بھی معہ اپنے متعلقین کے آکر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب دلیر خان ولایت دیوگڈه کے حدود مین پہونچے کوک سنگھ وہانکا راجہ نہایت

بعاجزی سے پیشوائی کو حاضر ہوا اور خان ذیشان سے نہایت عقیدت سے پیش آیا اور پیشکش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رخصت لیکر اپنے قیامگاہ کو واپس گیا دلیر خان نے چند روز اوسکے ؎ وہین قیام کرکے کچھ رقم پیشکش کی وصول کی اور بابت بقایا کے حکم دیا کہ بہت جلد اوسکو بھی ادا کرنا چاہیے درصورت تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کرکے نام ونشان یہان کی حکومت کا برباد کردیا جائے گا وہ اسی انتظام مین مصروف تھے کہ اثنائے حال مین فرمان بادشاہی خان شہامت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیوگڈہ کا معاملہ جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہونچا دو بالفعل دوبارہ تنبیہ وتادیب عادل شاہ اور تاراجی ولایت بیجاپور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً معہ اپنے لشکر کے دکن کو جانا چاہیے اور وہان شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کی خدمت مین تا صدور حکم ثانی اس مہم کے لیے قیام رکھو۔ اسوجہ سے دلیر خان نے بمقتضائے مصلحت دیوگڈہ کے راجہ کو جو تنگدستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور مہلت دی اور اس سے وعدہ لیکر میعاد معینہ کا مچلکہ لیا اور اوسکی تحصیل قادرداد خان کے سپرد کی اسی عرصہ مین مانجی ملار والی چاندہ نے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت پیشکش کے باقی تھا اور اسکی

سلہ ؎ در خلال این حال مثال کرامت تمثال از جانب خلافت جہانداری بآن خان شہامت پرور صادر شد که معامله زمیندار دیوگڈہ را بہر عنوان باشد زود صورت داده چون تادیب وتنبیہ عادلخان وتاختن ولایت بیجاپور دگر باره مرکوز خاطر والا وجہ ہمت جہانکشا گشته با افواج قاہره از آنجا بدکن شتابد چون دلیرخان خاطر از مہمات ولایت چانده ودیوگڈه پرداخت بموجب یرلیغ گیتی مطاع ہشتم ربیع الثانی باعساکر فیروزی روانه دکن شد. وعاطفت بادشاه بنده پرور قدردان آن خان بسالت منش را بعنایت خلعت خاص واسپ باساز طلا بنوازش نموده یکہزار سوار از تابینان اورا دو اسپه سه اسپه مقرر ساخت که منصبش از اصل واضافه پنجہزاری پنجہزار سوار از آنجمله سه ہزار سوار دو اسپه سه اسپه باشد. عالمگیر نامه ص ۱۰۳۵

ادائیگی جلد قرار پائی تھی لاکر پہونچلے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادا کیے
جب دلیر خان ولایت چاندھا اور مملکت دیوگڈھ سے اطمینان خاطر حاصل
کر چکے تو ۸ ربیع الثانی کو معہ لشکر کے دکن کو روانہ ہوے بادشاہ نے
نہایت قدردانی سے دلیر خان کو خلعت خاص اور گھوڑا معہ ساز
طلائی کے مرحمت فرمایا اور اونکے ایک ہزار سوارون کو دو اسپہ سہ اسپہ کیا
اور اونکا منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے تین ہزار
سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے اور ایرج خان کے منصب
مین اضافہ پانصدی کرکے دو ہزار پانصدی دو ہزار سوار کا درجہ عنایت ہوا
اور قادرداد خان کا منصب ہزاری آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ اُنکے چار سو سوار
دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے۔
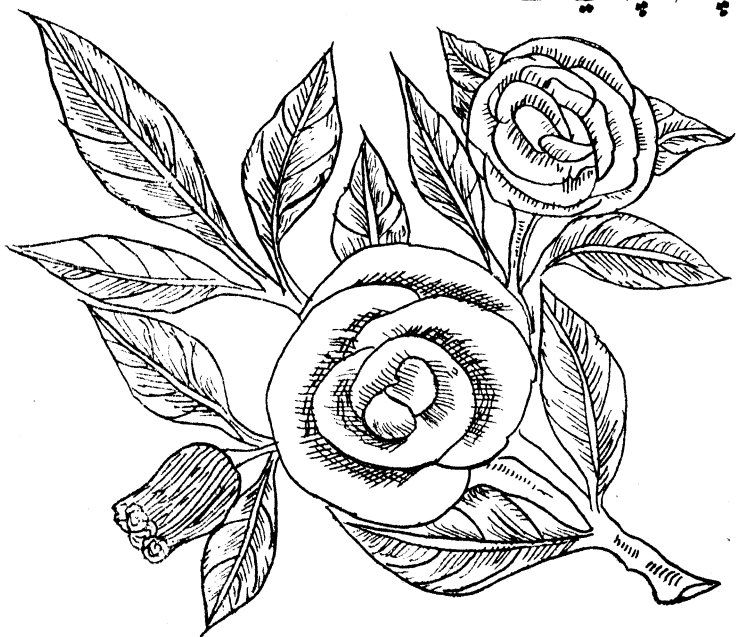
اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد **دلیر خان** کے حالات متفرق طور پر دیگر کتب سے لکھے جائینگے۔ ابتک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے۔ عالمگیر نامہ خود اورنگ زیب عالمگیر نے فرمائش کرکے منشی محمد کاظم بن محمد امین سے یعنے لکھایا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینای کاشی بھی کہتے ہین جسنے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشا پردازی پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھیے۔ اس ضرورت سے وقائع نگارونکو ہدایت کردی تھی کہ جبتک مورخ سوانح نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بماہ سال بسال جملہ صوبجات اور دار السلطنت کے حوالہ کرتے رہین اور یہ امر بھی مقرر کیا تھا کہ جو سوانح و اخبار تحریر مین آئین وہ ترتیب پانیکے بعد مناسب وقات خلوت مین ہمکو داستان سنائے جائین تاکہ اوسکی تصحیح و تنقیح بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ مین ہماری شاہزادگی کا مفصل حال لکھا جا چکا ہے اب ایام سلطنت کا حال جمادی الاول ۱۰۶۷ھ کے آغاز سے لکھا جائے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب ۱۰۷۸ھ تک دس سال کا حال تالیف کیا گیا اور پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ مین ظاہر کے حالات کوئی چیز نہین لہذا اب دس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جائے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہین انکی کوئی ایسی تاریخ نہین ہے جیسی کہ عالمگیر کے آبا و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے خفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامچہ ہے مختصر طور پر واقعات مین کہین کہین صراحت کردیگئی ہے دوسری منتخب اللباب تاریخ خافی خان کی ہی اسکا باپ سلطان مراد بخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ مورخ اسکا بیٹا ہی اسنے اپنے

باپ سے وقعات سنکر لکھے ہین جسمین لوے عداوت آتی ہے۔ نعمت خان عالی جسکا لقب دانشمند خان تھا اسنے بھی عالمگیری حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک لکھے ہین مگر سخت تعصب اور تمسخر سے عبارت و قابلیت ضرور اوسکی اعلی درجہ کی ہے۔ خافی خان شیعہ ہی اُسکی تحریر تقیہ آمیز ہی وہ عالمگیر کے نیک کامونکی تعریف کرکے ایک ایسی بات لکھدیتا ہی جس سے بادشاہ کی نیکنامی خاکمین ملجاتی ہی اگر بادشاہ نے کوئی اچھا قانون بنا کر جاری کیا تو اسکی توصیف لکھکر یہ ظاہر کردیگا کہ وہ عمل مین نہین آیا مثلاً محصول معاف کیا گیا مگر دارالخلافت کے نواح مین بجز دوسری جگہ اسکی تعمیل نہین ہوئی جابجا ظلم وستم ہونیکا عالمگیری عہد اچھا تھا لیکن ایران کا دائم الخمر بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اسنے دشمنونسے وہ سلوک کیے جو اس دیندار بادشاہ نے اپنے باپ بھائیونسے کیا۔ غرضکہ اسکے ہر کام مین مکر فریب ثابت کرتا ہی اور اسکی خوبی و دینداری کو جو شستی بات تھی چھپایا ہی اچھے کام مین بھی رخنہ نکالا اسکی تاریخ لکھنے کی ممانعت کے بارہ مین بھی یہی رائے نکالی کہ اسکے بعض کام ایسے تھے جو عظیم الشان بادشاہ کو نہین زیبا تھے ڈاکٹر برنیر فرانسیسی ایک امیر کا ملازم وہ بھی سنی سنائی باتین زیادہ لکھنے پر پابند ہو۔ الغرض دس سال کے جس طرح مفصل و ترتیبوار حالات عالمگیرنامہ مین لکھے گئے ہین اسطرح دیگر حالات کتب مین نہین ملتے دلیر خان کے حالات اور کارنامے دس سالہ جسکی تاریخ لکھی گئی اسقدر زیادہ ہوے تو اسکے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے اسقدر زیادہ ہونگے کیونکہ دلیر خان عالمگیر کی سلطنت کے ستائیس سال تک زندہ رہے ہین مگر افسوس کہ سترہ سال کی تاریخ ہی تفصیلوار نہین ملتی کچھ مجمل واقعات دیگر کتابونمین پاے گئے وہ لکھے گئے۔ بادشاہنامہ ملا عبدالحمید لاہوری نے شاہجہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ مین لکھا ہی وہ صرف بیس سال کے واقعات مین ہی باقی بارہ سال کی دوسری تصنیفات شاہجہانی

سلطنت کے متعلق غیر مطبوعہ ہونیسے دستیاب نہین ہوئین بادشاہنامہ جب تصنیف ہوا ہی وہ
دلیرخان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہی ان وجوہات سے دلیرخان کے حالات ابتدا سے انتہا تک
فراہم نہین ہوسکے باوجود ان مجبوریون کے صرف دس سال کے کارنامے اسقدر حیرت ناک
عالمگیرنامہ وغیرہ مین پاے جاتے ہین کہ دوسرے امرا اور ارکان دولت کے نہین سنے جاتے
عالمگیرنامہ مین ایکسو کئی جگہ دلیرخان کا نام نامی درج ہے
ایک واقعہ نواب دلیرخان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہوا ہی اور وہ
شہنشاہ نامہ وغیرہ مین درج ہی یہ ہی۔ راجہ امرسنگھ کے والد کا جب انتقال ہوگیا تو اسکے بعد
راجہ جسونت سنگھ حسب وصیت باپ کے مسند نشین ہوے حالانکہ راجہ جسونت سنگھ راجہ امرسنگھ
سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا
دستور اور آئین راجپوتیہ کے خلاف تھا اسوجہ سے راجہ امرسنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور
دربار بادشاہی مین بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایکبار صلابت خان نے
ازروے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امرسنگھ مغموم اور علیل تو تھے ہی صلابت خان
کیطرف سے انکے دلمین کینہ پڑگیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کرنیکی فکر مین ہوے ایک روز
شام کیوقت دیوانخانہ مین شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھکر عبداللہ خان فیروز جنگ
کے نام فرمان دستخط خاص سے لکھنے مین مشغول تھا مصنف شاہنشاہنامہ کا بیان ہے
کہ مین مکرمت خان داروغہ عمارات شاہی سے ایک گوشہ مین بیٹھا باتین کررہا تھا کہ
اعلیحضرت آجکل شاہزادہ[1] محمد اورنگ زیب سے کم توجہی فرماتے ہین کہ اتنے مین امرسنگھ راجپوت نے

---

[1] جس زمانہ مین کہ شاہزادی جہان آرا بیگم شمع سے جلکر بیمار پڑی ہوئی تھین ایام مین اورنگ زیب کے بعض اطوار سے شاہجہان بادشاہ کو اورنگ زیب سے کچھ کدورت پیدا ہوئی جب شاہزادہ اورنگ زیب کو شاہ نامدار و پدر بزرگوار کی کم توجہی معلوم ہوئی تو منصب سے استعفا دیدیا اور ہتیار کھولکر بادشاہ کے پاس بھیجدیے اور گوشہ نشینی اختیار کی شاہجہان نے ضبطی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک یہ حالت

ایک جمدھر صلابت خان کے سینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک ہوے پیست ہو گیا صلابت خان نے
ایک آہ کھینچی اور اسیوقت مر گئے خلیل اللہ خان اور ارجن سنگھ ولد بٹھلداس کور نے جب ایسی
گستاخی وجرات اس راجپوت کی بادشاہ کے حضور مین دیکھی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوے تھے
اُسپر جھپٹے امر سنگہ نے اسکے وار روکے اور ارجن سنگہ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امر سنگہ
باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ اتنے مین گرزبردار و دیگر بادشاہی ارجن سنگہ کی مدد کو پہونچگئے اور
متواتر زخمون سے امر سنگہ کا کام تمام کیا امر سنگہ نے گر جانیکے بعد بھی ایسا کاری جمدھر
ارجن سنگہ کے مارا کہ انکا کان جبڑے سے کٹگیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر توزک اور ملوک چند
مہتمم دولتخانہ امر سنگہ کی نعش اٹھا کر باہر لاے اسعرصہ مین پندرہ خدمتگار اور ایک مشعلچی راجہ کا جو
اپنی بہادری مین دو سو سوارونکے برابر تھے گرزبرداروں اور ملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیونپر
حملہ آور ہوے تلوار و برچھی و جمدھر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گرزبردار
کی جماعت باوجودیکہ انکے دفعیہ پر مستعد تھی مگر ملوک چند معہ عزیز اللہ خان و یعقوب خان
وغیرہ تمند خان تین منصبدارونکے کام آے باقی اور بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہوے
اور میر خان فرزند صلابت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوۂ عظیم برپا ہوا آخر کار پندرہ
خدمتگار جو امر سنگہ کے ساتھ تھے ہلاک ہوے یہ حالت کو دیکھکر امر سنگہ کے دیگر ہمراہی راجپوت
رات مین بھاگ گئے مگر صبح کیوقت انکے انتقام کے لیے ارجن سنگہ کے دروازہ پر چڑھ گئے
اور وہان جو کوئی انکے سامنے آیا قتل کر دیا شاہجہان بادشاہ نے ازراہ تحمل و وقار بادشاہی
کے ان نادان راجپوتونپر فوج بھیجنا مناسب نہ سمجھا خیال کیا کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائیگا رحمدلی کو

بقیہ صفحہ ماقبل قایم رہی لیکن جب جہان آرا بیگم کو شفا حاصل ہوئی اور غسل صحت کا جشن منعقد ہوا اور پچاس لاکھ روپیہ ابتداے علالت سے تا غسل
صحت تصدق و علاج و انعام غسل مین خرچ ہوے اور کل امرا و شاہزادہ خلعت و انعام سے سرفراز ہوے تو جہان آرا بیگم کی سفارش سے
اورنگزیب کی خطا بھی معاف ہوئی اور بدستور پانزدہ ہزاری منصب اور دس ہزار سوار سے سربلند کرکے صوبہ داری احمد آباد پر مقرر فرمایا گیا تھا

کام فرمایا اور راجپوت سمجھدار تجربہ کار انکی فہمایش کیلیے بھیجے ان صلاح کارون نے سمجھایا کہ امر سنگہ اور
جو جماعت کہ فساد کی مرتکب ہوئی تھی اپنی سزا کو پہونچگئی تملوگ بخطا ہو بلاوجہ اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑے
ہوان جاہل راجپوتون نے اس بادشاہی پیغام پر توجہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ
آئے آخر شاہجہان بادشاہ ناچار ہوا اور اسوقت جلال خان عرف نواب دلیر خان کو معہ لشکر
و توپخانہ کے جنمین اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتونکی گوشمالی کیلیے بھیجا صبح سے شام تک
بادشاہی لشکر اور راجپوتون سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ ہوئی آخر امر سنگھ
کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے چھ ہزار کے قریب یہ جماعت
شمار مین آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام
آئے سید عبدالرسول خان بارہہ جو نوجوان بہادر تھا معہ اپنی جماعت کے کام آیا اور سید غلام محمد
جو شجاعت مین مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوے بادشاہ نے ان سبکو خلعت
و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلابت خان اور ملوک چند اور دیگر جان نثار
سردارونکے فرزندونکو عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ مین نواب دلیر خان نے
خوب بہادری کے جوہر دکھلائے تھے یہ واقعہ ۱۹ سنہ جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۶۵ھ کو ظہور مین آیا تھا
ابتک نواب دلیر خان کو دلیر خانی خطاب نہین ملا تھا اور وہ جلال خان اصلی نام کے ساتھ موسوم
تھے مصنف کتاب شاہنشاہنامہ بھی اس جنگ مین موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی
ملازم و منصبدار تھا اسلیے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ مین درج ہین اسکے چشم دیدہ ہین اور
آسام کی جنگ مصنف نے خود دلیر خان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدمات پر
مامور رہا کبھی خدمت خانسامانی پر اور کبھی داروغگی غسلخانہ شاہجہانی پر معہ خلعت و اسپ و فیل
کے سرفراز ہوا کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ وقائع نویسی کی خدمت پر

مقرر ہوا اور کبھی دفتر جاگیر کا صدر رہا اپنا نام ابوالفضل معموری لکھتا ہی عہد عالمگیر میں دفتر بیوتات کا داروغہ رہا ہے
ماثر الامرا مین ہی کہ عالمگیر کا دسوان سال جلوس تھا کہ دلیر خان[1] سرحد دیوگڈھ سے دکن کو
روانہ ہوے اور بادشاہی حکم کے کاربند ہوے۔ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۱۰۲) مین مرقوم ہی کہ
۱۷ ذیقعدہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیوگڈھ کے راجہ کو بدستور سابق
اسکے ملک پر مستقل حکومت دیکر اورنگ آباد چلے گئے[2] اس عرصہ مین عید الضحےٰ آئی اور بادشاہ
نے دلیر خان کو خلعت و جمدھر مرصع گرز بردار کے ہاتھ بھیجا۔[3]
پیشتر یہ بیان ہو چکا ہی کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیسنگہ اورنگ آباد
بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبہ دار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ مین راجہ جے سنگہ کو

---

[1] خانمذکور در سال دہم از سرحد دیوگڈہ روانہ گشتہ کاربند حکم گردید ماثر الامرا [2] ہفدہم بغرض والدہ سید کہ دلیر خان زمیندار دیوگڈھ را بدستور سابق برمحال زمینداری یعنے استقلال دادہ باورنگ آباد شتافت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری [3] دہم ادائے فتن بعیدگاہ جہت ادائے صلوٰۃ عید الضحےٰ و قربانی بتقدیم رسید بدلیر خان خلعت و جمدھر مرصع مصحوب گرز برداراشرف ارسال پذیرفت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری۔

راجہ جیسنگہ راجہ مانسنگہ والی جے پور جو دربار اکبری کے نورتن تھے پروتے تھے انکے باپ کا نام مہا سنگہ تھا جو جگت سنگہ کچھواہہ کے بیٹے تھے بعد انتقال باپ کے یہ حسب الطلب جہانگیر بادشاہ کی ملازمت مین پہونچے اور ۱۲ برس کی عمر مین منصب ہزاری ذات اور پانسو سوار و ہاتھی سے سرفراز ہوے سلطان پرویز کے ہمراہ مہم دکن کے لیے تعینات ہوے اور متواتر اضافہ مناصب سے سربلند ہوتے رہے بعد وفات جہانگیر کے جب خانجہان لودی نے علم بغاوت بلند کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوے مگر اجمیر سے اس سے جدا ہو کر وطن چلے گئے اور جب شاہجہان تخت نشین ہوا تو اسکے حضور مین حاضر ہو کر باضافہ پانسو سوار چار ہزاری منصب و نقارہ سے سرفراز ہوے اسی سال ندر محمد خان والی بلخ نے فساد کر کے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہمراہ مہابت خان خانان یہ اسکی گوشمالی کو بھیجے گئے اسکے بعد خانجہان لودی کے تعاقب و سلطان شجاع کے ہمراہ مہم دکن اور ساہو بھونسلہ کی تادیب و سلطان مراد بخش کے ہمراہ کابل کی روانگی مین متعدد خدمات بجالائے ششم شاہجہانی مین منصب پنجہزاری سے سرفرازی پائی جب ملک دکن مین راجہ نے خوب خدمتین کین تو شاہجہان نے راجہ کو خلعت خاص بھیجا بعدہ مالائے مروارید اور ہاتھی و خطاب مرزائی سے شاہجہان کے حضور مین سرخرو ہوے ۱۸ سنہ مین بجاے خاندوران خان کے دکن کی صوبہ داری مستقل راجہ کو عطا ہوئی ۲۰ سنہ مین بلخ کی مہم مین اورنگ زیب کے ہمراہ بھیجے گئے اور ۲۷ سنہ شاہجہانی مین جمدۃ الملک سعد اللہ خان وزیر اعظم کے ہمراہ قلعہ چتور کے انہدام کو بھیجے گئے ۳۱ سنہ کو شاہجہان کی علالت مین جب بہمری سلیمان شکوہ محمد شجاع کی مہم کو بھیجے گئے تو داراشکوہ کی سفارش سے شاہجہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچہزار سوار دواسپہ پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اورنگ زیب عالمگیر سے ملا اور فتح اجمیر کے بعد ایک بڑی جاگیر سے مالامال ہوے سیواجی اور عادلشاہی تنبیہ کے بعد حسب الطلب راجہ جیسنگہ دکن سے دار السلطنت کو آرہے تھے برہانپور مین ۱۰۷۷ھ کو انتقال کیا راجہ صاحب نہایت عمدہ اور سنجیدہ زمانہ شناس سردار تھے۔

بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور ۷ اشوال ۱۰۸۷؁ھ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر رخصت کیا اور اسکے ساتھ صف شکن خان و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ جیسنگہ کو لکھا کہ جسوقت شاہزادہ وہان پہونچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ حسب الحکم اورنگ آباد سے آرہے تھے اور برہانپور پہونچے تھے کہ ۲۸ محرم ۱۰۷۷؁ھ کو انتقال کر گئے انکے مرنیسے بالاگھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ ہے بگڑ گیا راجہ جیسنگہ دلیرخان کے بڑے دوست تھے القصہ دلیر خان جب دکن پہونچے تو یہان کی مہم کیلیے بادشاہ نے خانجہان بہادر کوکلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمۃ الجیش دلیرخان تھے دلیرخان[1] کے کارنامے دکن مین ایسے ایسے عظیم الشان ہوے ہین کہ جو تمام ملک کے باشندونکی زبانپر چڑھ گئے تھے ویلے بہرہ کے اسپار جو لڑائی کہ بیجاپوریون سے ہوئی تھی اس رستم زمانہ سے وہ وہ بہادریان ظہور مین آئی تھین کہ دوست دشمن سب نے تحسین کی تھی یہ جنگ اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک آدمیونکے سر اور ہاتھیونکی سونڈین مثل گوئے چوگان کے میدان رزم مین پڑی ہوئی تھین مصنف لکھتا ہے ؎

فگندہ ہمہ دشت خرطوم فیل — فتادہ تن کشتگان چند میل

ز خرطوم فیل و سر جنگجوے — ہمہ دشت پاشیدہ چوگان گوے

اس لڑائی مین حواس کی درستی اور انتہلے جرأت سے چار پانچ روز ہاتھیون و گھوڑون کی پیٹھ پر سوار لڑتے ہوے بیجاپوریونکے تعاقب مین اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پر

[1] کارنامہ ہاے دلیرخان در دیار دکن بر السنہ و افواہ وضیع و شریف دیر و سایر است و در جنگے کہ خانجہان بہادر کوکلتاش ہمراہ ولی دلیرخان آنطرف آب بہرہ بعساکر بیجاپور واقع شد تلاشہاے نمایان و ثبات ہاے پابرجا کہ ازان رستم زمان ظہور یافت موجب تحسین و آفرین دوست و دشمن گردید تا چند کروہ خرطوم فیل و سر آدم گوے چوگان لیران بود - و پس ازان کہ عرصہ بر فوج بادشاہی تنگ گردیدنا چار با فزونی ہمت و درستی حواس کہ اوراست در چہار پنج روز بالاے پشت فیلان و اسپان جنگ کنان بدنبال بیجاپوریان طے نمودہ بودند در ساعت برفتار قہقری رخصت نمودند - از ماثر الامرا

میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتو مین اپنی جگہ پر واپس آئے۔

اسکے بعد قلعہ سالیر جو نواح بگلانہ مین ہی اور وہ غنیم یعنی مرہٹو نکے ہاتھ مین آگیا تھا اور قلعہ دار کو معتوب و بے منصب کیا گیا اس زمن مین فرمان گرزبردار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ قلعہ مذکور کے قریب جاکر دست اشقیا سے قلعہ چھینا چاہیے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ کے پلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ مین مشغول ہوے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے لوگ کام آے مگر اس عرصہ مین وبا کی شدت ہوئی اور آب وہوا نہایت ردی ہوگئی تمام لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہوچکا تھا بادشاہی حکم پہونچا کہ لشکر وہانسے ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیر خان حکم کے کاربند ہوے اسی ضمن مین سیواجی جب دہلی سے بھاگ کر دکن پہونچا اور پھر قزاقی اختیار کرکے لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیر خان اور خانجہان بہادر اسکے سر پر جاکر اچھی طرح گوشمالی کردین خانجہان نے اس خیال سے کہ سیواجی سے لڑنیکے لیے ابھی سپاہ کافی نہین جمع ہوئی لڑتے نہین توقف کیا اور جسقدر گھاٹ تھے انکی راہین بند کین کہ ان مقامونسے مرہٹے حملہ نہ کرسکین اور جابجا درون پر توپخانہ لگایا مگر یہ تدبیر دلیر خان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگ زیب کے سردارو نمین سب سے زیادہ دلیر و شجاع تھے اور ابھی قلعہ چاکنہ کے حملہ مین کامیاب ہوچکے تھے انھون نے جنگ محفوظہ کی غلطیون کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعونپر حملہ کرنا چاہیے مگر خانجہان اسکو نہ سمجھا مرہٹو نکے سوار جنکی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے لیے ان درون سے جنکو خانجہان نے روکا تھا آئینگے مگر وہ مختلف گروہو نمین منقسم

سلہ قلعہ سالیر تعلقہ بگلانہ بہ تسخیر کفار در آمد قلعہ دار بے منصب معتوب فرمودند در ینولا فرمان مصحوب گرزبرداران بنام دلیر خان صادر گردید کہ خود را بالاے قلعہ رانده قلعہ از اشقیا برآورد دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ بپلے قلعہ آمده بمحاصره پرداخت و جلادت بجا آورد و بسیار مردمان کشتہ و شہید گشتند و چانگزا ابہ و ہواے آنضلع تبضیع و ہلاک مردم کشید بعده کہ ایام محاصره بطول کشید منتج خبر نسید حکم برخاستن دلیر خان فرمودند

ہوکر اورنگ آباد و احمدنگر چلے گئے اگرچہ خانجہان نے انکو بہت راہو نسے روکا مگر وہ اس ارادہ مین کامیاب نہوا ادہر سیواجی نے اپنے سوارونکو چوتھ وصول کرنیکے لیے چارونطرف پھیلادیا سنہ ۱۶۶۵ء مین **دلیر خان** نے سیواجی کے ملک پر دست درازی شروع کی جب ہمیراو سیواجی کے فوج کا ایک سردار گوداوری سے اتر کر اپنے گھر کیطرف آرہا تھا تو راہ مین **دلیر خان** نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کو لیجا سکا۔

جسوقت دلیر خان اور خانجہان دوسری طرف لڑائی مین مصروف تھے تو ہمیراو مغلون کے ملک مین آیا اور خوب لوٹا سنہ ۱۶۷۲ء مین جب علی عادلشاہ والی بیجاپور فالج مین مبتلا ہوکر مر گیا اسکا کوئی بیٹا سوا سے سکندر عادلشاہ کے دوسرا نہ تھا جسکی عمر پانچ سال کی تھی اور ایک بیٹی بادشاہ بی بی تھی عبدالمجید وزیر تھا اور خواص خان و عبدالکریم عرف بہلول خان و مظفر خان یہ تین ارکان سلطنت تھے سبکو اپنے مطلب سے مطلب تھا اس گھر کا کوئی خیر خواہ نہ تھا اسلیے سیواجی نے بیجاپور کو کمزور سمجھکر بادشاہی لشکر سے صلح کی اور بیجاپور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجاپور کی نازک حالت دیکھکر خانجہان بہادر سے عہد و پیمان کیے کہ بیجاپور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت رہیگی اور اورنگزیب کے کسی بیٹے سے بادشاہ بی بی شہزادی بیاہی جائیگی لیکن عبدالکریم اور دیگر امیرون نے ان عہد و پیمان کے سبب سے خواص خان کو سازش کرکے مارڈالا اور لڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانجہان بیجاپور کیطرف آیا تو بیجاپور والے اس سے کئی لڑائیان لڑے جنمین بیجاپور والون کا پلہ غالب رہا عبدالکریم[۱] **دلیر خان کا ہموطن دوست تھا** اسلیے اسکے ذریعہ سے دونون مین صلح ہوگئی۔

---

[۱] عبدالکریم کا خطاب بہلول خان تھا پہلے اسکا باپ عبدالروف عرف دلیر میانہ دو ہزاری پانصدی کے منصب سے شاہجہان کے پاس ملازم ہوا

سیواجی نے خانجہان سے درخواست کی کہ مین بادشاہی ملک نہین لونگا مگر اورنگ زیب بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہین کی دلیر خان نے بادشاہ کو یہ تدبیر لکھی کہ والی گولکنڈہ پر حملہ کیا جاے اور عبد الکریم وزیر بیجاپور اور بیجاپور کی فوج سے اعانت لیجاے بادشاہ نے دلیر خان کی یہ راے پسند کی اور خانجہان کو اپنے پاس بلالیا اور دلیر خان کو اسکی جگہ پر مقرر کردیا۔

قطب شاہ والی گولکنڈہ پر حملہ کرنیکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیواجی سے سازش کرلی تھی عبد الکریم وزیر بیجاپور ۱۰۸۶ھ؁ مین مرگیا تو دلیر خان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان حبشی اسکی جگہ پر مقرر کیا جاے وہ جوہر سیدی کا داماد تھا دلیر خان کی کوشش سے سلطنت بیجاپور کا وہ وزیر مقرر ہوگیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور دلیر خان کے قرضہ کی ادائیگی اور ملک مین امن اور بادشاہ بی بی کو بادشاہی لشکر مین پہونچا دینے کے اقرار کیے۔

دلیر خان بیجاپور سے ان عہد و پیمان لینے کے بعد بیر گرام مین گئے مگر دلیر خان اور مسعود خان کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے دلیر خان کو لکھا کہ بیجاپور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کرکے جتنی سپاہ زیادہ ہوسکے اپنی طرف کرلینا چاہیے کیونکہ ولایت بیجاپور کو بادشاہ اپنے ملک مین شامل کرلینا

بقیہ صفحہ ماقبل پھر وہ خانجہان لودی کے ہمراہ نظام الملک سے جاملا اسکے بعد اسکا بیٹا عبد الکریم جسکا خطاب بہلول خان عبد الرؤف تھا بیجاپور مین صاحب منصب ہوا خواص خان اور بہلول خان کے درمیان مین رنج ہونیسے دکنیون اور افغانون کے باہم ملال پیدا ہوا بعض والی حیدر آباد سے رجوع ہوے نواب دلیر خان اور عبد الکریم بہلول خان سے بوجہ مناسبت ہمقومی اور ہمزبان ہونیکے نہایت لطف تھا دونون سردار اتفاق کرکے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدر آباد پر چڑھے اسعرصہ مین بہلول خان کا انتقال ہوگیا اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہوا ۱۰۹۸ھ جلوس عالمگیری مین بعد فتح بیجاپور کے جبکہ نواب دلیر خان کا انتقال ہوچکا تھا اورنگ زیب نے دلیر خانی کا خطاب دیا اور شرزہ کو رستم خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان ہردو بیجاپوری سردارون کو شش ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

چاہتا تھا اسلیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین بیجا پور سے جو اسکے ذمہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ
کرنا چاہیے دلیر خان بحیثیت سپہ سالار ہونیکے اس مطالبہ کی تعمیل مین آمادہ ہوے
اول بادشاہ بی بی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑے کے بادشاہ بی بی خود دلیر خان کے
لشکر مین چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کسیطرح بچ جلے دلیر خان نے اسکو اورنگ آباد
بھیجدیا اور بیجا پور کا محاصرہ کیا جب بیجا پور والے مایوس ہوے تو وہانکے وزیر مسعود خان
نے سیواجی سے مدد مانگی اسنے دلیر خان کی فوج پر حملہ کرنیکا وعدہ کیا تاکہ محصورین کا
پیچھا چھوٹے اس مطلب کے لیے سیواجی نے نیالہ مین بہت سے سوار جمع کئے اور بیجا پور کیطرف
چلا مگر اس سیلنے گھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازو مین عالمگیری لشکر کے صدمہ اٹھانیکی
تاب نہین ہے اسلیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جاکر کترایا اور بادشاہی علاقہ
پر حملہ کرنے لگا دلیر خان جو فن سپہ گری مین یکتاے روزگار تھے اسوقت
انکے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے ہمقوم ذی جرات اور
بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوجونسے بھی بڑھکر
کام دیسکتی ہے دلیر خان نے محاصرہ کو نہین چھوڑا سیواجی نے دیہات کو جلاکر
خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد مین تھا اسکے حکم سے دس ہزار سوارون
نے جمع ہوکر سنگم نیر کے قریب سیواجی کو ایسا گھیر لیا کہ مار ہی لیا تھا مگر بقول عالمگیر وہ
پہاڑی چوہا تھا کسی بل مین ایسا دبک کر جا بیٹھا کہ کسیکو خبر تک نہوئی مسعود خان وزیر
نے پھر اسے بلایا وہ دلیر خان کے مقابلے کے لیے بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا ہزارون
مرہٹے برچھیت ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان اڑا جاتا ہے مگر ابھی یہ لشکر بیجا پور
تک نہ پہونچا تھا کہ یکایک اسکا بیٹا سنبھاجی بھاگ کر دلیر خان کے پاس آگیا

دلیر خان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ مین اتارا سیواجی نے سنبھاجی کو عیاشی
کیوجہ سے ناخوش ہوکر قلعہ برنالہ مین قید کردیا تھا وہ ایک برہمن کی بیوی سے ناجایز تعلق
کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خان کے پاس آیا دلیر خان نے
بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ مین بیٹے کو لڑانا چاہیے یہ خوب اسکے
ہتکھنڈون سے واقف ہے وہ مرہٹون کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلائیگا غرضکہ گوشت خر
دندان سگ کا تماشہ دکھلائیگا بادشاہ نے دلیر خان کے نام حکم بھیجا کہ اسے
پابزنجیر ہمارے پاس بھیجدو دلیر خان نے یہ وضعداری کے خلاف سمجھا
اور اوس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چندروز باپکو بیٹے
کے سبب سے پریشانی رہی جب سیواجی کو دلیر خان کی بدولت اس پریشانی
سے نجات ملی تو اسنے ہمیر راؤ کو بیجاپور کی مدد کو بھیجا وہ اکر مست خان سے لڑا اودھر
خاندیس مین مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور ادہر ہمیر راؤ اپنی فوج لیے ہوے دلیر خان کے
لشکر کے ارد گرد پھر رہا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیر خان بھی انکو
دبا رہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی جابجا انکی رسد پر چھاپہ مارے
جاتے تھے اور کسیطرح رسد انکے لشکر تک نہین پہونچتی تھی اب برسات آگئی اور محاصرہ
اٹھالیا گیا آخر برسات مین وہ میدانی ملک کے لوٹ مین مصروف ہوا معلوم نہین کہ سیواجی
کے دلمین کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خاک مین ملگئے کہ اسکو بخار چڑھا اور کچھ ایک
ایسی طبیعت بگڑی کہ سنہ ۱۶۸۰ء مین ترپن برس کی عمر مین سیواجی[۱] دنیا سے انتقال

---

[۱] سیواجی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک روایت مستند کتاب مین مندرج ہے کہ جب سیواجی کے ظلم و آزار حد سے زیادہ مخلوق پر طاری ہوگئے تو مظلومون کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی دعا بھی انکی ہلاکت کی باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمد ہاشم خافی خان کے صفحہ ۲۴۰ مین یہ ہے کہ جب سنہ ۲۳ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۰ ہجری مین

کر گیا اور بجاے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیواجی کے اسکے بیقاعدہ لشکر
مین بے انتظامی پھیلگئی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مفتوحہ ملک برباد ہوگیا تھا
کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم مین اپنے باپ سے بڑھگیا تھا سیواجی سواے غارتگری قافلہ زنی
کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیونکے اہل وعیال وعورات کے متعلق اپنے
سپاہیون اور ملازمون سے تاکید رکھتا تھا برخلاف اسکے سنبھاجی شرابخوار وعیاش
تھا غیر قوم کی عورتین اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس وآبرو پر دست درازی کرتا تھا
اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو قزاقی وراہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی
بعد باپ کے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنی ظلمون سے
صرف یہ ایک واقعہ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپ کے سنبھاجی بیس
ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ برار کے اطراف کو لوٹتا ہوا بہادر پورہ پر ٹوٹ پڑا یہ
قصبہ بہادر پورہ برہانپور سے کوس ڈیڑھ کوس تھا اور اسمین جوہری صراف وتجار لکھ پتی
آباد تھے لاکھون روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان وزروجواہر
رکھتے تھے یہانکے باشندے غافل وبیخبر تھے کہ یکبارگی صبح کے وقت یہ ڈاکو آگہرے

بقیہ صفحہ ماقبل سیواجی معہ اپنے غارتگرونکے خاندیس مین آیا اور قصبہ دہرمگانو جو اس زمانہ کی تجارت کی منڈی تھا لوٹتا ہوا قصبہ جالنہ مین پہنچا
اس قصبہ مین سید جان محمد جو درویشان واصل الی اللہ وصاحب دعوت سے تھے رہا کرتے تھے جسوقت کہ اس قصبہ مین مرہٹے لوٹنے آئے
مسلمان اور دیگر غربا اپنے اہل وعیال لیکر حضرت حقایق ومعارف آگاہ کے گھر چھپتے اور پناہ پلتے اس سال بھی اکثر اشخاص
معہ اپنے مال وعیال کے سید صاحب موصوف کے گھر پناہ گزین ہوے سیواجی نے سید صاحب کا کچھ پاس ادب نہ کیا اور سید صاحب
کے گھر پر چڑھ گیا سبکو لوٹا اور قید کیا بلکہ ممانعت کرنے سے سید صاحب اور انسے جو لوگ منسوب تھے انکی زجر وتوبیخ پر بھی زبان
وہاتھ دراز کیے یہ حرکت اسکی کرنا تھی کہ سید جان محمد جو مقبولیت دعا مین شہرۂ آفاق تھے انھون نے بددعا کے ہاتھ اٹھائے
اور انکی توجہ باطنی سے فوراً تیر قضا کا اسکے لگا اور سیواجی اسی مہینہ مین نواح مرتضے آباد مین مرگیا۔ یہی مضمون شاہنشاہنامہ
کے صفحہ ۵۳۸ مین بھی مرقوم ہے۔

اسکو ایسا لوٹا کہ کوئی شخص ایک حبہ از قسم مال اور بال بچونکو باہر نہ لیجا سکا ان ظالمون
نے تمام آبادی مین آگ لگا دی کاکر خان جو نہصدی منصبدار تھا اور خانزمان خان
صوبہ دار برہانپور کا نائب تھا اور تین سو سے زیادہ سوار اوسکے پاس نہ تھے وہ اس
واردات سے اسوقت خبردار ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان تک پہونچتے تھے اوسنے
مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ناچار محصور ہو گیا۔ حسنگنج جسکو نورالحسن خان نے آباد کیا تھا
اور شاہگنج جسکو شاہ بداغ خان نے بسایا تھا اور شاہجہان پورہ جسکو بہادر خان نے
آباد کیا تھا اور خرم پورہ جسکو خرم عرف شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین بسایا تھا
غرضکہ یہ بیس نامی قصبے جو برہانپور کی شہرپناہ سے متصل آباد تھے اور ہر ایک قصبہ مین
لاکھون روپیہ کا مال و سامان تھا لوٹ لیے اور جلا کر خاک سیاہ کر دیے تین روز تک بازار
ظلم و لوٹ کی گرم رہی اسکے بعد اپنی راہ لی برہانپور کے علما و فضلا نے عرضداشت جسمین
مسلمانونکی مال و ناموس کی بربادی درج تھی بادشاہ کے حضور مین بھیجی اور اورنگزیب نے
اسکے جواب مین لکھا کہ مابدولت خود ان ظالمونکی تنبیہ کو دکن کے آنیکا عزم رکھتا ہے اسکے بعد
ایکماہ تک سنبھاجی یون ہی مخلوق کو آزار پہونچاتا رہا مگر جب اورنگزیب دکن گیا تو سنہ ۳۲ جلوس
مطابق سنہ ۱۱۰۰ھ کو وہ اپنے شامت اعمال سے گرفتار ہوا اور اورنگزیب کے حضور مین قتل
ہوا اس واقعہ کی تاریخ سنہ ۵ یا زن فرزند سنبھا شد اسیر سے نکلتی ہے۔ سیواجی کا ایک
خط اورنگزیب کے نام راجہ کولاپور کے پاس ابتک موجود ہے۔
ماثر عالمگیری مین ہے کہ سنبھاجی کے قلعجات و محالات خانجہان بہادر کوکلتاش و دلیرخان

ملہ خانجہان بہادر ظفرجنگ کوکلتاس و دلیرخان و غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ و دیگر امرایان عظام باناموس
قلعجات و محالات متعلقہ آن کہ از تصرف غنیم لئیم زنیم تا این مدت بکوشش مرادان و مساعی نمایان برآوردہ اند ضمیمہ قلمرو
محروسہ گردید ۲۴۵ ماثر عالمگیری۔

وغازی الدین خان بہادر فیروزجنگ اور بعض دیگر امرا کی کوشش سے ۲۷ تک بادشاہی ملک مین شامل ہوگئے تھے۔

سیواجی کو یہ فتوحات حاصل ہوے انکے اسباب یہ مہیا ہوگئے تھے اول یہ کہ بادشاہ خود شمالی و مشرقی فوجونکے ساتھ لڑائیمین مصروف تھا دکن کیطرف وہ بذات خود جانہین سکتا تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ دار دکن تھا اسکے پاس سپاہ مرہٹونکے مقابلے کیلیے کافی نھتی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شہزادہ باپکے مرنیکے بعد بادشاہ ہونیکے لیے اپنی سپاہ وطرفدارونکو قوی کرنا چاہتا تھا اسلیے بیٹے کو کمک نہ بھیجنے سے بادشاہ ہکارہی کرتا رہا اسکے علاوہ بیجاپور وحیدرآباد کے سلاطین کی کمزوری ونا اتفاقی سے کبھی سیواجی ادہر ہوکر کام نکال لیتا تھا اور کبھی اودہر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہوگیا کہ دکن مین کثیر فوج کی ضرورت ہے تو اُسنے ۱۰۸۱ھ مین مہابت خان کو معہ آغرخان کے کابل سے بلاکر چالیس ہزار سوار دیکر دکن کو روانہ کیا مہابت خان شہزادہ محمد معظم کو خیال مین نہین لاتا تھا اسنے شاہزادہ کے پاس صرف ایکہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ نے راجہ جسونت سنگہ کو بلا لیا مہابت خان نے یہان اکر سیواجی کے قلعونکو فتح کرنا شروع کردیا آدھی فوج دلیرخان کی ماتحتی مین تھی دلیرخان نے قلعہ چاکنہ پر حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلہیر کا محاصرہ کیا سیواجی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور اسکے بچانیمین جان ودل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ مین ذخیرہ اور سامان رسد کافی نہ تھا اسکے نواح مین جو عمدہ اور منتخب دو ہزار سوار تھے پٹھانون نے انکے پرنے اڑا دیے آغرخان نے پھول پتہ کی تسخیر مین بڑی بہادری دکھائی اسنے خانجہان بہادر کوکلتاس کیساتھ ابتدامین اور دلیرخان کے ساتھ ...

ف وتیرہ کہ آغرخان ابتدا ہمراہ خانجہان کوکلتاس بازدر قراولی دلیرخان شیردل نمودہ اگر مفصل بنگارد مملو باغراق میگردد

کی ہراولی مین بڑے بڑے کارنمایان کیے دلیرخان کی مرہٹونکی فوجون سے اکثر لڑائیان ہوتی ہین مرہٹے کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا مین وہ تھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے جب لشکر بادشاہی انکا پیچھا کرتا تو دشمن گذار جنگلون کیطرف سے ہزارون نکل آتے اور گھیر کر تنگ کرتے۔

ایکروز دلیرخان کے مقابلہ مین چار پانچسو سوار پہلے نمودار ہوے اسوقت آغرخان کے ساتھ ہراول مین بہت کم آدمی تھے مگر وہ انکے مقابلہ کے لیے دوڑا اول حملہ مین دشمن اسکے آگے سے ہزیمت پاکر بھاگے اور وہ اُنکے تعاقب مین گیا مرہٹون نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف کھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹونکے نمودار ہوے اور ہجوم کرکے لڑنے لگے آغرخان[۱] انپر ایسا گرا جیسے کہ بھیڑون پر شیر گرتا ہے ہرطرف وہ تلوار سے انکا منھ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹونکے مارے گئے اب مرہٹونکو شکست عظیم ہوئی دلیرخان نے آغرخان کے پاس آکر اُسکی تحسین و آفرین کی آغرنامہ مین لکھا ہے

بقیہ صفحہ ماقبل درین ضمن دلیرخان نزد آغرخان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ در آغرنامہ منظم آوردہ ۱۲ شاہنشاہ نامہ

[۱] آغرخان کا نسب قوم اغر سے ہے قوم اغر اولاد یافث بن نوح علیہ السلام سے تھی لہذا اسی نام سے ملقب ہوا اسکا نام امام قلی بیگ تھا اکثر معرکون مین آغرخان نے بہادری کے جوہر دکھلے ہین نہایت بیدھڑک اور صاحب جرأت شخص تھا دلیرخان کے ساتھ اکثر رہا ہے بنگالہ مین جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ مین یہ دلیرخان کے ہمراہ تھا چنانچہ ان واقعات مین اسکا تذکرہ آچکا ہے خانخانان اسکی بہادری سے راضی تھا مگر اہل دیہات پر تعدی کرتا تھا اوجہسے وہ ناخوش ہتا تھا ایکروز یہ بلا دستک خانخانان کے گھر آیا اور زبردستی اجازت لیکر دارالسلطنت چلا جس سے معتوب شاہی ہوا پھر بحال ہوا مگر یہان کابل مین تعینات ہوا اور وہ خیبر مین جب مہمند و یوسف زی افغانون نے شورش کی تھی تو اسنے خوب تنبیہ کی تھی اسنے اسقدر نامی پٹھانونکے سر کاٹے تھے کہ اسکی مینار بنائی تھی اسکا نام وہان بچونکے ڈرانے مین مشہور ہوگیا تھا اس سخت مہم مین بادشاہ نے مومیائی و تعویذ اپنے خط مبارک سے لکھکر اسکو بھیجا تھا سنہ جلوس عالمگیری سے اسنے خطاب خانی پایا تھا سنہ ۲۴ مین نقارہ مرحمت ہوا تھا سنہ ۲۵ کے بعد نواح اکبرآباد مین جاٹون نے سر اٹھایا اور قطاع الطریقی اختیار کی چند گاڑیان ایک قافلہ کی جاٹون سے اسنے چھینکر دیگی گاہی پر حملہ کیا اتفاق سے ایک بندوق کی گولی اسکے لگی اور سنہ ۱۰۹۲ھ مین آغرخان جان بحق ہوا۔

بہر یک ز ایشان ہزار از غنیم	مقابل شدند و بدیدہ جحیم
چنان کشتہ شد از عدد بے حساب	ندیدہ زمین پرتو آفتاب
چو دشمن بگردید عاجز ز جنگ	براہ گریز آمدہ بے درنگ
دلیر خان رسید از قفا آن زمان	بکرد آفرین بر چنان پہلوان

دلیر خان جیسے پہلوان و بہادر کی تعریف کر دیتے تھے اسکے لیے موجب فخر و ناز ہو جاتا تھا چنانچہ مصنف آغر نامہ نے دلیر خان کی تحسین آغر خان کی بہادری کی سند سمجھی ہے اور اسکو نظم مین لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتریان مرہٹون کی شاہی لشکر کے ہاتھ آئین پونہ تک جو اصل سیواجی کا مسکن تھا تاخت کیگئی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آغر خان کے بیٹے نے جو آغر خان ثانی کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ کی نمایان فتح کی یادگار مین مرہٹون کے نشانونکو اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا دلیر خان فتوحات کے علاوہ بعض والیان ملک کے ساتھ دوستانہ سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہ کیخدمت مین سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کرا دیے کرتے تھے رانا والی اودیپور راجپوتانہ کی جنگ مین جب بادشاہی لشکر سے عاجز آگیا تو اسنے بذریعہ شاہزادہ محمد اعظم کے پناہ مانگی اورنگزیب نے اسکی معافی منظور کی لہذا رانا اودیپور ۷ اجمادی الثانی کو تالاب اج سمند پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر ہوا اسوقت[1] دلیر خان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور مین لائے رانا نے پانسو اشرفی اور اٹھارہ گھوڑے معہ ساز طلائی و نقرئی کے پیشکش مین

[1] ہفتم جمادی الثانی رانا بر تالاب سمند ربدولت ملازمت شاہزادہ ابر بخش کرم گستر لسے بررسے کار خویش آ ... دلیر خان پذیراشدہ آوردند از آنجا رانا بخانہ شہامت دثار دلیر خان رفت خان مذکور اقامت گوپال از طرف خود بادہ رسانیدہ پارچہ سہ تقوز و شمشیر مرصع بعقفنہ و سپر با کجل مرصع و برچھی بمنت کاروسہ سلرسپ یک زنجیر فیل و بپسر رانا پارچہ سہ تقوز و خنجر مرصع دار پسی مرصع و بازوبند مرصع و دو سر عنایت نمود

گذرلنے اور آداب بجالایا دلہنے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اور
جمدھر معہ پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا معہ ساز طلائی اور ایک ہاتھی معہ ساز نقرئی کے
عطا ہوا اور خطاب اتابھی بدستور بحال رکھا گیا اور منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا مرحمت
ہوا اور اسکے ہمراہیونکو ایک خلعت اور دس جمدہر مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہو
اور اجازت رخصت ہونیکی دیگئی وہانسے راناوالی اودیپور دلیرخان کے گھر آیا
دلیرخان نے اسکو ٹھہرنیکی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پارچہ بیش قیمت اور ایک
تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع جسپر جڑاو پھول بنے ہوئے تھے اور ایک برچھی منبت کار
اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پارچہ کا خلعت جو نہایت گرانقدر تھا
اور ایک خنجر مرصع اور ایک اُربسی مرصع اور ایک جوڑ بازوبند مرصع اور دو گھوڑے
دلیرخان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت حشم و خدم پر بڑا امتیاز تھا
اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستانکے کسی عالیشان بادشاہ کی اطاعت کو
سر نہین جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کیخدمت مین نہین بھیجتا تھا یہ رانا
نہ بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد مین پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ و پیکار ختم ہوئی شاہنشاہ
اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پرتاب سنگھ کو فرمانبردار بنانیکی غرض
سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ مانسنگھ اور دیگر امرا کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوجکشی کی
مگر وہ پورا مطیع نہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت کے نہین
بجالاتا تھا جب اسپر لشکرکشی کیجاتی تو وہ دشوار گذار پہاڑونمین چلا جاتا مگر سر نہ جھکاتا
رانا سنگا جو بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک اودیسنگھ جسنے اودیپور آباد کیا تھا

اور دوسرا پرتاب سنگھ جسکا بیٹا امر سنگھ تھا جسکو گوشمالی شاہجہان نے دی تھی دلیرخان نے
اس رانا کے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھر آیا اس سے دلیرخان کی عزت و
وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کیسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے
راجپوتون نے جب سنہ ۱۰۹۱ھ مین قومی اتفاق کرکے اورنگزیب پر سخت چڑھائی کی
تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتونکے مطیع کرنیمین پوری قوت صرف کردی تھی
مگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہوجانیسے بادشاہی لشکر کو نہایت کشمکش کا معاملہ پیش آیا
تھا لیکن آخر کو شاہزادہ اکبر راجپوتونکی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہو کر صلح
کے خواستگار ہوے اس جنگ مین دلیرخان کے واسطہ سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ
تاریخ نامہ راجستان مین اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفٹنٹ کرنل جیمس ٹاڈ صاحب سابق
پولٹیکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جارج چہارم کے ملاحظہ و
منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو مین ترجمہ بھی شایع ہوچکا ہے
یہ تحریر ہے۔ کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا دلیرخان کی سرکردگی مین مارواڑہ سے درہ دیسوری
کیطرف سے شہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھا یہ پہاڑی لڑائی راجپوت
نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کو درہ مین شکست ہوئی
اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگزیب پر جو اپنے فرزند محمد اعظم کے مقام
وہ باڑی مین دلیرخان اور شہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ دیکھنے کا منتظر بیٹھا تھا حملہ کیا
مگر ایک افسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور دلیرخان کے زیر حکم خدمتگذاری کرتا تھا
ان مشکلات کو آسان کردیا وہ اپنے وطن کے جلنیکے بہانہ سے فوج سے جدا ہوا اور
جسطرح کہ کوئی شخص سفر مین نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہے رانا کے پاس آیا اور اسنے

معاملات جنگ مین گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اجپوت لڑائی کے
چھڑنیسے مغموم ہین اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند
نہین کریگا لیکن اگر کوئی شخص مصالحت کا خواستگار ہوگا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور
کرلیگا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میری طرف سے شہنشاہ
کیخدمت مین پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اس امر کی تصدیق اجپوتونکی
تاریخ بھی ظاہر کرتی ہے اور تواریخ مین اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان
مین آیا تھا راجہ شیام سنگہ ساکن بیکانیر درج ہے رانا راجسنگہ نے اورنگزیب سے
عہد و پیمان کیے اور شاہزادہ اعظم اور دلیر خان اس عہدنامہ کے سربراہ کار مقرر ہوے
دلیر خان ہمیشہ اسموقع پر جبکہ صلحنامہ کے بارہ مین گفتگو ہوا کرتی تھی رانا راج سنگہ کی
طرفداری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے
ماسوا اسکے بہت سے اشخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوے تھے یہ سب تعداد مین
ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد اعظم نے جو رانا کے حسب و نسب اور عالی خاندان
ہونیسے خوب واقف تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہدنامہ مین جرمانہ
برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی
و بغاوت مین مددگار ہوا تھا ضبط ہونا قرار پلئے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم
رکھنے کے لیے عہدنامہ مین درج ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمزی جھنڈا و شامیانہ وچھتر
آیندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہونا طے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد
حاصل ہوے فرزندان دلیر خان اس مصالحت کے دوران مین بطور یرغمال
وسپردگی کے دیے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو رخصت کے وقت

دلیر خان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ گفتگو یہ تھی کہ تمھارے امیر تو الگ ہین اور میرے فرزند بطور یرغمال کے تمھاری حفاظت مین تم خاطر جمع رکھو کہ مین انکی جان قربان کرکے تمھارے ملک کو بحال کراؤنگا بدین وجہ کہ تمھارے باپ سے مجھ سے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیر خان اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سعی کرتے تھے لیکن وارداتین ایسی واقع ہوتی تھین کہ کوشش کچھ کارگر نہوتی تھی رانا کو مجبوری ملک چھوڑ کر موری کے ان مقامات پر جو نا قابل رسائی تھے بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیر خان کی سعی سے صلح ہو گئی۔

بیان مذکورۂ بالا سے چند باتین ثابت ہوتی ہین اول نواب دلیر خان کی مہم راجپوتانہ مین موجودگی دوسرے رانا سے اور دیپور سے دوستی تیسرے امر صلح مین کوشش چوتھے بادشاہ کیطرف سے انکے فرزندون کا ضمانتاً رانا کے یہان بھیجا جانا لیکن افسوس ہے کہ راجپوتانہ مین جو اورنگ زیب سے جنگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہین ملی جس سے نواب دلیر خان کے کارنامے اور انکے فرزندونکے نام کہ کون کون صاحبزادہ یرغمال مین بھیجے گئے تھے معلوم ہوسکتے ٹاڈ صاحب موصوف نے صرف انلکے واقعات کو تحریر کیا ہے جسمین مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ دسوین سال جلوس کے حسب الحکم دلیر خان دکن کو روانہ ہوئے اور وہان پر اہل بیجاپور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہین مگر سنہ ۱۲ جلوس مین بعد کئی برسکے دکن سے حسب الطلب دہلی مین بادشاہ کے پاس آئے اسعرصہ مین

سالہا در سال سیزدہم باستان بوس خلافت چہرہ دولت برافروخت و از تغیر عابد خان بصوبہ داری ملتان رخصت یافت ۱۲ مآثر الامرا

عابد خان[1] کی تبدیلی ہوئی اور بجاے انکے دلیر خان صوبہ دار ملتان کیے گئے اور وہان جاکر ایوان صوبہ داری کو انھون نے رونق دی اور ملکی و مالی انتظام مین مصروف ہوے سنہ ۱۹[2] جلوس عالمگیری مین جب صوبۂ ملتان شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر مین دیاگیا تو دلیر خان بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہوے اور پھر بادشاہ نے دار السلطنت سے انکو مہمات دکن کے لیے بھیجا۔

سنہ ۲۰[3] جلوس مین جب خانجہان[4] بہادر جو دکن کا ناظم تھا معتوب ہوا تو دلیر خان

---

[1] عابد خان کا عرفی نام قلیچ خان تھا یہ باپ کی طرف سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد مین ہین شاہجہان کے عہد مین ہندوستان مین وارد ہوے یہ غازی الدین خان فیروز جنگ کے پدر بزرگوار اور نظام الملک آصفجاہ کے دادا تھے یعنی حضور نظام فرمانرواے دکن کے مورث اعلیٰ ہین صوبہ ملتان مین انھین عابد خان کی جگہ پر دلیر خان مقرر ہوے پہلے عابد خان چار ہزاری منصب پر فائز ہوے بعد کو پنجہزاری منصب کو پہونچے صدارت کل کا منصب بھی انھین حاصل ہوا سنہ ۱۰۹۷ھ مین قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین توپ کا گولہ آپکے شانہ پر لگا کمال قوت سے اپنے قیام گاہ پر واپس آے جمدۃ الملک اسد خان وزیر اعظم انکی عیادت کو آے جراح ہڈیون کے ریزے نکال رہا تھا اور یہ بدستور بیٹھے ہوے ایک ہاتھ سے قہوہ پیتے جاتے تھے اور حاضرین سے باتین کرتے جاتے تھے اور پیشانی پر شکن نہین آتی تھی کہتے تھے کہ بخیہ دوز خوب ہاتھ آیا ہے اوسی حالت مین ۱۰۹۸ھ کو انتقال کیا انکے والد شیخ عالم فاضل اعظم سمرقند کے تھے اور وہ پسر الہ داد صاحب بن عبد الرحمن صاحب صاحب سجادہ کے فرزند تھے عابد خان صوبہ دار دکن و اجمیر ملتان کئی جگہ کے رہے ہین انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کو نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کی بیٹی منسوب تھی

[2] و در سال نوزدہم ان صوبہ بتیول شاہزادہ محمد اعظم شاہ مقرر شد خان مذکور بحضور رسیدہ بیساق دکن مرخص گردیدہ۔

[3] چون سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن معتوب شد خبر داے آن دیار بان سردار نامدار مفوض گشت کہ تا تعین صوبہ دار مہمات آنجا بصوابدید او تقدیم یابد۔

[4] خانجہان کی معتوبی کی یہ وجہ تھی کہ اوسکے لشکر مین فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعتراض پر وہ متاثر نہین ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب ہوچکا اوسنے گرفتاری سے اغماض کیا سر دربار بادشاہ کے کوکہ یعنی رضاعی بھائی ہونے سے گستاخانہ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی مین بدخیالی کرتا تھا سنہ ۴۱ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۸ھ کو یہ مرض الموت مین مبتلا ہوا۔ ۱۶ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیر اوسکی عیادت کو گیا ۱۹۔ ماہ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امیر عالیشان کی محفل نہایت شاندار رہتی تھی جو جاہتا

اوسکی جگہ پر مقرر ہوے تمام صوبہ دکن کی صوبہ داری و فوجکی سپہ سالاری دلیر خان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم پلہ تھا دیا ہے جملہ مالی و فوجی مہمات انکی راے سے انجام پاتے تھے۔

سنہ ۲۱ مین دلیر خان اور حیدر آبادیون سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک ہاتھی انکا زخم بان سے ہلاک ہو گیا اور خانموصوف کی سواری کا جو ہاتھی تھا اسکے ایک گولہ کا زخم لگا اور انکا خدمتگار جو پیچھے انکے ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے ہلاک ہو گیا اور بان سے دلیر خان کے گریبان مین آگ لگ گئی مگر چھاگل کے پانی سے جو ساتھ مین رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اُسروز بیشمار آدمی غنیم کے قتل کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیر خانکے فوجکی بھی کام آئی دلیر خان اس روز لڑتے ہوے اور اپنے لشکر کی خبر لیتے ہوے شام کیوقت اپنے خیمہ مین پہونچے۔

سنہ ۲۳ مین قلعہ منگل بیدھ دلیر خان کے حسن تردد سے سیواجی کے قبضہ سے نکل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری مین ہے کہ جب قلعہ منگل بیدھ دلیر خان نے سیواجی سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاعی یادداشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل وہ کہا کرتا تھا اکثر اوسکی مجلس مین نظم و نثر و تلوار و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے و ادویہ شیتی کا تذکرہ رہا کرتا تھا۔

سلہ وقایع نگار معروضداشت کہ دلیر خان با منازعان گلکنڈہ آویزشے سخت دست داد یک فیل بزخم بان بکار آمد و بفیل سواری خانمذکور زخم تفنگ رسید و خدمتگاری کہ عقب خان مذکور بر فیل نشستہ بود بزخم بان جان درباخت و آتش بان در گریبان خان افتاد و از آب چھاگل فرونشاندند مردم بسیارے از مخالفان بر خاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان بکار آمد و خان جنگ کنان خبر لشکر یافتہ شام بخیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

سلہ نہم رمضان عرضداشت دلیر خان رسید کہ قلعہ منگل بیدہ از تصرف سیوا بر آمد۔ ماثر عالمگیری۔

سنہ ۲۶ مین جب بادشاہ اورنگزیب خود اورنگ آباد دکن مین ونق افروز تھا اوسنے دلیرخان کو بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہزادہ محمد اعظم شاہ نہ حاضر ہوے تم بھی میرے حضور مین رہو اس زمانہ مین دلیرخان سخت علیل تھے۔

نواب دلیرخان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت کے دہلی سے صوبہ اودھ کیطرف دلیرخان کی آمد ورفت اکثر رہا کرتی تھی شاہجہان بادشاہ کے عہد مین سرکار قنوج وکالپی انکے متعلق تھی اور اورنگزیب کے زمانہ مین سرکار اودہ دلیرخان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگزیب نے اپنی تخت نشینی کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیرخان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیرخان اکثر مہمات شاہی مین رہا کرتے ہین انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب و جانشین مقرر کیا تھا غرضکہ صوبہ اودھ سے رسل ورسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا جسجگہ پر کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگئی کھٹرہ کے نام سے بستا تھا او اسمین ٹھٹھرونکی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیان بنالی تھین ٹھٹھرونکی حکومت بصورت ایک خودمختار ریاست کے تھی ایک مدت کے بعد یہان کی حکومت برہمنان یوالہ کے قبضہ مین آئی وہ برہمن اسوقت مین پانڈے کہے جاتے تھے جب انھون نے پیشہ بغاوت وراہزنی کا اختیار کا کیا اور خزانہ شاہی جو ملک اودھ سے دارالسلطنت دلی کو جارہا تھا لوٹ لیا تب انپر عتاب شاہی نازل ہوا دلیرخان اس قوم باغی کے استیصال کیلیے مقرر ہوے بعض مستند ذرایع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیرخان پرگنہ کانٹھ ضلع شاہجہانپور

مین آئے اور اپنا لشکر ڈالا اور یہان انکے باغیونکے دریافت حال کے لیے مخبرونکو مقرر
کیا مخبرون نے جا کر یہ خبر پہونچائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑہیون وغیرہ مین رہا کرتے
ہین ایکروز انکے نہان کا ہوگا وسروز موقع حملہ کرنیکا اچھا ہوگا چنانچہ ایکروز تالاب تیھنا
پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے نہانیکے واسطے جمع ہوے میلہ لگا
ہوا تھا کہ نواب دلیر خان انکے سر پر پہونچلیے اسمقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے
ہین کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیر خان نے کانٹھ سے کوچ کرکے یہانسے پانچ کوس پر
لشکر کا پڑاو ڈالا تھا اور قصبہ پالی مین قیام کیا تھا جاسوسون کے خبر دینے سے وہ
یہان آگئے اور انکی گڑھیونپر جنکے ڈھیر محلہ کھیڑہ کے قریب پلے جاتے ہین چڑھائی
کردی اور تالاب تیھنے کا محاصرہ کرکے لڑائی چھیڑ دی گڑھیان چھین لین اور میلہ پر
سبکو بسپا کرکے بہت سے تلوار کے گھاٹ اتار دیے اور بہت سے اسیر کر لیے مشہور ہے کہ بارہ
ہزار جرار فوج دلیر خان کے ساتھ تھی اسمین سے بارہ سو پٹھان بھی قتل ہوے اور بہتسے
پانڈے اور دیگر ہنود مفرور ہوے بعد فتحیابی کے اس مہم کے صلہ مین پیشگاہ سلطانی سے
یہ علاقہ معہ قصبہ انگئی وہیس پور کے جسمین مواضعات آباد و کچھ غیر آباد تھے دلیر خان کو عطا
ہوے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ افتاب اودہ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی
ترجمہ گزیٹیر سرکاری مین یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھرونکا نکلنا اور انکے بعد چھتریونکا حال اور انکی ترقی دلیر خان کی کامیاب لڑائیان
اور بعد ازان شاہ آباد اور تعلقہ باسط نگر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جنسے معلوم ہوتا ہے کہ
ٹھٹھرونکی آبادی انگئی کھیڑہ مین تھی جسکی جگہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔
ان ٹھٹھرونپر فتح اسطرح کیگئی کہ چند پانڈے برواد برہمن جو کاشی سے ہردوار جاتے تھے

یہان ٹھہرے اور ٹھٹھرونکو کمزور خیال کرکے واپسی کیوقت انکو نکالدیا مگران پانڈے بردارونکا
حال نہین معلوم انکے سردار کانام انگد تھا۔ پانڈے بردار انگئی کھیڑہ اور اسکے قرب وجوار
پراورنگزیب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت مین ان لوگون نے سرکاری
خزانہ جوکہ خیرآباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ مین کر دلیرخان افغانکو انکی
سرکوبی کیلیے بھیجا شاہجہانپور پہونچکر تنہا دلیرخان انگئی کھیڑہ کیطرف چلے تاکہ دشمنونکی قوت
دریافت ہو راستہ مین انکو پیاس معلوم ہوئی ایک بڑھیا سے انھون نے پانی مانگا دو اشرفیون
کے انعام نے اس عورت کی زبانکو کھولدیا اور دلیرخان نے اس سے تمام حالات پانڈے
بردارونکے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایکدن سب لوگ بیتھنا تالاب پر نہانے کے لیے
جمع ہوتے ہین یہ سنکر دلیرخان شاہجہانپور واپس گئے اور وہان ایک بڑی فوج جمع کرکے
انگئی کھیڑہ پر چڑھائی کردی اور برہمنونکو گھیر لیا اور قتل وقمع کردیا اس چالاکی وبہادری
کے صلہ مین ان برہمنونکی کل ریاست انکو جاگیر مین مرحمت ہوئی اور نواب دلیرخان بہادر
پنجہزاری کا منصب وخطاب ملا انکی اولاد اس معافی پر نواب سعادت علیخان کے زمانہ
تک قابض رہی سنہ ۱۰۶۷ھ مین دلیرخان نے انگئی کھیڑہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا
اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانون اور سوارونسے بھردیا۔ اور انکا قرب وجوار کی معافیان عطاء
وسط مین بڑی ڈیوڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھیونکے نام سے مشہور ہین
کپتان گاردن نیک صاحب موضع دریاپور کے بابت اپنے فیصلہ مین لکھتے ہین کہ ان لوگون نے
رہن یا حیل وفریب اور یا بزور شمشیر اپنی ریاست حاصل کی اور پچاس یا ساٹھ برسکا عرصہ گذرا
کہ اسپر مالک رہے بعدازان انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اکثر موقع پر
قدیم زمینداروں نے چند حصہ انسے مول لیے اور اوسپر قابض ہوگئے۔

بموجب تحریر تیفن تھیلر صاحب کے شاہ آباد کی بنا انگد نے جو رامچندر کا بھانجا تھا ڈالی تھی اگر ایسا ہے تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ رامچندر سولہ سو برس پیشتر حضرت عیسی علیہ السلام سے گذرے اور اورنگ زیب کے زمانہ مین نواب دلیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔

اسکے بعد اسجگہ دلیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد کے لیے بسانا چاہا چونکہ اسکے قریب شاہجہانپور ایک بھائی کیطرف سے شاہجہان کے عہد مین پندرہ برس پہلے آباد ہو چکا تھا اور وہان انکے اصلی نام جلال خان کی نسبت سے ایک محلہ جلال نگر اور خطابی نام دلیر خان کی مناسبت سے دلیر گنج آباد بھی ہو چکا تھا اسلیے اس خیال مین انکی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام و نشان کے لیے ایک علیحدہ شہر بسانا منظور ہوا تاکہ افغانونکا ایک ٹکڑا ہندوستان مین آباد ہو کر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور اراضی ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزارہا پٹھان جو انکے ہمراہ فوج مین بصورت چھاونی کے جابجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہو جائے اور آئندہ نسل چلے ان مصلحتون سے اپنے شاہ کی نسبت سے شاہ آباد نام رکھا اور شہر بسانا شروع کیا سب سے پہلے موضع دلیر پور عرف نعمت پور مین قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت حاصل کرنے اور بنا بر وطن انعام التمغا اراضی ملنے کی غرض سے ایک عرضداشت عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی چنانچہ حسب دلخواہ بادشاہ موصوف نے بنا بر وطن اراضی معاف کر کے انعام التمغا کا فرمان عطا فرمایا جسمین چھبیس لاکھ دام کی جاگیر بصیغہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنا بر وطن انعام التمغا غرضکہ جملہ بتیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا زمانہ ماہ مبارک رمضان ۱۰۷۷ھ لغایتہ ۱۰۷۲ھ مطابق ماہ اردی بہشت ۸ سنہ جلوس ہی سینتیس موضع معہ قصبہ انگئی کے جو متعلق شاہ آباد ہین فرمان مین درج ہین اور تفصیل دیہات

نام بنام پشت فرمان پر تحریر ہے القصہ یہ فرمان حاصل کیا گیا اور شاہ آباد کی آبادی کیطرف توجہ کیگئی جامع مسجد۔ بڑی ڈیوڑھی۔ مقبرہ کی بنیاد دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے ڈالی اور عمارت بنوانا شروع کی تعمیر کا سلسلہ چھڑا ہوا تھا کہ دلیر خان حسب الطلب بنگالہ وغیرہ کی مہم پر چلے گئے اور انکے بڑے بیٹے نواب کمال الدین خان نے یہ عمارات تکمیل کو پہونچائین چھ لاگت ان ہر سہ عمارات کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو فی زمانہ اس مضبوطی وخوبصورتی کیساتھ دس لاکھ روپیہ مین بھی نہین بن سکتین کیونکہ اس زمانہ کیسی شخصی حکومت پر چیز کی ارزانی کم مزدوری اس وقت مین کہان میسر آسکتی ہے عمارت کی تفصیل انشاء اللہ کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کیجائیگی اب رہی یہ بات کہ نواب دلیر خان نے شاہ آباد کب اور کس سنہ مین فتح اور آباد کیا ہے اسکے بھی تاریخ فرمان اور تحریری دلائل موجودہ مین بعد فتح اجمیر کے دلیر خان دارالسلطنت دہلی آئے اور وہان جلوس ثانی مین خلعت وانعام وغیرہ پانیکے بعد انکو اجازت جاگیر جانیکی مرحمت ہوئی یہ ماہ ۱۰۶۹ھ کا تھا انھین ایام مین دلیر خان اپنی جاگیر پر آئے اور شاہ آباد فتح کیا بہرکیف ۱۰۶۹ھ سے ۱۰۷۰ھ تک دلیر خان نے شاہ آباد فتح کر لیا کیونکہ یہی زمانہ انکے قیام کا اپنی جاگیر مین پایا جاتا ہے اسکے بعد حسب الحکم دلیر خان جنگ بنگالہ پر چلے گئے اور پھر وہانسے اسام وغیرہ جاکر دوسری مہمات سر کی ہین اور کئی سال انکو ان مہمات مین مصروفیت رہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نوابصاحب بنگالہ جانیکے پیشتر شاہ آباد فتح کر چکے تھے اور اسکا نام بھی شاہ آباد قرار دے چکے تھے کیونکہ فتح بنگالہ کے بعد دلیر خان کا جاگیر پر آنا کسیطرح ثابت نہین ہوتا بلکہ بنگالہ سے کوچ بہار فتح کرتے ہوے اسام چلے گئے تھے اور وہانسے ۱۰۷۳ھ مین جاگیر پر آئے ہین فرمان بادشاہی جو ۱۰۷۲ھ مین تحریر ہوا ہے اسمین شاہ آباد کا نام تحریر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ فتح آسام اور ۱۰۷۳ھ مین آنیکے بعد نوابصاحب نے شاہ آباد فتح کیا اور اسے

بسایا تو اس سے پیشتر سنہ ۸۵ھ میں قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان میں اسکا وجود کیونکر پایا جاتا ہے بہر کیف یہ امر لازمی ہے کہ سنہ ۷۶ھ تک شاہ آباد کی بنیاد پڑ گئی تھی ہان یہ ہوسکتا ہے کہ بنا بر آباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیر خان نے زبانی بھی عرض کیا ہو اور اسکے بعد کسی مہم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی عنایت ہوا ہو۔ جب دلیر خان مہم بنگالہ و آسام وغیرہ مین مصروف ہون تو انکی عدم موجودگی مین انکے لایق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد مین مشغول ہون اسکے بعد جب دلیر خان مہمات سے یہان تشریف لائے ہون تو پھر انھون نے آبادی مین زیادہ ترقی دی ہو۔ سنہ ۷۸ھ مین دلیر خان دکن گئے ہین اور سنہ ۸۰ھ مین وہان سیواجی کی مہم سر کر کے سنہ ۹۰ھ مین بیجاپور کا قلع وقمع کیا ہے۔ واجب العرض سرکاری مین جو زمانہ آبادی کا سنہ ۸۸ھ اور سنہ ۱۶۷۶ع لکھا گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہین معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس تک شاہ آباد کی آبادی کیون معرض التوا مین ڈال دیجاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے غالبًا بندوبست سرکاری مین باشندگان شاہ آباد نے بلاتحقیق بموجب اس زبانی روایت کے کہ آبادی شاہ آباد کے چھ سات برس کے بعد بانی شہر یعنے نواب دلیر خان نے انتقال فرمایا ہے لہذا سنہ ۸۸ھ لکھا یا کیونکہ سنہ ۹۴ھ مین نواب دلیر خان نے رحلت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا ہے مگر سنہ ۸۸ھ مین شاہ آباد کی آبادی کسیطرح ثابت نہین ہوتی خاکسار کے پاس نواب دلیر خان کے دستخطی اسناد موجود ہین انھون نے چودھری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ اراضی معافی مین مرحمت کی ہے اور اسکی سند سنہ ۷۷ھ مین تحریر کی ہے اگر یہانکی آبادی موجود نہوتی تو قبل سنہ ۸۸ھ کے سنہ ۷۷ھ مین وہ سند کیسے دیجاتی اسکے بعد سنہ ۸۷ھ مین

کچھ اراضی دلیرخان نے اپنے چوبدار فیروز والہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند مین گرد و نواح
کے مکانات کے حدود بھی درج ہین اگر یہ خیال کیا جاوے کہ قبل از فتح انگئی اور آبادی شاہ آباد کے
یا اسناد و اراضیات بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض
تحریر مین آسکتے اسکے علاوہ سنہ ۱۰۸۷ھ مین دوسرا پروانہ دلیرخان نے شیخ محمد مہدی صاحب قادری
کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ ہدایۃ اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جنکے مکانات و مزارات
محلہ بدریا مین ہین اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوے ہین تحریر کیا ہی جب شیخ مہدی صاحب کا انتقال
ہو گیا تو یہی جاگیر موضع جوگی پور و کنہر پور انکے صاحبزادونکو دی ہی اگر قبل از سنہ ۱۰۸۷ھ کے
شاہ آباد کی آبادی نہوتی اور شیخ مہدی صاحب یہان آباد نہوتے تو از روے سند سابق
جو دلیرخان کیطرف سے شیخ محمد مہدی صاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب دلیرخان صاحبزادو کے
نام کیونکر تحریر کیجاتی اور وہ دیہات کسطرح دیے جاتے غرضکہ ان دلائل سے سنہ ۱۰۸۸ھ سے
پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہو سکتا ہی اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہین
اور انپر دلیرخانی مہر جو ایک شعر مین بطور سجع کے ہی پڑی ہوئی ہی اور وہ شعر یہ ہی ؎

جلال داشت ز روز ازل چو صدق ضمیر
دلیرخان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

اس مہر کے بعد اسناد و پروانونکی پشت پر دفتر کے کارپردازونکی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہے
جب بوجہ کثرت آبادی کے قصبہ انگئی کے حدود سے باشندگان شاہ آباد کے مکانات و باغات
تجاوز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا اسپر کمال الدین خان نے
بارگاہ شاہی مین عدم مزاحمت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گذرانی چنانچہ بموجب
اسناد علاحدہ جو مواضعات کہ ویران افتادہ تھے علاوہ ان دیہات کے جو دلیرخان کو پیشتر عنایت

ہوچکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو مرحمت ہوے اور اسکا فرمان ۷ جمادی الثانی
سنہ ۹۶ اھ کو منجانب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرۂ کمال الدین خان مین بجنسہ درج
ہے اسکے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع وترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے
پچھم وا وتر کیطرف موضع ادھرنپور وباغ پچاس ہزارا حد پورب باغ لکھ پیڑا موسومہ بہ بڑا باغ
حد دکن موضع سرائے کمال الدین خان جسجگہ کہ سرائے پختہ ویران آجتک پائی جاتی ہے
غرضکہ یہ طول وعرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب قبہ اس قصبہ
شاہ آباد کا از روے پیمایش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس بیگہ جسمین پختہ ہے بوجہ ویرانی
اور ضلع نہونیکے یہ شہر قصبہ ہی رہا مگر ملک اودہ مین سب سے بڑا یہی قصبہ ہے آبادی غیر مسلسل
ہونیکی یہ وجہ واقع ہوئی کہ بطور لشکر کے جابجا فاصلہ پر محلہ بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ
زمانہ عام ہتیاربندی اور سپاہگری وزور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ وجدال برپا رہا کرتی
تھی اسلیے شہر پناہ شجاع اور جری افغانونکے محلونکی آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر
مین بجاے قلعہ منہدمہ کے بڑی ڈیوڑھی قائم کیگئی اور اندرون قصبہ کے علما وحکما وفقرا
کایستھ برہمن اور دیگر پیشہ ور عایا کو آباد کیا گیا اور بازارونکو بسایا گیا اور محلونکے نام جو قوم
کہ اوسمین آباد کیگئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً مہمند سلیمانی۔ بافرزئی غلزئی کہ ہر ایک
قبیلہ کی قومیت ہے جو پٹھان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب
کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونیکی وجہ یہ ہے کہ قصبہ ہذا کی آبادی کیوقت جو افسر و
رفیق ہمراہ دلیر خان کے باغیون کے تدارک مین کام آے انکے ورثا کو از راہ قدردانی افتادہ
ویران ارضی وجنگل آبادی کے لیے علی قدر مراتب تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے
اشخاص بذات خاص اہل استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پروانے

فرمان شاهي بنام نواب دلير خان بانئي شاه‌آباد

*

منجانب نواب دلیرخان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوے یہ قبائل تعداد مین
باون تھے اراضیات کے رہن وبیع کا اختیار بھی اصلی مالکونکے ورثا کو نسلاً بعد نسل
آجتک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد مین
ان لوگون کی حقیتین خریدی تھین چنانچہ چار بیگہ زمین محلہ اللہ پور مین متعلقہ حویلی اختیار خان
کے انکی دختر مسماۃ گرامی بی بی اور انکی پوتی تاج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ
پچاس روپیہ کو محمد معقول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مول لی اور اسکا بیعنامہ غرہ صفر
سنہ ۱۱۴۲ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شرفا کی مہرین ثبت ہین۔
اب یہانپر فرمان شاہی جو دلیر خان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل اسکی صفحہ آیندہ
پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب دلیر خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمان ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی

چون بعرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید شجاعت و شہامت شعار
جلادت و بسالت آثار سردار مراحم نمایان لائق العنایۃ

والاحسان دلیر خان التماس دارد کہ بر جمع پالی من اعمال سرکار خیرآباد متعلق
بصوبہ اوده کہ مبلغ بست وشش لک دام بجاگیر خان مشار الیہ تنخواه است
شش لک دام اضافہ شود کہ از اصل واضافہ جملہ سی ودو لک دام باشد
ومبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع پٹہ شاه آباد عرف
انگئی وغیره من اعمال پرگنہ مرقوم بجہت وطن بہ بنده مرحمت شود لہذا
حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف صدور یافت کہ دیوانیان عظام
مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنہ مزبور اضافہ نموده موازی سی وہفت موضع
پٹہ مسطوره وغیره را از ابتدای فصل ربیع پارس ئیل در وجہ انعام
خان مومی الیہ بجہت وطن بطریق التمغا سوای طلب منصب حسب الضمن مقرر
دانستہ تتمہ بست وشش لک دام بجاگیر خان مشار الیہ اعتبار نمایند
می باید کہ فرزندان کامگار بختیار وامرای ذی شوکت نامدار ووزرای
صائب رای کفایت شعار وخوانین رفیع القدر عالیمقدار وناظمان
علیحاقانی ومباشران اشغال دیوانی وجاگیرداران وکروریان حال
واستقبال در استمرار واستقرار این حکم والا کوشیده
مواضع مذبوره را بتصرف خان مشار الیہ ظہرا بعد ظہر ونسلا بعد نسل وطنا

بعد بطن اوبا زگذارند و در ہیچ وقت و زمان تغیر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن راه
ندہند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمرند
و درین باب ہر ساله حکم و سند مجدد نطلبند سبیل چودہریان و قانونگویان و
رعایا و مزارعان آن مواضع آنکه دیہات مسطوره را انعام آنہا مقرر
دانسته مالواجبی و حقوق دیوانی را موافق حق و حساب بخان موصی الیه
جواب گو و از انجمله چیزی قاصر و منکسر نکردانند و از اصلاح و صوابدید حسابی
آنہا بیرون نروند و از فرموده تخلف و انحراف نورزند بتاریخ بستم ذی حجه
سنه پنج از جلوس والا نوشته شد۔

جانب پشت فرمان

شرح یادداشت واقعه تاریخ روز شنبه سوم شهر رمضان المبارک سنه ۵ جلوس مقدس
مطابق سنه ۱۲۰۶ھ موافق اردی بہشت ماه الہی برساله نواب قدسی القاب فی رحدقه خلافت و
ابہت نور حدیقه سلطنت و دولت فروغ دودمان عزو اقبال چراغ خاندان جاه جلال و الاگہر
بلند مکان رفیع القدر منیع الشان ستوده خصال خجسته شیم۔ وبمعرفت وزارت پناه کفایت
دستگاه شایسته اضافت و مراحم تفقدات سزاوار صنوف عواطف و تلطفات راجه رگهاب کہی و
نوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه محمد علی الحسینی قلمی میگردد که چون درینولا
بعرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید که امارت پناه دلیر خان از درگاه فضل و کرم التماس ازد

که در جمع پرگنه پالی من اعمال سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اوده مبلغ بست شش لک دام
بجاگیرخان مشارالیه تنخواه است شش دام اضافه شود که جمله اصل و اضافه سی دو لک
دام باشد مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع ته شاه آباد عرف انگئی
وغیره از مواضع پرگنه مذکور بموجب مسطور فی الذیل بجهت وطن مرحمت شود لهذا حکم
جهانمطاع عالم مطیع صادر شد که مبلغ شش لک دام برجمع پرگنه مذکور اضافه نموده
مواضع ته شاه آباد وغیره دیهات مذکور را من ابتدائے ربیع پارس ئیل بانعام خان
مومی الیه بجهت وطن برسم التمغا سوائے طلب منصب عطا فرمودیم تتمه بست و شش
لک دام را بجاگیرخان مشارالیه حساب نمایند و مطابق فهرست جات قلمی شد
شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه راجه رگهناتهه برساله نواب قدسی
القاب ستوده خصال خجسته شیم و بمعرفت کمترین بندگان درگاه داخل وقعه نمایند

شرح حاشیه بخط واقعه نویس مطابق واقع است شرح بخط
وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اصناف مراحم تفقدات
سزاوار صنوف عواطف و تلطفات راجه رگهناتهه بعرض مکرر
نمایند۔

شرح بخط سیادت پناه رفعت و معالی درگاه اشرف خان آنکه
نهم شهر رمضان ۵ سنه جلوس مبارک مکرر بعرض تقدس نمایند
شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اصناف مراحم
و تفقدات سزاوار صنوف عواطف تلطفات راجه رگهناتهه
فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

موید موضع

اصلی داخلی

عہ موضع

جمع دامے حسب الحکم

چھے لاکھ
دام

ازتہ شاہ آباد عرف انکٹی اگان

موضع دولاکھ تراسی ہزار دام

اصلی داخلی

عہ موضع

جمع دامے

فی التاریخ سنہ ۵ جلوس مطالعہ ۱۴ شہر محرم

اب یہان پر کچھ قدیم آبادی کی حالت بھی جسپر شاہ آباد بسایا گیا ہے بیان کردینا
مناسب معلوم ہوتا ہے اس قصبہ انگئی کی آبادی کے متعلق ہمین کوئی تاریخ ہندی
نہین ملی مگر ہمارے ایک محقق دوست نے جو قوم کے ہندو ہین ایک سنسکرت کی پوتھی
سے ترجمہ کرکے کچھ حالات لکھائے ہین جو نذر ناظرین کیے جاتے ہین انکی روایت مین
ہے کہ انگئی اصل مین انگدہ گڈہ تھا راجہ انگد نے یہ بستی اپنے نام سے بسائی تھی راجہ انگد
مہاراجہ رامچندر کے سپہ سالار تھے مہاراجہ رامچندر سورج بنسی خاندان سے تھے
جو ہندوستان کے مشہور فرمانروا گذرے ہین انکے والد راجہ دسرتھ تھے جنکا پایہ تخت
اجودھیا تھا جب مہاراجہ موصوف نے جنوبی ہند یعنی ملک دکن کی راجدھانی کو جو
اسوقت مین جزیرۂ لنکا اور اب اردو مین سنگلدیب اور انگریزی مین سلون کہتے
ہین فتح کرنا چاہا اور اپنے باپ کے حکم سے وہان چڑھائی کی تو اسوقت راجہ انگد
نے جو پمپاپور ضلع ناسک واقع سنٹرل انڈیا کے باشندہ تھے بڑی بہادری دکھائی
اور بڑی بڑی لڑائیان جیت کر مہاراجہ رامچندر کے دلمین بہت گنجایش اور محبت
پیدا کرلی جب وہان سے وہ کامیاب ہوکر اپنی راجدھانی اجودھیا کو واپس
آئے تو مہاراجہ رامچندر نے اپنے پایہ تخت کے پچھم کیجانب تخمیناً سو کوس کے فاصلہ پر
راجہ انگد کو جاگیر عنایت کی اور انھون نے یہان آکر اس مقام پر ایک بستی
بسائی جسکا نام اپنے نام سے منسوب کرکے انگد گڈھ یا انگئی رکھا اور اُسمین
پانچ کنوئین جنکے نام گنگودک[۱] - سمندر[۲] کھار - سوبھدرہ[۳] - کوشودک[۴] - پیوبرت[۵]
اور نو تیرتھ جنکے نام - نربدا[۱] - گروتھ[۲] - برھمعہ ورت[۳] - مھنڈکا[۴] - باراہ[۵] - ساگر[۶]
دراشٹے[۷] برت - رتھیشہ[۸] - برنگدا[۹] گا - قائم کیے یہ مقام نیمکھار سے ۲۸ کوس

پچھم کیطرف واقع ہے اور بموجب انکے عقیدہ کے ٹیکم دیو کا تعلق نربدہ سے ہی اور جالتی دیبی کا تعلق گروتھ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض راجہ انگد کو مہاراجہ رامچندر کی اولاد مین بھی بتلاتے ہین واللہ علم بالصواب۔

شاہ آباد کے محلونکے نام جو تعداد مین ۵۲ تھے

سیدیخیل	اللہ پور	امن زی	شیخوپور
ملکاپور	جنگلیان	خلیل	نئی بستی
ولی میان	محلہ شمشیر خان	علنزی	احاطہ حکیم عبدالسبحان خان
میران کی بستی	محلہ جعفر خان عرف مونجا کٹن	نیکوزی	بازید خیل
مولا گنج محلہ حاجی حیات خان	مہمنڈ	سلیمانی	گڈھی کلان
گڈھی بعنیا	بازید خیل ہمت خان	باقرزی	تاجپورہ
سیدیخیل ثانی محلہ علی شیر خان	محلہ سورون	دلاورپور	اختیارپور
عنایت پور	یونس خیل	بی بی زی	کھیڑہ عظمت خان
گگیانی	ماہی باغ	محلہ بنھیا	ٹیڑھانیب
کوٹ غرومیان	بازید خیل نعمت خان	گنجی خانزاد	ابن زی کھتہ والا
نعلبندان	سیدواڑہ	بازید خیل ثانی محمود والا کھتہ	ٹلوا ویران
ہرواویران	ٹلیا ویران		بھوڑیا
باراپورویران	محلہ اسمعیل خان	کوٹ باجہل	محلہ سنجر خان

نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ دار

دیوان عظمت خان۔ انھین کے نام سے محلہ باقرزئی عرف مہواٹولہ آباد ہوا ہے یہ باقرزئی قوم کے پٹھان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقرزئی مشہور ہوا یہ فوج مین نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سند کہ نواب دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھون نے اس اراضی کا فرمان بھی بادشاہ سے حاصل کرلیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاور پور و باقرزئی کے ابتک شاندار بنا ہوا ہے انکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیکنام خان سے کے نامور فرزند تھے انکے ایک بیٹے اجمیری خان تھے جو شاہ آباد مین عابد اور باخدا انسان گذرے ہین بعض کاغذات کہنہ مین انکا نام خانزادہ کے لقب سے لکھا ہوا ہے بعض کاغذون مین عظمت خان کے نام کے پیشتر اجلال پناہ وغیرہ باوقعت الفاظ لکھے ہوے راقم کی نظر سے گذرے ہین سنہ ۹۶ھ مین خان موصوف نے ایک موضع زنار دارون سے خرید کیا تھا جس سے انکا تمول اسی زمانہ سے پایا جاتا ہے نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت اللہ خان باقرزئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہر
اورنگ زیب عالمگیر

چون بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب سند
دلیرخان موازی یکصد و بست بیگہ زمین از پرگنہ پالی
سرکار خیرآباد مضافات بصوبہ آودہ از انجملہ بست بیگہ بجہت باغ درسواد قصبہ
شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش عظمت اللہ مقرر است و مشار الیہ
اراضی مذکورہ را قابض و متصرف التماس فرمان والاشان دارد
حکم جہان مطاع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذبور از محل قدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و باغ او حسب الضمن
مقرر باشد کہ حاصلات از افصل بفصل و سال بسال صرف معیشت
خود نمودہ بدعائے بقائے دولت ابد طراز اشتغال میداشتہ باشد میباید
کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال این حکم والا
را مستمر دانستہ اراضی مسطورہ را بتصرف او باز گذارند اصلا و
مطلقاً تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند و بعلت مالوجہات و اخراجات مثل
قتلغہ و پیشکش و جریبانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و داروغگانہ و بیکاری و شکار
و دہ نیمی مقدمی و صدوئی و قانونگوئی و ضبط ہر سالہ و تکرار زراعت و کل تکالیف
دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و درینباب ہر سالہ سند مجدد
نہ طلبند و اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد از اعتبار نکنند تاکید دانند۔

بتاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک
سنہ بست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت

عبارت بجانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز دوشنبہ ہفتدہم شہر سنہ ۲۴ جلوس والا موافق سنہ ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۲ شہر ماہ الٰہی برسالہ سعادت ونجابت پناہ شجاعت وشہامت دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الٰہی صدر رفیع القدر قلیج خان۔ د نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ نور الدین محمد قلی میگردد کہ بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب سند دلیر خان موازی یکصد وبست بیگہ زمین از پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودھ از انجملہ بست بیگہ بجہۃ باغ در سواد قصبہ شاہ آباد وباقی در وجہ مدد معاش عظمت اللہ مقرراست ومشار الیہ اراضی مذکورہ را قابض ومتصرف التماس فرمان والاشان دارد حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذبور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض وتصرف در وجہ مدد معاش وباغ او مرحمت فرمودیم اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند۔ واقعہ بتاریخ شہر جمادی الاولی سنہ ۲۴ مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط سیادت ونجابت پناہ شجاعت وشہامت دستگاہ صدر رفیع القدر قلیج خان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط موتمن الدولۃ العلیۃ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خواتین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت واقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان جمدۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رساند۔

دیوان پایہ خان یہ محلہ مہمند کے بانی و مورث اعلیٰ اور نہایت پاکباز و شجاع انسان تھے محلہ مہمنڈ مین مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آجتک آبادہی اس سے انکی نیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے ملحق پورب جانب انکا مزار ہے افسوس کہ انکا کوئی کاغذ دستیاب نہین ہوا۔

دیوان رحیمداد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث اعلیٰ اور نہایت دیندار و جبری بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل پٹھان تھے بدینوجہ سلیمانی انکا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علیخان مین تحریر کیا گیا ہی راقم کے یہ بزرگ تھے۔

دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاورپور کے بانی اور وضعداری و بہادری اور دیگر خوبیوں مین ممتاز تھے انکی اولاد نے حکیم دولت رائے کے خاندان کو غسل صحت کے موقعونپر اکثر چک و باغ دیے ہین جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین ہین جنسے انکا صاحب ثروت ہونا ثابت ہی آپکی اولاد مین بادل خان تھے جنکے فرزندان ارشاد علیخان کرم علیخان نگاہ علیخان فضل حسین خان ہوے ہین باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال و باتوقیر ہی چند سال ہوے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسناد علیخان صاحب نے جو آنریری مجسٹریٹ تھے انتقال کیا وہ خلیق و متحمل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ مین امتیاز علیخان بھی شریفانہ وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عنایت خان دیوان رحیمداد خان سلیمانی مذکورۂ بالا کے داماد تھے اور بعض کاغذات سے ایک دوسرے شخص بھی پائے جاتے ہین اور محلہ کے بانی اور سرگروہ ثابت ہوتے ہین ممکن ہے کہ کوئی دوسرے پٹھان انکے ہمنام ہون۔

حاجی حیات خان یہ محلہ مولا گنج کے تھے ایک حیات خان ؒ بھی تھے جو

زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے جنکے
کارنامے اکثر بنگالہ و دکن وغیرہ کی مہمات مین منقول ہین مگر یہ امر تحقیق نہ ہوسکا کہ
وہی حاجی حیات خان تھے۔

دیوان سنجر خان و شمشیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہین انھون نے اپنا
محلہ غازی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے امن زی تھے انکی اولاد یہان سے قصبہ ملیح آباد
مین جاکر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودہ کی نظامت سے بیسواڑہ و ملیح آباد و سندیلہ وغیرہ
کے پرگنات دلیر خان کے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیح آباد مین بھی رہا کیے
اسلیے بعض ہمقوم پٹھان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین آباد ہوے شمشیر خان کے فرزند
فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مؤلف تاریخ مخزن اخبار ہین عہد شاہی مین
بمقام ملیح آباد رہے ہین اور سنجر خان کی اولاد مین بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیح آباد
مین رہے سہے ہین جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سنجر خان و عبدالنبی
کے حالات مین لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین
سکونت پذیر ہوے ہین ان حضرات کی اولاد محلہ بختیا رنگر وغیرہ مین گذری اور ابتک
امداد علیخان و عبدالعلیخان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہین۔

القصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکوزی۔خلیل۔سدیخیل۔بازیدخیل۔غلزی۔اپنے
بانیونکے قوم سے منسوب ہین اور بعض محلے دوسری خصوصیت کیوجہ سے اور کسی
نام سے بھی موسوم ہوے۔

یہ روایت بھی بیان کیجاتی ہے کہ اکثر اراضی محلونکی آبادی کیلیے بارہ بیگہ پختہ الہی گز
سے محلہ دارونکو دیگئی تھی مگر بعض اسناد مین چالیس بیگہ بھی دیکھنے مین آئی دلیر خان نے

جو سندین آبادی کے لیے اہل استحقاق کو دی ہین وئین سے بعض یہانپر درج کیجاتی ہین
دلیر خان نے اپنی حیات مین اپنے بیٹونکوبھی مواضعات و مکانات تقسیم کیے تھے
ور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ انکے فتحمعمو خان کو موضع اودھرنپور دیا تھا
جسکی اصلی سند دلیر خان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

نقل سند نواب دلیر خان بنام فتحمعمو خان

مہر
جلال دشت روز ازل چو صدق ضمیر
دلیر خان شده ز الطاف شاه عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ پالی از تہ شاہ آباد
سرکار خیرآباد صوبہ اودہ بدانند۔
موضع خانپور خاص از تہ شاہ آباد از جملہ دیہات التمغا
عملہ پرگنہ مرقوم در وجہ انعام برخوردار اقبال آثار فتحمعمو خان من
ابتدائے فصل خریف قوی ئیل سنہ یکہزار و ہشتاد و ہفت فصلی حسب الضمن
مرحمت گشتہ شد باید کہ از موضع مسطور بتعلق و تصرف کسان برخوردار واگذارند کہ حاصلا
آنرا متصرف بودہ در ازدیاد آبادانی و تکثر زراعت و عمارت جہد بلیغ بکار برند۔
درینباب قدغن دانند۔ فی التاریخ نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۰۹۰ھ

جانب پشت ملاحظہ نمایند

[illegible]
[illegible]
بتاریخ ۲۲ رمضان ۱۰۹۰ھ
[illegible]

ضمن نویسی

شرح ضمن زوجہ انعام خان زادہ فتح معمور خان از موضع خانپور تہ شاہ آباد از جملہ دیہات التمغا عملہ پرگنہ پالی من ابتدائے فصل خریف قوی ئیل سنہ ۱۰۸۷ف مرحمت شد قلمی شد۔

ایک موضع اصل

[illegible] ۱۰۸۷ [illegible]

اس کے بعد ایک باغ جو اہل خانہ نواب دلیر خان کا تھا اور وہ سند مین داخل ہونے سے رہ گیا تھا دلیر خان کے عاملون نے اس سے مزاحمت کی فتح معمور خان نے اپنے والد بزرگوار سے اس باغ کے لیے عرض کیا اسکی سند بھی دلیر خان نے عطا کی جسکی نقل بجنسہ تحریر کیجاتی ہے۔

ایضاً

مہر

جلال اداشت زروز ازل چو صدق ضمیر
دلیر خان شدہ زالطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال تہ شاہ آباد محال وطن بدانند

کہ موضع خانپور عرف اودھم پور در وجہ انعام برخوردار اقبال مند فتح معمور خان من ابتدائے فصل خریف سنہ ۱۰۸۷ف یکہزار ہشتاد و ہفت فصلی مرحمت گشتہ بود و ربنولا کسان

برخوردار مسطور درباب گذر و باغ ولی نعمت مرحومہ بعرض رسانیدند کہ عاملان
پرگنہ جہت حاصل مزبور مزاحم میشوند لہذا من ابتدائے فصل خریف یحییٰ ئیل ۱۰۸۸ فصلی
حاصلات گذرراہ و باغ حضرت ولی نعمت کہ در موضع مسطور است حسب الضمن
مرحمت نمودہ شد باید کہ حاصل گذر و باغ تعلق و تصرف کسان برخوردار واگذارند
واز محصول ۱۰۸۸ ف مزاحم نشوند دریں باب قدغن دانند۔
تحریر فی التاریخ پنجم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۰۹۱ ایکہزار نود و یک ہجری

ملاحظہ نمایند جانب پشت پروانہ
تاریخ ۶ جمادی الاول سنہ ۱۰۹۱ ھ ضمن نویسی

(مہر: شیخ فتح اللہ ابن عبد الحکیم حسینی)

شرح ضمن حاصل گذرراہ موضع خانپور عرف اودھرپور و باغ حضرت ولی نعمت جیو از
محال وطن کہ در وجہ انعام برخوردار اقبال مند فتح محمد خان من ابتدائے ۱۰۸۷ ف
مقرر گشتہ بود عامل محال مرقوم جہت حاصل مذکور مزاحم شدہ بنابران حاصل گذرراہ
و باغ مسطور من ابتدائے فصل خریف یحییٰ ئیل ۱۰۸۸ ف مرحمت گشتہ واز محصول ۱۰۸۷ ف
مزاحم نشوند و تعلق و تصرف برخوردار اقبال مند واگذارند ضمن قلمی شد

[illegible]

[illegible]

مہر اہلکار دفتر
حاصل گذرراہ موضع خانپور عرف اودھرپور
باغ مغفورہ مرحومہ حضرت ولی نعمت کہ در موضع مسطور است

[illegible]

ایک پانچ بیگہ پختہ اراضی کی دلیر خان نے اپنے چوبدارونکو جنکا نام فیروز والہ بخش تھا بنا بر تعمیر مکانات محلہ کھیڑہ مین عنایت کی یہ اصل سند بھی آجتک موجود ہے۔

مہر نواب دلیر خان

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امید وار بودہ بدانند موازی پنج بیگہ زمین پختہ برائے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکور بہ فیروز والہ بخش چوبداران مرحمت نمودہ شد باید کہ زمین مذکور متصل حویلی مہر رائے بیمودہ بدہند کہ نامبردہا محلہ خود را علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشند واز رعایاے پیرامون حویلی آنہا ہیچ یکے مزاحم نشود درینباب تاکید حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ غرہ محرم ۱۰۸۷ سنہ ایکہزار و ہشتاد و ہفت ہجری

محمد تقی حافظ — صدیقی نظام محمد منعم حافظ

اسیطرح ایک سند دلیر خان نے اپنے چودھری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ اراضی کی دی ہے جسکی نقل بھی درج ذیل ہے۔

مہر نواب دلیر خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ پالی بعنایت امید وار بودہ بدانند موازی پنجاہ بیگہ بگز الہی زمین بنجر افتادہ خارج جمع لایق زراعت در وجہ انعام میکو چودھری بازار شاہ آباد من ابتداے فصل خریف لوی ئیل سنہ مقرر گردید باید کہ اراضی مذکور بجاے کہ مناسب دانند بیمودہ وچک بستہ دہند کہ مزروع ساختہ حاصلات آنرا متصرف شدہ در سربراہ خدمت مذکور بہ دیانت و امانت و حسن سلوک با رعایا وسکنہ قصبہ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم و ساعی باشد زیادہ مبالغہ رفت۔ تحریر تاریخ شہر صفر ختم اللہ وسیلۃ الظفر سنہ ۱۰۸۷ھ

عصمت اللہ — دلال مہر محلے

غرضکہ اسطرح بیسیون سندین معافیات کی دلیر خان نے تحریر کی ہین ان سب کا فراہم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے صدہا بیگہ اراضی دلیر خانصاحب نے تقسیم کی ہے

چنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و گنھر پور حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری کو جاگیر مین دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مہدی صاحب موصوف مین درج ہے دلیر خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے صاحبزادہ کمال الدین خان جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوے انھون نے اہل استحقاق کو تقسیم اراضیات کی سندین دی ہین جو انکے تذکرہ مین انشاء اللہ درج ہونگی۔

بعض ہمراہی افغان جو نواب دلیر خان کے ساتھ معرکون مین شہید ہوے ہین انکی لاشین بھی دلیر خان نے انکے ورثاء کے پاس دفن ہونیکی غرض سے اصلی وطن شاہ آباد مین بھجوائی ہین چنانچہ اسمعیل خان امینہ زی جو ملک دکن مین شہید ہوے تھے انکا تابوت دلیر خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہان سے لاکر یہان دفن کیے گئے تھے اسمعیل خان کے فرزند ملک رسول خان ایک مشہور پٹھان گذرے ہین جنکے بیٹے شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دو لڑکے سرمست خان اور بخش اللہ خان پیدا ہوے تھے جب یہ دونون بھائی دکن جاکر مفقود الخبر ہوگئے اور اونکی ملکیت اور محلہ پر راے موہن لال اور ہیرالال کایستھون نے نواب اعزاز خان کیطرف سے ایک جعلی سند بناکر جھگڑا کیا ہے تو اسوقت انکی بیوہ کیطرف سے صورتحال لکھی گئی تھی اور باشندگان شاہ آباد نے اوسپر مہرین اور گواہیان کثرت سے تحریر کی تھین اس صورتحال مین یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی عبارت مین ہمارے پاس موجود ہے۔

نواب دلیرخان کا مختلف مقامات پر عمارتین تعمیر کرانا

نواب دلیرخان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری مین جسجگہ قیام کیا وہان کچھ نکچھ اپنے نام ونشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت مین داخل تھا جہان انکے لشکر کی چھاونی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہان آبادی اور مکان وغیرہ بنوانیکی ضرور کوشش کرتے فی نفسہ انمین بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جسجگہ انکے فوج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کرکے مسلمانونکی نعشین دفن کرادیتے اور ہنود کی لاشین جلوادیتے اور کوئی زبردست کسی کمزور پر انکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب دلیرخان جب شاہجہان کے عہد مین دہلی مین قیام فرماتے تھے تو ایک حویلی اور باغ شاہجہان بادشاہ نے دلیرخان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نو سو بیگہ خام اراضی حسب درخواست بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کیواسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکثرت اراضی وہانکے زمینداروں اور مالکون سے انھون نے خرید کی تھی بعض حقیت کا بیعنامہ انکے نام ابتک موجود ہی بیعنامہ[1] موضع نہرولہ کا ناظرین کے ملاحظہ کیلیے راقم نے حاشیہ درج کردیا ہے

---

[1] نقل بیعنامہ موضع نہرولہ زرخرید دلیرخان

اللہ اکبر ۔ ظل سبحانی ۔ صاحبقران ثانی

(مہر:) ابن شیخ عبد السلام عبد ... شاہجہان ...

غرض ازین نوشتہ آنکہ چون زمین از موضع نہرولہ من الحال پرگنہ حویلی شاہجہان آباد کہ بندگان حضرت قدر قدرت سلیمان منزلت جمشید شوکت سکندر مرتبت حضرت بہ اقبال پناہ دلیرخان بخچتہ باغ و حویلی مرحمت فرمودند ۔ منکہ مانوسہ ولد دوپچند و واحد ولد جادون و مانا ولد گوپی و بچھتر ولد مکنس و آسا ولد نہمان و سانٹھان ولد ددا مالکان موضع مذکورایم ۔ اراضی بست بیگہ زمین بخچتہ از موضع مذکور کہ درہشو تکدمی امان ہست بہ مبلغ یکصد و بست و یکصد روپیہ النصف شصت و نیم روپیہ میشود برضا و رغبت خود بدست خان مشارالیہ فروختیم و بہلے آنزاد قبض و تصرف خود

دلیر خانؒ نے دہلی مین اجمیری دروازہ کیطرف قریب جلسینگہ پورہ کے جو مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنولئے تھے اور رعایا آباد کرکے اسکا نام دلیر پورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چار باغ

بقیہ صفحۂ ماقبل آورد یم اگر ثانی الحال وارث اراضی مذبور ظاہر شود یا دعوے خود پیش نماید عند الشرع دروغے و نامسموع بود این چند کلمہ بطریق سند نوشتہ دادیم کہ ثانی الحال صحت بودہ باشد حدود بدین تفصیل

شرق	غرب	جنوب	شمال
حد دیوار بھیم سین ولد را دہر سال ۱۱۵۲ھ	زمین حویلی روپ سنگہ ولد کشن سنگھ	باغ قطب کلال تا تال فیروز شاہ و چاہ	دیوار باغ ادگر سین
	راٹھور و چاہ کہنہ کہ بحال شار الیہ است	پختہ در زمین کہ حال مومی الیہ است	

گواہ شد نہم شہر رجب المرجب سنہ ۲۴ جلوس مبارک

بندہ درگاہ مکند داس چودہری قانونگوے شاہجہان آباد (مہر: قانونگو مکند داس چودہری شاہجہان آباد)

انچہ در متن نوشتہ ایست بیان واقعہ است

سلہ دیکھو تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۱۲۵ کو - از چار دیواری خاص شاہجہان آباد چہار دسی صد بیگہ اراضی خام در دہلی بنا بر ترتیب ساختن مکان خود بہادر خان و ۹ صد بیگہ خام اراضی دلیر خان از حضور بادشاہ دین پناہ درخواست نمودہ و حضرت خلافت مرتبت بموجب درخواست ہر دو سردار یکہزار سہ صد دسی بیگہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی کثیر از مالکان زمیندار آنجا از خرید نمودہ چنانچہ بہادر خان در دہلی قریب بہادر گنج و جیسنگہ پورہ بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ تعمیر مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادر پورہ شہرت دادہ بہ ہمین دستور جلال خان مخاطب بہ دلیر خان صدہا بیگہ اراضی زر خرید نمودہ قریب جے سنگہ پورہ کہ مقام رسد و دیوار بیرون است مکانات سکونت خود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیر پورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چار باغ نواب قمر الدین خان وزیر اعظم بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ شاہجہان آباد دلیر پورہ اشتہار دارد و اکثرے دران برف سازان سکونت میدارند و در اکثر جا ما صوبجات نواب بہادر خان و نواب دلیر خان مکانات عمارات عالی و قصبات و مساجد و مقابر و سراے مسافران و چاہ ہاے و پلہاے بنا کردہ آنہاست در سرکار کالپی و سرکار قنوج محلسرا و دیوانخانہ و جلوہ خانہ و باغات و بسیار چاہ ہا و سراے نزول مسافران و درگاہ حاجی شریف زندنی و مقبرہ ہاے حضرت بالا پیر و حضرت مہدی و چند مکانات بدرگاہ بدیع الدین المشہور بہ حضرت شاہ مدار در موضع مکن پور بنا کردہ آنہاست و در الہ آباد و حویلی سکنی محلہ بنا نہادہ است و در سرکار لکھنؤ بر دریاے گومتی عمارات عالی کہ بمکان آن نواب شجاع الدولہ پنج محلا تعمیر نمودہ آن حویلی نواب دلیر خان است۔

نواب قمر الدین خان وزیر اعظم کے وہ مکانات و آبادی باقی تھی اور سمین وہ سازرہا کرتے تھی
اکثر صوبجات مین دلیر خان اور بہادر خان دونون بھائیون نے مساجد سرائے چاہات
پل بنوالے سرکار کالپی و قنوج کی جاگیر جب انکے متعلق تھی اور وہان یہ قیام فرماتے تھے
تو وہان بھی انھون نے محلسرا دیوانخانے جلوخانے و باغات و سرا بنوالے اور درگاہ
حاجی زندنی و مقبرہ حضرت شیخ کبیر بالا پیر و حضرت شیخ محمد مہدی صاحب تعمیر کرائے مقبرہ
بالا پیر پر نواب بہادر خان کے نام کا کتبہ آجتک لگا ہوا ہے جو آیندہ اسی سلسلہ بیان
مین تحریر ہے اور مکن پور مین شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے
قریب مدرسہ اور حجرہ دلیر خان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاریخ مکن پور مین بھی موجود ہے
اور وہ یہ ہے کہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جمعیت خانہ
تعمیر کرایا ہے انکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہو جانیسے خراب ہو گیا
پڑھا نہین جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائین بائین دو حجرہ ہین ایک حجرہ سلح خانہ کے نام
سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ مین صاحبزادگان درگاہ
کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی مین اسیجگہ حضرت قطب المدار بھی رونق افروز
ہوتے تھے اور اسوجہ سے اسمقام کو شرف حاصل ہے۔ عرس و نصب فقرائے مداریہ کا
بھی اسی مقام پر ہوتا ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد ہر سہ خواجگان یعنی جو اولاد
آپکے برادر کی ہے انکی جانشینی کا فخر حاصل ہونا اسیجگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ عبارت بنا بر ثبوت درج ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعہد جنت آشیانی شاہجہان بادشاہ
نور اللہ مرقدہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری تعمیر کنانید کتبہ بر طاق
محرابش چسپانیدہ است درخواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ است

یکے موسوم بہ (سلح خانہ) و دیگرے بہ (توشہ خانہ) و در جمعیت خانہ نشستگاہ صاحبزادگان شد نیز حضرت قطب المدار قدس سرہ در حین حیات خویش دریںجا تشریف ارزانی می فرمودند لہذا باین اعتبار این مقام شرفے دارد عزل و نصب بر گروہ فقرائے خاندان عالیہ مداریہ ازینجا میشود و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کہ در اولاد برادر آنحضرت و جانشینان وے قدس سرہ اند بہ استعداد قابلیت علمی و عملی و اتباع طریقت چنانکہ معمول است داشتہ باشد و برابر آن سجادہ راہ دہند۔

صفحہ (۱۵۶) تذکرۃ المتقین فی احوال خلفاے حضرت بدیع الدین مُصنّفہ سید امیر حسن صاحب مداری مطبوعہ مطبع عزیزی واقع کانپور۔

اور سرکار الہ آباد مین جب انکا قیام تھا تو وہاں ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرالی تھی اور جب صوبہ اودھ کی نظامت دلیر خان کے متعلق تھی اور دلیر خان کا قیام سرکار لکھنو مین تھا تو دریاے گومتی پر انھون نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہان پنج محلہ تعمیر کرایا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ مکان و جگہ انھین کی حکومت مین تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین صوبہ اودھ سلاطین اودہ کے قبضہ مین آیا اسسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ کے ناظم رہے اور لکھنو کی اراضیات وغیرہ کے رہنماے و بیعنامے نواب کمال الدین خان کے نام ابتک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنو کوئی بڑا شہر نہ تھا ایک معمولی قصبہ تھا جسمین شاہان دہلی کیطرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اعلے سلاطین اودہ کے ہین صوبہ دار ہو کر دہلی سے اودہ کیطرف آسئے ہین۔

ملیح آباد مین عرصہ تک انکی چھاؤنی رہی وہان انھون نے ایک سرا اور چند مکانات بنوائے تھے

دلیر خان کے ایک بیٹے کا مقبرہ ملیح آباد مین نالہ بیتا پر

واقع ہے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ مین موضع دلیرنگر عرف موضع کندولی بھی دلیرخان کا آباد کیا ہوا ہے ملک دکن مین بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیرخان نے آباد کیا تھا اوسی طرح انکے کٹرے وگنج و اصطبل اور پل وکنوین ومسافرخانے جو زمانہ صوبہ داری مین اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ مین بنوائے تھے لوگون نے دیکھے ہین اسی طرح لاہور مین حویلیان وکٹرہ بنوایا اور اکبرآباد مین بھی مکانات وباغات تعمیر کرائے اور دریائے گنگا کے کنارہ میان دوآب کے ایک قصبہ پوتھ ہے اسکے اندر اُنکے والد دریا خان نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادر گڈہ نواب بہادر خان نے آباد کیا تھا اور ملتان مین اکثر مکانات و مزار حضرت بہاء الحق زکریا اور حضرت شمس تبریز کی تعمیر بھی نواب بہادر خان کے متعلق تاریخ اخبار محبت مین مرقوم ہی اور ملک اسام ولایت رخنگ مین بمقام ستروپور بہت سے مکانات دلیر خان نے بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیرخان کے نام سے مشہور تھی اور ماثر عالمگیری مین ہے کہ

سلہ و در ملیح آباد و مکانات و مقبرہ پسرش و سرائے تعمیر اوست و قصبہ خرد در حوالی دکن ہم آباد ساختہ و دیگر عمارات و سرائے ہا و دو باولی و چاہ ہا و کٹرہ جات و گنجہات و اصطبل ہا در اورنگ آباد و حیدرآباد و برہانپور وغیرہ در عمل صوبہ داری خود نواب دلیرخان تعمیر نمودہ و آباد ساختہ و در لاہور نیز حویلیات و کٹرہ و در بخارا بسیار مکانات است و در اکبرآباد حویلیات و باغہا و کٹرہ تعمیر کردہ در میان دوآب برلب گنگ قصبہ پوتھ است و دران قلعہ تعمیر دریا خان و دو سہ کردہ از قصبہ مذکور بسمت مغرب بہادر گڈھ آباد کردہ نواب بہادر خان است و در ملتان اکثر مکان و درگاہ از سر نو حضرت بہاء الحق زکریا و حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ نواب بہادر خان است و در ملک آسام بولایت رخنگ بمقام ستروپور بسیار مکانات تعمیر کردہ دلیرخان ست کہ بچھاؤنی دلیرخان اشتہار دارد صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۲ اخبار محبت

سلہ سیوم ذی الحجہ قلعہ احمد نگر ساختہ دلیرخان مضرب خیام نصرت احتشام گردید صفحہ ۲۳۹ سنہ ۲۷ جلوس ماثر عالمگیری

احمد نگر مین قلعہ خاص دلیر خان نے بنوایا تھا جسمین خود عالمگیر بادشاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہمنے اسخیال سے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھین تاریخ اخبار محبت کی عبارت بجنسہ حاشیہ پر تحریر کر دی ہے، اسقدر جا بجا عمارات تعمیر کرانا کوئی تعجب خیز بات نہین ہوسکتی جس صوبہ کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار ہونگے وہان مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جسجگہ قیام کیا وہان کچھ نکچھ بنوا دیا ہوگا

نواب دلیر خان کا کھیڑہ نونہر و لوہی کھیڑہ کو فتح کر کے اپنے بھائی نواب بہادر خان کیطرف سے شاہجہانپور آباد کرنا

یہ تو مجمل طور پر پیشتر بیان ہوچکا ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے عہد مین قنوج و کالپی کی جاگیران دونون بھائیون کو دیگئی تھی اور یہ ہر دو برادر وہان قیام رکھتے تھے اور وہان[1] انھون نے عالیشان عمارتین بنوائی تھین چنانچہ قنوج مین درگاہ شیخ کبیر بالا پیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے کتبہ (درخانہ اول) این گنبد عالی

[1] در ہنگام آبادی دار الخلافت شاہجہان آباد کہ سرکار کالپی و قنوج بہادر خان بجاگیر خود ہا میداشت و در قنوج بہادر خان و دلیر خان طرح عمارات عالی و درگاہ حضرت بالا پیر قدس اللہ سرہ و سرائے نزول مسافران تعمیر ساختہ و جائے سکونت متعلقان خود ہا مقرر کردہ بودند روزے پنج لک روپیہ معہ دیگر اسباب بسیار از دہلی بہ قنوج روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذرش براہ پرگنہ کانٹ کولہ افتادہ قریب پرگنہ مذکور مردمان ہنود قوم چھتری بایاچل و کور مرسلہ راجہ ہائے آنجا بر سر اسباب مذکور ہجوم آوردہ تمام اسباب تاراخت و تاراج و غارت کردہ بودند و در مقابلہ و مقاتلہ اکثر جمعداران و بسیار سپاہیان بکار آمدند چون این خبر بہ بہادر خان رسید بغضب آمدہ خانموصوف بحضور بادشاہ جم جاہ شاہجہان معروض ساختہ ان سرزمین را برائے آبادی وطن خود ہا درخواست نمودہ از حضور پرنور بادشاہ عالم پناہ چہاردہ موضع کہ ہر یک موضع بمنزلہ محال بود معاف فرمودند و بہادر خان برائے قطع شجر حیات مفسدان

درزمان دولت نواب معلّی القاب بهادرخان ابن دریاخان افغان غوریه خیل داؤدزئی عمارت پذیرفت۔

(درخانه دوم) این گنبد عالی در سنه هزار و پنجاه و هفت هجری در عهد سلطنت ابوالمظفر شهاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاهجهان پادشاه غازی خلد الله ملکه و سلطانه تعمیر پذیرشده

سرکار قنوج پر انکا تصرف تو ان جلی حرفون سے ثابت ہوگیا غرضکہ انکی آمد و رفت دہلی و قنوج سے اکثر رہا کرتی تھی ایکبار پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سا اسباب نواب بہادرخان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگونکے ہمراہ وہ زرنقد و سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہوکر نکلے جسمقام پر کہ اب شاہجہان پور آباد ہے وہان کثرت سے جنگل خاردار تھا اور تین خودسر لوٹیرے راجہ آباد تھے اونھون نے اپنے راجپوت وغیرہ غارتگری کو بھیجے چنانچہ ان آدمیون نے آکر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ماقبل راجہ ہاے آندیار مدار المہام دلیرخان برادر خود را مقرر کردہ رخصت فرمودند دلیرخان درآنجا رسیدہ قریب کھیڑہ نونہر مقابلہ کارزار نمودہ راجہ ہاے با جمعیت بیشمار پیش آمدہ کارنامہ رستمے بظہور آورد و بعد زد و خورد بسیار و جانبازی سپاہیان جان نثار حق سبحانہ تعالی نسیم فتح آن سرزمین بنام دلیرخان وزید و کھیڑہ نونہر و کھیڑہ لوہی و کھیڑہ بنجاری کہ اماکن سکنی راجہ ہاے عمدہ بودند و دیگر مکان توابع آن بقبل رسیدند و پنجاہ و دو راجہ ہاے فیل نشین معہ یازدہ ہزار و سہ صد زن و مرد زیر تیغ سر دادہ بشمار آمدند و یکہزار و یکصد افغان با تہور پیشہ شجاعت نشان قایض بپایہ شہادت گشتند و دو زخم یکے گولہ تفنگ در پاے و دیگرے تیر بہ بازو شہباز خان قوت بازوے دلیرخان رسیدہ از فضل الہی زخمہاے کارگر نشدہ و چھپے نام زمیندار سلما پور نہ بفرار آوردہ و دلیرخان بفتح و نصرت داخل خیمہ شدہ و حکم برلاے بریدن جنگل کہ عظیم بودند و پسران قوم راجپوتان باچہل و نہ و دو دیگر قوم ہا کہ گرفتار آمدند

لوٹ لیا اس مقابلہ و مقاتلہ مین اکثر سپاہی و جمعدار نواب بہادر خان کے جان
سے مارے گئے چند آدمی جو جان بچا کر بھاگ گئے تھے اونھون نے جا کر نواب بہادر خان
سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سنکر نہایت غصہ مین آے اور
شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ بجاے ان مفسدون کے
خود اپنا وطن آباد کر کے اس سرزمین کو آباد کرون بادشاہ نے انکی درخواست کو
منظور فرما کر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھا انکے نام معاف
فرماے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر
کر کے ان مفسدون کے استیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آئے

بقیہ صفحہ ماقبل محبوس ساختند و این فتح بسرزمین دیہہ چنور بظہور پیوست و گنج شہیدہ و حظیرہ قبور افغانان در
دیہہ مذکور کہ از قلعہ دو گروہ بسمت شمال واقعہ است مدفون اند و ہر سال بعد فراغ نماز عیدین بروز دیگر افغانان
بنا بر فاتحہ خوانی بزرگان شہدا میروند و ہر سال دو میلہ عظیم در انجا میشوند القصہ دلیر خان عرضیہ معہ احوال مفصل نوید فتح
بہ بہادر خان ارسال کردند بہادر خان از خبر یافتن فتح عظیم خوشدل شدہ شادان و فرحان بحضور بادشاہ غازی
صاحبقران ثانی نذر مبارکباد فتح مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ بہ بہادر خان
و دلیر خان و شہباز خان عطا فرمودند و نوشتہ بہادر خان معہ خلعت حضور مصحوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف
ورود فرمود معزز و مکرم ساخت دران مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سرا او تو معمار نزد آن برادر میرسد لازم
کہ طرح عمارات قلعہ و مکانات محلسرا ے سکونت قبایل اینجانب و خود بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و تجویز
آبادی شہر شاہجہانپور بجاے مناسب کردہ و خواجہ سراے و معمار مذکورین فہمانیدہ و پسران راجپوتان وغیرہ
را مشرف با سلام در آوردہ دان سرزمین را از خار بقیہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ انیصوب شوند دلیر خان
بموجب فرمودہ آن تجویز قلعہ بر کھیڑہ نو نہر کہ جاے صدر نشین بود بسمت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ دو نہر جاری
یکے گرا دوم کھنود نام جاری است تجویز فرمودہ و آبادی شہر از روے پیش قلعہ بسمت شمال قرار دادہ و
بجائیکہ گوش زد برآوزہ فتح نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین براے نہادن باغ لک پیڑہ
حکم کردہ دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہور ہست نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر اسمی خود آباد ساخت و
در آنجا شہباز خان بعد فتح خیمہ برپا ساختہ بود بران آبادی شہباز نگر تجویز کردہ و خواجہ بلند را میر اہتمام مقرر فرمودہ و قرا

اور قریب کھیڑہ نونہرے کے تین راجہ جو یہاں بستے تھے وہ اپنی جماعت کثیر مقابلہ

بقیہ صفحہ ما قبل عمارات باوزمعار دہلی را قرار واقعہ فہمانیدہ کہ احدی کسے دقیقہ فروگذاشت نکند وطفلان راجپوتان

راجپوتان قوم باچھل وکورو دیگر قوم ارزل وغیرہ کہ در ہندی مقید بودند بشرف دین محمدی در اوردہ آنہا را خطاب

خاصخیلان بخشیدہ خود متوجہ درگاہ سلطانی شدہ چون دلیرخان بحضور غدیوجہان رسیدند مورد عنایات سلطانیہ گشتہ

رخصت یافتہ در آنزمان کہ بہادرخان متعین مہم بدخشان بودند در آنجا رسیدند چون بہادرخان را دیدند سر و چشمش

بوسیدند و در آغوش محبت کشیدہ عنایات بے پایان فرمودند۔ چونکہ در ولایت پشاور و دیگر اطراف قندھار و بدخشان

و بلخ وملتان وغیرہ لکھوکھا افغان برادر ہمقوم برادرخان و دلیرخان سکونت داشتہ بودند بعد الفراغ جنگ

بدخشان خوانین محمد وحین سرداران افغانان رئیسان آنجا کہ بلقب ملک مشہور بودند جمع کردہ درخواست

از آنہا آبادی شاہجہانپور وطن خود کردند چنانچہ نہ ہزار افغانان ہر یک قوم سربنی وغیرہ بنا بر آبادی

شہر شاہجہانپور تیار شدہ بہادرخان از افغانان قوم خیل خیل علیحدہ علیحدہ کردہ در ہر خیل مدبر ولئیق

وسرداری دانستہ بخطاب ملک ممتاز ساختہ شمار فرمودہ پنجاہ و دو خیل بشمار آمدہ از ملک آنہا فرمودند

ہر یک خیل علیحدہ علیحدہ در شاہجہانپور آباد شود آن محلہ را بنام آن خیل نام زدکنند چنان نشود کہ کسے افغان

خیل خود را گذاشتہ در خیل دیگر آباد شود و گرد آبادی شہر افغانان و درمیان رعایا و پیش و چپ

راست قلعہ خاص خیلان نومسلم آباد شوند و باین طور ہر یک را فہمانیدہ افغانان مذکورین را ہمراہ نیکنام خان

و یوسف خان شہ بازخان برادر خود کردہ برائے آبادی شہر شاہجہانپور رسیدہ بموجب حکم آن آباد

شہر قرار دادہ نیکنام خان ہم محلہ بنام خود بسمت شمال از قلعہ آباد ساختہ نیکنام پورہ نام نہاد۔

گویند کہ بعد آبادی شہر شاہجہانپور و تعمیر قلعہ بہادرخان و دلیرخان تشریف آوردہ شہر و قلعہ

را بنظر غور و ملاحظہ فرمودہ حکم بنا بر آبادی بہادرگنج و دلیرگنج فرمودہ بعض گویند کہ ہفت روز

و بعض گفتہ کہ دوازدہ روز بہادرخان استقامت داشتہ بار دیگر بقیہ حیات خود تشریف

نہ آوردہ۔ از اخبار محبت صفحہ (۲۲۹)

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

کولائے فریقین مین نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکہ کے دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی یہ تینون راجہ ہاتھی نشین تھے اور انکے ماتحت و تابع باون زمیندار جو چھوٹے چھوٹے تھے تعلقہ دارونکی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار تین سو مرد و عورت کے قتل ہوے اور ایکہزار ایک سو پٹھان جو نہایت جری تھے وہ سب شہید ہوے دو زخم ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے بازو پر لگا مگر زخم کارگر نہوا چھبے سنگہ راجہ بھاگ گیا دلیر خان فتحمند ہوکر خیمہ مین داخل ہوے اور جنگل کاٹنے کا حکم دیا اور راجپوت و باچھل وغیرہ جو گرفتار ہوے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پٹھان کام آے تھے وہ سب موضع چنور مین دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جانیکا دستور تھا جو رفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہوگیا اس فتح کے بعد مفصل حالات کا ایک عریضہ دلیر خان نے اپنے بڑے بھائی بہادر خان کو بھیجا بہادر خان اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور مین جاکر اس فتح کی مبارکبادی مین نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت بہادر خان۔ دلیر خان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمائے بہادر خان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا بہادر خان نے دلیر خان کو جو مکتوب بھیجا تھا اوسمین یہ مرقوم تھا کہ مسمی بلند خواجہ سرا اور انور معمار اس برادر کے پاس پہونچتے ہین لازم ہے کہ قلعہ کی بنا اسکے اسمین مکانات و محلسرا ہمارے اور اپنے لیے مناسب جگہ پر تجویز کرکے بنواؤ اور کل امورات شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سرا اور معمار مذکور کو سمجھا دو اور

پسران راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کر کے انکو بھی وہین آباد کرو اسکے بعد
تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھیڑہ
نونہر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے ارد گرد دو دریا گرّا اور کھنود
جاری تھے شاہجہانپور کی آبادی قلعہ کے اوتر دروازہ کیطرف قرار دی اور جسجگہ پر
دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہانپر لکھ پیڑ اباغ لگانیکا حکم دیا اور
دوسرا باغ جسکا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ
جسکو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلال نگر آباد کرایا اور جسجگہ پر شہباز خان نے
بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہانپر شہباز نگر بسانا تجویز کیا ان سب تجویزونکے
بعد دلیر خان نے خواجہ بلند کو میر اہتمام مقرر کیا اور کل عمارتونکے قرینے انکو معمار
کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص انکے حکم کے خلاف ایک شمہ بھی اپنی رائے سے
عمل نہ کرے اور پسران راجپوت اور دیگر قوم جو رذیل و اجلاف مقید تھے انکو دین
اسلام سے مشرف کر کے خاصخیلون کا خطاب عنایت کیا ان سب انتظامات کے
بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کیطرف متوجہ ہوے جب دلیر خان شاہجہان
بادشاہ کے حضور مین پہونچے مورد عنایت شاہی ہوے اور
رخصت کیے گئے چونکہ اس زمانہ مین نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہو
تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے گئے جب بہادر خان نے دلیر خان
کو دیکھا انکے سر اور آنکھونکو بوسہ دیکر فرط محبت سے لپٹ گئے اور بہت
مربیانہ عنایتین فرمائین چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندہار و روہ و بدخشان
بلخ و ملتان وغیرہ مین لاکھون افغان انکے ہمقوم اور برادر آباد تھے جب جنگ

بدخشان سے فرصت کرچکے تو ان دونون بھائیون نے وہانکے افغانی سردارونکو جو
بلقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نو آباد شاہجہانپور مین
چلکر آباد ہونیکی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سٹرین وغیرہ ہر ایک خیل کے
شاہجہانپور آنیکے لیے تیار ہوے چنانچہ وہ جماعت انکے ہمراہ آئی بہادر خان نے
ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل مین جو لائق و مدبر تھا اسکو افسر کرکے ملک کے
خطاب سے ممتاز کیا کل خیل باون شمار مین آے اور ان گروہونکے ہر ایک سرگروہ اور
ملک محلہ سے کہا کہ علحدہ علحدہ اپنا خیل شاہجہانپور مین آباد کرین اور جس خیل کا محلہ جسجگہ آباد
ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کرین اور ایک خیل دوسرے خیل مین نہ
آباد ہو اور شہر کے اردگرد افغانون کی آبادی اور درمیان مین دیگر دوکاندار اور
رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل نومسلم بسائے جائین اور اسی طرح ہر بات پٹھانونکو
سمجھادی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے
ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہر دو یہ خانموصوف وہ
جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرارداد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے
اپنے نام کا ایک محلہ اور ترکیطرف نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی
شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادر خان اور نواب دلیر خان
دونون صاحب تشریف لاے شہر اور قلعہ کو بنظر غور دیکھا اور
حکم فرمایا کہ بہادر گنج اور دلیر گنج ہمارے نام کے آباد کیے
جائین بعض روایت کرتے ہین۔ بارہ روز نواب بہادر خان
نے شاہجہانپور مین قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی مین

شاہجہانپور مین تشریف لانے کا اتفاق نہوا۔
یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک پرانی مستند کتاب اسی خاندان
کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اسکے کسی زبانی روایت یا کسی اور
رسالہ کو تسلیم نہین کرتے۔

حافظ اسمعیل صاحب مرادآبادی وکیل شاہجہانپور نے جو لکچر بتقریب کانفرنس محمڈن کالج علیگڈہ
جب سرسید احمد خان ۱۸۹۵ء مین شاہجہانپور تشریف لائے مین شاہجہانپور کی تاریخ
پر لکھا تھا اسمین تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے خود آکر باغی راجاون کو قتل
و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پہونچکر بادشاہ کی خدمت مین باغیون کی گوشمالی
اور محال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ جب حکم [illegible] شاہجہانپور
آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی [illegible] شاہجہانپور کی جاگیر
حکم انکے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی دلیر خان کو شاہجہانپور
آباد کرنے کی غرض سے اسطرف روانہ کیا اور پٹھانون کی [illegible] مین فوج کابل
و پشاور وغیرہ سے پٹھانون اور کھتریون کو ساتھ لیا جب [illegible] شاہجہانپور پہونچے
تو خود دلی گئے اور اس جماعت کو اپنے چچا [illegible] خان سے [illegible] اپنے بھائی [illegible]
عرف دلیر خان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور دلیر خان نے [illegible] شاہجہانپور
آباد کیا چونکہ بہادر خان سے کچھ کلمات گستاخانہ شاہزادہ اورنگ زیب کو [illegible]
تھے اسلیے شاہجہان نے انکی جاگیر ضبط کر لی اور انکے بھائی جلال خان عرف
دلیر خان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ حسب الحکم شاہی دلیر خان شاہجہانپور
سے قنوج و کالپی کی جاگیر پر گئے اس بیان اور اخبار محبت سے [illegible]

راقم کو نواب بہادر خان کا خود آکر شاہجہانپور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہین ہوا اسی لیے بنا بر رفعہ اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر مذکور حافظ اسمعیل صاحب کے پاس راقم لیکر چلا گیا اور ہر دو مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر مین جو نواب بہادر خان کا آکر شاہجہانپور کے باغی راجاون کو قتل کرکے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہونچی تھی جنکا نام یاد نہین ہا مگر جو کچھ اس کہنہ کتاب اخبار محبت مین تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کرکے اسبات کا یقین نہ کرلین کہ راقم نے غلطی سے نواب دلیر خان کا باغی راجاونکو تاراج و پسپا کرکے شاہجہانپور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہمات سے مہلت ہی نہین ملی جو آسکتے صرف ایکبار اپنے شہر کو دیکھنے البتہ آئے ہین یہ ضرور ہے کہ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی کیطرف سے اونکی ہدایت کے بموجب شاہجہانپور آباد کیا ہے دفعہ مغالطہ کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کردینا مناسب سمجھا گیا۔

اور مہم بدخشان مین انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پردازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخون سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اورنگ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کہین ثابت نہین ہوتا۔

شاہجہانپور کی آبادی کا زمانہ ۱۰۵۷ھ اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کاہنچ کی مسجد پر چسپان ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہین پایا جاتا تعمیر مسجد کا یہ قطعہ کندہ ہے جسکا مادہ نغز ہے۔

شد مرتب بدور شاہجہان   در وطن دلکشا بہادر خان

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند   سال و تاریخ نغز بشد بجہان

مخزن اخبار مین بھی نواب دلیر خان کے متعلق اکثر حکایتین تحریر ہین یہ کتاب راقم کی نظر سے ملیح آباد مین گذری ہے مستند پرانی قلمی فارسی زبان مین ہے اسکو سعادت خان ولد فتح خان نے جو شمشیر خان ملیح آبادی کے پوتے تھے تصنیف کیا ہے انکے بزرگ افغان دلیر خان کے ہمراہی تھے اسوجہ سے مصنّف کو دلیر خانی حالات سے ذاتی علم تھا۔ جس زمانہ مین کہ دلیر خان صوبۂ اودھ کے ناظم اور اونکی طرف سے انکے فرزند نائب تھے اکثر نواب دلیر خان کے متعلقین ملیح آباد و بیسواڑہ مین مقیم رہا کرتے تھے اسی سبب سے اکثر افغان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین رہے اور بسے ہین چنانچہ منجملہ ان اشخاص کے دیوان محمد خان سرمست خان امین زی وغیرہ شاہ آباد سے منتقل ہوکر ملیح آباد مین سکونت پذیر ہوے۔

الغرض کتاب مذکور کے صفحہ (۳۰) مین ہے کہ نواب دلیر خان جسوقت سوار ہوتے تھے تو پانچ اشرفیان اپنے دونون موزون مین ڈال لیا کرتے تھے اور جب اپنے خیمہ مین واپس آتے تھے تو اونکی تمام سپاہ صف بستہ ہوکر کھڑی ہو جاتی تھی بعدہ انکے امراؤ مصاحب آداب بجالاکے انکے ہمراہ خیمہ مین آتے تھے نواب دلیر خان کمر کھولتے اور جسکی طرف پیر کرتے وہ شخص موزہ اوتارتا تھا اور وہ اشرفیان لے لیتا تھا

نواب دلیر خان کے منجملہ دیگر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونون افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریا خان کے ہمراہ موضع گل بیلا متصل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ مین ایک پٹھان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر ونامی شخص تھے انھون نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری کے جوہر دکھائے مین ایکبار بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال سنا اور انھین طلب کیا دلیر خان نے اونکے زخمی ہونے اور دربار شاہی کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا عذر پیش کیا اسپر ایک مخبر نے اورنگ زیب سے سرمست خان کے زخمی ہونیکا حال کہا اور خود انکے لیجانیکا بیڑہ اوٹھایا اسکے بعد وہ مخبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہرچند اسنے بادشاہ عالمگیر کے پاس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز وتقرب حاصل ہونیکے وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور مین نہ گئے اور حسب الامر دلیر خان کے فوراً پرگنہ ملیح آباد کو چلے آئے اس حکایت سے ایک نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر وہمقوم پٹھانون پر اثر غالب تھا کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے روبرو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو بھی کوئی چیز نہین سمجھتے تھے اور انکے اشارون پر چلتے تھے صفحہ ۳۲ مین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھین اونھون نے سرمست خان کو اپنی سرکار مین روزگار دینا چاہا مگر انھون نے دلیر خان کے انتقال کیوجہ سے ملازمت قبول نہ کی اور بختیار نگر واقع ملیح آباد

مین خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ مین پیدا کر لیا تھا جس سے گذر اوقات کرتے رہے سرمست خان کے فرزند شمشیر خان تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سنجر خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب مین ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر معہ چار سو جوانون کے شاہجہان پور چلے آے جب شاہجہان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ مین انکو منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا اور خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودہ کی نظامت سے سربلند کیا مخزن اخبار مین یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد مین احمد خان ولد بہرہ مند خان نے اپنے آبا و اجداد عبد النبی خان و سنجر خان کے متعلق جو نواب دلیر خان کے ہمراہی پٹھان تھے لکھی ہے اور اوسمین دلیر خانی حالات بھی ہین مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید مطلب واقعات کا پتہ چلتا جیساکہ واقعات مذکورۂ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کا پتہ ملیح آباد مین چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہے اب تک سندیلہ مین نواب دلیر خان نے جو معافیان اہل استحقاق کو دی ہین انکے پروانے پائے جاتے ہین اور انکے نام کا ایک موضع دلیر نگر بھی موجود ہے اسجگہ پر دو سندین جو ہمین مکرمی راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے جو ایک ذی لیاقت اور صاحب تصنیفات ہیں ہین عنایت کی ہین درج کرتے ہین جسکے متعلق راجہ صاحب موصوف راقم کو خط مین تحریر فرماتے ہین

تحریرات نواب دلیرخان در سندیلہ بسیار اند نقول دو پروانجات
روانہ خدمت شریف میکنم از انجملہ یک پروانہ نواب
جعفر خان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است کہ دران ذکر
سند نواب دلیرخان بودہ است موضع گندولی دلیرنگر
در علاقہ راقم است کہ دران دلیرنگر آباد کردہ نواب
دلیرخان ست پس نمونہ از خوارے ارسال داشتم و از مثنوی
سنگاسن بتیسی نقل ضروری کردہ تبلیغ خدمت میکنم ذکر بیني و ذکر
نواب دلیرخان ہم دران موجود است۔

نقل پروانہ نواب دلیرخان بمہر قاضی سندیلہ

از قرار تاریخ چہاردہم شہر محرم الحرام سنہ ۱۰۷۰ھ آنکہ
متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ سندیلہ سرکار لکھنو صوبہ آودہ بدانند
کہ چون بموجب وقوع دد لتخواہی موضع دلیرنگر عرف کوندولی در قریات کہماری من
اعمال پرگنہ مذکور از ابتدائے فصل خریف سنہ ۱۰۶۰ در و بست در وجہ نانکار
پرتاب مل قانونگو پرگنہ مذکور نمودہ باید کہ موضع مذکور از محلات بر سال حشو منہا
بقلم داشتہ بہ تعلق مشار الیہ واگذارند و تکلیف بھیٹہ و بگار وغیرہ فرمایشں

معاف دارند کہ متصرف گشتہ در کفایت سرکار و رفاہ رعایا سرگرم بودہ باشند و ہر سال سند مجدد طلب نہ دارند در ہیں باب تاکید تمام دانستہ از فرمودہ تخلف و انحراف نورزند فقط

دیگر

عالمگیر
جعفر خان بندہ بادشاہ

گماشتہ ہائے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ سندیلہ سرکار لکھنؤ مضاف بصوبہ اودھ بدانند۔

کہ چون بموجب سند امارت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ لائق العنایت والاحسان دلیر خان و تجویز ... موازی پنجاہ بیگہ زمین بگز الہی از پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش شیخ مصطفی وغیرہ مقرر است و نیز بموجب فرمان عالیشان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان خداوند مکین و مکان ذریعہ امن و امان وسیلہ آرامش عالمیان ظل ظلیل ایزد متعال نائب نبیل داور بیہمال مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار ربانی مبانی جہانبانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناہ ظل اللہ مسطورہ تاریخ دوازدہم شہر جمادی الاول سلسلہ جلوس والا موازی مذکور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فصل خریف سیچی ئیل در وجہ مدد معاش مشار الیہ الیہم حی و قائم حسب الضمن مقرر گشتہ می باید کہ برطبق فرمان والاشان عمل نمودہ اراضی مذکور را بتصرف آنہا باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغیر و تبدل بدان راہ ندہند و بوجہے بین الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصلات

آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود یا نموده بوظائف دعاگوئی دوام دولت قاہرہ اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند درینباب قدغن نمایند بتاریخ ۱۹ شہر شوال سنہ ۱۲ جلوس میمنت قلمی شد

نواب دلیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دلیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر اور چند شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کیا تھا اونکی تفصیل تو ماثر الامرا و غیرہ تاریخی کتب مین تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہین گذرا جس طرح کہ اونکی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے نامکمل ہونے سے چھوٹ گئے ہین اسی طرح یہ امر بھی فروگذاشت ہو جانا کوئی تعجب خیز بات نہین بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبدار درجہ امارت و منصب پنجہزاری و حضوری پر پہونچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرنے لگتے تھے گویا یہ اعزازی لقب ہے مگر اسوجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال نکرین کہ صرف باشندگان شاہجہان آباد بوجہ بانی شہر اور عظمت مآب ہونے کے نواب کے خطاب سے انکا نام لیتے ہین اسکی صراحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے بلکہ تاریخ خافی خان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دلیر خان کی حیات ہی مین وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک مین

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ ملا امیدی
نے جو قطعہ کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے
اوسمین انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگر یہ خطاب انکا نہوتا تو
بادشاہ کے عہد حکومت مین وہ اس خطاب کے لکھنے کی جراءت نہین کرسکتا تھا
حالانکہ اس عرصہ مین ملا امیدی نواب دلیر خان سے رنجیدہ تھا اور اسکے
فرزند کے غرقاب ہونے پر اوسنے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیر خان نے
اوسکی نظم جو بہت جلد مشہور ہو گئی تھی اپنے جوانمرگ بیٹے کے ماتم مین سنی
تو بہت رنج ہوا دلیر خان نے ملا امیدی جو بڑا فاضل اور مشہور شاعر تھا
اوسکے پکڑنے کا قصد کیا ملا خوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر مین پناہ
گزین ہوا جب وہان بھی امن نہ دیکھی تو خانخانان کے ذریعہ سے معافی
کا خواستگار ہوا اور اپنے ہاتھ رومال سے باندھکر دلیر خان
کے حضور مین حاضر ہوا جب دلیر خان نے اوسکا یہ حال دیکھا
تو اپنی عادت کے موافق اوسکی خطا معاف کر دی اور اوسکو نقدی وخلعت
دیکر مالا مال کر دیا اور اپنا مصاحب کر لیا یہ مستند قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور مین لکھا
ہوا موجود ہے راقم نے اسکا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ قنوج مین بالاپیر صاحب کی مقبرہ پر پتھر پر انکے بھائی
بہادر خان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہے۔ اگر نواب نہوتے تو شاہجہان کے عہد مین
پتھر پر خطاب کندہ کرا سکتے۔ نواب دلیر خان کے حالات ممدوح کو مصنفین نے بھی اپنی تصنیفات مین
لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو ۱۲۴۵ھ ہجری مین

سلہ چنانچہ قنوج مین بالاپیر صاحب کے مقبرہ پر پتھر پر انکے بھائی بہادر خان کے نام کے ساتھ
نوابی کی لفظ کندہ ہے

تصنیف کی ہے اوسمین نواب دلیرخان کی مدح کے متعلق اشعار لکھے ہین شائق
موصوف خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمنی کے لائق شاگردو نمین تھے ؎

بود شاہ آباد از مسکنم | ازان دم باد صاف او میزنم
بخوبی چو او شہر زیبا ترے | نباشد بہندوستان دیگرے
نباشد چو نواب عالیجناب | دلیر آمدش درجہان خوش خطاب
چو شد نام او درجہان شہرہ مند | ز دستش شرف یافت شمشیر ہند
بدورجہاندار شاہ جہان | ز تیغش بلرزید ہندوستان
امیر دکن را بان رنگ زیب | تہ کرد درد و را اورنگ زیب

دلیرخان کی شجاعت کے متعلق نواب عبداللہ خان شاہ جہانپوری
نے ایک تاریخ لکھی ہے اوسمین تحریر کیا ہے کہ نواب دلیرخان بڑے تنگ
و توش کے جوان تھے زور و قوت مین یکتائے روزگار تھے تاریخ انہار البحر
کے حوالہ سے لکھتے ہین کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیرخان مامور
تھے جب یورش کرکے دلیرخان قلعہ کے دروازہ پر پہونچگئے تو اوسکا دروازہ
بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہو گیا تھا دلیرخان بذات خاص پھاٹک کیطرف متوجہ
ہوئے اوسکے کواڑ نہایت مستحکم تھے لوہے سے جڑے ہوئے تھے مگر انھون
نے ایسا زور کیا کہ کواڑ ٹوٹ گئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد
انکی کل فوج انکے پیچھے چلی آئی جو شخص فریق مخالف کا خان موصوف کے سامنے
آیا اوسکی گردن پکڑکر اوٹھا کے پھینکدیا یا کے گھونسہ مارا اوسکا کام تمام ہو گیا
جسکا سر دبایا دماغ نکل گیا آخر کار اہل قلعہ عاجز ہو کر امان کے خواستگار ہوئے

یہ حکایت بھی اوسی کتاب مین ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ مین رہتا تھا
اوسکی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اوسنے قافلے کے قافلے تباہ کردیے تھے
اتفاقیہ ایک امیرزادہ اوس موذی درندہ کے پنجہ سے بچکر اپنے گھر آیا اور اپنے
باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا
گذر شکار کی تلاش مین اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھہ پر بلا کی طرح جھپٹا مگر خدا نے مجھے
بچا دیا مین بھاگ کر گھر آیا اوسکا باپ بادشاہ رس تھا اوسنے جاکر یہ قصہ
اورنگ زیب سے عرض کیا عالمگیر علے الصباح چند نامور سردار لیکر اس آزار
خلق کے دفعیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پاکر پہاڑ کے غار سے
نکلا اور سامنے آکر کھڑا ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا
وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان
بھی ضائع ہوے آخر نواب دلیر خان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھہ ہی
مین بھی بے ہتیار جاؤن گا یہ کہکر آگے بڑھے اور اوسکے نزدیک پہونچے
وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیر خان نے دونون ہاتھ اسکے پکڑ لیے
اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آے اور بادشاہ سے عرض کیا
کہ اوسمین حملہ کی طاقت باقی نہین رہی ہے اسکے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی
چور چور تھی اوسکے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آے اوسکا روزانہ راتب
ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خانصاحب لکھتے ہین کہ دلیر خان کے دو شاگرد تھے
جنکا نام خداداد و قادر داد خان تھا وہ ایسے زور دار تھے کہ دلیر خان کا ایک

گھوڑا ایزا شریر و بدذات تھا اونھون نے قادر داد خان کو اوسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوے گھوڑے نے شرارت شروع کی اونھون نے ایسا دبایا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خانموصوف نے کنوین پر بیٹھکر اپنے اونھین دونون شاگردون سے کہا کہ زور کرو اونھون نے کہا کہ مبادا آپ کنوین مین نہ گرجائین مگر انھون نے اجازت دی شاگردون نے ایسا زور کیا کہ تھنون سے خون نکل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کیطرح اپنی جگہ سے نہ جنبش کی خداداد خان کی خداداد طاقت کا یہ حال تھا کہ ضعیفی مین ایک روز تکیہ لگاے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کہیے اب کیا حال ہے کچھ جوانی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجاے اور گھوڑے کے پیر میرے ہاتھ مین پڑ جائین تو پھر اسے آگے نہ بڑھنے دونگا اور اسیطرح بیٹھا رہونگا ایک شخص انمین سے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتین ہین گھوڑا دوڑا کر انکے پاس آیا خداداد خان نے اسکے پیر پکڑ لیے اور جگہ سے نہ ہلنے دیا اور اسیطرح بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتین مشہور ہین ایام غدر مین ایک شخص مدراس کے آئے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد دکن مین ایک مکان تھا جسکی چھت پتھر کی تھی اوسمین تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس پتھر کی چھت مین پیوست ہوگئے تھے وہانکے لوگ اسکو اک یادگار سمجھکر بڑے شوق سے جاکر بطور زیارت کے دیکھتے تھے دو تین تیرونکا اپنی آنکھونسے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔
روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایکبار دلیرخان کے سر پر بال بڑھکر
کاکلون کی حد تک پہونچگئے تھے اونکے بڑے بھائی عمدۃ الملک نواب
بہادر خان نے دیکھکر کہا کہ فوج کے افسر کے لیے اسقدر لنبے بال سر پر ہونا
جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیرخان نے کہا کہ یہ بال مجکو مجبور
نہین کرسکتے اسوقت وہان پر ایک سیڑھی کھڑی ہوئی تھی اوسپر تھوڑا
چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالونکو کھینچ اوسنے پکڑ کر کھینچا شروع کیا
دلیرخان اوپر چڑھتے چلے گئے اور وہ آدمی لپٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیر کی دس سالہ
حکومت کے بعد سلطنت کی مفصل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیرخان
کے لکھنے سے چھوٹ گئے ہین۔ مثلاً قصبہ بلہور ضلع کانپور مین جب کایستھون
کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر مین ملازم تھے وہانکے چودھریون نے
ستایا تو بادشاہ نے ادن مفسدون کی سرکوبی کے لیے دلیرخان کو بھیجا تھا اور
دلیرخان نے بلہور آکر ان ایذا دہندونکی واجبی گوشمالی کردی تھی اس واقعہ کی
تصدیق ان کایستھونکی اولاد آجتک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہر کا قصہ بھی
قابل الذکر ہے جو صوبہ آودھ مین ایک بڑا سرکش راجہ تھا جب اسنے بادشاہ
سے سرکشی کی تو دلیرخان اوسکی تنبیہ کو متوجہ ہوے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا
اوسنے دلیرخان کو کہلا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونون سردار
مقابلہ کرکے ہار جیت کا فیصلہ کرلین دلیرخان نے اسبات کو بڑی خوشی سے
منظور کیا آخر کار مقابلہ ہوا دونون سردارون نے انتہائے شجاعت سے سپہ گری کے

جوہر دکہلاے اور بہادری کے فن کو ختم کر دیا اس دوران مین راجہ کی تلوار ٹوٹ گئی دلیر خان نے اپنی دوسری ولایتی جو لٹکی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ مین اس حالت مین تمپر حملہ کرون تم پہلے اپنا ہر طرح سے حوصلہ پورا کر لو اوسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھکر انکا بندہ بنگیا اور اطاعت قبول کر لی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اوسکے اندر بچھو رکھوا دیے جب خانموصوف نے وہ خلعت پہنا اور بچھو نے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے بیٹھے تھے تیور مین فرق نہ آیا بدستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کر کے شاہی بزم سے اٹھے اور مکانپر آکر وہ خلعت اوتار ڈالا۔

ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کیجاتی ہے اور غالبًا وہ یوسف خان ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت مین شہرہ آفاق تھے خود بادشاہی تاریخ مین شاہی وقائع نگار نے اونکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر باقاعدہ نہین کر سکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کر کے اسکے اندر سے حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اسطرح اُسکا مجرا ہو جاے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو جسوقت یہ دروازہ پر پہونچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی ممکن ہے کہ بادشاہ ان افغانون کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے

دلچسپی رکھتا ہو۔
دلیر خان کے مزاج مین مروت از حد تھی مگر اسکے ساتھ افغانی مغلوب الغضبی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی
تحمل بھی نہایت تھا حتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹون کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے۔ چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے انکے ایک بھتیجے ہمت خان تھے۔ جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے انکے مزاج مین بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازدار اونکے باز کو جو قاز اور کلنگ کو بھی شکار کرلیتا تھا ہاتھ پر بٹھلائے ہوئے جاتا تھا اتفاقاً وہ باز چھوٹکر ہمت خان کے قریب آیا بھتیجے نے چچا کا باز پکڑ لیا بازدار نے عذر کیا کہ بے حکم نوابصاحب کے مین یہ دے نہین سکتا ہمت خان اس بازدار پر ایسے غصہ ہوے کہ اونکے حواس جاتے رہے حتے کہ اوسی غیظ مین اپنے چچا کی مجلس مین چلے گئے اور جاکر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازدار آکر نوابصاحب کی پشت کیجانب کھڑا ہوگیا ہمت خان نے اوس سے باز کو چھین کر بچاپکے سینہ پر دے مارا وہ جانور مرگیا دلیر خان کو بہت ناگوار گذرا مگر کچھ نہ کہا اور مجلس سے اٹھکر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس مین ہمت خان نے تلوار چلائی اور کتنے شخصونکو زخمی کرکے ہمت خان مارے گئے دلیر خان نے انکی زوجہ کو محل بلاکر انکی ملکیت کا دیکر راضی کیا۔

نواب دلیرخان کی وفات

مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ عالمگیر کے جلوس کا چھبیسوان سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیرخان کو شہزادہ محمد اعظم کے ساتھ بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ مین بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن مین موجود تھا اس عرصہ مین دلیرخان سخت علیل تھے آغاز ۲۶ جلوس شاہی مطابق ۱۰۹۴ھ مین دلیرخان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا یہ روایت بھی مشہور ہے کہ عالمگیر نے[1]

[1] در سال بست و ششم کہ بلدۂ اورنگ آباد مضرب الویہ عالمگیری بود او را با سران دیگر بہ یساق بیجاپور تعین نمودہ تا رسید اعظم شاہ بحضور موقوف داشتہ بودند دران ایام بیماری شدید کشیدہ در مبادی سال بست و ہفتم ۱۰۹۴ھ بجاوید سرا شتافت اگرچہ مشہور آنست کہ خلد مکان بعضے آثار خودسری و سرکشی ازو تفرس نمودہ مسموش فرمود اما انچہ بتحقیق پیوست اینحرف پرتوے از فروغ راستی ندارد و بعضے ثقات برانند کہ برادرزادہ اش تبدیل ہے کہ معتاد داشت کارش تمام کرد۔ اما عالمگیر بادشاہ بآن فرط غیرت و شجاعت کہ بسپاہ گری ہیچ یکے را بخاطر نمی آورد از دلیرخان حساب برمیداشت گویند ہنگامیکہ او با شاہ عالم در دکن بود شاہزادہ خواستکہ او را با خود ہمداستان ساختہ علم خودسری برافرازد دلیرخان سر ازان بپیچید سرگرانی طرفین بناخوشی انجامید دلیرخان برسم یلغار روانہ حضور گشت شاہزادہ بتعاقب فطرہ نمود چون عرضی دلیرخان از نظر بادشاہی گذشت کہ شاہزادہ خیال باطل داشت من ترک رفاقت نمودہ احرام حضور بستم متصل ان عرضی شاہزادہ رسید کہ این افغان پر شور و سر میخواست غبار طغیان برانگیزد من بماشش او روانہ شدم بوصول این عرایض بادشاہ را غریب اضطراب درگرفت و مکرر بتوضا شتافت ہمعت خان چون از بسن صبا تربیت یافتہ دوش و کنار بادشاہی بود بسیار گستاخانہ عرض میکرد بپادشاہ گفت کہ اینہمہ ندارد چرا حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاہ تند شد فرمود کہ مرا فکر شاہ عالم نیست مشکل آنست کہ مبادا باہم ساختہ باشند و فوجے کہ سردارش

کچھ انکی طرف سے آثار خودسری کے پلے ئے تھے اسوجہ سے اونکو زہر دلوادیا تھا مگر صمصام الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ جہانتک تحقیق سے ثابت ہوا اس خبر کی کچھ اصلیت نہین پائی جاتی۔

بعضے ثقہ راویون کی یہ رائے ہے کہ دلیرخان کسی قسم کی ایک گولی روز کھایا کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور بجائے اسکے زہر کی گولی انہین کھلادی جسنے انکا کام تمام کردیا۔

مصنف ماثر الامرا لکھتا ہے کہ اسمین شک نہین کہ عالمگیر بادشاہ فرط غیرت اور شجاعت سے اپنی سپاہگری کے مقابلہ مین کسیکو خیال مین نہین لاتا تھا مگر دلیرخان سے کھٹکتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہین تھا اسی سلسلہ مین مصنف موصوف لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن مین تھا اور شاہزادہ نے چاہا کہ انکو ہمداستان کرکے بادشاہ کے مقابلہ مین علم بغاوت بلند کرے دلیرخان نے اسکو نامنظور کیا آخرکار طرفین مین بدمزگی پیدا ہوکر نا اتفاقی پیش آئی دلیرخان فوراً کوچ پر کوچ کرتے ہوے بادشاہ کیطرف روانہ ہوے شاہزادہ بھی انکے پیچھے آیا بادشاہ دلیرخان کی عرضی پڑھ رہا تھا کہ شاہزادہ خیال باطل رکھتا تھا اوسکی ترک رفاقت کرکے مین حضور مین آیا ہون۔ اسی حالت مین شاہزادہ بھی آگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پرشور وشر چاہتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھاے مین بھی اوسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہون بادشاہ کو یہ حالات سنکر عجیب اضطراب ہوا

بقیہ صفحہ ماقبل۔ دلیرخان باشد در مقابل او غیر از خود دیگرے رانمی بنیم پس ہرگاہ مرا با او سروکار افتد جنگ دو سر دارد۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیرخان۔

ہمت خان جو لڑکپن مین بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہین رکھتی حضرت اسقدر اضطراب کیون فرماتے ہین بادشاہ یہ سنکر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجکو فکر شاہ عالم کی نہین ہے مشکل یہ ہے کہ مبادا دونون باہم سازش کرلین جبکہ **فوج کا سردار دلیرخان ہوگا بجز اپنے مین کسیکو اسکے مقابلہ کا نہین دیکھتا اور جسوقت مجکو اس سے سروکار پڑیگا** اسوقت کے لیے (جنگ دو سردارد) کاقول مشہور ہے۔

دلیرخان کے اسباب مرگ مین جو اختلاف تھا وہ مفصل ماثر الامرا جیسی مستند کتاب مین لکھا ہوا ہے۔ خان بہادر شمس العلما اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحۂ (۴۴۳) مین خافی خان کا یہ بیان لکھتے ہین کہ **دلیرخان جو شجاعان کار طلب اور اقتاتان صاحب غیرت سے بانام ونشان تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کرگئے** اور عوام مین یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیرخان کے دیکھنے کے لیے خفیہ اعظم شاہ گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جسکا نام سلطان معظم تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو پہونچائی اسلیے خود دلیرخان نے زہر کھالیا۔

ماثر الامرا عالمگیری کے صفحہ ۲۳۷ سنہ ۲۷ جلوس مین تحریر ہے کہ تیسری شوال کو حسب الحکم بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ اورنگ آباد سے ملک

سلہ سیم شوال مطابق یرلیغ معلے پیش خانہ دولت نشانہ شاہ عالم بہادر از اورنگ آباد بارادہ استیصال سہت کوکن در امدرہ و دیگر ممالک غنیم بدآل شادیانہ ظفر فال نواختہ برآوردہ۔

کوکن کیطرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ مین دلیرخان جو بیماری شدید اٹھا چکے تھے
اس دار فانی سے ملک بقا کیطرف راہی ہوگئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
انکی رحلت کا مہینہ ماہ شوال ہوگا۔

اگر دلیرخان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگایا جاے تو ذی الحجہ
و محرم مین رحلت کا زمانہ ہوسکتا ہے کیونکہ عالمگیر پیشتر داراشکوہ پر پیشیابی حاصل
کرکے غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ روز جمعہ کو دہلی کے قریب باغ آغر آباد مین تخت نشین
ہوا ہے مگر باہمی جنگ وجدال کیوجہ سے جشن وسکہ وغیرہ کے دیگر مراسم
کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ اجمیر مین بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی
تو ۲۴ رمضان ۱۰۶۹ھ کو تخت نشین ہوا اور اسکے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے
بعد ہوتا رہا۔

اگر مورخ نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ مین بھی
رحلت کا خیال ہوسکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال مین رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیوں کے متعلق جو ماثر عالمگیری[1]

اور ماثر الامرا مین دلیرخان کی تعریف لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت
بجنسہ ناظرین کی آگاہی کے لیے یہاں پر تحریر کیجاتی ہے اُس سے انکی وقعت کا اندازہ

---

[1] دلیرخان افغان بیماری شدید کشیدہ بجاوید سرا شتافت وور اکثر معارک بذات خود مصدر تردداتِ نمایان شدہ قوی ہیکل زورمند بود و غریب قوت واشت و ضبط برانوس ویلہ وری طالع از ابتدائے عمر تا انتہا داشت صفحہ ۲۲۷۔ ماثر عالمگیری۔ اسکا ترجمہ خان بہادر شمس العلما نے اپنی تاریخ ہندوستان مین لکھا ہے اور غالباً یہی ماخذ ماثر الامرا کا ہے۔ بعد انتقال کے دلیرخان کے نام شاہی دفتر مین لفظ مغفور کی لکھی گئی اکثر امرا کے نام بغیر خطاب مغفرت کے لکھے گئے ہین دلیرخان کا تذکرہ بعد رحلت کے سنبھاجی کے بیان مین ماثر عالمگیری مین آیا ہے سہ مرتبہ ثانی او نزد دلیرخان مغفور براہ غدر و احتیال گریختہ ۱۲

ہو جائے گا۔

دلیر خان مذکور قوی ہیکل و بسیار زورمند بود و حکایتہاے عجیب از قوت و اشتہاے او اشتہار دارد و بر الوس خود بسیار ضابط و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از ابتداے عمر تا انتہا اوج پیماے دولت و شوکت ماند ہیچگاہ سیلی زمانہ نخورد و ذلت و خواری نہ کشید۔

یعنے دلیر خان نہایت قوی ہیکل اور شہ زور تھے اونکی قوت اور اشتہا کی حکایتین عجیب و غریب عالم مین مشہور ہین وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منتظم اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری مقدر سے ہمیشہ زمانہ انکے موافق رہا اور ابتداے عمر سے انتہاے حیات تک انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی اور مدۃ العمر کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کہائی اور ذلت و رسوائی نہ اوٹھائی دلیر خان کی عمر پچاسی برس کی بیان کیجاتی ہے اور نگ آباد دکن مین انکا انتقال ہوا اور وہان سے انکا تابوت لاکر شاہ آباد مین جو انکا مقبرہ نزدیک تالاب کے کنارہ واقع ہے دفن کیا گیا۔ مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ مین ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھرونکے نقش و نگار کی مثال آگرہ کے تاج محل سے دی ہے۔ اونکی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے نظم کیا یہ ہے۔

قطعۂ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلودہ شد دنیا ز ماتم خان والا شان
ملک زد شد بہ عالم خلل شد بسا دوران
نظر کردم بتاریخش برآمد از سر مصرع
دلیری از جہان بردہ شجاعت ملک ہندوستان

لفظ غم جان بھی دلیر خان کی رحلت کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض انگریزی دان حضرات بجز سنہ عیسوی کے سنہ ہجری نہین جانتے لہذا راقم نے وہ سنہ مسیحی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو حساب مین دقت نہو۔

قطعۂ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد

از خاکسار مظفر

اہل عالم مین جلیل القدر تھی خان جلال
ہو گئے دار فنا سے راہی مُلکِ بقا
زیب دیتا تھا انھین بیشک دلیری کا خطاب
انکی خلقت کو شجاعت کی تھی خالق نے عطا
انکی فطرت سے دلیری کے تھے وہ جوہر عیان
آئے جس میدان جنگی مین تو وہ روشن ہوا
قوت بازوے شاہ وقت و رکن سلطنت
تھے بہادر اور پھر او سپر رحیم و باحیا
آبروے قوم افغان عزت و فخر وطن
رشک رستم شیر دل لشکرکش و کشورکشا
قدردان شاہجہان تھا اور عالمگیر بھی
دونون شاہون کے انھین دربار سے خلعت ملے
انکی شہ زوری کے قصے آجتک مشہور ہین
شوق سے سنتا ہے اسکو ہر جگہ چھوٹا بڑا

لشکر شاہی مین اونکا سا بہادر تھا کہان | غلبہ ہیبت سے تھرلتے تھے سب اہل وغا

رعب انکی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند پر | فتح و نصرت سامنے آئے جہان ڈنکا بجا

جب اٹھائی باگ گھوڑے کی تو پھر رکتے تھے | آگ پانی سامنے ہو سخت ہو کوئی بلا

جب کیا دشمن نے حملہ فیل بنکر جم گئے | خود بڑھے تلوار لیکر ہو گئے شیر وغا

صوبۂ بنگال و آسام و دکن ملک اودھ | دیوگڈھ چاندہ کو بیجاپور کو بھی سر کیا

تھے وہ ایسے بامروت فاتح میدان جنگ | فتح کرکے ملک بھی مفتوح کو واپس دیا

معتمد تھے شاہ کے ایسے سفارش کی اگر | حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق آگیا

رد نہین ہوتی تھی جو کچھ بات کہدیتے تھے وہ | خیرخواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا

نام نامی تا قیامت انکا مٹنے کا نہین | بیسیون ہین یادگارین انکی باقی باصفا

پھر نہ ہوتی کسطرح تائید حق حاصل انھین | ظلم عاجز پر کبھی رکھتے نہ تھے ہرگز روا

وہ ولایت سے بہادر لوگ لائے قوم کے | اور بسلئے شہر اونسے صرف کرکے روپیا

انکی نسلونمین ہین ابتک کچھ شجاعت کے نشان | دے رہی ہے انکی رنگت باپ دادا کا پتا

مقبرے مسمار ہین اب قصر ہین سب بے چراغ | کہ رہی ہے دیکھ لو انجام اپنا یہ ہوا

بر در و دیوار کہنہ نقش پارینہ نگر | بیگمان ہر نقش باشد حیرت و عبرت فزا

ان سلف کے کارنامونسے سبق لیکر خلف | اپنی حالت کو سنبھالین ہوشمین آئین ذرا

بس مظفر ختم کر یہ نظم بیجا طول ہے | حال جو سچا تجھے معلوم تھا تونے لکھا

مصرعۂ تاریخ ہے یہ مخبر سال وفات

شیر میدان شجاعت نیک آنکھونسے چھپا

۸۲ ۶ ۱۶

نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمایش سے انکی زندگی مین لکھی تھی جسمین اُنکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام تک پہونچایا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخین اسمین علحدہ علحدہ شامل کی تھین اور وہ کتاب شاہ آباد مین غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب تھی اور اونکو اپنے بزرگون سے پہونچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی خوبی اور مصنف کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ خانموصوف یا انکے فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اوسکے مصنف کو مدد دی ہوگی کیونکہ بغیر تبلائے ہوے اُنکے خاندان کی شاخین اسکو کیونکر معلوم ہوسکتی تھین مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ضایع ہوگئی اور اوسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت مین جو نسب نامہ درج ہے عجب نہین کہ اسی کتاب سے لیا ہو یا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد مین تھے انھون نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہو اور وہ پشت نامہ یہ ہے۔

جلال خان عرف دلیر خان ابن دریا خان ابن براہیم خان
ابن علی سعید خان ابن پایو ابن عمر ابن احمد جنگی بافتہ زی
ابن باقر ابن مامون داؤدکہ ابن داؤد ابن دولت عزی جنل نبیرہ سٹرنبی
ابن قیس عبدالرشید بن عیص بن سلول بن تعیم بن عنبس
بن مرہ بن حلدر بن اسکندر بن زمان بن بہلول
بن ہشام بن صلاح بن قارود بن علبسم بن قیلول

بن کرم بن عمال بن حدیقه بن مهتال بن عیتیس
بن عمیم بن سموئیل بن هارون بن ثمرود بن ابی
بن طلل بن لولی بن عامیل بن تارخ بن ارمه
بن منداول بن سلیم بن افنه بن ارمیا بن ساروول الملقب طالوت ساؤل
بن قلیس بن عتبه بن عیص بن روئیل بملک طالات
بن یهود بن مهتر یعقوب اسرائیل بن مهتر اسحاق بن مهتر ابراهیم خلیل الله
بن تارخ که اور آذر میگویند بن ماحور بن سروغ بن ساروع
بن مهتر هود علیه السلام بن عامر بن سالح بن ارفخد بن شام
بن نوح علیه السلام بن ملک بن سلخ بن مهتر ادریس بن برد
بن مهلائیل بن انوش بن مهتر شیث علیه السلام ✤ بن حضرت آدم علیه السلام

اکثر نام اسمین مختلف زبانون کے هین اسلیے انکی تصحیح کی ذمه داری راقم نهین کرسکتا هے اور نه درمیانی سلسله کی وقفیت کا دعوی هوسکتا هے جو نام کتاب مذکوره مین درج تھے بجنسه نقل کردیے گئے والله اعلم بالصواب
اسکے بعد دلیر خان کی اولاد کا شجره حتی الامکان نهایت تحقیق سے مرتب کرکے لکھا هے اسمین کوئی شک نهین که انکے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شاخ درمیان سے مجهول النسب هوگئی اور بعض ابتک شریف النسب موجود هے۔
جهانتک ممکن هوا انکی اولاد کا حال تحریر مین لایا گیا البته بعض شاخ جو دیهات یا دوسرے شهرون مین منتقل هوگئی هے انکے نامون کی فراهمی مین زیاده سرمغزی نهین کی گئی۔

نواب دلیر خان کے عزیز و اقارب

نواب دلیر خان کے چار بھائی تھے اور دو بہنین تھین تاریخ اخبار محبت مین ہے
کہ دریا خان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہین تو شیخ رکن الدین بازید خیل جو
منصبدار شاہی تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت مین نہایت اعتقاد رکھتے
تھے اونھون نے اپنی دختر دریا خان کے عقد مین دی تھی جنکے بطن سے یا اولادین
پیدا ہوئین مگر اس خاندان مین یہ روایت چلی آتی ہے کہ پہلی اُن بیوی سے جنکا
ذکر ابھی ہوچکا ہے نواب بہادر خان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوے تھے جب ان
بیوی کا انتقال ہوگیا تو دریا خان نے دوسرا عقد اپنا اپنے چچا کی بیٹی سے کیا جس سے
نواب دلیر خان اور اونکے بھائی یوسف خان پیدا ہوے۔
تاریخ مخزن اخبار سے دلیر خان کی والدہ کی زندگی دلیر خان کے انتقال کے بعد
تک پائی جاتی ہے۔
نواب دلیر خان کی بیوی انکے چچا عثمان خان کی بیٹی تھین شاہ آباد مین
اونکے یادگار مین بعض چیزین منسوب ہین مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے
اونکے نام سے منسوب کرکے آباد کیا تھا انکا باغ بھی اودہر ہوپہ مین نصب کیا گیا
تھا جسکا تذکرہ فتحمعمور خان کی سند مین بیان ہوچکا ہے اور انکا انتقال دلیر خان کی
زندگی مین ثابت ہوتا ہے۔
عثمان خان دریا خان کے بھائی اور دلیر خان کے چچا تھے نہایت باوقار
و منتظم انسان تھے عرصہ تک یہ دکن مین ملکی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب

سے تھے شاہجہان کے عہدہ دار و نمین تھے صوبہ خاندیس کے فوجدار بھی رہے ہین انھون نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے مین نہایت کوشش کی تھی اور اچھے اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ مین انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار کا مرقوم ہے مگر ماثر الامرا مین ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ مین لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک کی تنبیہ کی گئی ہے اوسوقت اونکی سہ صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے اور صفحہ ۸۰ مین بتقریب جشن شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد مین معزز و مشہور سردار تھے سنہ جلوس شاہجہانی مین انکا انتقال ہوا شاہجہان نے اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا تھا[1]۔

نیکنام خان دلیر خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع نیکنام پٹھان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھون نے شاہی مہمات مین خوب خوب بہادریان کی ہین جنگ بندیلکھنڈ و بدخشان مین دادِ مردانگی کی دی ہے اور بلخ و بدخشان مین نیکنام خان کے منصب مین شاہجہان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی ہے انکا تذکرہ ضمناً بہادر خان کے حالات مین درج ہے اخبار محبت مین انکا منصب ہفتصدی ذات او رتین سو سوار کا مرقوم ہے۔

شیر خان دریا خان کے چچا تھے اسم با مسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات و ہفتصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

---

[1] یازدہم شوال عثمان خان روہیلہ از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار معزز و مباہی گشت بادشاہ نامہ صفحہ ۱۴۱ جلد دوم۔

مصری خان دلیر خان کے چچا تھے ہفتصدی ذات اور پانصد سوار کے افسر تھے۔

حیات خان عرف زبردست خان دلیر خان کے چچازاد بھائی اور حضور میں تھے اورنگ زیب نے انکو زبردست خانی کا خطاب دیا ہے عالمگیر کے ساتھ ہوکر انھوں نے داراشکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ نے انکو خطاب اور پانچہزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔
جنگ بنگالہ اور دکن مین بھی انھون نے نہایت بہادری کو دخل دیا ہے اپنے بھائی دلیر خان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر مہمات مین یہ شریک رہے ہین جابجا اونکے تذکرہ مین انکے حالات موجود ہین عالمگیر نے انکو والیار وہوشنگ آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت مین گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔
انکا منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جمین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے شاہ آباد مین مولا گنج محلہ حیات خان اور شاہجہانپور مین حیات پورہ انکے نام سے منسوب ہے۔ انکا منصب و تذکرہ عالمگیر نامہ مین دیکھنا چاہیے
سکندر خان کا خطاب سلابت خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیونکی طرح نامور اور جری تھے شاہی مہمات میں انسے بہادریان بھی کثرت سے ظہور مین آئین ہین جسکا تذکرہ ضمنا عالمگیر نامہ وغیرہ مین مندرج ہے محاربہ داراشکوہ مین انکو بھی عالمگیر نے پانچہزار نقد خلعت مرحمت فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز کیا ہے۔

فتح خان کا منصب اخبار محبت مین ہزاری ذات و ہشتصد سوار کا تحریر ہی
یہ دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے مگر ماثر الامرا اور عالمگیر نامہ وغیرہ مین جو دلیر خان
کے چچازاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اوسمین فتح خان کے والد کا نام ذکریا خان
ہے اونکو عالمگیر نے داراشکوہ کی فتح مین فتح جنگ خان کا خطاب و علم و نقارہ
و منصب دوہزاری و پانصد ذات اور دوہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا تھا
اور جنگ کھجوہ کے سر کرنیکے بعد سہ ہزار و پانصدی ذات اور سہ ہزاری سوار
سے سرفراز کیا ہے اور اوسکے بعد میں ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے
فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علحدہ راقم نے لکھا ہے۔
یہ بڑے منصبدار و نمین تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان مین
کوئی دوسرے عزیز ہون یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب و خطاب
پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھدئے گئے ہون
واللہ اعلم۔

محمد خان یہ سب سے بڑے دلیر خان کے بھائیون مین تھے یہ اپنے باپ
دریا خان کے ہمراہ خانجہان لودی کے واقعہ مین کام آئے انکا منصب ہزاری
ذات و سات سو سوار کا تھا یہ لاولد جوانمرگ جان بحق ہوے تھے۔

دیوان عنایت خان یہ دلیر خان کے دوسرے بھائی ہین انکا منصب
ہزار پانصدی ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبۂ بہادر گڈہ ضلع
مراد آباد مین قریب قصبۂ حسن پور کے جو انکا ننہال تھا آباد کیا تھا جب
نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے آئے ہین تو قصبۂ بہادر گڈھ مین دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالباً دیوان عنایت خان کی بود و باش وہین رہی جنگ بلخ و بدخشان مین عنایت خانصاحب اپنے بھائی بہادر خانصاحب کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان مہم مین انھون نے خوب شجاعت کے جوھر دکھائے ہین جسکے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کے منصب مین اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ مین انکے حالات درج ہین بہادر خان کے تذکرہ مین ہمنے حالات بھی ضمناً درج کیے ہین۔

دیوان **یوسف خان** دلیر خان کے حقیقی متحد البطن چھوٹے بھائی تھے انکا منصب اخبار محبت مین پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھا ہے یہ اپنے وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت مین دلیر خان کے بعد انھین کا نمبر تھا انکے بارہ مین عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحہ (۱۰۴) مین باین الفاظ و عبارت انکی تعریف لکھتا ہے **یوسف خان برادر دلیر خان کہ افغانان اورا از یکہ جوانان دلاور در مراتب سپاہگری ثانی اثنین مہین برادرش میشمردند از آب تیغ مجاہدان شہامت پرور شربت ہلاک چشید۔**

یعنے یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوشرو اور شہ زور تھے کہ تمام افغانان انکو یکتائے روزگار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہگری کے فن مین اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ محاربۂ داراشکوہ و عالمگیری مین یہ داراشکوہ کیطرف شریک ہوکر جوانمرگ کام آئے ہین۔

اور تمام پٹھانوں میں انکی قیامت ناک موت کا افسوس و صدمہ لاحق ہوا۔

تاریخ اخبار محبت[1] کے صفحہ ۵۳۰ مین مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیر مین امیٹھی وکھاگھٹ مؤیلیا مہرآباد مارہرہ اترولی چہرہ پنڈراول وبہادرپور تھے ایکبار نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی جو نواب عزیز خان سے ملنے آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے انکا ربط وضبط بہت تھا انھون نے دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ مین بھی بودوباش رکھتا اور شہر بسانا چاہتا ہون اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور مین عرضکرون پردل خان نے جوابدیا کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو مین چنانچہ نواب محمد خان بنگش نے بادشاہ سے عرضکیا اور بارہ موضع انعام التمغا محمد خان کو بنا بر وطن کے عطا ہوے نواب بنگش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد مین آباد کرکے فرخ آباد نام رکھا جس زمانہ مین کہ دلیر خان کے خاندان کا عروج تھا نواب بنگش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے شاہباز خان کا منصب پانصدی ذات وپانسو سوار کا تھا دیالپور و کوہستان جمون وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا متبنٰی اور بعض راوی بہادر خان کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملنا بیان کرتے ہین ایک شہباز خان دلیر خان کے چچازاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ مین کام آئے

---

[1] دیوان یوسف خان برادر خرد دلیر خان یاست مٹھی داشت نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی از پسر دیوان ممدوح التجا آورد کہ میخواہم کہ در ظل حمایت آنجناب برائے بودوباش خود شہرے آباد سازم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم پردل خان درجواب فرمود کہ ازین بہتر چہ خوب شما قوت بازوے من است ازین چہ بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرضکردہ دوازدہ موضع التمغا بنام محمد خان مرحمت شدہ واو شہرے فرخ آباد در عہد فرخ سیر آباد ساخت امیٹھی وکھاگھٹ مودیلیا ومہرآباد واترولی وچہرہ وپنڈراول وبہادرپور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بودہ ۵۳۰۔ اخبار محبت۔

پُردل خان کا منصب دو ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ فوجدار بھی ہین کے رہے تھے اخبار محبت مین دیوان یوسف خان کے فرزند تحریر کیے جاتے ہین مگر مستند دیگر کاغذات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنے نواب دلیر خان کے پوتے ثابت ہوتے ہین عہد فرخ سیر مین انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات و ہزار پانسو سوار کا تھا نامور افغان سے تھے اکثر فتح جنگ خان و زبردست خان وغیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ اسبارہ مین عالمگیرنامہ کے صفحہ ۲۴۵ جنگ شجاع واقع بنگالہ مین یہ عبارت تحریر ہے

وجمعے از دلیران عرصۂ وغا و ثابت قدمان معرکۂ ہیجا مثل فتح جنگ خان و لودیخان و زبردست خان و سکندر خان روہلہ وغیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود

غرضکہ جانباز و پیشقدمی کرنیوالے بہادر و نمین سے تھے۔

جمال خان لوہانی ہزار و پانصدی ذات و آٹھ سو سوار کا منصب تھا اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے لشکر مین افسر تھے۔

چھبے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سواروں کا افسر تھا نواب بہادر خان و دلیر خان کے لشکر مین بہادر شخص تھا اور انہین کا پرورش یافتہ بھی تھا۔

روشن اسلام خان و پہاڑ خان لوہانی یہ ہر دو افسر ہفتصدی ذات اور پانسو سواروں کے سردار تھے۔

سنجر خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔

نور خان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔
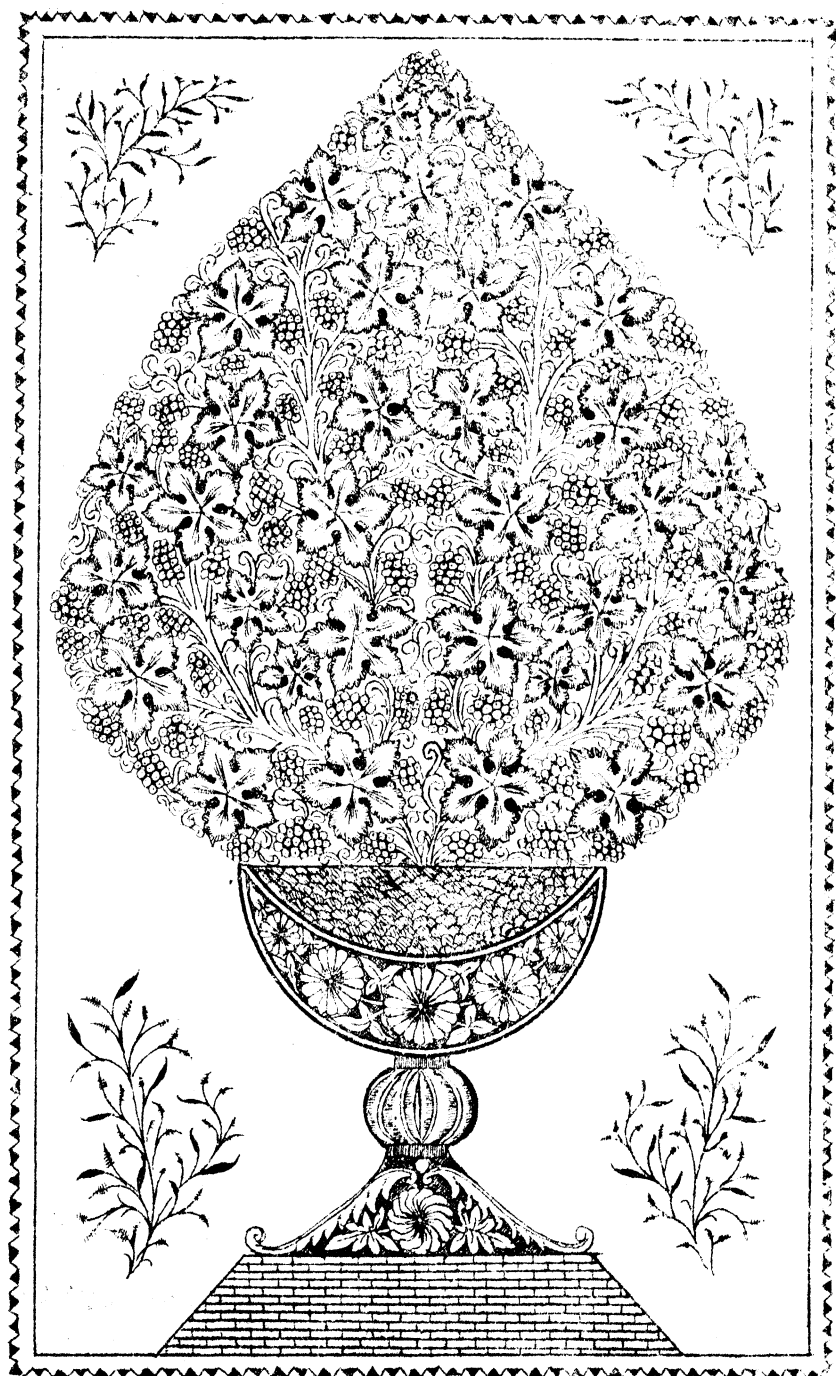
نواب کمال الدین خان

نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابی نام رستم خان تھا یہ نواب دلیر خان کے خلف اکبر اور اپنے پدر بزرگوار کے قایم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آباد کی تکمیل انہین کے ہاتھون ہوئی مہمات شاہی مین انھون نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے لیسے ایسے کارنمایان کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپکو اپنے نامور باپ کے زمانہ حیات مین منصب عطا ہو چکا تھا اور اسیوقت سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بار بار پیشگاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہی دربار مین تقرب و حضور رسی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالنجر متعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات پرگنہ ہنڈون بیانہ کے جو متصل اکبر آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت انکو پیش آئی تو وہ فوراً بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا تھا تاریخ ماثر عالمگیری مین انکے ابتدائی[۱] زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات سو سوار کا تحریر ہے اور جب سنہ ۱۰۸۵ھ مین دوصدی کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان کی ترقی ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہنڈون بیانہ کی عظیم الشان مہم انھون نے

(۱) کمال الدین خان ولد دلیر خان و باقر خان ہر کدام باضافہ دوصدی ہزاری ہفت صد سوار سرفرازی یافتند سال ہیجدہم جلوس سنہ ۱۰۸۵ھ صفحہ ۱۴۱ ماثر عالمگیری

(۲) سال سی و ششم جلوس سنہ ۱۱۰۴ھ غرہ شہر ربیع الاول کمال الدین خان فوجدار ہنڈون بیانہ در جلدوے استیصال سرکشان آن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنزلت دو ہزار سوار رسید۔

فتح کی ہے تو پانصدی ذات و پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔
الحاصل آخر زمانہ تک یہ چار ہزاری منصب کو پہونچے پیشتر اکثر مقامات پر یہ فوجدار رہے ہین اسکے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سربلند ہوے چنانچہ صوبہ اودھ کی صوبہ داری پر مامور رہے تھے۔ تاریخ انہار الجہ مین نواب احمد خان شاہجہانپوری انکے متعلق لکھتے ہین کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت یکتاے زمان بود گاہے چشم از اعدا نپوشید و ہر بلائیکہ آمد رو نمی تافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد طاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسنے محصول طلب کیا اس زمانہ مین نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی مین اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور کیگئی صرف عدم مزاحمت کا حکم صادر نہین ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے معاف ہوے اور اسکا فرمان ۱۰۹۶ھ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا۔ اسکے بعد جب سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش و رسائر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی درخواست بھی انھون نے عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی وہ بھی نہایت توجہ سے سنی گئی اور اسکے بارہ مین بھی پروانہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر انکو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن بادولت نے مرحمت فرمائی ہے اور کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ ابواب داخلی و خارجی سب انکو معاف کیے گئے ہین کوئی اہلکار شاہی کبھی کسی امر مین انسے مواخذہ نہ کرے عنوان خطاب انکے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کیجانب سے تحریر ہوا ہے اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لائق المرحمت و الاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال مین لائے گئے ہین۔

اور دوسرے پروانہ مین کمال الدین خان کو اورنگ زیب نے ان جلیل القدر فقرات سے عزت بخشی ہی کہ جو بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہین ہوے مثلاً بیش منصب کا طلب خانہ زاد بادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر ہین تاریخ انہار البحر مین ہی کہ ایکبار شاہجہان بادشاہ ہاتھیونکی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہزادہ اورنگ زیب پر حملہ آور ہوا کمال الدین خان بھی وہان کھڑے تھے انھون نے کمال دلاوری سے بڑھکر ہاتھی کے ایسی تلوار ماری کہ سونڈ دو ٹکڑے ہو گئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

سنہ ۱۹ جلوس مین جب بادشاہ عالمگیر لاہور سے دار الخلافت دہلی کو معہ لشکر کے آیا ہے تو کمال الدین خان کو خانی کا خطاب بادشاہ نے مرحمت فرمایا ہی جبتک بادشاہ کے حضور سے خانی کا خطاب نہین ملتا تھا اسوقت تک کسی سرکاری کاغذ مین اسکے نام کیساتھ لفظ خانی کی نہین لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا اسیطرح نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد سردار خان کو بحالی جاگیر کا جو فرمان بادشاہ دہلی کیطرف سے عنایت ہوا ہی چونکہ وہ خطاب یافتہ نتھے اسلیے اسمین صرف محمد سردار لکھا ہوا ہی اگرچہ لفظ خان قبیلۂ افغان کا قومی لقب ہی مگر بادشاہ کے یہانسے نام کیساتھ یہ قومی نسبت بھی نہین لکھی جاتی تھی عظمت اللہ خان یاقرزی جو نواب دلیر خان کے افغانو مین بڑے شجاع اور جری شخص تھے اور جب انکو دلیر خان کی سند کے موجب بادشاہی فرمان حاصل ہوا ہی اسمین بھی صرف عظمت اللہ لکھا ہوا ہے۔

اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے نہ دستیاب

لہ نوزدہم ذی الحجہ از لاہور رایات عالیات جانب دار الخلافت ارتفاع یافت کمال الدین خان ولد دلیر خان خطاب خانی یافت صفحہ ۱۵۰۔ ماثر عالمگیری

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہوگئے ہین مگر جو شاہی مہمات ماثر عالمگیری مین انکے نام سے درج ہین وہ مختصر طور پر ذیل مین تحریر کیے جاتے ہین سنہ ۱۰ جلوس مین جب **میوات** کے سرکشون نے بغاوت اختیار کی اور انکی تعداد موذیون سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچہزار باغیون نے قصبہ نارنول کے نواح مین لوٹ مچائی اور وہانکے دیگر قصبات و پرگنات پر دست درازی شروع کی طاہر خان وہان کا فوجدار باغیون کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور مین آیا تو بادشاہ عالمگیر نے ان مفسدونکی سرکوبی کے لیے ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۰۸۲ھ کو **کمال الدین خان** کو معہ لشکر جرار کے بھیجا اور باغیونکے بابتہ بادشاہ نے انکو حکم دیا تھا کہ انکے قتل وقید مین کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا جاوے اور موذیون کا نام و نشان اس سرزمین سے مٹا دیا جاے جسوقت **کمال الدین خان** میوات مین

لہ مفسدان سرزمین میوات ناگہانی چون دیوچہ از زمین شمید ند و مانند ملخ از آسمان ریختند القصہ فتنہ باغیسم قریب پنجہزار کس در نواح نارنول رفت عصیان منشی پہن کردہ قدم جرات وجسارت پیش گذاشتہ و دست نہیب وغارت بر قصبات و پرگنات دراز کردند طاہر خان فوجدار تاب مقاومت ومجادلت در خوندیدہ بحضور آمد عزم جزم بادشاہ عدو بند کافر کش بر استیصال کفار فجار مصمم شد بست وششم ذیقعدہ کمال الدین خان ولد دلیر خان با جمعیت سرکار ایشان بقتل واسیر بدنیان شرارت نشان فرمان پذیر گردیدند ہرگاہ فوج منصور بدان مرز رسیدہ حربے صعب ورزمے شدید رو داد اکثرے از بہادران چہرۂ سعادت بگلگونہ شہادت رنگین وبسیارے مجروح شدند و باصطلاح اہل ہند مہابھارت کہ عبارت از کشتہ شدن افیال در رزمگاہ باشد درین معرکہ مردآزما بظہور آمد عاقبۃ الامر باطل ستیزان رو بگریز آوردند نصرت مندان بتعاقب گرنجتہا پرداختہ فراوان را بخاک ہلاک انداختند فتح وظفر بیامن اقبال خدیو دین پرور نصیب اولیاے دولت شد غازیان نصرت شعار ہمعنان فیروزی زمین بوس شدند و بشنیدن تحسین و آفرین از زبان دربار سرافتخار بفلک دوار رسانیدند جمیع خرد و بزرگ تلاش ورزان لمضاف سترگ باضافہ ہاے نمایان وخلاع امتیاز یافتند۔ انتخاب ماثر عالمگیری صفحہ ۱۱۶۔

پہونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات و میگزین وغیرہ کی کمی تھی
مگر انھون نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ ایسی
سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہابھارت جو ایک ہندوستان میں عظیم الشان لڑائی ہوئی
تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور میں آئی بہت سے بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آے اور
بہت سے زخمی ہوے آخرکار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھاگے اور شاہی
لشکر نے انکا تعاقب کیا بہت سے بھاگنے میں قتل ہوے اور بہت سے قید کیے گئے
غرضکہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شریرون سے پاک
ہوئی اسوقت انکے ساتھ رعد انداز خان و رومی خان ور توپخانہ اور شاہزادہ محمد اکبر
والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح حاصل ہوگئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت
مین حاضر ہوے تو خود بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی
زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ منصب سے
سرفراز فرمایا اور انکے ہمراہی بہادرون کو بھی عنایت شاہانہ سے
سربلند کیا۔ یہ زمانہ دلیر خان کی زندگی کا تھا۔

سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۰ھ مین مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے
بعد جو جھگڑا پیش آیا ہے اس معرکہ مین بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت
شجاعت کو دخل دیا ہے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ والی
جودھپور جو اکثر صوبجات مین صوبہ دار رہے اور اکثر لڑائیون مین بادشاہ کیطرف سے
شریک ہوے جب وہ کابل مین ملکی صوبہ دار تھے اور وہان فوت ہوگئے تو

کوئی اُنکا لڑکا نہ تھا انکے نوکرون مین رگھناتھ داس وغیرہ بڑے معتمد تھے انھون نے بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جسمین راجہ کے مرنے اور انکی رانیون کے حاملہ ہونیکا حال درج تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونون رانیون سے دو لڑکے لاہور مین اکر پیدا ہوے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازمون نے بادشاہ کی خدمت مین پہونچائی بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونون لڑکون کو ہمارے روبرو لاؤ جب وہ سن تمیز کو پہونچینگے اپنے باپ کے راج و منصب سے سرفراز ہونگے اسکے بعد راجہ کے متعلقین و ملازم دہلی آے اور ان لڑکون کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک و منصب کے لیکر اپنے قبضہ مین کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ مین راجہ کا ایک لڑکا مرگیا[1] بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجپوت نکا جودھپور آکر فساد برپا کرنے کا ارادہ ہے تو ۱۶ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ راجہ کی دونون رانیان جو روپ سنگھ راٹھور کی حویلی مین ٹھہری ہین یہ نورگڈھ مین جاکر ٹھہرین وہان فولادخان کوتوال اور سید حامد خان جاکر چوکی پہرہ بٹھادین اور کمال الدین خان

[1] چون بسامع جاہ و جلال رسید کہ این طائفہ بدسگال ارادہ فاسد دارند شانزدہم جمادی الآخر یرلیغ گیتی نفاذ یافت کہ ہر دو زوجہ مہاراجہ راکہ در حویلی روپ سنگھ راٹھوری باشند باپسر آوردہ در نورگڈھ دارند فولادخان کوتوال و سید حامد خان با بندہاے چوکی خاص و کمال الدین خان پسر دلیرخان و حمید خان پسر داؤد خان و خواجہ میر کہ صلابت خان خطاب یافت با ملازمان رسالہ بادشاہزادہ محمد سلطان مرحوم این فرق ضلال راازین عزم وبال بازداشتہ واگر از راہ خذلان پرستی بجنگ پیش آیند تنبیہ و گوشمال نمودہ بکفر کفران نعمت رسانند تعین شدہا بموجب فرمان کاربند گشتہ بلوازم اندرزو نصیحت پرداختہ کفار نگونسار چشم از بہبود کار خود پوشیدہ در تیر و پیکار کوشیدہ جمع کثیر سر در جیب عدم کشیدہ و جمعے از بندہاے بادشاہی بکار آمدند۔ ۱۷۸۔ انتخاب ماثر عالمگیری

معہ چند سرداروں کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیجا کر ان راجپوتون کو اس فساد سے باز رکھین اور اگر وہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کرے تو اچھی طرح انکی گوشمالی کیجاے چنانچہ حسب الحکم کوتوال مذکور نے وہان جاکر پہرہ بٹھادیا اور نواب کمال الدین خان معہ اپنی جماعت کے راجپوتونکے پاس گئے اور انکو نہایت نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس ارادہ اور جہالت سے باز نہ آے اور لڑائی پر آمادہ ہوے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مارے گئے اور بادشاہی لوگ بھی کام آے جب راجپوتون نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا تو انھون نے دونون رانیون کو جو مردانہ لباس پہنے تھین قتل کر کے لڑکے کو ایک شیر فروش کے گھر مین چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہونچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیان کہ راجہ کی قید ہو کر آئی تھین اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھون نے پہچانکر بتلا دیا کہ یہ لڑکا واقعی راجہ جسونت سنگہ کا ہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیون کے ساتھ پرورش کے لیے شاہزادی زیب النسا بیگم[1] کے سپرد ہوا اور اوسکا نام

---

[1] یہ شہزادی سلاطین مغلیہ مین باعتبار علم و قابلیت و شاعری کے فخر خاندان ہوئی ہے زیب النسا بیگم ۱۰ شوال سنہ ۱۰۴۸ھ کو دلرس بانو بیگم جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی اسکے بطن سے پیدا ہوئی شاہی دستور کے موافق تربیت و تعلیم ہوئی حافظہ و ذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن مین قرآن مجید ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کر لیا جسکے صلہ مین عالمگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النسا کو تیس ہزار اشرفیان مرحمت فرمائین ملاجیون نے بسم اللہ کرائی تھی چار برس کے عرصہ مین اسنے علم عربی مین پوری دستگاہ حاصل کر لی ریاضی ہئیت سے بالطبع میلان تھا وہ بھی بہت جلد حاصل کی غرضکہ عربی و فارسی علوم مین بہرہ تمام رکھتی تھی شاعری سے طبعی مناسبت تھی مخفی تخلص کرتی تھی اقسام خطوط جسمین نستعلیق نسخ شکستہ شامل تھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدردانی سے ارباب علم

محمدی راج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگون کے پاس تھا وہ چھینکر بیت المال کے

بقیہ صفحہ ماقبل فضل و کمال اطراف سے آکر جمع ہوگئے تھے علما شعرا منشی خوشنویس اسکی
سرکار مین وظیفہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب و رسائل بہت سے تصنیف ہوئے چنانچہ زیب التفاسیر
ملا صفی الدین کشمیری اردبیلی نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کرکے تصنیف کی ہے اسے کتب
جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید اشرف نے پیشینگوئی کی تھی کہ یہ شاہزادی شاعرہ
ہوگی اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎ اگر دشمن دوتا گردد بہ تعظیمش مشو غافل + کمان چندانکہ خم گردد خدنگش
کارگر آید + وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی ؎ دیوانہ خموش بعاقل برابر است + دریاے آرمیدہ
بساحل برابر است + ایک روز زیب النسا چمن مین ٹہل رہی تھی دیوان حافظ بغل مین تھا ایک
بلبل شاخ پر چہچہاتی تھی اوسنے یہ فوراً برجستہ کہا ؎ اے عندلیب نادان دم در رہ گلو گیر
نازک مزاج شاہان تاب سخن ندارند + ایک اسکی خواص امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار و قابلہ
تھی ایک روز شاہزادی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا ؎ اے امانی گل صد برگ چرا
میخندد + امانی بیگم بولی ؎ بربقاے خود و بر غفلت ما میخندد + ایکبار ایک آئینہ فغفور چین نے شاہجہان کو
بھیجا تھا جو عالمگیر سے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اسنے رو کر کہا ؎ از قضا آئینہ
چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملال نہ کیا بلکہ ہنسکر کہا ؎ خوب شد اسباب خودبینی شکست + ایکبار
طرح ہوئی ؎ در ابلق کسے کم دیدہ موجود + اسنے مصرعہ لگایا ؎ مگر اشک بتان سرمہ آلود + اسکا
یہ بھی قطعہ مشہور ہے ؎ بشکند دستے کہ خم در گردن یار نشد + کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدار نشد
صد بہار آخر شد و گلہا بفرقے جا گرفت + غنچہ باغ دل ما زیب دستار نشد + اسکا یہ شعر اسکے دیوان
مخفی مین اسکی حالت پر شاہد ہے ؎ دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام + زیب و زینت بس ہمینم
نام من زیب النسا است + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے نام تھی جو علمی شوق کے پورا کرنے مین وہ
خرچ کرتی تھی لاہور مین ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال بیدماغی اور عار ہمسری سے ازدواج کرنا پسند نہین کیا ایک گوسفند کو دردزہ کی حالت مین
دیکھکر بولی ؎ اے صدف تشنہ بمیر و سوے نیسان منگر + بہر یک قطرہ آب کہ شکم بشگافند

کوٹھے مین داخل کیا گیا دونون رانیون اور تیس راجپوت سردارونکی لاشین شمار مین آئین جونامی راجپوت بھاگ کر ۲۲ جمادی الثانی کو جودھپور پہونچے وہان انھون نے دو لڑکے جعلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگھ رکھا اور فساد برپا کیا۔ طاہر خان جو جودھپور کا فوجدار تھا وہ رہان نہ ٹھہر سکا اس جرم مین وہ عہدہ اور خطاب سے معزول کیا گیا اور سربلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جودھپور کے

بقیہ صفحہ ماقبل ایکبار اجمیر شریف و اورنگ آباد دکن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امورات سلطنت مین اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال مین خلعت ماتمی اسکے ہاتھ بھیجا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت مین اسکے نوشتے اسکے نام پلے گئے اسلیے جاگیر اوسکی ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گڈھ مین مکان سکونت کو دیا گیا۔

سنہ ۱۱۱۳ھ بمقام دہلی اسنے باپ کی زندگی مین قضا کی اورنگ زیب دکن مین تھا وقایع نویس کے ذریعہ سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ سنہ ۴۶ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ عطاء اللہ حافظ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری متروکہ جہان آرا مین مدفون ہوئی کابلی دروازہ کے پاس مزار بنا مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ھذا مرقد بنت اکبر سے للعبد المذنب العاصی وھی المنحوف برحمۃ الرحیم الکریم الحافظ زیب النسا بیگم المرحوم من عباد اللہ الصالحین یدعوالھا بالغفران الرضوان تاریخ فوتھا القولہ وادخلی جنتی اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بنا ؎ اغنیا سازند گنبد از طلا و نقرہ ؛ بر سر گور غریبان گنبد گردون بس است ؛ نظم کے علاوہ نثر بھی خوب لکھتی تھی یہ رقعہ اپنے پیر و مرشد کے نام لکھا ہے نقطہ پرکار تدویر وجود مفتم خط محیط صفحہ فلک ہشتم حضرت پیر من ظلکم۔

مردان خدا در رسیدہ زیب النسا فرمانے کہ دارد پایلنے نہ دارد اگر از تجرید خود دم نغزید زنم رواست منکہ بصورت گرفتار نہ بمعنی خبردار ار بالب دمسازنے ہمچو گفتیھلے گفتمے ؎ آنکہ روا زہمہ بانی شد جدا۔ نے نوا شد گرچہ دارد صد نوا۔

محررہ زیب النسا،

انتظام کے لیے بھیجا گیا راجسنگہ جو راجہ متوفی کا ملازم تھا اسنے بیشمار فوج فراہم
کرکے تہور خان فوجدار اجمیر سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی
طرفین سے اس کثرت سے آدمی مارے گئے کہ کشتونکے انبار لگ گئے آخر
راجسنگہ مارا گیا اور تہور خان فتحمند ہوا اس عرصہ مین رانا والی اودیپور نے
بھی سرکشی کرکے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دلی سے اجمیر کو روانہ ہوا
اور شاہزادہ محمد معظم دکن سے بلایا گیا اور شاہزادہ محمد اعظم بنگالے سے بعجلت طلب
کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑا لشکر دیکر رانا کی گوشمالی کے لیے بھیجا گیا
والی اودیپور نے اودیپور کو ویران کیا اور راجہ جسونت سنگہ کے آدمیونکو
لیکر دشوار گذار پہاڑونمین چلا گیا شاہی لشکر نے رانا کا ناطقہ بند کیا جب راجپوت
مقابلہ سے عاجز ہوے تو انھون نے شاہزادہ محمد معظم کو ملانا چاہا کہ اسکے ذریعہ
سے معافی مانگین یا بغاوت پر اسکو آمادہ کرکے اپنا رفیق بنائین مگر شہزادہ موصوف
نے انکی باتونپر کان نہین لگایا اور نواب بائی انکی والدہ نے بھی اسکو نصیحت
کی کہ راجپوتونکی معاونت نہ کرنا جب وہ یہانسے مایوس ہوے تو شاہزادہ
محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور خزانہ بیشمار موجود ہے آپ ہمارے
بادشاہ بنین شاہزادہ ناتجربہ کار ایسے راجپوتونکے دام مین آگیا اور باپسے بغاوت
اختیار کی اس زمانہ مین کل شاہی فوج راجپوتونکے استیصال کو چلی گئی تھی
اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسدخان اور
قریب دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر اور چند خواجہ سرا تھے بلکہ بعض روایت
مین سات آٹھ سو سوار تھے یہ ہین لشکر مین اک لرزلہ پڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر مین

کسی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر ستر ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کو آتا ہے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار لیکر باپ کے پاس آیا مگر باپ بیٹون کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سوارون کا مقابلہ نہین کر سکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بڑا بُرا تھا مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی اسی کمزور حالت مین کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ کے پاس مدد کو آ گئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی بادشاہ نے امرا کو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ توڑ لیا اور شاہزادہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس لڑائی مین رانا اور دیپور کا زیادہ نقصان ہوا چنانچہ اسکی بربادی کی تاریخ کسی نے یہ نکالی ہے ع کہ رانا راندہ شد از ملک و مسکن ۱۰۹۱ھ آخر کار رانا نے مجبور ہو کر شاہزادہ کے ذریعہ سے معافی چاہی اور دلیر خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جسکا تذکرہ ہم دلیر خان کے تذکرہ مین کچھ تحریر کر آئے ہین اسکے بعد ۲۳ھ مین اورنگ زیب نے اجمیر سے برہانپور کیطرف کوچ کیا اور ایک منزل بڑھ کر شاہزادہ محمد عظیم کو خلعت بیش بہا دیکر موضع دیورائی سے اجمیر کو رخصت کیا اور عمدۃ الملک اسد خان کو خلعت عنایت کر کے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے انکی کارنمائی اور وفاداری کے صلہ مین خلعت و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے

سلہ کمال الدین خان و دیگران آمدہ باردوے معلے پیوستند صفحہ ۲۰۰ سنہ ۲۴ جلوس ماثر عالمگیری۔

سلہ کمال الدین خان پسر دلیر خان و اعتقاد خان پسر اسد خان و راجہ بھیم و پسرش و دیندار پسر نامدار خان و مرحمت خان شد و دیگران و خلاع جواہر و اسپ و فیل بہ تعیناتی این فوج کہ امتثال پیوستند ۲۱۳ ماثر عالمگیری

عنایت کرکے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ مین شاہزادی جہان آرا جو حسن صورت و سیرت مین یکتائے روزگار تھی انتقال کر گئی عالمگیر نے یہ خبر سنکر نہایت رنج کیا اور تین روز تک نوبت بجنے کی ممانعت کی اور نواب جنت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

لہ حالات جہان آرا بنت شاہجہان بادشاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و عاقلہ تھی کہ بعض اوصاف مین اپنی مان ممتاز محل اور پھوپھی نور جہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیان کہ عورات مین ہوتی ہین اس بیگم مین وہ کل موجود تھین ۲۱ صفر سنہ ۱۰۲۳ ہجری کو ارجمند بانو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہجہان کو اپنی اولاد مین سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی پتلی ہونے سے امورات سلطنت مین دخیل تھی ساٹھ لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہو گئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہجہان گھر مین آیا تو اُس لاڈلی شہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز مین پچیس لاکھ روپیہ کا زر و جواہر اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی مان سنہ ۱۰۴۰ ہجری مین انتقال کر گئی اور ایک کرور سے زیادہ زر و جواہر چھوڑا اسمین سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادون کو بوجہ مزاجدانی اور بکمال سلیقہ کے کل امورات محلسرا کے اسکو سپرد تھے مُہر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی ستی خانم النسا کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی جسمین تیس لاکھ روپے صرف ہوئے اسکے زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی مان کے انتقال کے بعد اسکو دیا دوسرا اسکا باغ صفاپور مین و تیسرا انبالہ مین تھا صاحب آباد عرف اچھول اسکی جاگیر مین تھی ایک سرا بھی اپنے نام کی تعمیر کرائی تھی نذر محمد خان والی توران کے اہل و عیال کی خاطرداری بھی اسنے نہایت کی تھی اجمیر شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب ملا مہر اکبرآبادی نے ایک مثنوی اسکی مدح مین والدہ عنایت خان آشنا کے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعر ع بذات او صفات کردگار است ٭ کہ خود پنہان و فیضش آشکار است ٭ پڑھا تو نہایت محظوظ ہوئی اور پانچسو روپیہ صلہ مین مرحمت فرمایا اور جب اسکے

اسکے بعد ۲۷ سنہ جلوس مطابق ۱۰۵۴ سنہ ہجری ماہ شوال مین بادشاہ نے شاہزادہ

بقیہ صفحہ ماقبل جشن شفا مین قدسی نے قصیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت کے عطا ہوے بادشاہنامہ
مین اسکے جل جانیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے اسکی شان و عظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر
شاہجہان بادشاہ کو صدمہ ہوا اور علاج مین کسقدر اہتمام کیا گیا ہے ۲۷ محرم ۱۰۵۴ سنہ ہجری کو اپنے
باپ شاہجہان کے پاس سے اوٹھکر خوابگاہ کو جارہی تھی کہ ناگاہ شمع سے دامن مین آگ لگ گئی
چونکہ لباس ریشمی و عطر جہانگیری وغیرہ سے معطر تھا تمام لباس مین شعلہ بھڑک اوٹھا چار خواصین آگ
بجھاتی تھین مگر آگ نہین بجھتی تھی دونون ہاتھ اور دونون پہلو اور پسلیان جل گئین چونکہ خوبی لیاقت
سے تمام محلسرا کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلیے شاہجہان وفور غم سے
ایک دن دولتخانہ مین باہر آکر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن تیمارداری مین مصروف رہا عبادت
گذار شب بیدار وں سے دعائین کرائی گئین سید جلال صدر الصدور کے کہنے سے جو معافیون کی تحقیقات
کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہوگئین۔ حاذق اطبا اور جراح اطراف عالم سے بلائے گئے
بادشاہ خود سجادہ عبادت پر بیٹھکر شافی برحق سے دعا مانگتا لاکھون روپیہ خیرات کیا گیا دو خواصین
جلکر مرگئین۔ محمد داؤد خان و حکیم مومنا و حکیم مسیح الزمان کے علاج و عارف جراح کے
مرہم سے چار ماہ مین روبصحت ہوئی تھی مگر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو
پھر مرض نے عود کیا اور آخر مین ہیمون درویش کے معالجہ سے غسل صحت ہوا شاہزادی پر سے
جواہرات نثار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوے جاگیر مین بندر سورت سات لاکھ سالانہ
آمدنی کا اضافہ ہوا اس جشن مین بیس لاکھ انعامات مین اور دو لاکھ سے زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ
مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بھیجے گئے شاہجہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبرآباد مین خود
جاکر اوسکا ماتمی لباس اتروایا اور جملہ ارکان دولت و امرا کو حاضری و نذر گذراننے کا حکم دیا اور
حاضر ہوے اور آداب بجالاے عمر یاد الٰہی مین بسر کی بعد انتقال شاہجہان ۱۶ برس کے بعد ۶۹ برس کی
عمر مین ۱۰۹۲ سنہ ہجری کو جہان آرا نے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکہ مین تین کرور کا سامان چھوڑ
سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے روضۂ اقدس کے صحن مین جو حین حیات جو اوسنے

محمد اعظم کو خلعت دیکر بیجاپور کی مہم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موصوف کے ہمرکاب کیا اور انپر بادشاہ نے نہایت شاہانہ عنایتین فرمائین۔

انھین ایام مین انکے والد نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوے محاصرہ بیجاپور مین کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادریان کی ہین جب شرزہ بیجاپوری ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد اعظم کے لشکر کیطرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوے آخر کار وہ منھ پھیر کر بھاگا کمال الدین خان نے کمال شجاعت سے وہ دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کردیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے مجھر سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنوایا تھا اسمین مدفون ہوئی جسپر عبارت یہ کندہ جو راقم کی چشم دیدہ ہے ہو الحی القیوم ۵ بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا پہ کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است ۵ الفقیرۃ الفانیہ جہان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۱۰۹۲ھ اسکی تصنیفات سے کتاب مونس الارواح سوانحعمری خواجہ اجمیری ہے جو اسنے عاقل خان خوشنویس شاہجہان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے۔ عبارت بطور نمونہ کے جو اسنے اورنگ زیب کو خط مین لکھی تھی درج کیجاتی ہے۔ مناسب آن است کہ آن برادر نامدار از این امور ردیہ و افعال شنیعہ کہ منتج سوے خاتمت و مثمر و خاتمت عاقبت است اجتناب لازم شمردہ در استرضاے خاطر قدسی مناظر شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا ممکن و مقدور سعی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت دارین فراگرفتہ از اراقہ دم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محترز باشد و احکام مرشد و ولی نعمت و والی سلطنت ابجان و دل امتثال نماید کہ فی الحقیقت بمقتضاے اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی است قدم در راہ خلاف خلیفہ الہی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن است۔

لہ کمال الدین خان و دیگر متعینہ رکاب باشاہزادہ باصناف عنایات مفتخر گشتند ۲۳۶ ماثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوے کہ زندگی کی امید باقی نرہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثر عالمگیری صفحہ ۲۶۶ مین یہ عبارت لکھتا ہے کمال الدین خان پسر دلیر خان و فتح جنگ خان میانہ گلگونہ زخم را پیرایہ چہرہ جلادت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی فتحمعمو خان شہید ہوے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثرت سے زخم آئے تھے کہ بدن مین جنبش کرنے کی قدرت نہین باقی رہی تھی چالیس زخمونکے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

سنہ ۳۰ جلوس مین کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوے اور یہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصائے سرا کی مرحمت کیا[1]

آخرکار ماہ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ ہجری مطابق سنہ ۳۰ جلوس کو قلعہ بیجاپور فتح ہوگیا سکندر شاہ عادل خود اورنگزیب کیخدمت مین حاضر ہوا۔ سد سکندر گرفت تاریخ فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیر نے نہایت خوش ہوکر کمال الدین خان کو خلعت

---

[1] زخمہائے کمال الدین خان ولد دلیر خان بہ شد ملازمت نمود بموہبت خلعت و شمشیر و عصائے سرا کی شیم زخم آرزویش التیام پذیرفت سال سیم ج ۱۰۹۷ھ صفحہ ۲۷۰ ماثر عالمگیری

[2] متعینہ فوج فیروزی اوج کمال الدین خان وغیرہ و دیگر بیش منصب و کم منصب بانعام خلاع و جواہر و اسپ و فیل و اضافہ و خطاب بذل اصناف اعطاف سر بچرخ دوار بر آوردند ۲۸۴ ماثر عالمگیری۔

وخطاب و جواہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شاہانہ عنایتون
سے سربلند کیا اور دیگر امرا بھی جو اس مہم و اس فوج مین متعین تھے سبکو
انعام و اکرام سے مالامال کیا اسی مہم کے بعد ابوالحسن تاناشاہ کی معزولی کی گئی
اور قلعہ گولکنڈہ فتح ہوا اور میر عبدالکریم نے تاریخ ؎ فتح قلعہ گولکنڈہ مبارک باد ۔ نکالی
اور مورد تحسین ہوا یہ زمانہ ۱۳۱ سنہ جلوس مطابق ۱۰۹۸ سنہ ہجری کا تھا دکن کی ان
مہمات مین کمال الدین خان نے خوب خوب کارگذاریان کی ہین ۔ مگر افسوس کہ
ماثر عالمگیری کے بجز چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری مفصل تاریخ نہ ملی جو شرح و
بسط سے کارنامے تحریر کیے جاتے ۔

تاریخ مخزن اخبار کے صفحہ ۱۳۱ مین ہے کہ جب فرقہ ست نامی جو بیراگی فقیرون سے
تھا اور اسنے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر کے بادشاہی ملازمون سے مقابلہ کیا ہی تو
اورنگزیب نے کمال الدین خان کو انکی گوشمالی کیلیے بھیجا اور انھون نے وہان پہونچکر انکی
تنبیہ و گوشمالی کر کے ان باغیون پر فتح حاصل کی اس مہم مین انکے لشکر مین منجملہ دیگر پٹھانون
کے سرمست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد مین اس مہم سے
متعلق ہندی زبان مین کبت بنایا گیا تھا جو کتاب نے کور مین مندرج ہے اور اسکی
نقل یہانپر درج کیجاتی ہے ؎ اورنگزیب پر تاب بلے جن کو پ
کمال دین بول ہکارو مار پڑی ست نامن کو تھان ہمت کو
سبھی ہارو تھان بھٹانو بلے سرمست خانصاحب کرور
گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امراو سبھی جہان پانو کٹو
تھان پانو نہ ٹارو ۔

سنہ ۳۵ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۲ ہجری مین جب جاٹون نے سر اوٹھایا اور ہنڈون بیانہ مین جو اکبر آباد کے متصل ہے وہان آکر لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے شہزادہ بیدار بخت کو مع لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہان جاکر قلعہ سنسنی کو جو ان سرکشون کا مسکن تھا برباد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگہ کو اپنی جگہ پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ مین اس گروہ کو قتل و قید کر کے انکی گڈھیان چھین لو اور انپر اپنا قبضہ کرلو تاکہ ان موذیون سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سرزمین پاک ہوجائے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو۔ چنانچہ راجہ مذکور اسکام مین مصروف ہوا اور جو کچھ اوسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہونچائی گئی توپخانہ حسب التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلع و قمع کرنے کے لیے بہت کوشش کی بلکہ جاٹون کا قلعہ سوکر چھین لیا مگر جیساکہ انصرام اس مہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ سے ظہور مین نہ آسکا یہ جماعت بڑی اور نہایت شورہ پشت تھی اسلیے اک سخت زبردست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو مدبر شجاع ہو اور اوسمین سرداری کے جملہ صفات موجود ہون مطلوب تھا جب راجہ بشن[۱] سنگہ نہ غالب آسکے تو وہ گروہ اور بھی بیباک ہوا اور دست درازی شروع کی پرگنہ ہنڈون بیانہ روپباس بہساور

[۱] بشن سنگہ کا منصب ہزاری چارسو سوار کا تھا انکے باپ کے مرنیکے بعد ۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۶ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۱ھ کو انکو خطاب راجگی کا دیا گیا اور دیگر عنایتین شاہانہ بھی کیگئین کچھ دنون یہ راٹھور ونکی گوشمالی پر بھی رہے ہین اور ایک مدت تک اسلام آباد عرف متھرا کے فوجدار رہے اسکے بعد انکا انتقال ہوگیا انکا بیٹا جےسنگہ تھا جسکو خطاب راجہ جےسنگہ کا دیا گیا تھا اور اسکا منصب ہزاری دو پانسو سوار کا تھا بشن سنگہ کے باپ کا نام کشن سنگہ تھا جو رام سنگہ کے بیٹے تھے رام سنگہ راجہ جےسنگہ جے پوری کے فرزند تھے کشن سنگہ نے اپنے باپ کے عہد مین اچھا منصب پایا تھا اور کابل مین تعینات رہے تھے یہ اپنے یہانکی خانہ جنگی مین زخمی ہوکر ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۳ھ مطابق سنہ ۲۵ جلوس مین کام آئے۔ یہ خاندان مہاراجہ مانسنگہ نورتن دربار اکبری کا ہے۔

وغیرہ خوب لوٹے وہانکے عامل وجاگیر دار کوئی مقابلہ کی تاب نہ لائے اور دار السخلافت
آگرہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے لیے
کمال الدین خان کو انتخاب کیا اور انکے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا
کہ تم شجاعت شعار بیش منصب کار طلب خانہ زاد بادشاہی ہو تمکو ہنڈون بیانہ اور اسکے
محالات کی جاگیر عنایت کیجاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان مین درج ہے اور تم فوجدار
وہانکے کیے جاتے ہو لہذا نہایت جلد وہان جاکر مفسدونکی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ
عدول حکمی کرے پوچھ کوئی دقیقہ انکی بربادی کا اوٹھا نرکھنا تاکہ وہ ملک ادن
شرکشون سے بالکل صاف ہوجاے اور عامل وگماشتے مطمئن ہوکر وہانکے محالات
مین قیام رکھین اور رعایا کی دلجمعی اور مالگزاری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر
خواہ ہوتا رہے تمکو وہان جاکر اپنی کارگذاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے
بوجہ عجلت کے یہ فرمان گرزبردار کے ہاتھ روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب الحکم
کمال الدین خان ہنڈون بیانہ تشریف لیگئے اور اپنی ذاتی لیاقت وشجاعت سے اس
گروہ باغی کا قلع وقمع کرڈالا اور باغیون کے استیصال مین کوئی کسر اوٹھا نرکھی سرزمین
ہنڈون سے فساد کا غبار بالکل مٹا دیا ہر طرح کی امن پھیل گئی اور بدستور کاروبار جاری
ہوگیا بادشاہ نے انکی کارگذاری وخوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور رادونکے
منصب مین جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے اضافہ کیا اس جنگ مین کمال الدین خان کے
لشکر کے بہت پٹھان کام آے چنانچہ بعض انکے نامور افغانونکے وارثونکو بادشاہ
نے جاگیرین دین اور انکے نام پروانے عنایت کیے ایام غدر تک ان جاگیرونکے
فرمان جو عالمگیر کیطرف سے مرحمت ہوئے تھے شاہ آباد مین باقی تھے اب نہین ہے نوٹو فرمان کا یہ ہے

فرمان شاہی بنام نواب کمال الدین خان

بقیه فرمان شاهی بنام نواب کمال الدین خان

بقیہ فرمان شاہی بنام نواب کمال الدین خان
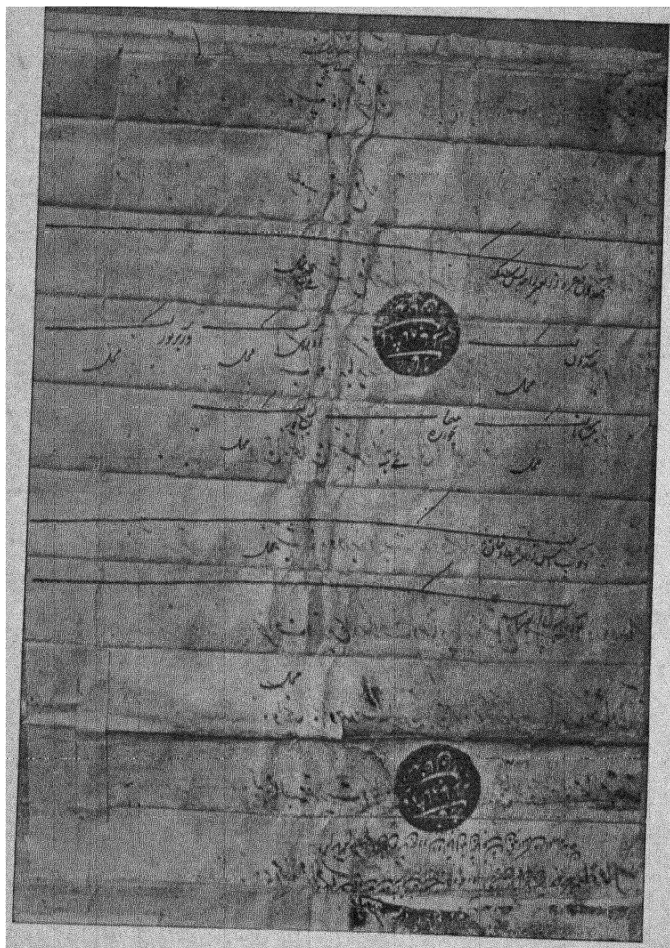
سنہ جلوس مین جب صوبہ ملتان مین ایک فرقہ نے جو فقیری لباس مین تھا فساد اختیار کیا اور بلوچون نے علیحدہ آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ محمد معظم عرف بہادر شاہ کو لاہور مین اس مہم کے لیے مامور کیا اوسوقت کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ موصوف کی خدمت مین فورًا حاضر ہو تمھارے منصب کے لائق جو خدمت ہوگی وہ شہزادہ تجویز کر کے سپرد کریگا اور اس سے ما بدولت کو مطلع کریگا شاہزادہ نے لاہور مین لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہان جا بجا سے لشکر جمع ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب الحکم شاہزادہ کے پاس گئے اور انکے متعلق جو شیر افگن[1] خان کو خدمت دیگئی تھی سپرد ہوئی جب کل امرا جمع ہوگئے اور لشکر کا انتظام پورا ہوگیا تو ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۸۰ھ ہجری کو شہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا اور ملتان مین اوسکا بیٹا شہزادہ معزالدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ نے وہان جا کر بلوچون سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقاتلہ پیش آیا مخالف کا غلبہ حد سے زیادہ ہوگیا تھا مگر آخر کو خداوند کریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی کمال الدین خان سرخرو ہوے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی نقل تحریر کیجاتی ہے۔

---

[1] شیر افگن خان شاہ وردی کے بیٹے اور نرور کے فوجدار تھے انکا منصب ہزار و پانصدی ذات اور ستره سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ فرمان سے علیحدہ کیے گئے اور بجاے انکے کمال الدین خان نہایت تحسین و قدر افزا مخاطبت اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام کمال الدین خان

ابو ظفر محمد محی الدین
سنہ ۱۰۶۹ھ
عالمگیر بادشاہ غازی

بموجب مسطور عمل منشور مطاع عمل نمایند

اخلاص و ارادت دستگاہ بعواطف بادشاہی امیدوار بودہ بداند

خانہ زاد شجاعت شعار لایق المرحمت والاحسان کمال الدین خان بنوازش بادشاہی امید وار

ازانجا کہ قبل ازین خدمت متعلقہ او بشیر افگن خان مرحمت شدہ حکم گیتی

انقاد لازم الانقیاد نفاذ می یابد کہ بعد رسیدن ابطالی خانہ کور باید کہ آن خانہ زاد بر سبیل

استعجال بخدمت فرزند بجان پیوند برخوردار نامدار اعزار رشد کامگار عالی نسب

والا تبار منظور نظر حضرت آفریدگار غرہ ناصیہ دین و دولت قرہ باصرہ ملک و ملت

مہبط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت ظل جلیل القدر منیع الشان عظیم المنزلت رفیع

المکان المحفوظ بحفظ الحافظ الکلام المتمسک بسنن محمد معظم بہادر شاہ کہ برفتن

دار السلطنت لاہور مامور شدہ بشتابد و جمعے کہ آن قابل الاحسان بہ آورد نشان

آستان فلک نشان ملک پاسبان براہ بندگی درگاہ آسمانجاہ مامور بود آن فرزند عزا

ارشد تجویز مناصب درخور حالت و رتبت آنہا خواہد نمود بر طبق آن معروض مقدس

اقدس خواہد گردید۔ نوزدہم ذی القعدہ سال چہلم از جلوس والا تحریر یافت۔

بندہ اسد خان
عالمگیر بادشاہ غازی
سنہ ۱۰۲۰ھ

برسالہ کمترین فدویان

تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ جب اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۱ برس فرمانروائی

۹۰ برس کی عمر مین ۱۱۱۸ھ کو احمد نگر مین عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت نامہ بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کام بخش کو جو بہت پیارا تھا صوبہ بیجاپور و گلکنڈہ مرحمت فرمایا اور اپنے روبرو روانگی کا حکم دیا اور محمد اعظم کو صوبہ مالوہ کی صوبہ داری عطا کی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے دو جائے اور ہر منزل مین دو روز قیام کرے تاکہ دور ہو جائے اور لشکر مین غدر نہ پڑجائے اور پاس رہنے سے شاہجہان کا معاملہ پیش نہ آجائے اور مجھے گرفتار نکرے القصہ شاہزادی زینت النسا بیگم کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد اعظم شاہ راستہ سے واپس آگیا اور ۱۴ روز ماتم مین رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا اور مہر محمد معظم جو سرحد کابل پر تھا باپ کے مرنیکی خبر سنکر تخت نشین ہوا۔ سلطان معظم کے کئی فرزند تھے جسمین دو شاہزادے خجستہ اختر جہانشاہ اور رفیع القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اُسکا محمد معز الدین جہاندار شاہ صوبہ ملتان کا حاکم تھا اور منجھلا بیٹا عظیم الشان پٹنہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان معظم نے محمد اعظم کو لکھا کہ تم بموجب تقسیم پدری کے مملکت دکن پر قبضہ کرو عالمگیر نے اعظم شاہ کے لیے کل جنوبی و مغربی ملک معہ دکن کے تجویز کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ آگرہ کو وہ دار السلطنت بنالے اور سلطان معظم شمالی و مشرقی صوبون پر قبضہ کرکے دلی کو دار الخلافت مقرر کرے مگر سلف کا قول دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند مشہور ہی محمد اعظم احمد آباد سے گوالیار ہوتا ہوا اگرہ آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان معظم معہ بیٹون کے آگرہ مین داخل ہو چکا تھا طرفین سے جان توڑ جسکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے لڑائی ہوئی شاہزادہ اعظم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ مین بھائی کی حقیقت نہین سمجھتا تھا کام آیا اسکے بعد سلطان معظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد ذیل تھی جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد اعظم ۱۲ شعبان ۱۰۶۳ہجری کو دلرس بانو بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحب بیدل کہا کرتا تھا اسکا تابوت اکبر آباد بھیجا گیا تھا۔

کرکے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹون مین تخت کے لیے خانہ جنگی ہوئی ایک

بقیہ صفحہ ماقبل کام بخش ۱۰ رمضان سنہ ۱۰۷۷ھ کو اودیپوری بائی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ خوشنویس تھا باپ کے انتقال سے دو برس کے بعد باہمی محاربہ دکن مین مارا گیا۔

محمد معظم رجب سنہ ۱۰۵۳ھ مین نواب بائی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث مین سکو قدوۃ المحدثین کہتے تھے حافظ قاری خوش الحان تھا عربی ایسی فصیح بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت دیندار رحیم دل فیاض بادشاہ تھا اسکے عہد مین بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہو مین سرکشون کی تنبیہ کو گیا تھا ستر برس کی عمر مین سنہ ۱۱۲۴ھ کو انتقال کیا جوار قطب صاحب مین مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہزادہ محمد اکبر زیب النسا بیگم یہ سب باپ کے حیات مین انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے بعد اسکے چار بیٹون مین تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر نالائق نکلا اسنے چند روز سلطنت کرنے کے بعد فرخ سیر بن عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی چھ برس تین مہینے ۱۸ روز حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے مار ڈالا اور مقبرہ ہمایون مین دفن کیا گیا اور اسکی جگہہ پر مرزا رفیع الدرجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھلایا مگر وہ تین ماہ حکومت کرکے بیس برس کی عمر مین دق کے مرض مین مر گیا جسکے بعد حسب وصیت اسکے اسکا بھائی شمس الدین رفیع الدولہ تخت نشین کرایا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کرکے اور بیمار ہو کر مر گیا اسکے بعد روشن اختر عرف محمد شاہ رنگیلے جو خجستہ اختر جہانشاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ بڑے رنگیلے نکلے عیش و غفلت مین تخت سلطنت کو کھو دیا نادر شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹ سے برباد کر ڈالا جس سے پھر دہلی نہ سنبھلی ۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کرکے سادات بارہہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی راہی جنت ہوے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز تنزل ہوتا رہا احمد شاہ نے جلوس کیا مگر کمزوری بڑھتی گئی مرہٹون کا غلبہ ہوا احمد شاہ درانی کے محاربے ہوے چھ سال تین ماہ حکومت کرکے احمد شاہ بھی سدھارے بعدہ عزیز الدین عالمگیر ثانی نے ۵ سال آٹھ ماہ حکومت کی اسکے بعد سلطان علی گوہر شاہ عالم ثانی نے ۴۵ سال سلطنت کی انکے بعد اکبر شاہ ثانی ۳۱ سال برائے نام قلعہ مین حکمران ہوے کمپنی انگریزی مسلط تھی انکے بعد سنہ ۱۲۵۳ھ مین سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ نے جلوس کیا اور سنہ ۱۲۷۹ھ مین بالزام بغاوت سنہ ۱۸۵۷ء کے رنگون بھیجدیے گئے اور اسطرح سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہوگیا۔

طرف سے شاہزادہ محمد اعظم شاہ عالیجاہ معہ اپنے لڑکونکے اور دوسری طرف سے
شاہزادہ محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہادر شاہ معہ اپنے بیٹونکے فوجین لیکر آیا
اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد معظم جو ولیعہد اور خلف اکبر تھا اوسکی
طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خانموصوف کے ساتھ
اُنکے بھائی بھتیجے بھی موجود تھے پیشتر میدان جنگ مین اعظم شاہ کے دونون شہزادے
والاجاہ اور بیدار بخت گولون سے کام آئے جسپر اعظم شاہ نے آہ پُردرد دل
سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لطف زندگی کا نہین ہے یہ کہکر مرنے پر کمر باندھی اور ایسے
متواتر حملے کیے کہ برادر مخالف کی صفین لوٹ دین قریب تھا کہ غلبہ پاکر فتح اُسکو
حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا واقعہ پیش آگیا عین ہنگامہ مین ایک آندھی سیاہ
ایسی اوٹھی جس سے تمام عالم مین تاریکی چھا گئی اور ہوا کا رخ اعظم شاہ کی فوج کیطرف
پیدا ہو گیا اسلیے ادھر سے جو تیر پھینکا جاتا تھا وہ خود انھین کیطرف پھر آتا تھا
سلطان معظم کی فوج نے غیبی امداد سمجھی اور اعظم شاہ کی فوج کو تیرون اور گولیون کی
باڑھ پر رکھ لیا مرتضے خان و مصطفے خان پسران فتحمعمور خان یعنے
دلیرخان کے پوتون نے اور کمال الدین خان کے دیگر بھیاتون نے گھوڑے
اٹھائے اور اعظم شاہ کی فوج مین گھس گئے اور ایسے پیہم حملے کیے کہ قیامت برپا کردی
فتح خان جو دلیرخان کے عزیز تھے زخم کھاکر سرخرو ہوے محمد اعظم شاہ
کو دایرہ مین گھیر لیا اور تیرون کا مینھ برسانا شروع کیا اعظم شاہ نے بھی چار ترکش
تیرونکے خالی کردیے جسکے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جوان خاک پر گر جاتا تھا
اسیحالت مین تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس ہاتھی پر عماری مین

بیٹھا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا اعظم شاہ نے خود اُسکے بدن سے تیر نکالا اور کہا کہ
نور نظر سر جھکا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ راضی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا اعظم شاہ نے
کثرت زخموں سے پیاس کی شکایت کی فیلبان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر
شہزادے نے کہا کہ وقت اسکا نہیں اتنے مین شہزادے کا فیلبان بھی گولی کھا کر گر گیا
محمد اعظم نے خود اشارہ سے ہاتھی ہانکا اور ہمت نہ ہارا ناگاہ ایک بندوق کی گولی
شاہزادہ محمد اعظم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ اُسکی روح پرواز کر گئی اسکے بعد
بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادیانے بجلائے گئے سلطان محمد معظم نے تخت
سلطنت پر جلوس کیا اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا
جن سرداروں نے اس معرکہ مین جانبازی کی تھی وہ سب خلعت و ترقی منصب
سے سرفراز ہوے علی الخصوص سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شریک غالب تھا
سرفراز کیے گئے اس معرکہ مین سات اشخاص دلیر خان و بہادر خان کی نسل سے
شریک تھے کمال الدین خان اور اُنکے ساتھ عزیز خان و مرتضے خان و
مصطفے خان و بہادر خان وحیات خان وغیرہ تھے اور انہوں نے جانستان

سلہ درین گرمی ہنگامہ باد تند از طرف جنود کہ مقابل فوج عالیجاہ بود برخاست عرصہ عالم
تاریک گردید تیر کہ سپاہ عالیجاہ می انداختند ہم بآنہا میرسید سپاہ بہادر شاہ ظہور این لطیفہ غیبی
را از امداد آسمان دانستہ مخالفان را بہ تیر و تفنگ وبان فرو گرفتند خصوصاً مرتضے خان و مصطفے خان
و دیگر افغانان برادران وبنایر دلیر خان ادائے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بظہور آوردہ اسپہا را
جولان کردہ بقول عالیجاہ رسید حشر و نشر قیامت برپا ساخت و فتح خان برادرزادہ دلیر خان از زخم
سرخروئی برداشت صفحہ (۱۹۰م) تاریخ اخبار محبت تذکرہ جنگ پسران عالمگیر۔

حملہ کیے تھے ہر ایک کو خلعت و منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ
میں جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم یہاں پر نقل کیے
دیتے ہیں بعد مقتول شدن اعظم شاہ شاہ عالم بہادر شاہ
بر تخت سلطنت نشست درین جنگ اکثر قدویان جانبازی
نمودہ خصوصًا سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان
مثل کمال الدین خان و مرتضے خان و عزیز خان و بہادر خان
و حیات خان بدرجہ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران
نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بیکار آمدند ہر یکے بخطاب
و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

نواب کمال الدین خان کا شاہ آباد کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ دلیر خان کے بعد و نیز عدم موجودگی
میں جو شاہ آباد کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے
ہوا عمارات کی تعمیر ہر ایک محلہ دار کو اراضی کی تقسیم معاملات شاہ آباد کی بادشاہی
سے عرضداشت یہ سب کام انھیں نے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی میں انکی اجازت
سرکار سے دیے گئے ہیں انکی نقل یہاں پر بطور نمونہ کے تحریر کیجاتی ہے اور بعض
اسناد جو انکی طرف سے قابل الذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ انکے تذکرہ میں بھی شامل کیے گئے ہیں

نقل سند منجانب کمال الدین خان بنام اسمٰعیل خان مورخہ بست و چہارم شہر رمضان المبارک ۱۱۹۷ھ مطابق سنہ ۳۰ جلوس والا

متصدیان حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند۔
موازی بست و یک بیگہ پختہ اراضی افتادہ لایق آبادی در سواد قصبہ مسطورمن ابتدائے فصل خریف سال ۱۱۹۸ فصلی براے سکونت و آبادی رعایا بنام ملک اسمٰعیل خان قوم افغان امن زی از سابق تاحال برفاقت ہمراہی اینجانب صبر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا معہ فرزندان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ اراضی مذکور پیمودہ و چک بستہ حد حدود جدا ساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ واگذارند کہ سکونت و آبادی ورزیدہ در شعار تھوڑانہ سرگرم و ہوشیار باشند بوجہی من الوجوہ معترض و مزاحم نشوند بہر امور مرجوعہ لازمہ غور و رحیمانہ لازم دارند دریں باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور عمل آرند۔

اسکے متعلق ایک حکمنامہ بھی کمال الدین خان کیطرف سے اہلکاران بڑی ڈیوڑھی کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس امین دین محمد مردہہ و سیوکرلے کارکن و کاشی رام و پھوپچند اراضی پیمایش کرکے اور چک باندھ کرکے اسمٰعیل خان اور اسکے فرزندون کو زمین بنابر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکارون نے تعمیل کی حدود مین دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حد مین واقع ہے مہرین وغیرہ پڑی ہوئی ہین۔

نقل سند بنام تاج خان منجانب نواب کمال الدین خان

بادشاہ عالمگیر
کمال الدین خان خانہ زاد

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امید وار بودہ بدانند قطب خان و بارا خان و سلطان خان و تاج خان قوم افغان مہمند درسرکار آمدہ التماس نمود کہ مایان بموجب ایملے و ارشاد نواب صاحب قبلہ مرحوم مغفور برائے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن در مکان معہودہ آبادی داریم لیکن از باعث شرکت قصبہ برادران دیگر پروانہ مکان آبادی خود از سرکار میخواہیم الحال موافق اظہار نامبردہ موازی چہل بیگہ اراضی پختہ مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بخاطر جمع تمام معہ فرزندان در مکان مذکورہ آبادی بودہ باشند و گاہے متصدیان سرکار از اراضی مذکورہ مزاحم و معترض نشوند دریں باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند للعہ بیگہ پختہ

شرق	غرب	جنوب	شمال
حد دہورہ دیوان پایندخان	حد دہورہ محلہ مقرب خان	حد محلہ باقرزی شرقی	حد دہورہ محلہ بازید خیلان

تحریر فی التاریخ بست و پنجم شہر صفر

اسیطرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل میں لایا گیا ہے پیشتر نواب دلیر خان نے میکو چودہری کو پچاس بیگہ اراضی دیگر چودہرایت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان نے بازار دلیر گنج اور ستونکی چودھرایت جمال خانخیل کو عنایت کی ہے اسکے بعد دیوان مبارک کو دیگئی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی کرکے نواب سردار خان کے نائب ہوگئے تھے بعد انتقال دیوان موصوف کے

چودھرایت اوسنکے فرزند اعظم خان کو دیگئی تھی دیوان مبارک کیطرف سے انکا گماشتہ
نرنجن داس کلاوار کام کرتا تھا اور ایکسو پچاس روپیہ سالانہ انکا محصول ادا کیا
جاتا تھا بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے انکے فرزند نواب سردار خان
اور پوتے نواب شیر انداز خان نے یہ چودھرایت محمد دلاور محمد نصیر محمد جعفر کو جو
اعظم خان کے ورثا تھے عنایت کی ہے اسکے بعد بازار کا انتظام محمد قادر داد خان
کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اسوقت
پیش نظر ہیں۔

نقل سند چودھرایت بنام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و مستقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔
چون خدمت چودھرای دلیر گنج و گذرہا از تغیر جمال خان خلیل معتمد الخدمت مبارک
مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت ماموره را از حسن سلوک براستی و درستی بتقدیم
رسانند تا جمہور انام و مہاجنان و بیوپاریان کاسبان آنجنان سلوک بکار برده کہ
روز بروز آبادانی شہر بوقوع آید و منفعے را از خود متفرق منتشی نگردانند و مطابق معمول
از عمل دستور قانونی و متصرف بوده باشند درینباب تاکید دانستہ حسب المسطور عمل
آرند شہر ربیع الثانی سنہ ۳۲ جلوس والا قلمی گشت مطابق سنہ ۱۱۰۱ھ
اسیطرح سنہ ۳۳ جلوس عالمگیری مین جب درگاساہ دین اسلام سے مشرف
ہوا ہے اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے
علاقہ میں اسکو چودھری قانونگو مقرر کیا ہی پیشتر اسکے میس رائے وام رائے چودھری تھے

اور بیربل و دھرمداس قانونگو تھے مگر وہ کارگذار نہ ثابت ہوئے لہذا بجاے انکے راجہ درگا سہلے کا تقرر ہوا اور چالیس موضع انکے سپرد ہوئے انیس[۱۹] موضع اور دو چک ڈیوڑھی کے متعلق تھے اور اکیس موضعات علاقہ ایکوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانونگوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہلے منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد تابع سرکار خیرآباد منضمہ صوبہ اودھ بدانند چون مہیس رام و امراے چودھریان و بیربل و دھرمداس قانگویان پرگنہ مذکور بغایت مجہول و ناکارہ بودند و در سربراہی کاروامور متعلقہ رسیدن نتوانستند و رعایا و برایا محال مذکور از دست بدسلوکی آنہا ہمیشہ نالش و واویلا میکردند بنابران نظر بر سرآمد کار و رفاہیت رعایا دداشتہ مشارالیہا از خدمت چودھرائی و قانونگوئی در محال مسطور برطرف ساختہ راجہ درگا سہاے کہ از سعادت ابدی بشرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ او را چودھری و قانونگوئی پرگنہ مرقوم نمودہ شد باید کہ مشارالیہ را چودھرائی و قانونگوئی مستقل دانستہ معاملہ تشخیص و تحصیل باستصواب وے نمودہ باشند و طریق مومی الیہ اینکہ خدمات متعلقہ خود را براستی و درستی بتقدیم رسانیدہ و آنچہ کفایت سرکار و آبادانی محال و افزونی مال منظور نظر آید ساعی و مجتہد باشد و رعایا و برایا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود راضی و شاکر دارد و دستور عہدۂ خود موافق استمرار از سواے مال سرکار از رعایا متصرف بودہ

درلوازم ہمراہ کاری و دولتخواہی کوشد و در نیابت تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ نہم ربیع الثانی سنہ ۲۳ جلوس والا۔

شرح ضمن۔ خدمت چودہرای و قانونگوئی پرگنہ شاہ آباد سرکار خیرآباد از تغییر بہیسں رام ورامراے چودہریان بیربل و دہرمداس قانونگویان اچھ رگاسہا نام کہ از سعادت ابدی شرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ مقرر شد

محال	اصلی	داخلی	موضع از اصل در آبادی قصبہ
للعہ موضع ۲ چک	۹ع موضع ۲ چک	لعہ	شاہ آباد
حویلی متعلقہ ۹ع موضع ۲ چک	اصلی ۹ع داخلی	ایگوان لعہ اصلی سے	داخلی
تھوک داندو	تھوک	تھوک اہرو	اصلی للعہ داخلی
آنتاپور	پڑھوان	پوروہ	سرائے
تھوک چاند	خان پور	رسولپور	کوئیان
کندھرپور	مگیاوان	نصیرپور	چھٹھو
ہردلی	بندہا	ایگوان	سرائے راناک
فتح پور	ہری		

کھیلیا اصلی سے داخلی للعہ

کرنامو بھگایوان روپاپور کچھہ خواجہ کلان بیجھا نرسیامئو

بتاریخ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۸۱ نقل بدفتر رسید

(مہر) محمد مراد (مہر) جلال الدین کارپردازان ڈیوڑھی نوابصاحب

مہر مہر

شاہ آباد کی عمارت

جن عمارتون کی بنیاد نواب دلیر خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے
تیار کرائین عمارتین عالیشان و مستحکم ہین کہین پر کوئی بات بیقاعدہ نظر نہین آتی نہایت
بھی لائق بانیونکی امارت و نفاست اور معمارون کی دستکاری ثابت کرتی ہے
بڑی ڈیوڑھی اسکی عمارت پتھر اور اینٹ کی تھی مصالحہ کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے
کہ آج قریب ڈھائی تین سو برس کے زمانہ گذرا مگر جو حصے اسکے باقی ہین وہ آجتک
بدستور بلا مرمت کھڑے ہوئے ہین اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت
بنائے گئے تھے بعض مکانون کی بنیاد جو کھودی گئی تو پانی کی سطح تک پائی گئی تمام
محلات مین پانی جو ہرجی کے کنوین سے پہونچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوانخانہ اور
موتی محل بارہ دری وغیرہ نہایت نفیس قطعے تیار کرائے گئے تھے صحن مکان مین
حوض پانی کے لبریز رہا کرتے تھے زیر پھاٹک پائین باغ کا ہرا بھرا منظر پیش نظر
رہتا تھا کرسی کی بلندی شہر کے دیگر مکانونکے بالاخانہ کے سطح کے برابر تھی دو
پھاٹک جو جنوبی و شمالی تھے پتھر و چونہ سے بنائے گئے تھے اور بڑی اونچی دیوار
سے بڑی ڈیوڑھی کا احاطہ گھیر لیا گیا تھا بازار کیطرف جو پھاٹک تھا اسپر بیس
سیڑھیان بنائی گئی تھین بارہ دری جو باہر اور اندر دونون جانب سے منظر کی
نشستگاہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد
نے وہ سب عمارتین کھود ڈالین اب صرف حمام باقی ہے جسکے اندر کے بیل
بوٹے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے ابتک اپنا رنگ و روغن اور آب و تاب

دکھلا رہے ہین صدہا برس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صاف کیا گیا مگر اپنے استحکام سے ابتک بدستور بنا ہوا ہے کہین ایک قطرہ نہین ٹپکتا یہ کل عمارت آ
کرڑے کی بھین اب تخمیناً لاکھ روپیہ سے کم مین صرف حمام جسمین تین درجے ہین تیار نہین ہو سکتا۔

نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چونے اور اینٹ اور کنکر سے اور بالائی حصہ سرخ پتھر سے تعمیر کرایا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار ہے مضبوطی اور پتھرونکے نقش و نگار کے اعتبار سے فی زمانہ لاجواب ہی تیسرا حصہ جو سب سے بلند تھا اور جسکے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر دو حصے اوسکے ابتک باقی ہین جب پورا بلند تھا تو شام کیوقت اسپر بعض اشخاص چڑھکر شاہجہانپور کے چراغ دیکھا کرتے تھے چھت جو کہڑے کی ہے اسکی مضبوطی کا اندازہ اسبات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ سے ہزارہا من کا اسپر گرا ہی مگر وہ ذرہ بھر نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ مین جو سنگ سرخ پر بیل بوٹے بنائے ہین انکے جال و درخت ایسے دلکش ہین کہ جنکے دیکھنے سے نظر کو تازگی اور دلکو شگفتگی حاصل ہوتی ہی اس مقبرہ کے متعلق گزیٹیر مصنفہ ایچ ارینول سی آئی سی۔ ایس مین لکھا ہے کہ مقبرہ کا گنبد اب گر گیا ہے یہ بھی مثل جامع مسجد کے مسطح کنکرونکے ٹکڑونسے بنایا گیا ہی اور بالاخانہ کی دیوارونپر مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام ہے

جامع مسجد شاہ آباد
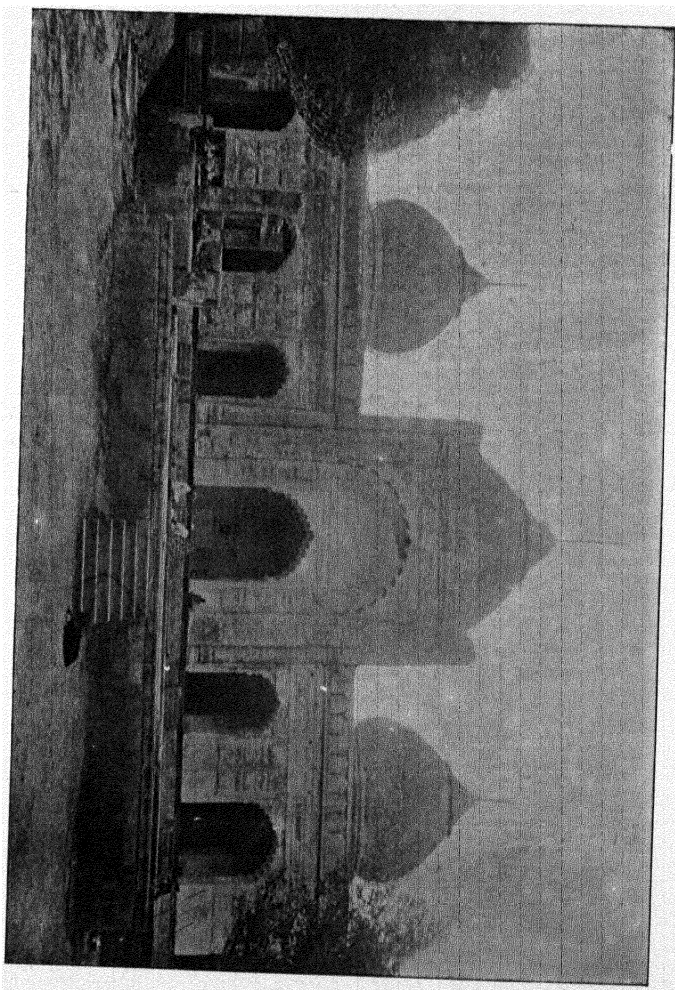
اب یہ مقبرہ آثار قدیمہ مین داخل ہوگیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے
گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے
یہ رقم کیا کام دیسکتی ہے کم از کم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی
ہوسکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلیے شاہ عالم بن اورنگ زیب
نے ایک موضع سرائے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پروانہ بھی تحریر کیا
تھا مگر افسوس ہو کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیرات کے ضبط ہوگیا اسکا پروانہ محمد امین
خانصاحب اختیار پوری نے صید شاہ بریلوی کی معرفت نواب کلب علیخان صاحب
والی رامپور کی خدمت مین پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نوابصاحب موصوف
کی رئیسانہ فیاضی و قدردانی سے اس مقبرہ کی از سر نو مرمت ہوجائیگی اور عمارت
اپنے اصلی لباس سے جلا پائیگی لیکن محرومی قسمت سے کچھ ایسی پیچیدگی پیش آئی کہ وہ
آرزو پوری نہوئی اور نواب خلد آشیان خلد برین کو روانہ ہوگئے اور اتفاق وقت
سے اسکا پروانہ بھی وہین رہگیا راقم نے حصول پروانہ کے لیے کوشش کی
مگر ریاست کے دفتر مین وہ بے پتہ ہوگیا ہے اور نہ دستیاب ہوسکا۔

جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاءاللہ بہت اچھی حالت مین ہو کسی امداد کی محتاج نہین نہایت
وسیع عالیشان مستحکم خوشنما مسجد ہے قصبات کا تو کیا ذکر بڑے بڑے شہرون مین
بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہین آتی جامع مسجد دہلی کا نقشہ
اور شاہجہانی معماونکی بنائی ہوئی ہو اسکے ہرسہ جانب غلام گردش کی کوٹھریان

ہین اور اوترکیطرف حمام ہے پورب اور دکن کی کوٹھریان بازارحسین گنج مین شامل ہوگئی ہین اور انسے آٹھ نوسو روپیہ سالانہ کی آمدنی کرایہ مین حاصل ہوتی ہی اس ترمیم و آمدنی کے باعث حاجی محمد حسین خانصاحب لندپوری ہین جو ایک نیک نیت و مخیر رئیس شاہ آباد مین گذرے ہین یقین ہے کہ اس کوشش حسنہ کا اجر حقتعالی انکو عالم آخرت مین عنایت کریگا۔

آجکل اس مسجد کے پس پشت ایک گنج تعمیر ہورہا ہے اور اسکے بانی خان بہادر حکیم خادم حسین خان رئیس اختیارپور ہوے ہین اور وہ اپنی خوش تدبیری و انتظامی لیاقت سے اس کام مین مستعد و سرگرم رہتے ہین انشاء اللہ یہ گنج اگر تیار ہوگیا تو انجمن اسلامیہ جامع مسجد کو بہت فائدہ پہونچیگا مسجد کی موجودہ آمدنی انجمن اسلامیہ اور مسلمانان شاہ آباد کے زیر انتظام ہے پیش امام موذن مدرسین مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہون اور مرمت مسجد مین صرف ہوتی ہی اس مسجد کے لیے بھی شاہ دہلی سے ایک موضع جالیور معاف ہوا تھا جو مسجد کے مصارف کیلیے وقف تھا مگر افسوس کہ وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اسکا اصلی فرمان ابتک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔ جامع مسجد کے مینار ناتمام رہجانے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کمال الدین خان کا انتقال ہوگیا اور یہ عمارت پوری نہین ہوسکی کتبہ کی جگہ بھی خالی ہے چھہ لاگت ان ہر سہ عمارات یعنے بڑی ڈیوڑھی و مقبرہ نواب امیر خان و جامع مسجد کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو اسوقت پانچ لاکھ مین بھی تیار نہین ہوسکتین کیونکہ پہلی سی اشیاء کی ارزانی اور مزدوری کی کمی اسوقت مین کہان ہے۔

نقل فرمان معافی موضع جمالپور بنا بر جامع مسجد شاہ آباد سنجاب

شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ دہلی

شاہ عالم بادشاہ غازی
امجد خان صدر سید جہان
سنہ ۲

گماشتہا جاگیرداران کروریان حال و استقبال پرگنہ پائل سرکار سرہند آباد
مضافات بصوبۂ اوده بدانند۔

بموجب فرمان عالیشان بندگان حضرت بادشاہ دین و زمان خلیفہ معدلت نشان ذریعہ
امن و امان سبب آرامش عالمیان ظل ظلیل ایزد متعال سر بلند دادار بیمال مظہر اتم وجود کا
رحمت اتم آفریدگار بانی مبانی جہانبانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناہ ظل مرقوم
بست و نہم جمادی الثانی سنہ جلوس والا موضع جمالپور تہ شاہ آباد عملہ پرگنہ مذکور
از ثلث خریف پارس در وجہ خرچ امام و موذن و خطیب و صادر و وارد و مرمت
وغیرہ جامع مسجد بنا کردہ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبۂ شاہ آباد عملہ پرگنہ مسطور
حسب الضمن مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان عالیشان عمل نمودہ موضع مسطور را بتصرف
آنہا باز گذارند و از جمیع وجوہ و عوارض معاف مرفوع القلم شمارند کہ حاصل آنرا صرف معیشت
نمودہ بوظائف دعا گوئی دوام نسبت مینمودہ باشند و اگر در عمل دیگر چیزے داشتہ باشند
آنرا اعتبار نکنند دریں باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند نہم شعبان سنہ قلمی شدند

کیفیت بر پشت

شرح ضمن درو جہ خرچ امام و موذن وصادر و وارد و مرمت و تعمیر لوازمہ جامع مسجد بنا کردہ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد موضع جما پور کونیم شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ از ثلث خریف بتاریخ یازدہم شعبان سنہ نقل بدفتر رسید۔ محمد صادق۔

نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیون سے بڑے اور لایق تھے نہایت مہذب نازک مزاج دیندار انسان تھے علاوہ شجاعت کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہی منصبدار و صاحب اختیار ہوے ہین بادشاہی جاگیر بھی انھین کے نام بحال رہی بلکہ انھون نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کرکے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تا بقاے نسل میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ مین نہ دیجاوے چنانچہ اس امر کا فرمان بھی بادشاہ نے منظور کرکے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہونیسے بہت سے پرگنات انکے قبضہ مین تھے جنمین اکثر زر خرید تھے اور بعض از روے جاگیر و معافی کے آے تھے شاہ آباد اور اسکے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد مین ساڑھے چودہ سو تھے انکے قبضہ مین تھے تاریخ اخبار محبت کے صفحہ (۲۶۰) مین تحریر ہے

کہ نواب دلیر خان و بہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضعات کے تھے اور اکثر خرید شدہ تھے پرگنہ پالی۔ سانڈی۔ سندیلہ۔ ملیح آباد۔ سرہ باون برور۔ وغیرہ اور دیگر متفرق محالات جو صوبہ اودھ کے متعلق تھے وہ شیر انداز خان نبیرہ کمال الدین اور مرتضے خان ابن فتح معمور خان کے قبضہ مین تھے اور نواب بہادر خان کی اولاد کے قبضہ مین شاہجہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بدایون و دیگر محال تھے چنانچہ انکے علاقہ کے دھرے اور سرحد پر اکثر روہیلون سے تنازع رہا ہے ہم اس بیان کے ثبوت مین اخبار محبت کی بجنسہ الفاظ وعبارت یہانپر درج کرتے ہین

چون علاقہ دیہات زمینداری قریب سہ ہزار از زر خرید چندین لکھ روپیہ نواب دلیر خان و نواب بہادر خان و پسران و بنا برآنہا در سرکار بدایون و پرگنہ کانٹ و محال کتھارود کنہ وسمبا وغیرہ ازروے حصہ کمال الدین خان رسیدہ و پرگنات سانڈی و پالی و سندیلہ و ملیح آباد و سرہ و باون و برور و دریاآباد و دیگر دیہات متفرقات متعلقہ صوبہ آودھ شیر انداز خان و مرتضے خان المخاطب فتح معمور خان در قبضہ میداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد مین بجز نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جاگیردار نہ تھا تو سولے بڑی ڈیوڑھی کے یہانکے جملہ دیہات کسکے قبضہ مین جاتے۔

جواجب الغرض سرکاری ہین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیرخان کے موروثی جاگیر سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے ہر ایک بھائی کو کچھ دیہات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب تفصیل ذیل عنایت کی تھی۔

نواب فتح معمور خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع اگوان معہ دیگر بارہ مواضعات کے دیے تھے۔

نواب چاند خان کو موضع ہری معہ بارہ مواضعات کے اور محلہ کھیرہ بازار شنبہ

نواب الہ دیے خان کو موضع نورو نپور معہ بارہ مواضعات کے اور اندر قصبہ کے بدو بازار و محلہ نالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسط نگر معہ بارہ مواضعات کے اور بازار چہار شنبہ و محلہ ایرچ بنگلہ و کٹرہ۔

بموجب اس تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اوسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض رہی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کردی صدہا آدمی بڑی ڈیوڑھی کے ملاقہ کے منتظم اور محافظ رہتے تھے۔

جب شاہ آباد کی آبادی قصبۂ انگئی سے تجاوز کر گئی اور محمد طاہر عامل نے محصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کی خدمت مین درخواست کی کہ پیشگاہ شاہی سے جو وطن کے لیے جاگیر انعام التمغا عنایت ہوئی ہے اور وہان شاہ آباد نام کا ایک شہر بسایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہی شرفا ہین جنکے آبا و اجداد ہمراہ دلیر خان کے

*
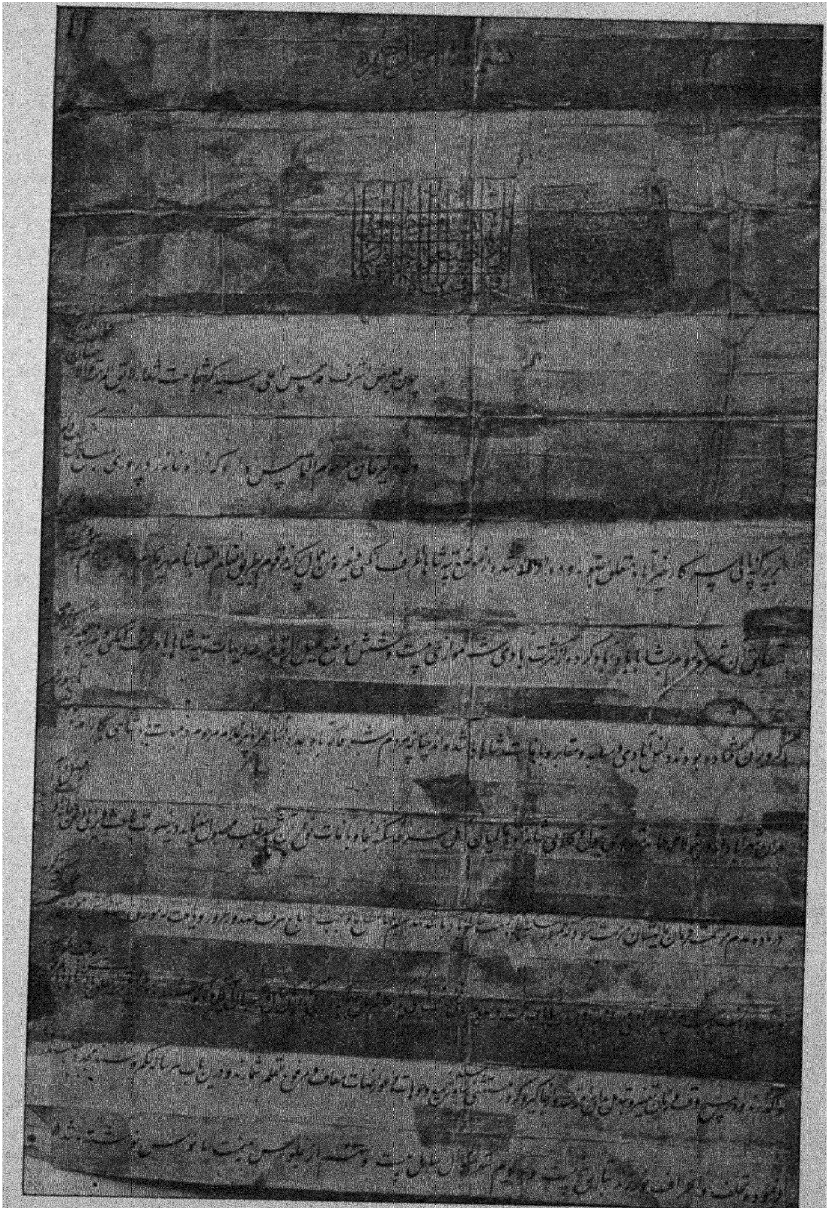
فرمان شاهي بنام نواب كمال‌الدين خان

مہمات شاہی مین کام آے ہین کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقبہ اور افتادہ تھے وہ مساجد اور باغات اور قبرستان کے حدود مین آ گئے ہین شہزادہ کا عامل محصول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپر بادشاہ نے حکم دیکر فرمان صادر کیا کہ جتنے دیدہ و دانستہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے لیے علاوہ قصبہ اور پینتیس مواضعات کے کمال الدین خان کو دیگر عنایت کیے ہین کوئی عامل کسی طرح انسے مزاحم نہو اور اسکا فرمان سنہ ۱۰۹۶ھ کو نواب دلیر خان کے انتقال کے دو برس کے بعد مرحمت ہوا ہے۔ جسکی نقل درج ذیل ہے۔

اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجدار خیرآباد نے سائر خرچ کا جھگڑا اُٹھایا ہے اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اورنگ زیب کے حضور مین کمال الدین خان نے گذرانی تو اسپر بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر اُنکی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔ اسکا فرمان بھی آجتک بدستور رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلکہ کتاب ہذا ہے۔

یا فتاح

یا واسع

عالمگیر بادشاه غازی
الدین محمد سنه
ابو الظفر

یا رافع

یا نافع

چون بعرض اشرف اقدس اعلی رسید که شجاعت شعار لائق المرحمة والاحسان کمال الدین
خان ولد دلیرخان مرحوم التماس دارد که از راه خانه زاد پروری مبلغ شش لک دام
بپرگنه پالی سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اودھ افزوده شده از موضع ته شاها باد عرف آنکئی
وغیره من اعمال پرگنه مرقوم بطریق انعام التمغا بنام پسر غلام دلیرخان مرحوم بجهت وطن
مرحمت شده بود مطابق آن شهر موسوم بشاها باد آباد کرده از کثرت آبادی شهر موازی
بست وشش موضع قلیل الرقبه مزرعه دیهات ته شاها باد عرف انکئی وغیره عمله پرگنه
مرقوم که ویران افتاده بودند داخل آبادی ومساجد ومقابر وباغات شاها باد شده اند

چنانچہ مردم شرفا کہ آبا و اجداد آنہا ہمراہ پیر غلام مرحوم در مہمات بادشاہی بکار آمدہ بودند تا ہنوز دران شہر آباد اند درینولا محمد طاہر متصدی تیول وکلاے شاہزادہ عالمیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات نواح آن شہر طلب محصول مینماید درینصورت باعث ویرانی وطن خانہ زاد است از فضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا جمعیت خاطر آباد باشند لہذا حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف صدور پیوست کہ موازی بست و شش موضع ملتمسہ عملہ پرگنہ مذکور دیدہ و دانستہ حسب الملتمس در تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہاباد مرحمت فرمودیم احدی مزاحمت نرساند می باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال بانحکم والا کوشیدہ مواضع ملتمسہ را تعلق آبادی شاہاباد مرقوم بموجب مذکور الصدر واگذارند و در ہیچ وقت و زمان تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند و از جاگیر و کرور مستثنے شناسند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمارند و درین باب ہر سالہ حکم و سند مجدد نطلبند و از فرمودہ تخلف و انحراف نورزند - بتاریخ بست و دویم شہر شوال بست و نہم از جلوس میمنت مانوس نوشتہ شد -

بجانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز پنجشنبہ ہفتم شہر جمادی ۲۸ سنہ جلوس معلے موافق سنہ ۹۶ ہجری

برسالہ موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار

عنایت مرحمت جمدۃ الملک مدار المهام اسد خان و نوبت واقعہ نویس کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ محمد شفیع قلمی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمت والاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید کہ مبلغ شش لک دام بر پرگنہ پالی سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودھ افزودہ شد از مواضع شاہ آباد عرف آنگئی وغیرہ من اعمال پرگنہ مرقوم بطریق انعام التمغا بنام پدر غلام دلیر خان مرحوم بجہت وطن مرحمت شدہ بودند مطابق آن در آنجا شہر موسوم بشاہ آباد آباد کردہ از کثرت آبادی شہر موازی بست و شش موضع قلیل الرقبہ مزرعہ دیہات تہ مذکور وغیرہ عملہ پرگنہ مرقوم کہ ویران افتادہ بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد شدہ اند چنانچہ مردم شرفا کہ آبا و اجداد آنہا ہمراہ پدر غلام مرحوم در مہمات بادشاہی بکار آمدہ بودند تا ہنوز در ان شہر آباد اند و رہنولا محمد طاہر متصدی تیول و کلاے شاہزادہ عالمیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات آن نواح شہر محصول طلب مینمایند درینصورت باعث ویرانی وطن خانہ زاد است افضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بجمعیت خاطر آباد باشند حکم جہانمطاع واجب الاتباع صادر شد کہ موازی بست و شش موضع ملتمسہ مزرعہ تہ شاہ آباد عرف آنگئی وغیرہ عملہ پرگنہ مرقوم دیدہ و دانستہ و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد مرحمت فرمودیم بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المهام اسد خان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط

واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط مؤتمن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدۃ وزرای رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل الترتیت والاحسان شریف خان آنکہ بتاریخ بست وہفتم شہر رمضان المبارک سنہ ۲۹ مکرر بعرض مقدس و معلی باین شرح بخط مدار المہام اسد خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

عہ موضع از اصل بتصدیق منہائی نسخہ دیوان صوبہ اودھ

از تہ شاہ آباد عرف انکنی				عہ موضع از اصل	
تھوک ماندو	کھانڈی	تودھکپور	شہباز پور	مومن پور	نظام پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
بہادرپور	محی الدین پور	مہیس پور	یوسف پور	چودھری پور	کمال الدین پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
تھوک دھرمکدہ	جالب پور کھل	جوگی پور	کنھرپور	دلیرپور عرف نمرت پور	موری
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
جالب پور ہالس	بی بی پور کھاسی	بی بی پور او دیگر	گلرگھٹہ	ملک پور	
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	
از تہ ایگوان				سے موضع از اصل	
سوراپور	جنک پور	کرم اللہ پور			

بر رسالہ مومن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ امراے بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال جملۃ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی محمد شفیع ۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

چون بغرض اشرف اقدس اعلی رسید که شجاعت شعار لائق المرحمة والاحسان کمال
الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که مبلغ شش لک دام از پرگنه شاه آباد
در بست سرکار خیر آباد متعلق بصوبه اوده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن
بجاگیر خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پدر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران
سرکار خیر آباد بعلت پیشکش واخذ سرکار وغیره ابواب ممنوعه که معفوه بارگاه والا است
مزاحمت نرسانده درینولا نائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند درینصورت
باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است از فضل وکرم در ماده عدم مزاحمت پیشکش
وسائر وغیره وتنخواه پرگنه مذکور تا بحیات بجاگیر خانه زاد وبعد آن تا بقاے نسل فرزندان
خانه زاد بجاگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالیشان مرحمت شود لهذا حکم جهان مطاع
واجب الاتباع شرف صدور وعز ورود یافت که پرگنه شاه آباد مذکور در بست تا بحیات
بجاگیر خان مشار الیه وبعد آن تا بقاے نسل فرزندان او بجاگیر دیگرے تنخواه نشود
واحدے بعلت پیشکش واخذ سائر وغیره ابواب ممنوعه که معفوه بارگاه والا است
بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند می باید که فرزندان کامگار و وزراے صائب راے
کفایت شعار وناظمان وفوجداران حال واستقبال در استمرار واستقرار این حکم والا کوشیده پرگنه
مذکور تا بحیات بجاگیر خان مشار الیه وبعد آن بجاگیر فرزندان او ظهراً بعد ظهر ونسلاً بعد
نسل وبطناً بعد بطن مقرر شناسند و در هیچ وقت وزمان تا بقاے نسل او بجاگیر دیگرے
تنخواه ندهند واز جمیع وجوهات وعوارضات معاف ومرفوع القلم شمرند واز فرموده تخلف
وانحراف نورزند۔ بتاریخ هفتم شهر ربیع الثانی سال سی ویک از جلوس میمنت مانوس
نوشته شد۔

جانب پشت پروانه

شرح یادداشت واقعه بتاریخ روز جمعه بست وهفتم شهر رمضان المبارک سنه ۳۱ جلوس
مقدس موافق ۱۰۹۸ه مطابق ۱۲ اُردی بهشت ماه الهی - برساله موتمن الدوله العالیه معتمد السلطنه
البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج
دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمدة الملک
مدار المهام اسد خان و نوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه غلام علی
قلمی میگردد که بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمة والاحسان کمال الدین خان
ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید که مبلغ شش لک دام پرگنه شاه آباد
دربست سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اوده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن بجاگیر
خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پدر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران
سرکار خیرآباد بعلت پیشکش واخذ سائر وغیره ابواب ممنوعه که معفو بارگاه والا است مزاحمت
نرسانده درینولا نائب فوجدار سرکار خیرآباد مزاحمت میرساند درینصورت باعث ویرانی
محال وطن خانه زاد است از فضل وکرم در ماده عدم مزاحمت پیشکش وسائر وغیره ابواب
ممنوعه وتنخواه پرگنه مذکور تا بحیات بجاگیر خانه زاد و بعد آن تا بقاے نسل فرزندان خانه زاد
بجاگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالیشان مرحمت شود حکم جهانمطاع عالم مطیع صادر شد
که پرگنه شاه آباد مذکور دربست تا بحیات بجاگیر خان مشار الیه و بعد آن تا بقاے نسل
فرزندان و بجاگیر دیگرے تنخواه نشود واحدے بعلت پیشکش واخذ سائر وغیره که ابواب
ممنوعه معفو بارگاه والا است بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند - بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد
بست وهفتم شهر رمضان المبارک سنه ۳۱ جلوس والا

شرح بخط موتمن الدولة العلیه معتمد السلطنة البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جملة الملک مدار المهام اسد خان آنکه داخل واقعه نمایند.

شرح بخط واقعه نویس آنکه مطابق واقعه است شرح بخط موتمن الدولة العلیه معتمد السلطنة البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جملة الملک مدار المهام اسد خان بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت و الاحسان شریف خان آنکه بتاریخ بست و هفتم شهر محرم الحرام سنه ۱۳ جلوس مبارک مکرر بعرض مقدس و معلی رساند شرح بخط مدار المهام اسد خان آنکه فرمان عالیشان قلمی نمایند

۔۔۔ لک دام پرگنه شاه آباد محال وطن دربست

برساله موتمن الدولة العلیه معتمد السلطنة البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جملة الملک مدار المهام اسد خان و نوبت واقعه نویسی غلام علی۔

عالمگیر شاه
نیل لنة خانه زاد باد

عالمگیر شاه
مرید
عسکر علی
۱۰۸۱

مرید عالمگیر شاه
اسد خان
۱۰۸۱

سرکار کالنجر مین کمال الدین خان کو جو جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان
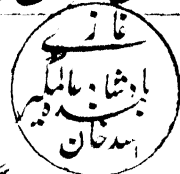
غازی
بادشاہ عالمگیر
اسد خان بندہ دیرینہ

چودھریان و قانونگویان و مقدمان و رعایا و مزارعان پرگنہ سہدہ سرکار کالنجر صوبہ الہ آباد بدانند که

چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار دام از پرگنہ مذکور از تغیر چاندمن ابتدائے خریف تخاقوی ئیل مطابق ضمن بجاگیر رفعت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر گشتہ باید کہ مال واجب و حقوق دیوانی را از قرار واقع در این موافق جہان و معمول بجان مشار الیہ جواب میگفتہ باشند و از ہیچ حسابے و صلاح و صوابدید خان موی الیہ بیرون نروند بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۷ جلوس اقبال مانوس قلمی گشت۔

جانب پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پرگنہ سہدہ سرکار کالنجر صوبہ الہ آباد از تغیر چاند کہ از ثلث ربیع بجاقوی ئیل تا باقی ابتدائے فصل خریف بجاقوی ئیل مرحمت شد

نواب کمال الدین خان کی بیوی

بیگم صاحبہ سندرخان کی صاحبزادی تھین نہایت لایق و منتظم بیوی تھین انھین کے فرزند سردار خان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھین انکے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویان جو دردمند ہوتی تھین جاکر استغاثہ کرتی تھین اور یہ انکی دلجوئی کرکے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھین چنانچہ شیخ محمد مہدی صاحب کی بہوبھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئین تو نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس آگئی تھین اس عرصہ مین نواب سردار خان انکے صاحبزادہ بھی انتقال کر چکے تھے مگر یہ زندہ تھین کاغذات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست مین انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے راقم کی نظر سے گذرے ہین ۱۲۰۷ھ تک انکی حیات کا زمانہ ایک باغ کے بیعنامہ سے جو الکا زرخرید ہے ثابت ہوتا ہے۔

منجملہ دیگر کاغذات کے ایک بیعنامہ انکے نام کا ناظرین کی آگاہی کیلیے ہم درج کرتے ہین

نقل بیعنامہ بنام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرار معتبر صحیح شرعی نمودند مخبران باسم ونسب خود ہا ہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام محی الدین ولد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمرالدین و شیخ ظفرالدین و شیخ کریم الدین و مسماۃ نجیب النسا و مسماۃ جان بی بی ابنان و ابنات دانشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماۃ رابعہ خانم است بنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد اسمعیل و مسماة بی بی گلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماة بی بی راجی بنت
شیخ محمد زمان ولد شیخ محمد داؤد زوجه های دانشور خان مذکور فی حال بصحیح اقرار هم
شرعا بدینوجه که مقرین مذکورین مبلغ پانصد روپیه محمد شاهی جید تمام وزن که نصف آن
دو صد پنجاه روپیه موصوفه میشوند از وجه قیمت یک قطعه باغ پخته که موازی آن
دو نیم پخته زمین پخته معه یک دهنه چاه معه اشجار با ثمره و غیر ثمره و محدود است بحدود

اربعه متعینه ذیل

شمالی	جنوبی	غربی	شرقی
آن پیوسته است بشارع عام	آن ملحق است بباغ میرامان الله	آن ملحق است بباغ بهلول خان	آن متصل است با محمد زا فاضل بیگ

و بعض بزمین باغ مذکور

بدست مسماة پیاری بی ولد سندر خان بن جلال خان والده امارت پناه محمد سردار خان
زوجه رستم خان طلب داشتم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفته در تحت و تصرف خود آوردم
من بعد آن هیچ حقی و دعوی و خصومتی بوجهی من الوجوه و بسببی من الاسباب
نیست و نماند بنابر آن اینچند کلمه بطریق قبض الوصول وجه بهای محدوده مذکوره را
نویسانیده دادیم که تا ثانی حال سند باشد که عند الحاجت بکار آید و کان ذلک بمحضر المسلمین
تحریر فی التاریخ بست و ششم شهر محرم سنه ۱۶ جلوس والا مطابق سنه ۱۱۴۷ھ

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام محی الدین ولد دانشور خان مرحوم	قطب الدین ولد دانشور خان	قمر الدین بنده درگاه	ظفر الدین بنده درگاه	بی بی جیونی بنده درگاه
گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد
عصمت الله فدای جیلانی	عبد الباقی	درویش محمد	خیر الله	شیخ محمد طاهر

نواب کمال الدین خان کی زرخرید اراضیات دہلی مین اکثر ہین منجملہ ان حقیت نہر
موضع نہرولہ جو نواب دلیرخان نے خرید کیا تھا اور جسکا بیعنامہ تذکرہ دلیرخان مین منقول
ہوچکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق
باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے ۔

نقل صورتحال ہو العلی ۔ بادشاہ عالمگیر

چون کتمان شهادت موجب اثم است
لهذا سوال میکند و گواهی میطلبد کمال الدین خان ابن دلیرخان بن دریاخان از هریک
مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علماے دین متین از اهل اسلام
و زمینداران دهکان و احالی و موالی **موضع نهروله معموله حویلی دارالخلافت**
شاهجهان آباد که بر هریک پیشیایان روشن و مبرهن است که یکقطعه معلومة الحدود
که واقع است در موضع مذکور و محدود است بدین حدود اربعه مسطوره و مشتمل بر حویلی
پخته و خام و چاه و خانهاء محترقه

شمال	جنوب	غرب	شرق
آن ملحق است بعضے بحویلی سید محمد بن سید مرتضے بن سید قطب	آن متصل است به بعضے به نهر فیروزشاهی و بعضے بقبرستان عام	آن ملزق است بباغ سرکار خاصه شریفه بانبناگر بین سراۓ	آن پیوسته است بدیوار قلعه کهنه

که حق ملکیت امارت پناه دلیرخان معزالیه بموجب خط شرعی که از ملاک آنها خریده بنده
بحضور جماعه شهود و عدول و بمهر شریعت پناه قاضی حبیب الله قاضی شاهجهان آباد و بمهر
اقضی القضاة شیخ الاسلام قاضی لشکر ظفر اثر حضرت ظل ظلیل سبحان هبه نموده و بسند

در مجلس نقد ہبہ قبول کرد و بموجب آن بر قبلہ ئہ مذکور متصرف گشت بر ہر کس ظاہر و باہر است و بر لیفتے اطلاعے و آگاہے داشتہ باشد اشتہا دے خود ذیل محضر نویسد یا بنویسانند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہد شد و کان ذٰلک فی التاریخ احد من عشر رمضان المبارک سنۃ الف و سبع ثمانین من الہجرۃ النبوت و صلعم۔

گواہ شد	گواہ شد
آنچہ درین مسطور ست بیان واقعہ است نوشتہ شد گواہ مکنداس ابن موہنداس چودھری و قانونگو دار الخلافہ	مکنداس ابن موہنداس چودھری و قانونگو شاہجہان آباد بیداس ولد

نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کہین نظر سے نہین گذرا لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب ہے سنہ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۸۰ ہجری مین وہ اورنگزیب کیطرف سے شاہزادہ محمد معظم کی خدمت مین کسی مہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہین جسکا فرمان آجتک موجود ہے اور وہ اوپر درج ہوچکا ہے اور سنہ ۱۱۱۹ ہجری تک اونکی زندگی تاریخ اخبار محبت سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس سنہ مین وہ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزادونمین تخت کے لیے جھگڑا ہوا تھا شریک و موجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری تک بڑی ڈیوڑھی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری مین انکی جانب سے محمد دلاور کو خدمت امانت و فوجداری کی دیگئی ہے اور اسیطرح سنہ ۱۱۲۱ھ مین بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خانخیل کو دیگئی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ اراضی کا پٹہ پیر محمد کو سرائے رانک مین عنایت ہوئی ہے اسکے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی مہر شدہ حکمنامہ راقم کی نظر سے گذرا ہے غرضکہ ان کاغذات سے سنہ ۱۲۲[illegible]ھ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہوتا خاکسار کی نظر سے نہین گذرا بلکہ سنہ ۱۲۲۵ الہجری مین انکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جاتے ہین اسلیئے ثابت ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے سنہ ۱۲۲۴ الہجری کے آخر زمانہ مین یا سنہ ۱۲۲۵ھ کے شروع زمانہ مین انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حین حیات اپنی مہر مین بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہین تحریر کرتا ہے ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۲۹ھ کو ایک تملیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرارنامہ اونکے صاحبزادہ سید محمد صالح صاحب نے اپنی والدہ یعنے گل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے اوسمین گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح تحقیق ہوگیا کہ وہ سنہ ۱۲۲۴ الہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد انکا انتقال ہوگیا ہے

نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد مین محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ تو بالاتفاق ثابت ہین لیکن بعضونکو فرزندون اور انکے نامونمین اختلاف ہے نہال الدین و جمال الدین خان کے متعلق بعض کہتے ہین کہ یہ لاولد فوت ہوگئے اسیوجہ سے انکا نام بعد کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ مین نہین لکھا گیا مگر موضع اترچی پرگنہ پالی کے بیعنامہ مین جو سنہ ۱۲۲۵ الہجری کو انکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے ان

جمال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان
بھی انکے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے انکا نواب صاحب موصوف کی اولاد مین
ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خاصخیل و خانہ زاد کیطرف
سے بازار بسانا اور پھر چودھرایت کا دیا جانا عمل مین نہ آتا اسیطرح نہال الدین خان کے
نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی
ظاہر ہوتا ہے جسطرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج
نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوے اسیطرح بازار جمال خان جمال الدین خان
کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسلے گئے ہون اور یہ بھی
ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی مین کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے
ہون واللہ اعلم ایک جمال نام خاصخیل بھی جسکے متعلق چودھرایت گنج و بازار کی ہے
کاغذات مین پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ مین جمال الدین ولد حسین خاصخیل کا نام
بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام ۵ بگہ اراضی
کا معافی نامہ بھی محمد سردار خان کیطرف سے تحریر ہوا ہے بعض کاغذات مین محمد یار خان
بھی کمال الدین خان کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین نواب صاحب کی دوسری دختر کا نام خیر النسا بیگم تھا

نواب کمال الدین خان کا مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جسجگہ پر کہ سراے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے
قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا
اب یہ مقبرہ شفاخانہ سرکاری کے محاذ مین پچھم کیطرف لب سڑک واقع ہے

چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجاے تعویذ کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے
اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت
خوشنما ہے چار دیواری کے وسط مین ایک کرسی دار چبوترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد
قایم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد برآمدے ہین اور درمیان والے حصہ مین خاص مزار
ہے جسکی دیوارونمین جالیان اور دروازے لگے ہوے ہین پچھم کیطرف اوسکے
مسجد ہے مقبرہ کے اطراف مین باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت
بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خانصاحب حاجی محمد حسین خانصاحب اختیارپوری نے
بڑی ڈیوڑھی سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے
از سر نو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ مین ہر سال ربیع الاول
مین مجالس میلاد شریف کی منعقد ہوا کرتی تہین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر
اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہوگئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت
کے گوشہ ٹوٹ چکے ہین ایک بے تمیز کاشتکار نے اوسکے ستونون سے جانور باندھکر
کثافت وغیرہ سے صحن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور
صاحب ارادت کے لیے کحل الجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جہان محبوب
خدا کا قدم جو کائنات کا سرتاج ہو موجود ہو ایسی عدم توجہی سے ڈال رکھا جاے نہایت
بے ادبی و بدنصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آنیکا شاہ آباد مین یہ قصہ ہے
کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مہم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہوکر کہا تھا
کہ جو مانگوگے وہ پاؤگے اسموقع پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا
کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہ حقیقی

دین مین سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہون قدم حضور سرور عالم صلعم جو ملک عرب سے
آیا ہے اسکے پانیکی آرزو رکھتا ہون چنانچہ حسب التماس انکے وہ انکی تمنا پوری کیگئی
اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا کمال الدین خان یہ نعمت عظمے اور دولت کبرے حاصل
کرکے باوضو اپنے سر پر رکھ کر ہاتھی پر سوار ہوے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لائے
یہان آکر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب مین مرجاؤن اور میری نعش قبر مین دفن ہو
تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جائے تاکہ خدا کے روبرو میرے
لیے ذریعہ نجات ہو۔

اسموقع پر دو باتین قابل الذکر ہین اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب
صحیحہ مین اسناد بھی مرقوم ہین یا نہین دوسرے یہ کہ کتب مستند مین روایات صحیحہ
ثقہ راویون سے اگر منقول ہین تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد مین موجود ہے اصل ہے
یا نہین اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیون نہ برکت حاصل کیجائے
امر اول کے متعلق تو متکلمین و محققین نے تواتر کے ساتھ مفصل طور پر بحث کی ہے
اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پاے مبارک
کے نیچے پتھر مثل موم کے نرم ہوجاتا تھا اسبارہ مین مولوی عبدالحکیم صاحب دہلوی
نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور
نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ الحرمین عربی و اردو مین تصنیف کیا ہے اور اسپر علماے
حرمین یعنے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہین اسکے علاوہ راقم نے اور مستند
کتب و مہاجرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفاء قاضی مین ہے کہ لم یوت نبی معجزۃ الا وعند نبینا مثلہا او ما ہو ابلغ منہا ۱۲ الخ

یعنے کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہین عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف مین خود خداوند کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ انکا نشان سخت پتھر پر بنگیا تھا ارشاد فرماتا ہے تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش پتھر پر بنجانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات آپ کی ذات کے لیے کوی بڑی فضیلت کی نہین آپ تو سید المرسلین اور افضل المخلوقات ہین جملہ خلایق پر تمام صفات مین خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا ہوا آسمان پر شق القمر کا معجزہ آپ سے ظہور مین آیا ہے تو پھر پتھر کا نرم ہوجانا آپ کے پاے مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب انموذج اللبیب فی خصایص الحبیب مین اپنے استاد مصنف سیرت شامی سے لکھا ہے کہ جب جناب رسالتآب پتھر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے اوسپر بنجاتے تھے اور نظم الدین مرزا جان برکی نے اسیارہ مین یہ تحریر کیا ہے کہ جب آنحضرت پتھر پر چلتے تھے تو ضرور اسپر اثر ہوجاتا تھا اور حافظ عبد اللہ دمشقی نے مولد الانوار مین اس امر کو باین عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ محکو نہایت شہرت کے ساتھ پہونچا ہے شائد منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہین دیکھا۔ اور محمد عبد العزیز خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ پتھر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات مین ثقہ راویون سے نقل کیا ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہین وہ جاہل ہین اور یہ امر انکی جہالت و ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولد مین تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت سے یہ معجزے ظاہر ہوے ہین کہ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوے

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپکے روبرو رویا ہے
اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور جسوقت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپکا سایہ اسپر
نہین پڑتا تھا اور ریت مین آنکے پاے مبارک کا نشان نہین نبتا تھا اور سخت پتھر
آپکے قدم کے نیچے نرم ہوجاتا تھا اور اونہین مصنف ابن جوزی نے دوسری جگہ
کتاب الوفا مین حافظ ابونعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسو لخدا صلعم غار حرا مین
داخل ہوے اور آپنے اپنے سر مبارک کو پہاڑ کیطرف مائل کیا تاکہ آپکی صورت اس
مین چھپ جاے پس نرم کردیا حقتعالے نے پہاڑ کو یہانتک کہ داخل کیا آنحضرت
نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا آپنے جسطرف دل چاہا اور نشان ہوگیا اس پہاڑ
کے پتھر مین آپ کی کلائی اور کہنی مبارک کا۔ چنانچہ حاجی لوگ آجتک اسکی زیارت
کرتے ہین اور اسیطرح بیت المقدس کا پتھر خمیر آسنٹے کیطرح ملائم ہوگیا تھا اور اوسیجگہ پر
شب معراج مین آپکے براق کو باندھا گیا تھا اور آجتک اس متبرک مقام کو تلاش
کرکے زیارت کرتے ہین۔ انسان العیون مین علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ
شب معراج کو صخرۂ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا مین معلق ہے اوسپر آنحضرت کے قدم شریف
کا اثر بنگیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج مین حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کو تشریف
لیگئے تھے اور مصنف کتاب فتح المتعال نے تحریر کیا ہے کہ مصر مین سلطان ابی نصر محمود
مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دیکھا ہے جسمین آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے
جسکی لوگ زیارت کرتے ہین اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار
نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپکے پاے مبارک
کی نرمی کو تکلیف نہو اسلیے وہ نرم ہوجایا کرتا تھا۔ ابوشجاع مالکی بلخی نے تفسیر درمکنون مین

آیت۔ وتخذو من مقام ابراهیم مصلی کی تفسیر مین تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم
خلیل اللہ کے قدمونکے نیچے بھی پتھر خمیر آٹیکے مثل نرم ہوگیا ہے اور اوسپر اونکے
قدم مبارک بنگئے ہین ایکبار جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خانہ کعبہ بنانے کے لیے
کھڑے ہوے تھے اور دوسری بار جسوقت حضرت اسمعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے
یعنے آپ کی بہو نے آپ کا سر دھلایا ہے اور اسیطرح جسوقت آپنے لوگون کو حج
کے لیے آواز دی تھی تو آپکے پاے اقدس کے نیچے پتھر نرم ہوگیا تھا اور انپر نشان
منقوش ہوگئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبے محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم
کے قدم مبارک کے نقش بارہا پتھر پر بنگئے ہین بعض اوقات دونون قدمون کے نقش
معہ نعلین شریف کے منقوش ہوے ہین اور بعض وقت آپکے برہنہ پانی کے نشان بھی
بنگئے ہین بلکہ آپکے خچر کے سم کا نشان بھی پتھر پر بنگیا ہے اور کفار کے ہاتھ جسطرح
کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مٹا سکے اسطرح وہ ہمارے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مٹا سکے جسوقت کہ شب معراج مین آپ براق پر
سوار ہوے ہین اوسوقت بھی آپکا قدم پتھر پر بنگیا ہے۔ علماء کاملین نے اپنی اپنی تصنیفات
مین برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علما سے بعض کے نام نامی ہم اسجگہ پر تحریر کرتے
ہین۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی۔ محمد بن مالکی۔ اسحاق بن ابراہیم
معاویہ بن صالح۔ ثعلبی طرطوسی۔ بیہقی۔ ابونعیم وغیرہ۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے قصیدہ مین اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابوعبداللہ فاضل نے قصیدہ
ہمزیہ مین یہ معجزہ لکھا ہے اور عبدالرحمن صفوری نے کتاب نزہت مین قصیدہ جسکا
ایک شعر یہ ہے ھذا الذی ان مشی فی الرمل الاثر + یری لہ ویری فی الصخر والجبل

یعنے یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت مین تو اسکے پاے اقدس کا اثر نہین نظر آتا تھا اور اسکے پاے مبارک کا نقش تپھر اور پہاڑ پر دیکھا جاتا تھا۔ اسیکو حافظ حسن دیار بکری صاحب الخمس نے احوال نفس نفیس مین تحریر کیا ہے

یعنے ریت پر آپکے قدم مبارک کا نشان نہین بنتا تھا اور تپھر آپ کے قدمون کے نیچے نرم ہو جاتا تھا۔

اس زمانہ کے علمانے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت کیا ہے منجملہ اونکے مولانا فرید الدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے اپنی کتاب سیف المسلول علے انکر اثر قدم الرسول مین جو تردید مین مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل المحکم فی نفی اثر القدم کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیان کیا ہے اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب نے قول المستحسن مین اور مولوی عبد الرحمن صاحب اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہین جو قدم شریف کہ دہلی مین خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبر پر سنہ ۷۷۶ھ مین بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے آنحضرت صلعم کے نعلین کے نقشے بنا کر تعظیم دی ہے اور اوس سے فوائد و برکات حاصل کیے ہین۔ خوشا نصیب ان اشخاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو اوسکو واجب التعظیم سمجھین اور اس سے سعادت حاصل کرین اور جس مقام پر کہ آپکے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہون

اس سے برکت حاصل کرین اور وہ مقام کہ جسجگہ پر آپ کا قدم مبارک ہوگا ہمیشہ مہبط انوار الہی رہے گا اور اہل ارادت اُسجگہ پر جبہ سائی کرتے رہین گے جسکے متعلق حافظ شیرازی فرماتے ہین ؎

بر زمینیکہ نشان کف پائے تو بود ٭ سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

راقم نے مکہ معظمہ کو جو عریضہ اس امر کی تحقیق کے لیے مکرمی مولانا مولوی فضل حق صاحب مہاجر کیخدمت مین لکھا تھا اوسکے جواب مین مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۲ ہجری کو یہ تحریر فرمایا کہ حرمین شریفین کی ساری زمین مقدس قدم رسول ہے وقاق النبی صلعم کی ایک مکان کی دیوار مین ایک پتھر بشکل زبان گاؤ کے نصب تھا اسکو حجر متکلم کہتے تھے اسکی روایت یون مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم شریف تشریف لیے جاتے تھے ایک شخص ملا اوسنے عرض کیا کہ نماز ہو گئی آپ افسوس کی حالت مین کہنی ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور اس حجر مین نشان ہو گیا فقیر نے بھی اسکو دیکھا تھا اس پتھر نے عرض کیا کہ یہ شیطان ہے صحابہ سب حرم شریف مین حضور کے منتظر ہین مگر وہ پتھر شاہ ایران نے شریف مکہ کو جنکا نام سید محمد عون تھا ہزار ہا اشرفیان دیکر منگوا لیا۔

اسیطرح راقم الحروف نے مدینہ منورہ کو منشی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار و مہاجر کیخدمت مین اسکے متعلق عریضہ بھیجا تھا جسکے جواب مین مہاجر صاحب نے مدینہ منورہ کے مستند حضرات سے حالات تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ یہان ایک مسجد ہے وہان آپ کی سواری کا جو خچر تھا اوسکے سم کا نشان موجود ہے قدم مبارک یہان تو اب کوئی نہ با سلامت مین موجود ہونا ممکن ہے کہ جنکو صاحب اقتدار

لوگ تبرکاً جابجا لے گئے۔ مکہ معظمہ مین مقام ابراہیم ہے وہان حضرت ابراہیم کے قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ مین وہ کھولا جاتا ہے اور زوار وحاجی زیارت کرتے ہین اور آب زمزم اوسمین بھر کر پیتے ہین اور اپنے ساتھ دور دراز مقام کو لیجاتے ہین امام فخرالدین رازی نثرالجواہر مین تحریر فرماتے ہین (کہ چون بر سنگ میرفت می پذیرفت سنگ اثر قدم مبارک آن سرور) اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین (کہ از انجملہ است کہ چون بر سنگ میرفت فرو میرفت ہر دو پلے او دران) کتاب المعجزات مین ہے کہ حضرت رسالت پناہ پتھر پر جب چلتے تھے تو آپ کے قدمون کے تحت مین نشان بنجاتے تھے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا مین جانے کے وقت آپ کے قدم کے نشانات پتھر پر بنگئے جسطرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان بنجاتے ہین پس نبی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدمونکے نشان پہچانکر ہم لوگون کو دیکھ لین گے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے اونھین محو کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری نے فتح الباری مین اور حافظ الزبیری نے خصایص مین لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہوجاتا ہے مگر اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر کو نرم کر دیا جو نہ آگ سے اور نہ کسی دوسری شیے سے نرم ہوتا ہے مصنف فتح المتعال رقمطراز ہین کہ مینے اس قبہ مین جو زمزم کے پیچھے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم مبارک کا نقش ہے غرضکہ علماے متقدمین ومتاخرین سبکی زبانون سے یہ مشہور معجزہ

بیان مین آچکا ہے۔ نواب سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال نے اختر اقبال مین قدم شریف صلعم کی سلطان المعظم کے خزانہ قسطنطیہ مین موجودگی اونہی زیادہ تحریر کی ہے
جسکا یہ قدم پاک ہے اوسکے مراتب بھی تمام عالم مین روشن ہین جسکے متعلق حدیث
قدسی ہے کہ لولا محمد لما اظہرت ربوبیتی یعنے ارشاد باری ہے کہ اگر نہوتا تو اے محمد صلعم
تو نہ ظاہر کرتا مین اپنی الوہیت کو اس حدیث کو حاکم نے نقل کیاہے اور دوسری حدیث
قدسی یہ ہے ماخلقت خلقا اکرم علی منک خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک لما خلقت الدنیا
یعنے فرمایا حقتعالے نے نہین پیدا کیا مینے کسیکو مخلوقات سے بزرگتر تجھسے بجز اپنے
اور البتہ پیدا کیا جو دنیا اور اوسمین ہے تاکہ پہچانین اور معلوم کراون اونکو بزرگی اور مرتبہ
تیرا کہ جو میرے نزدیک ہے اور اگر نہوتا تو بیشک مین نہ پیدا کرتا دنیا کو روایت کیا
اسکو ابن عساکر نے اور اسبارہ مین ایک یہ حدیث ہے ان اللہ قد رفع الدنیا فانا
انظر الیھا وما ھو کاین فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیشک حق سبحانہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو پیدا کیا مین دیکھتا
ہون دنیا کو اور جو کچھ اوسمین ہونیوالا ہے قیامت تک اور مین اسطرح دیکھتا ہون جیسے
کہ ہتیلی دیکھتا ہون اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور مواہب مین بھی اسکا ذکر
آیا ہے اور مشکوۃ شریف مین وہ حدیث کہ جسمین فعلمت واقع ہوا یعنے جو کچھ آسمانون
وزمینون مین ہے وہ سب جانا مینے اور یہ حدیث ابوذر سے مواہب مین منقول ہے
قال ابوذر لقد ماترکنا رسول اللہ صلعم ما یحرک الطایر جناحیہ فی السماء الا ذکر منہ علما
یعنے کہا ابوذر صحابی نے کہ عالم مین پرندہ تک جو پر ہلاتا ہے اوسکے ذکر کو بھی آنحضرت
صلعم نے نہین چھوڑا کہ بیان نہ کیا ہوا زروے علم کے اور خداوند کریم نے آپکو خبردار
کیاہے اس سے زیادہ اور القا کیا۔

حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے ترمذی مین کہ ایک روز آنحضرت سرور عالم دولتخانہ سے باہر تشریف لائے ہم سب حاضر تھے آپ کے دست مبارک مین دو کتابین تھین آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون کتابین ہین ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو نہین معلوم آپ خبر دین پس ارشاد کیا آنحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ مین ہے یہ کتاب منجانب رب العالمین کے ہے اسمین نام جنتیونکے ہین اور اونکے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان کو جمل لکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب مین دوزخیونکے نام ہین اور انکے باپ دادا کے اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہین فرمائی اور دوسرونکا کچھ حال نہین ارشاد کیا جنتی اور دوزخی لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین لکھاہے کہ زیارت کرنیوالے اشخاص کو حضرت سرور عالم اسطرح دیکھتے ہین کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہین اور حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اور سر مو فرق نہین اس سے۔ حافظ سیوطی نے کتاب تنویر مین لکھاہے کہ آنحضرت زندہ ہین بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہین عالم ملکوت اور زمین کے کنارونمین اور اوسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہین جیسے کہ زندگی مین تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے اور کل اختیار دیا گیاہے انکو حق تعالے کیطرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و سفلی مین تصرف کرنے کا اور اسبارہ مین خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم ویصلون یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء زندہ ہین اپنی قبرون مین اور نمازین پڑھتے ہین اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء یعنے فرمایا رسول اللہ صلعم نے حرام کیا اللہ نے زمین پر انبیاء کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیاء مین بیہقی نے اور اصبہانی نے ترغیب مین انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھ پر جمعہ کے دن یا رات مین درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات کے بھی اوسیطرح ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اخبار مدینہ اور دلائل النبوۃ مین ابو نعیم نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید مین جب بے حرمتی اہل مدینہ کی کیگئی ہے اور کوئی شخص وہان اسوقت مین نہین رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح ہمزیہ مین لکھا ہے کہ جو عدم سے ملک ہستی کیطرف آتا ہے وہ حقتعالے آنحضرت کے واسطے سے بھیجتا ہے اور آپ ہی کے وسیلہ سے پہونچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف ہون یا رزق کی تقسیم ہو جواہر النظم مین ہے کہ آنحضرت خلیفہ ہین اللہ کیطرف سے روے زمین کے اور آخرت مین شفیع کیے گئے ہین چنانچہ حشر کے دن مقام محمود آپکو شفاعت کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالے کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما ہونگے آنحضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اسبارہ مین ارشاد فرمایا تھا اور فضیلت آپکی قیامت کے دن مسلم ہے کہ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ یعنے مین سردار ہون اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالے قرآن مجید مین آپکی شان مین فرماتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی یعنے قیامت کے دن خدا اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جاوے گا وعسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا یعنے قریب ہے کہ اٹھاے تجکو قیامت کے دن تیرا رب مقام محمود مین ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنے آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہین حافظ عبد اللہ نے مصباح الظلام
مین لکھا ہے کہ ایک بدو آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر شریف پر آیا اور ایک
مٹی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا کہ یا رسول اللہ ظلم کیا ہے مینے اپنی جان پر اب
آپ کے حضور مین آیا ہون کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر شریف سے آواز
آئی کہ مقرر بخشید یا تجکو اللہ تعالے نے - مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی
نے کیا خوب فرمایا ہے - یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَا یُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر -
غرضکہ بیان مذکورۂ بالا سے واضح ہوگیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہین جس نبی کے
یہ فضائل ہون اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہون اور اسکے
پاے مبارک کے نیچے پتھر کا نرم ہو جانا کون بڑی بات ہے -
رہی دوسری بات کہ شاہ آباد مین قدم مبارک اصلی ہے یا نہین یہ بات صاف
ظاہر ہے کہ اصلی و نقلی قدم مبارک کی ہیئت مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو شخص
پہلے اسکے قدم مبارک کی زیارت کریگا اوسکو صاف روشن ہو جائیگا کہ اسمین ذرہ بھر بجز
قدرتی طور پر نقش ہونیکے دستی تصرف نہین ہے اگر یہ اصل نہوتا تو عالمگیر سا متشرع ذی علم
بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیون رکھتا اور کمال الدین خان سے واتھکار بلا اسناد اپنے سر پر
رکھکر دہلی سے کیون لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کرنیکی وصیت کیون
کر جاتے راقم سے ایک استباز با اوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک بزرگ
صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الٰہی کے انوار برستے ہین اور عالم آخرت مین انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب صدقہ حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا ہی جب دلائل قوی سے اس قدم شریف کا مستند ہونا ثابت ہوگیا تو اوسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا کیسی محرومی ہے صاحبان ارادت کو توجہ چاہیے اور اسکی زیارت سے ہمیشہ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ اب اس مقبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کررہی ہے کہ کوئی دیندار فیاض امیر اپنی عالی ہمتی سے میری مرمت کراکے دربار رسول اللہ مین خوشنودی حاصل کرے اگر وہ دنیا مین میری درستی کرائیگا تو اسکے صلہ مین خداوند کریم اجر عظیم اسکو عنایت کریگا۔ طالبان صادق اس دائمی حسنات کا حصہ ضرور حاصل کرین اور اس خدائی خزانہ سے ابدالآباد کے لیے دولت دارین پانیکی ضرور کوشش کرین۔

نواب دلیر خان و نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڑھی بالکل شاہی ڈیوڑھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک مد کا باقاعدہ علیحدہ محکمہ تھا خواجہ سرا۔ دفتر انشا۔ صیغہ جاگیر۔ صیغہ فوج۔ ہر ایک جدا گانہ تھا اونکے اہلکارونکے نام بعض کاغذات مین پائے جاتے ہین جو تحریر کیے جاتے ہین۔ خواجہ سرا نہایت خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یادگارین چھوڑین ہین چنانچہ چودہ کنوئین سات مسجدین شاہ آباد مین باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہون نے بنوائی ہین ایک کا نام **خواجہ اقبال** ہے جنھون نے ایک مسجد لب سڑک بازار چہارشنبہ مین معہ پختہ کنوین اور حجرہ کے تعمیر کرائی ہے جسکا سال تعمیر یہ کندہ ہے

ازپئے اے خدا مسافر گاہ ÷ خواجہ اقبال ساخت مسجد و چاہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھون نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاد صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے پتھر پر یہ کندہ ہے۔

یہ الف و نود نہ خود کرد اساس	براہ خیر مسجد خواجہ الماس

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اوسنے ایک مسجد و کنوان و حجرہ لب سڑک بازار سرداد گنج مین بنوائی ہے جو اب تعلقدار باسط نگر کے قبضہ مین ہے اور اسی علاقہ کے زمینونکی قبرین بھی اسمین موجود ہین اسپر یہ تاریخ کندہ ہے

درچہل ہفت سن جلوس پسند	مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند

ایک مسجد حکیم سید فرزند علیصاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سراے مین ہے ایک مسجد قریب محلہ اللہ پور کے ہے جو لب سڑک باغمین ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خانصاحب اللہ پوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خانصاحب کے مقابر ہین۔ ایک مسجد ناتمام بی بی بیتو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی بیتو نواب دلیر خان کی بہن تھین اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جنکے بیٹے سلیم خان وتیے پوجیانہ خان تھے نواب صاحب موصوف کی ڈیوڑھی مین ایک نیاز نام کے خادم تھے جنھون نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل نیاز باڑی لگائی تھی اور اسمین مسجد و مکان و کنوان وغیرہ بناکر ایک پر فضا چمن سجایا تھا مگر اب وہ مقام امتداد زمانہ کے خراب و خستہ ہوگیا ہی ایک پتھر سال تعمیر کا کندہ کیا ہوا راقم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

از غوث چو یافت این بشارت رضوان	کز فضل گذر کند شفیع دوجہان
از بہر تلاے باغ پائین رسول	آورد نیاز از باغ جنان

۱۱ھ ۱۵

انھین مین ایک خواجہ معقول اور خواجہ اسد اللہ وغیرہ تھے جنھین بعض وکیل اور بعض بڑی ڈیوڑھی کے فوجدار تھے۔
نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبد الحکیم بن شیخ فتح اللہ۔ محمد تقی اور کاشی رام دیوان تھے جو آخر مین ترقی کر کے نیابت کے درجہ کو پہونچگئے تھے عالم چند چودھری قانونگو تھے سیو کرائے۔ پھوپچند۔ حافظ منعم صدیقی کارپرداز تھے دیبی داس عظیم خان ڈیوڑھی مین صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہونچے تھے۔ گھاسی رام نور محمد خان۔ اسلام محمد توشکخانہ کے داروغہ تھے اور موہن سنگہ پسر جے سنگہ اور محمد معروف میان بلال۔ پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جو اونکی طرف سے بعض کاغذات پر مہرین کیا کرتے تھے قاضی سید زمان تھے جنکی مہرین سید زمان اور کمال الدین خان دونوںکے نام بطور سجع کے کندہ ہین۔
نواب کمال الدین خان کی مہرین تین قسم کی تھین ایک مین رستم خانہ زاد عالمگیر پادشاہ دوسری مین کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ تیسری مین کمال الدین خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی کندہ ہے۔
قاضی صاحب کی مہر مین یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔

از شاہ عالم یافت در زمان از راہ صدق
سید خود کمال الدین خان

غالبًا چوتھی مہر بھی تھی جسمین خطابی نام رستم خان عطیۂ شاہی کندہ تھا۔
بڑی ڈیوڑھی کے کارپردازون مین دیوان محمد مبارک بڑے منتظم اور مالدار تھے نواب کمال الدین خان کے عہد مین یہ متصدی تھے اور چودھرایت وغیرہ بھی اسکے متعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ مین نیابت کے

درجہ کو پہونچ گئے تھے اونکی مقدرت کے ثبوت مین اونکا تقسیم نامہ جو اونھون نے سنہ ۱۲۱۱ھ
مین اپنے ہر سہ فرزندان کو اشیا تقسیم کر کے تحریر کیا ہمارے پاس موجود ہے اور اوسپر
قاضی صاحب کی مہر بھی ہے آپکے فرزند محمد دلاور۔ محمد اعظم۔ محمد بہادر تھے اور محمد نصیر محمد اکبر
محمد قایم پوتے تھے۔ اشیا منقسمہ مین تین ہزار دو اشرفی۔ دس ہزار پانسو روپیہ۔ طلائی
و نقرئی ظروف مسی ظروف۔ پارچہ جات ریشمی تیس تھان۔ پارچہ جات سفید بیس عدد
سرہند مقیشی پندرہ عدد۔ پٹکہ گجراتی سترہ عدد۔ دوشالہ پندرہ عدد تھے۔ ان سب کی تقسیم
و تفصیل تقسیم نامہ مین درج ہے۔ زیور و خیمہ و فرش معہ دیگر لوازمات اسکے علاوہ تھے
توشہ خانہ مین اپنی ذات کے لیے تا بہ زندگی سامان علیحدہ محفوظ رکھا تھا۔ دیہات
و باغات اپنے اختیار مین رکھے تھے لیکن انکا کاغذ اپنی بیوی کو حوالہ کر دیا تھا لونڈیان
اور خدمتگار بھی اونھین کے متعلق تھے فہرست دیہات و چکات کی جو محمد مبارک کی
زمینداری کے متعلق تھی یہ ہے۔

بینامہ موضع سارباہن پور و موضع موہن پور
بینامہ موضع جھرا جو نواب دلیر خان کے نام تھا مگر بہو بیگم نے اسکا بخشش آپکے نام لکھدیا تھا
بینامہ موضع سرائے راتک

۲۰ بسوہ ۲۰ بسوہ ۲۰ بسوہ ۲۰ بسوہ

جو بنام خانزادہ جلال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب سردار خان
نے بصلہ کارگذاری اسکا بخشش نامہ بھی انکے نام لکھدیا تھا۔

بینامہ موضع کندرہ پرگنہ سرومن نگر بینامہ موضع عیسے پور متعلقہ سرومن نگر

۲۰ بسوہ ۲۰ بسوہ

بینامہ موضع تریر پور جو بنام نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب صاحب موصوف نے

یہ موضع پیر محمد کو مرحمت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد مذکور نے چھوٹے لال تواری کے ہاتھ فروخت کرڈالا تھا اور وہان سے انکے خاندان مین آیا تھا

بیناما پٹی سرام پور ۲۰ بسوہ	بیناما موضع بھوڑا ۲۰ بسوہ	بخشش نامہ موضع بہداسی دو قطعے ایک بمہر نواب سردار خان و دیگر بمہر نواب شیرانداز خان	
بیناما موضع نگاویران تبھوبا ۲۰ بسوہ	بیناما موضع روپاپور ۲ بسوہ	بیناما موضع جسٹی وامریا ۲ بسوہ	بیناما موضع بسولی وامریا سنہ [illegible]
پروانہ اراضی موضع خانپور بمہر سردار خان و شیرانداز خان سنہ [illegible]	پروانہ چک موضع نگلہتو بمہر نواب کمال الدین خان سنہ [illegible]	پروانہ چک موضع میرپور سردار خان و شیرانداز خان سنہ [illegible]	بخشش نامہ موضع محمودپور گریا بمہر نواب سردار خان شیرانداز خان سنہ [illegible]
پروانہ چک موضع بہداسی بمہر مذکورہ بالا سنہ [illegible]	بیناما موضع دلیلپور گورہ ۱۵	چک دین محمد و میر دلیر خانی و موضع میرپور بمہر نواب شیرانداز خان [illegible] سنہ [illegible]	بیناما چک بلال سنہ [illegible]

ایک رہنامہ موضع گنڈکا مُو سرلسے شیخ صلابن کا منجانب چودھری ہرسہائے جو چین سنگہ کا لڑکا اور چودھری ہمنا تھ ساکن پالی کا پوتا تھا موجود ہے یہ ہردو موضع دیوان مبارک کے قبضہ مین تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد اونکے پوتے نامدار خان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ پر یہ دونون مواضع ۱۵ رجب سنہ ۱۱۶۱ھ کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بیناما تصدیق کرایا

۱ پیر محمد بڑی ڈیوڑھی کے خدام مین تھا اور وہ محمد حسین خا صمیل کا لڑکا تھا قیس بگیا انھی سرلسے رانکسے مین اسکو نواب کمال الدین خان نے ۱۵ رمضان سنہ ۱۱۸۲ھ کو مرحمت کی تھی جسکی معافی اور پیمایش کا حکمنامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب الحکم فتح خان تھر داس گماشتہ نے انکی تعمیل کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین۔

اسکے بعد سنہ ۱۱۰۸ ہجری کو چودھری ہرسہاے نے گنگا بشن کے پاس پندرہ سو
روپیہ پر مواضعات مذکور رہن کیے۔ اسکے بعد سنہ ۱۱۲۴ ہجری کو رام پرشاد ولد گنگا بشن
و شیو کشن وغیرہ جو اس خاندان مین حقدار تھے اور پالی مین رہتے تھے اونھون نے
پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے
تھے وہ دونون موضع رہن کر دیے اور یہ عجب اتفاقی بات ہے کہ کئی جگہ پھر کر وہ
مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے یہان آگئے اسکا کاغذ قاضی ابو الحسن صاحب کی
مہر سے ۲۰ شعبان سنہ ۱۱۴۲ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اسوقت راقم کے پیش نظر ہے
ایک ہبہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بہادر کو تحریر کیا ہے اسمین ۲۰ بسوہ کا
باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور مین واقع تھا ہبہ کیا تھا پیشتر یہ باغ خانزادہ جلال الدین
خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا۔ اسکے علاوہ
ایک موضع مسلم موسومہ بہ علی ہادی پور پرگنہ پالی جو دیوان مذکور کو فتح محمود خان نے
بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پرگنہ پالی کے جو ذاتی زر خرید تھے اور ایک بسوہ
سراے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرضکہ اسقدر حقیت ۲۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۱ھ
مین اس ہبہ نامہ کے ذریعہ سے اور تحریر مین لائی گئی ہے اور اوسپر قاضی فیض اللہ صاحب
کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونون قسم کی
تصدیق تحریر ہے مہر مین محمد مبارک بندہ درگاہ سنہ ۱۱۰۹ھ کندہ ہین۔
اور ایک سند محمد مبارک کیطرف سے محمد بہادر کے نام دوسری حقیت کی تحریر ہوئی ہے
جسمین محمد پور پرگنہ پالی مین بسوہ اور کچھ اراضی قاسم اور قطبی فراش کے مکان کی درج
ہے اسپر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرضکہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائدادین انھون نے نواب دلیرخان کے خاندان سے حاصل کی تھین اور خود زرخرید جائداد بھی بہت کچھ پیدا کی تھی مرد دانشمند کارگذار تھے اکثر موقعون پر اپنی سرکار کو خوش کرکے خلعت وجائدادین حاصل کین۔ دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑخان کے احاطہ مین عالیشان بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نہ اب وہ مواضعات باقی ہین نہ مکانات ہین بہت سے لوگ انکو جانتے بھی نہین انکے خاندان سے مان خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے اب اولاد وحقیت کا کچھ نام ونشان باقی نہین۔

اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کرین کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت بھی تھی یا نہین ایک کاغذ جسمین انکو نواب داود خان نے ایک معافی نامہ مین مخاطب کیا ہے اور دوسرا کاغذ بخشش نامہ ایک موضع کا انکے پوتے کے نام ہے ثبوت کے لیے اسجگہ پر ہم تحریر کیے دیتے ہین اس سے ناظرین کو اندازہ ہوجائیگا کہ انکے خاندان مین یہ جائداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جملہ کاغذات کے نقل کرنے سے بجز طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہین تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات مین محمد مبارک نائب محمد سردارخان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت با اختیار ہونیکے نواب صاحب کیطرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ ۲ـــــہ کی صورتحال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مسماۃ اتمان بعد وفات اپنے شوہر کے جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اوسنے پیرا قوم حایک سے نکاح کرلیا ایک لڑکا تین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی پھوپھی مسماۃ جیونی نے اس امر کا دعوے کیا کہ یہ لڑکا مسمے ٹیکارام میرا بھتیجا ہے اور اسکے باپ سرومن نے

سے مجھے بخشا تھا لہذا وہ مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس مین
دیگئی تھی جب یہ عرضی انکے ملاحظہ سے گذری توچونکہ قاضی بدیع الزمان اسوقت یہان
موجود نہ تھے پالی مین تھے لہذا اُنکے آنے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لڑکا امانتاً
محافظونکو سپرد کیا گیا اونھین ایام مین مرزا محمد قاسم متصدی جاگیرات کے آمد آمد کی خبر
گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام مین مصروف ہوے وہ لڑکا کوئی چرا لیگیا جب
یہ خبر معلوم ہوئی توصورتحال لکھائی گئی بعض کاغذات سے انکے اختیارات کا پتہ چلتا ہے

نقل سند معافی منجانب نواب سردار خانحسین محمد مبارک مخاطب کیے گئے

محمد فرخ سیر ۱۱۲۵ بادشاہ غازی خانہ زاد سردار خان سنہ ۴

شجاعت و عقیدت نشان محمد مبارک بعنایت امیدوار بودہ بدانند
بظہور پیوست کہ چند بیگہ اراضی دروجہ مدد معاش اہلیہ جمال الدین
ولد حسین خانخیل درسواد موضع خانپور عملہ پرگنہ شاہ آباد بموجب پروانہ
خانصاحب مرحوم مقرر است بنابران قلمی میگردد کہ اراضی مذکور بعد ملاحظہ سنہ
بمہر خانصاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول بتصرف اہلیہ مرقوم واگذارند
ومزاحمت نرسانند کہ بفراغ خاطر کشتکار نمودہ بدعاے ترقی دولت اینجانب مواظبت
دارد دریناب تاکید اکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند - بتاریخ دہم رجب المرجب ۲ سنہ
جلوس والا مطابق ۱۱۲۵ ہجری قلمی رفت -

اس معافی کا پروانہ نواب کمال الدین خان بہادر نے ۵ صفر ۱۱۶۲ھ کو تحریر کیا ہے

کر پچیس بیگہ اراضی اہلیہ جمال الدین خان کو جو دختر محمد معروف کی ہے چک بنا کر دینا چاہیے اسی طرح پیر محمد ولد حسین خانصغیل کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی طرف سے ۲۵ رمضان سنہ ۱۱۲۱ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اوسکے حکمنامہ کا حاکم بھی محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بیگہ اراضی پیمایش کر کے چک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب الحکم محمد مبارک نے موضع سرلے رانک مین وہ اراضی گھاسی رام چودھری وقانونگو اور نور محمد وامیر خان جریب کش سے پیمایش کرا کے دی ہے اور اس حکمنامہ مین انکے نام کو **رفعت پناہ امانت دستگاہ** با وقعت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس چک کا دیوان مبارک کے قبضہ مین آجانا کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ موضع بھداسی منجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نبیرہ دیوان محمد مبارک

محمد فرخ سیر ۱۱۲۵ بادشاہ غازی خانہ زاد سردار سنہ احد

متصدیان مہمات حال واستقبال سرکار اینجانب بدانند
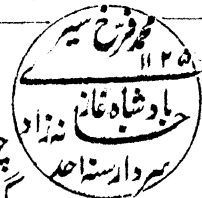
چون موازی بست بسوہ زمینداری موضع بھداسی متعلقہ شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیر آباد صوبہ اخترنگر اودہ زرخرید وموروثی سرکار اینجانب بطوع ورغبت خود بجمیع حدود وحقوق ومرافق ومنافع آن اشجار واثمار وآبار و انہار وحیاض وارتکاب وخاکدان جداول از قلیل وکثیر وما یضاف وینیب الیہا

خارج از مساجد و مقابر و طرق نامہ واوقاف بہ محمد جعفر ولد محمد اعظم ابن محمد مبارک بخشیدم و تملیک بلا عوض نمودم باید کہ بدستور زمینداری موضع مذکور بقبض و تصرف مشار الیہا واگذارند کہ حاصلات آنرا از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود نمودہ بدعاے ترقی عمر و دولت مشغول باشد درینباب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند

شرق ـــــــ غرب ـــــــ جنوب ـــــــ شمال

دھورہ موضع برہانی | حد دھورہ موضع بیہا | حد دھورہ موضع رامان پور زہانی | حد دھورہ منکاپور بیاری

بتاریخ ہفتدہم شہر جمادی الاول سنہ ١١٤٥ھ تحریر یافت۔

نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہو کر بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کے مالک ہوے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ سنہ ١١٢٥ ہجری سے بذریعہ انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا نواب صاحب بادشاہ رس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھین بھی حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیے گئے ہین انسے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش مین اور اخلاقی خوبیون مین اپنے اسلاف کے ہم صفات تھے کثرت سے معافیان انھون نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہین بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین۔ انکی رحلت کا زمانہ سنہ ١١٥٠ھ ہے ٢٥ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھین کے نام بحال ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ انکے نام ملا ہے

وہ آجتک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان

اللہ جہان شاہ بادشاہ غازی
سپہ سالار یار وفادار فدوی
قطب الملک یمین الدولہ
جنگ
سید علیہ خان بہادر ظفر
سنہ احد

رفعت پناہ وزارت و کفایت دستگاہ
پاسم خان محفوظ باشند
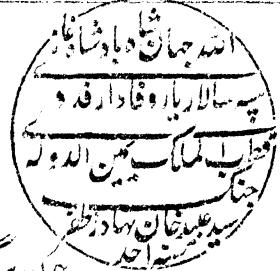
چون پرگنہ شاہ در بست من اعمال سرکار خیرآباد مضافات صوبہ اودھ بجمع مبلغ ہفت لک دام بجاگیر محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم بدستور سابق بحال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذبور در بست بجمعدام مذکور حسب الضمن بجاگیر مومی الیہ بحال دانستہ بزمینداران آنجا قدغن نمایند کہ مالواجب را بعامل مشار الیہ جواب میگفتہ باشند بتاریخ ۲ شعبان سنہ احد قلمی شد

مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم پرگنہ شاہ آباد سرکار خیرآباد صوبہ اودہ کہ بدستور سابق بحال و برقرار است مع لک دام در بست

نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی ڈیوڑھی کے مالک ہوے اور خوب ریاست کا انتظام کیا وضعداری اور لیاقت مین اپنے بزرگون کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیون کی سندین جو انھون نے مستحق اشخاص

کو دی ہین خاکسار کی چشم دیدہ ہین سنہ ۱۱۵۰ھ مطابق سنہ ۲۰ جلوس محمد شاہی مین لیئے ہین
ہوے اور سنہ ۱۱۶۵ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے سنہ ۱۱۶۲ھ
مین انھون نے چودہ ہرایت اپنی جاگیر کی محمد قادرداد کو عنایت کی ہے سنہ ۱۱۵۰ھ سے
سنہ ۱۱۷۲ھ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲
برس انکا بڑی ڈیوڑھی پر با اختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا ہے

نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض
رئیس گذرے ہین۔ خوبصورت انسان تھے بیسیون معافیون کی سندین انکی طرف سے
دی ہوئین دیکھنے مین آئی ہین جنسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب
وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روہیلکھنڈ کو جاتے تو شاہ آباد مین قیام
کیا کرتے تھے اور انسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کیوجہ سے
نواب شجاع الدولہ نے انکی بہن سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی بہن
انکی کوئی نہین تھی اسلیے انکی چچازاد بہن یعنے بنت محمد یار خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ
سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو ماموں کہا کرتے تھے ایکہزار دو سو
روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان کے نام سرکار لکھنو سے مقرر تھے۔ بعض
کاغذات مین جو مہر۔ اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے شاہ
دہلی یا والی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی
نواب فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبد اللہ خان رئیس شاہجہانپور

کی صاحبزادی سے کی تھی ان بیوی کا نام عمدہ جہان عرف محمدی بیگم تھا اور خطاب بہو بیگم تھا انکا دین مہر دو لاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا انکے بطن سے جب کوئی اولاد نہوئی اور چند سال کے بعد کچھ ناموافقت پیش آئی تو انھون نے اپنا دوسرا نکاح مسماۃ عمدہ بیگم بنت نواب قائم علیخان سے جو داؤد خان کی پوتی اور نواب چاند خان رئیس کہیڑہ کی پروتی تھین کرنا چاہا فریق ثانی نے یکدی ہونیسے رضامندی ظاہر کی جب بہو بیگم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اونھون نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی اونکے بھائی مرتضے خان ڈیڑھ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آئے اور بڑی ڈیوڑھی کے پھاٹک اور دیوانخانہ مین اپنا بندوبست کر کے محمد اعزاز خان کو دیوانخانہ مین زبردستی بھلا یا اور کل جائداد کے لکھدینے کی خواہش کی نواب اعزاز خانصاحب نے چارنا چار اپنی جان بچاکر اسوقت تملیک نامہ لکھدیا اسکے بعد نواب اعزاز خان نے نواب بندہ علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کو کہلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی آکر مجکو مجبور کرین اور زبردستی مجھسے کاغذ پر مہر کروالین آپکو برادرانہ غیرت بھی نہین آتی اسپر بندہ علیخان نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڑھی کو بھیجدیا اون آدمیون نے مرتضے خان کے آدمیون کو بڑی ڈیوڑھی سے نکالدیا اور کہا کہ اہل اسلام کے مذہب مین چار عقد تک جائز ہین تم کس سبب سے مانع ہوتے ہو آخر کار مرتضے خان مجبور ہوے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضاء اللہ خان نے سرمست خان دلیر خانی کی وکالت اور فقیر ن میان صاحب اور غلام مصطفے صاحب کی شہادت سے نواب اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور تیس ہزار اشرفی شاہجہانی کا دین مہر قرار پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کر کے مرتضے خان سے اپنی تملیک واپس لینے پر

آمادہ ہوے مرتضیٰ خان یہ سنکر جلدی سے روانہ ہوے اور راجہ بلاس راے کے بھائی راے منسارام کے مکانمین جاکر پناہ گزین ہوے مرتضیٰ خان کی والدہ جو محل مین تھین اونسے اعزاز خان نے جاکر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ شاہجہانپور نہین جاسکتین اسپر راے منسارام درمیان مین آے کہ انکی واپسی دستاویز کا مین ذمہ دار ہوتا ہون آپ اپنی خوشدامن صاحب کو رخصت کردین چنانچہ راے صاحب کے کہنے کے بموجب نواب صاحب نے مرتضیٰ خان کی ماں کو رخصت کردیا اور بدستور قدیم اپنی املاک پر تاحین حیات قابض رہے بہت لوگونکو باغ نصب کرادیے مکانات بنوادیے چک معاف کردیے انکی عالی ہمتی وفیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیس موضع راے موہن لال کو معافی مین دیدیے تھے انکے دم تک آبائی شان وشوکت بھی باقی تھی انکی سرکار مین ہزار بارہ سو آدمی کی ملازم تھے اور پرورش پاتے تھے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو نکاح اور بھی غریب شرفا کی لڑکیون سے کیے جنمین ایک منکوحہ بیوی سے اعزاز خانصاحب کی لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی یہ دونون بیویان اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تھین اور عمدہ بیگم عرف بہو بیگم نے اپنے بھتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہانپور سے لاکر متبنہ کیا تھا نواب اعزاز خان چکات شاہ آباد کی مالگذاری پانسو روپیہ سرکار اودھ کو ادا کرتے تھے دیہات جو انکے زرخرید اور آبائی جاگیر کے متعلق تھے اسکی مالگذاری سے اسکو کچھ بحث نہین۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ ۱۲۱۱ھ ہجری تک کاغذات سے ثابت ہوتاہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہوگیا اور انکی زوجہ اولے یعنے بہو بیگم نے کل جائداد پر قبضہ کرکے اپنے بھیجے کو سب ریاست دینا چاہی

تو او سپر زوجہ اولے اور زوجہ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اجلاس
مین عقدہ پیش ہوا نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونون کو نصف نصف ترکہ
تقسیم کر دیا اور اپنے عاملون کے ذریعہ سے دونون تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی
کرا دیا نواب اعزاز خان کے بعد بڑی ڈیوڑھی مین تنزل شروع ہوا وہ امیرانہ جاہ و حشم
باقی نہین رہا اور اونکی دونون بیگمون سے کوئی اولاد نرینہ بھی نہین پیدا ہوئی صرف
ایک لڑکی تھی جو اہل شاہجہانپور کی روایت ہے کہ نواب محمدی بیگم نے عمدہ بیگم کی
رضامندی سے کہ اونکی وہ پرورش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضے خان
کو بیاہ دی تھی جنسے غلام غوث خان عرف نواب رعداندازخان پیدا ہوے تھے
محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علیخان کی دختر بتلائی جاتی ہین انسے نواب
امیرحسین خان پیدا ہوے تھے۔ نواب محمد خان اور محمدی بیگم کی مہرین اکثر کاغذات
پر کی ہوئین راقم کے پاس موجود ہین محمد خان نے ۲۹ محرم ۱۲۵۵ھ کو درد گردہ
کے مرض مین شاہ آباد مین انتقال کیا نواب محمد خان کی مہر مین ۱۲۱۱ھ کندہ ہین
اور ایک مہر مین انھون نے اپنی ولدیت نواب اعزاز خان کیطرف بوجہ متبنہ ہونیکے
منسوب کی تھی محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی ۱۲۱۱ھ سے کاغذات پر
مہر کرنا شروع کیا تھا محمد اعزاز خان بہادر نواب اعزاز خان کی ایک مہر مین کندہ تھا
او ۱۲۰۷ھ ہجری بھی اوسمین مرقوم ہین ۱۲۰۸ھ مین نواب اعزاز خان نے گھورنشاہ
تکیہ دار کو موضع لگرپالی مین ایک بڑی معافی دی ہے۔ افسوس کہ نواب رعداندازخان
۱۸۵۸ء کے غدر مین بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے
ایک کتاب راقم نے انکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیرحسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو لاولد فوت ہوگئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی مین نہ مواضعات ہین نہ مکانات ہین صرف چند نشانات باقی رہگئے ہین۔ نواب اعزاز خان کی حکومت اور ریاست کی مدت ۲۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلقہ داری ۴۴ برس پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض مہرمین نواب اعزاز خان کی فرزندی کندہ ہے

نواب فتح معمور خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک کی ڈیوڑھی انھین کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہی مورث اعلے ہین فتح معمور خان اپنے نامور باپ کے ساتھ معرکون مین رہے ہین اور بعد اپنے والد کے علیحدہ بھی مہمات شاہی بجالائے ہین انھون نے اپنی ذاتی شجاعت اور موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنمایان کی ہین یہ اسم باسمے فتحمند تھے بیشتر انکا منصب ہشتصدی تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات وسہ ہزار سوار کا ہوا دکن کی مہمات مین انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب سنہ ۲۵ جلوس مطابق سنہ ۱۰۹۳ ہجری مین بیجاپور کی مہم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے بخشی الملک روح اللہ خان اور[1] فتح معمور خان اور شہاب الدین خان اور خاص اپنے جلو کے امراکو تعینات کیا ہے اور انھون نے وہان جاکر ایسی جانبازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا نام روشن کردیا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی

[1] روح اللہ خان بتاخت بیجاپور مرخص گردید شہاب الدین خان وبندہاے جلو فتحمعمور خان ولد دلیر خان باو تعین گردیدند۔ ماثر عالمگیری

مہمات مین مصروف رہتے جب آخری محاصرہ بیجاپور کا شروع ہوا اور اوسکے چند ماہ کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہو کر شاہی ممالک مین شامل ہو گیا تھا یہ معرکہ ماہ رمضان سنہ ۱۰۹۶ھ مین ایسا سخت واقع ہوا کہ فتح معمور خان اور امان اللہ خان فرزند الہ وردی خان شہید ہوے چنانچہ یہ واقعہ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۲۶۲) مین باین عبارت درج ہے در جنگ مورچال بیجاپور فتحمعمور خان پسر دلیر خان و امان اللہ خان پسر الہ وردی خان مردانہ شربت شہادت نوشیدند ماثر الامرا مین بھی دلیر خان کے تذکرہ مین جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اوسمین بھی فتحمعمور خان کا مورچال بیجاپور مین کام آنا تحریر ہے

فتحمعمور خان کی ڈیوڑھی مین بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھرنپور وغیرہ تو دلیر خان نے اپنے زمانہ حیات مین انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم مین بارہ موضع انکے قبضہ مین جداگانہ آے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا تھی۔ زر خرید جائداد بھی بہت تھی۔

فتح معمور خان کے دو صاحبزادہ تھے مرتضے خان و مصطفے خان مرتضے خان انکا پیشتر منصب پانصدی تھا اوسکے بعد سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہونچے اور اپنے باپ کے نام کا خطاب فتح معمور خان حاصل ہوا ان دونون بھائیون نے عالمگیر کے بعد اوسکے دونون شہزادون محمد معظم اور محمد اعظم مین جب تخت کے لیے جنگ ہوئی ہے اوسمین بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ مین اپنی مردانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول مین گھس گئے اور قلب لشکر مین پہونچکر حشر و نشر برپا کیا تھا آخر کار فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اضافہ

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے بڑے بیٹے معزالدین کو جہاندار شاہ اور پسر دوم کو عظیم الشان اور پسر سوم کو رفیع الشان چہارم کو جہان شاہ کے خطابات سے سربلند کیا اسوقت[1] مرتضے خان کو فتح معمور خان اونکے آبائی خطاب سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کسیقدر یہانسے زیادہ صراحت ہم کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کر آئے ہین۔

اسکے بعد جب سلطان معزالدین جہاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ سیر سے سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جہاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعزالدین کو ایک فوج جرار دیکر روانہ کیا اوسوقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضے خان و مصطفے خان کو بھی جنکی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جسوقت فرخ سیر اور شاہزادہ اعزالدین کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تھوڑی سی چپقلش پیش آئی تھی اس دار و گیر مین مصطفے خان نے ایک زخم تیر کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا دستور مستعد رہے مگر شاہزادہ کچھ ایسا خائف ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضے خان

سلہ سلطان محمد معظم بہادر شاہ بعد فتح پسر کلان خود معزالدین را بخطاب جہاندار شاہ و پسر دوم را بشاہ عظیم الشان و پسر سوم را رفیع الشان و چہارم را بجہان شاہ سرفراز فرمودہ و مرتضے خان نبیرہ دلیر خان را بخطاب فتح معمور خان امتیاز بخشید۔ اخبار محبت (۴۲۲)

سلہ معزالدین خبر قریب رسیدن فرخ سیر شنیدہ پسر مہین خود اعزالدین را با فوج جرار بمقابلہ فرستاد در حوالی کوڑہ تلاقی افواج رونمود سلطان فرخ سیر بمقابلہ شہزادہ اعزالدین و محمد مرتضے خان عرف فتح معمور خان و برادرش محمد مصطفے خان ہر دو پسران نواب فتح معمور خان کلان ابن دلیر خان مذکور را بوجہ اعتماد تعیین فرمودند ہر دو برادران کہ در جوانمردی و شجاعت مشہور بودند بمیدان ستیز و زد و خورد بمیان آمدہ و مصطفے خان زخم سہل تیر برداشت ہیچ ملاحظہ نکردہ و شہزادہ اعزالدین بدون تحریک آلات حرب راہ فرار پیش گرفت مرتضے خان عرف فتح معمور خان بفتح و ظفر مراجعت بلشکر خود کرد۔ اخبار محبت (۴۵۱)

کمال دلاوری واطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مرتضیٰ خان کی وفات احمد شاہ کے عہد مین ہوئی یہ نہایت شجاع حضور رس عالی حوصلہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار محبت مین مرتضیٰ خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد مین لکھا ہے غالباً کاتب کی غلطی ہے وہ بجاے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف کتاب سے سہو ہوا ہے کیونکہ احمد شاہ سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین بعد اپنے باپ محمد شاہ کے تخت نشین ہوا ہے اور مرتضیٰ خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو قدیمی معافی کی بحالی کا پروانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین لکھا گیا ہے اوسمین مرتضیٰ خان کے خطابی نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے اگر وہ عہد احمد شاہ مین انتقال کرتے تو قبل سنہ ۱۱۶۱ ہجری کے وہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مرتضیٰ خان کے انتقال کی صورت حال فارسی مین موجود ہے جسپر عمائدین شاہ آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہین اور اونکے دفن ہونیکے وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال مین لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان سنہ ۱۱۴۹ھ کو مرتضیٰ خان نے قصبہ بسولی مین جو سرکار لکھنو کے متعلق تھا قضاے الٰہی سے انتقال کیا چند روز کے بعد اونکی لاش کا تابوت شاہ آباد لایا گیا اور باشندگان وطن جمع ہوے اوسوقت انکی بیوی بادشاہ بیگم بنت امانت اللہ خان نے اپنی ایک خواص مسماۃ چاندنی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو رقم کہ واجب الادا ہے اور عند الطلب اوسکی ادائی لازمی قرار دیگئی ہے لہذا پہلے انکے

ورثا میرا دین مہر ادا کر دین اوسکے بعد اونکی لاش قبر مین دفن کرین جب حاضرین نے انکی بیوی کا یہ پیام سُنا تو ابراہیم خان جو مرتضےٰ خان کے چچازاد بھائی تھے اوٹھے اور اونکے ساتھ فرید خان گلگیانی اور سمندر خان مہمند ہر دو تمندار شاہ آباد کے تھے محلسرا کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ از روے شرع شریف دین تمھارا مرتضےٰ خان عرف فتح معمور خان مرحوم کے ترکہ سے چلب ہے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزندان خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمھارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا ہین حاضر ہین یہ بھی تمھارے لڑکے ہین ہم سب باشندگان شاہ آباد تمھارے دین مہر کے ذمّہ دار ہین اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو اونھین کچھ اطمینان ہوا غرضکہ ایک بڑی خوشامد کے بعد مسماۃ مذکورہ نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضےٰ خان دفن کیے گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہین اور جائداد کا انتظام بھی انھین کی راے سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکون کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہین اس سند پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہر بھی ثبت ہے المختصر محمد شاہ جو ۱۱۳۱ھ ہجری مین تخت نشین ہوا ہے اور اونیس سال آٹھ ماہ سلطنت کر کے ۱۱۶۱ھ ہجری مین رحلت فرما ہوا ہے اوسیکے عہد حکومت مین مرتضےٰ خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

فتح معمور خان خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین

نبیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجہان پور سے فرخ سیر کے لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پانسو آدمی اونکے ہمراہ تھے شاہ آباد آکر بھڑے مسماۃ بادشاہ بیگم کو کسی بہانہ سے بلاکر کٹار اونکے پیٹ پر رکھدی اور چچی سے کہا کہ جب تک زر نقد نہ دوگی تمھاری رہائی نہو گی بعد بڑی قیل وقال کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرفیان نقد دیکر جان بچائی اور زین الدین خان یہ رقم لیکر چلتے ہوے۔

مرتضے خان نے اپنی حیات مین ۲۲ جمادی الثانی ۱۱۳۶ھ ہجری کو ایک تملیک نامہ بھی اپنی ملکیت کا بیٹون کے نام لکھا ہے اور اوسپر مہرین اور دستخط قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور زبردست خان و نواب اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر و نواب بند علیخان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہین اور اسکا مضمون یہ ہے کہ مینے اپنی جائداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایگوان معہ مزرعجات و موضع انکپورہ و موضع کرسیلی و یسین پور و کچورا و ہیبت پور و باغات و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زرخرید و نقد و جنس و اثاث البیت

لہ نواب زین الدین خان با پانصد سوار پیادہ برفاقت سلطان فرخ سیر روانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد رسیدہ در آنجا بخدمت بادشاہ بیگم زوجہ فجمعلو خان ابن امیر عظام دلیر خان کہ در رشتہ چچی زین الدین خان شدہ بنا برملاقات رفتہ و بہ بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود وقتیکہ بیگمصاحبہ موصوفہ تنہا شدند زین الدین خان کٹار را کشیدہ بر شکم چچی خود نہادہ مستعد بکشتن او شدہ و رہائی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد بعد قیل وقال بسیار پنج لک روپیہ و اشرفی ہاے نقد از و گرفتہ رہائی داد و از شاہ آباد نگاہداشت سپاہ جاری نمودہ و روانہ پیشتر شدہ۔ اخبار محبت

محمد روشن خان کے حصہ مین دیا ہے اور باقی کل علاقہ بحصہ مساوی بہرہ مند خان وہدایت خان و خرد مند خان و صالح محمد خان اور والدہ محمد روشن خان کو چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے اور موضع بنیاری قائم وغیرہ اپنے خانہ عیلون کو دیا ہے۔

دوسرا قسمت نامہ ۱۵ محرم سنہ ۱۱۴۱ ہجری کو مرتضے خان عرف تیمور خان نے مکانات کا تحریر کیا ہے جسپر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک ودیبی داس وغیرہ کی مہرین بڑی ہوئی ہین اسمین مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوانخانہ مشرق رویہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دو سہ دری معہ پانچ کوٹھریون کے اور ایک مکان مغرب رویہ جو دیوانخانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیرونی مشرقی جسکی مغربی حد محلہ سے ملی ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے مابقی مکانات دیگر بیٹون کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔

محمد مرتضے خان کے جملہ فرزندان منصبدار شاہی ہوے ہین جنکے منصب او ناموں کی تفصیل یہ ہے۔

محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات **ہدایت خان**۔ **بہرہ مند خان** **خرد مند خان**۔ **صالح محمد خان** ہر چہار فرزند ہزاری ذات اور چار سوار کا منصب رکھتے تھے **تربیت علیخان** ولد محمد روشن خان پانصدی تھے

محمد روشن خان کا اپنے بھائیون مین سربرآوردہ ہونا اس پروانہ سے بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی اودھ وزیر اعظم دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضے خان کے اونکی معافی کا دیا ہے اوس مین **رفعت پناہ شجاعت دستگاہ** بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہے

جس سے ذاتی طور پر ادنکین اپنے بزرگون کی وقعت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے
انکی مہر کا یہ سجع تھا۔

	از محمد مرتضے روشن خدا یار	

اسمین بڑی رعایت یہ پنہان تھی کہ انکے فرزند کا نام خدا یار خان تھا غرضکہ دادا
بیٹے پوتے تینون کا نام شامل ہے۔

	نقل پروانہ	

۱۱۴۲ محمد شاہ
بادشاہ غازی
جنگ صفدر فدوی ۱۱۴۰
ابو المنصور خان بہادر

رفعت و شجاعت دستگاہ یعقوب علیخان محفوظ باشند
رفعت پناہ محمد روشن خان ولد فتحمور خان مرحوم التماس نمود کہ
درباب معافی باغات و بازار و کٹرہ مشار الیہ واقع
شاہ آباد شجاعت دستگاہ نوشتہ شود لہذا نگارش میرود
کہ بدستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعرض نشوند بست و چہارم شہر شعبان
سنہ ۲۲ جلوس والا مطابق سنہ ۱۱۵۲ھ
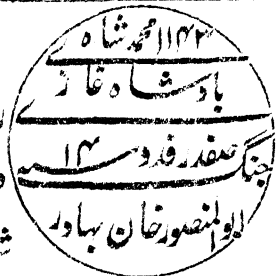
مصطفے خان یہ فتحمور خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے
یہ بھی اپنے بھائی مرتضے خان کے ہمراہ شاہی مہمات مین شریک رہتے ہین
چنانچہ فرزندان اورنگ زیب کی جنگ اور محاربہ فرخ سیری مین موجود تھے جنکا
تذکرہ کمال الدین خان اور مرتضے خان کے حالات مین انکے نام کے ساتھ
اوپر ہم بیان کر چکے ہین یہ شجاعت و وضعداری مین اپنے باپ بھائی کے قدم
بقدم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتون تک باقی رہی اوسکے بعد یہ شاخ لاولد ہوگئی

منقطع ہو گئی مصطفے خانصاحب کا انتقال ۱۲۶۱ھ ہجری مین کاغذات سے ثابت ہے۔

بعد انتقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادون کے ترتیب علیخان

وسعد اللہ خان وخدایار خان زندہ تھے۔ ترتیب علیخان وسعد اللہ خان سے اور بہرہ مند خان وہدایت خان وصلاح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا رہا ہے اور ان چچا بھتیجون کا تنازع دہلی تک گیا ہے اور شاہجہان آباد مین قاضی تاج الدین صاحب نے انکا باہمی فیصلہ کر کے صلحنامہ بھی کرایا تھا مگر یہان آنیکے بعد پھر جھگڑا اوٹھا اور ماہ صفر ۱۲۶۱ھ ہجری کو دارالقضا شاہ آباد مین وہ مقدمہ پہونچا اور وہان قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور بہرہ مند خان ومحمد ہدایت خان وخرد مند خان وصلاح محمد خان ہر چہار بھائیون کا قبضہ مثل تصرف مصطفے خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹرہ پر عملدرآمد بموجب فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور ترتیب علیخان اور سعد اللہ خان کا عملدرآمد مرتضے خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہین تحقیقات کر کے حسب عمل درآمد مصطفے خان ومرتضے خان کے دخل دلا دین۔

یہ خط متعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ خان کا مہر شدہ راقم کی نظر سے گذرا ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نا اتفاقی رہی

چنانچہ ۱۲۵۵ھ ہجری مین یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع ایگوان وغیرہ جودیہات

کہ فتح معمور خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد مین شامل ہونیسے شیر انداز خان کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی مین بڑی ڈیوڑھی والون کے نام تھے اسپر ایک فریق دوسرے فریق سے جھگڑا کرتا تھا چنانچہ مقدمہ دار القضا تک پہونچا اور وہان ۹ رمضان ۱۰۸۵ھ ہجری کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و زبردست خان و پرول خان ممتند ارون کی راے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استمراری لکھدین اور مبلغ ایکہزار دو روپیہ بڑی ڈیوڑھی والونکو جنکی جاگیر مین پرگنہ شاہ آباد ہے ادا کرتے رہین اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھین اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی ڈیوڑھی والون سے پٹہ لکھالین چنانچہ ابتداے فصلخریف ۱۰۸۵ھ سے یہ کاغذات فریقین کیطرف سے لکھکر مرتب ہوگئے بہرہ مند خان ہدایت خان خرد مند خان صالح محمد خان جو فرزندان مرتضے خان رئیس چوک کیطرف سے انکے گماشتہ محمد شہباز نے اور تربیت علیخان و سعد اللہ خان و خدا یار خان کیطرف سے انکے گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھدی کہ ہم چچا بھتیجون کے گماشتے جو مستاجر موضع ایگوان وغیرہ کے ہین اور یہ دیہات خانصاحب شیر انداز خان و محمد یار خان پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق رکھتے ہین لہذا ہم ہر سال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہرین شیر انداز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی پڑی ہوئی ہین موضعات یہ تھے

ایگوان	محمد پور	بسولی	نگلہ سہاگ
بنسی پور	مصری پور	نعمت پور	اونا پور

اور باغات وغیرہ بھی ہین جو مشترکہ علاقہ مین داخل تھے یہ کینہ ہمیشہ دونون فریقین مین برابر قایم رہا اور یہ پرانا خمیازہ اعزاز خان اور شیر زمان خان بن محمد ہدایت خان سے سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین از سر نو اوکھڑا ہے اور لکھنو تک پہونچا نواب اعزاز خان اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اودھ سے نہایت مراسم تھے اسلیے اعزاز خان نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس مین مقدمہ دائر کیا وہان سے دو شتر سوار رسالہ جھاولال کے شاہ آباد آے اور شیر زمان خان کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حسب الطلب لکھنو گئے اور انکے بعد اعزاز خان بھی لکھنو روانہ ہوے جناب عالی یعنے نواب آصف الدولہ سے عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر ہین جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جھاولال کے سپرد کیا کہ وہ فیصل کرین اور مہاراجہ مذکور نے راے بالکرشن راے بالکرام کے ذمہ کیا کہ یہ دونون صاحبان یہ جھگڑا فیصل کرین چند روز تک اسے صاحبان کے اجلاس مین شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خانصاحب کیطرف سے وکیل حاضر ہوتا تھا اور روبکاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچہری نہین جاتے تھے۔ راے بالکرام نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہین آتے ہین لہذا ہمسے یہ فیصلہ نہین ہو سکتا آخر کار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس مین شرعی فیصلہ کے لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوے اور تین چار روز تک مقدمہ پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس مین بھی نہ گئے اور انکی طرف سے غلام محمد صاحب وکیل سوال وجواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزاز خان کے پاس تھے اون کاغذات کی روسے دعوے اپنے جدامجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کر سکے اسلیے مفتی صاحب نے دعوے نامنظور کیا اور نواب اعزاز خان کے وکیلون سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق مین وہ کاغذات کچھ نقصان رسان نہ ہوے اس عرصہ مین نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنو سے کوچ کر کے جنگل کی طرف رُخ کیا اور مہاراجہ جھاؤلال اور دیگر اُمرا بھی اونکے ہمرکاب روانہ ہوے اور یہ معاملہ مذبذب یون ہی پڑا رہا اور اسکے بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سنہ ۱۱۷۱ ہجری مین جب کہ شاہزادہ عالی[1] گوہر دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پہلے مراد آباد و بریلی آئے اور وہان سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلہ نے اپنے علاقہ مین نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ موصوف شاہجہان پور آئے اور یہان نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی وہانسے شاہزادہ بہادر

[1] شاہزادۂ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر و قدرے رفیقان از راہ مراد آباد و بریلی عازم گردید در عرض راہ سعد اللہ خان خلف علی محمد خان روہلہ ضیافت درخور استعداد بعمل آورد و از انجا شاہجہانپور نزول اجلال فرمود نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان حاضر آمد شرف ملازمت حاصل نمودہ بہ خلعت و خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی سرفرازی یافت و بمقام سانڈی نواب صلح محمد خان بحضور رسیدہ بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب دلیر خان مخاطب شد۔ اخبار محبت صفحہ ۳۷۷۔

سانڈی تشریف لے گئے وہان صلح محمد خان ابن مرتضے خان حاضر ہوے اوسوقت شاہزادہ نے محمد صالح خان کو خلعت وخطاب دلیر خان مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کی اولاد مین چوک والون کو وخطاب خاندان شاہی سے دستیاب ہوی اسکے بعد شاہزادہ صاحب لکھنو مین نواب شجاع الدولہ سے نذر لیتے ہوے الہ آباد گیے اور وہان سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوے اور اثناے راہ مین اپنے باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سنکر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی آکر مستقل طور پر دارالسلطنت مین شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کرکے حکمرانی مین مصروف ہوے۔

خاندان فتح معمور خان مین شجاعت اور تیغزنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند کریم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور صلح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف نواب گذرے ہین انکی والدہ زینب بیگم نواب عبداللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر سولت جنگ کی بیٹی تھین جنسے یہ اور انکے بھائی نواب مردان علیخان پیدا ہوے تھے نواب محبت خان کا عقد نواب مہتاب خان شاہجہانپوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب محبت خان اپنے نانہالی وسسرالی رشتہ کیوجہ سے شاہ آباد سے جاکر اکثر شاہجہانپور کے قلعہ مین رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انھین کی تصنیفات سے ہے جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع النظر اور صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابون مین ایسے ذی علم ولایق شخص

فراہم ہوئے ہین بہت سے مستند خاندانی واقعات انھون نے لکھے ہین اور
تاریخی کتابین بھی بہت سی فراہم کی تھین اکثر اپنے بزرگون اور خاندان کے
قابل الذکر لوگون کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ مین ترتیب وار لکھے
ہین اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھون نے
اخبار محبت مین تحریر کیے ہین وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ
راست و بے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہین نواب صاحب
نے جن کتابون کے نام اپنی کتاب مین لکھے ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا
ذخیرہ انکے پیش نظر تھا اور بڑی معلومات کے انسان تھے بعض رسائل
قلمی نایاب روزگار انکے ہاتھ آئے تھے جنکا اب کہین نام و نشان نہین ملتا
مثلاً رسالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات مین معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً
دلیر خان کا لکھایا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے
متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے آہین منقدمہ
ہونا معلوم ہوتے ہین جو انھون نے خود لکھائے ہونگے۔ ماقی کتب مندرجہ
جنسے اخبار محبت مرتب کی ہے یہ ہین۔ اکبرنامہ ابوالفضل۔ تاریخ سلطان ناصرالدین
سبکتگین و سلطان محمود مصنفہ عنصری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ
علاءالدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ مولانا اعزالدین۔ تاریخ افغانیہ بہلول لودہی
و شیر شاہ مصنفہ حسین افغان۔ ظفرنامہ تیمور صاحبقران مصنفہ مولانا شرف الدین یزدی
تیمورنامہ منظوم مصنفہ مولانائے حاجی برادرزادہ مولانائے جامی۔ وقعات
بابری مترجمہ خانخانان عبدالرحیم بزبان فارسی۔ تاریخ اکبری

مُصنّفہ عطا بیگ قزوینی اکبرشاہی مُصنّفہ شیخ الہداد منشی مرتضے خانی طبقات اکبری مُصنّفہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی اکبری۔ اقبالنامہ جہانگیری مصنفہ معتمد خان عرف محمد شریف خان تزک جہانگیری مُصنّفہ جہانگیر بادشاہ تاریخ شاہجہانی مصنفہ محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیر نامہ تاریخ بہادر شاہی مُصنّفہ مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہابھارت و رامائن برس بران سری کشن پوتھی بھاگوت جوگ بشست گل افشان عرف سنگھاسن بتیسی حال راجہ بکرماجیت پدماوت وغیرہ کا حوالہ ہے۔

نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہین محلہ چوک کے مورث اعلی تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوے - چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال بجز دس سال کے مسلسل نہین ملتا اسوجہ سے انکے عہدہ کی تفصیل نہین ملسکی انکے فرزند پردل خان عرف داؤد خان دوہزاری ذات اور دوہزار سوار کے منصبدار تھے پردل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا سجع بھی اونھون نے اپنی مہرمین کندہ کرایا تھا اور وہ یہ ہے

ز لطف حضرتِ فرخ سیر خدیو جہان

خطابِ شوکتِ داؤد یافت پردل خان

انکی ڈیوڑھی مین بھی مثل اپنے بھائی بندون کے داد و دہش کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام اسمعیل شاہ تھا سنہ ۱۱۲۹ ہجری مین ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آجتک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تحریر کیجاتی ہے -

(مہر: ز لطف حضرت فرخ سیر خدیو جہان یافت داؤد پردلخان لقب خطاب شوکت)

متصدیان مہمات حال و استقبال تعلق سرکار بعنایات التفات امیدوار بودہ بدانند چون رسوم وجہ معیشت شاہ اسمعیل ولد شاہ باقی فقیران بموجب سند سابق از تغیر اسم وجہ شاہ محمد فقیر

سالن موضع پر پیرا از روشن و رسم چراغ وغیرہ عرس درگاہ مقدسہ متبرکہ حضرت شاہنشاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سرکار اینجانب من ابتداے تاریخ بست و یکم شہر رمضان ۱۲۹ ھ ہجری مقرر نمودہ شد می باید کہ وجہ مسطورہ سال بسال در تصرف مومی الیہ واگذارند کہ بفراغ خاطر متصرف شدہ وقابض بودہ بدعاء ذکر خیر و عبادت و ریاضت مشغول شدہ باید کہ بوجہے من الوجوہ مزاحمت بحال فقرا مرقوم نرسانند درینباب حسب المرقوم تن قدغن دانستہ بعمل آرند۔ فی التاریخ بست و دویم شہر رمضان سنہ از جلوس والا تحریر یافت

پردل خان کے بیٹے قایم علیخان و بہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ دادا کے نامور اور شجاعت و رئیسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد مین رجب علیخان صاحب بھی معزز و ذی مقدرت شخص گذرے حکام اور برادری مین اونکا لحاظ کیا جاتا تھا عہد نوابی مین شاہ اودھ کیطرف سے جو چکلیدار شاہ آباد آتا تھا اور اوسکے پاس زر مالگذاری کسی کے پاس سے پہونچنے مین تامل ہوتا اور اوسکی جانب سے مالگذار شخص پر تشدد کیا جاتا تو جسکی ضمانت زبانی بھی یہ کر دیتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہین کیا جاتا تھا رئیسانہ فیاضی سے انھون نے اکثر اہل استحقاق کو معافیان دی ہین جنکی سندین راقم کی نظر سے گذری ہین اور بعض سند موجود بھی ہے مگر بوجہ طوالت کے قلم انداز کیجاتی ہے دس بارہ موضع بھی انکے قبضہ مین تھے تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ انکا شاندار مکان و پھاٹک کھدا ہے۔

افسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز اونکے خاندان کے کاغذات نہین

دستیاب ہوئے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔
بعض شناخین انکی اولاد کی صحیح النسب ہین اولاد کے نام شجرۂ دلیرخانی مین دیکھنا چاہیے۔

نواب اسداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دلیرخان کے تھے محلہ نالہ مین انکی ڈیوڑھی تھی امیرانہ اوصاف مین اپنے باپ وبھائیون کے ہمدوش تھے نوروز پور کا علاقہ انکے قبضہ مین تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقرزئی کی دختر انکو منسوب تھین لاولد رہے انکے انتقال کے بعد انکی منکوحہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئین اور انھون نے اپنے حین حیات کل املاک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علیخان کے نام تحریر کردی اوراوسپر عمائدین شہر کی مہرین کرادین سہاگ پور علاقہ نوروز پور۔ روشن بازار وبڑا باغ اور ایک حویلی جو کمال الدین خان کے محلسرا کیطرف بڑی ڈیوڑھی مین تھی غرضکہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوسمین شامل کردین اور یہ تملیک نامہ ۲۶-جمادی الاول ۱۱۳۰ھ ہجری مین تحریر ہوا ہے۔ محمد علیخان جو قطب خان کے فرزند تھے انکے ورثا مین آخری شخص افضل خان تارین ہین جو لاولد تھے جس پر اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

نقل تملیک نامہ الخانہ اللہ دیے خان بنام محمد علیخان

بمہر قاضی فیض اللہ وقاضی نادرالزمان وقاضی ناصرالزمان ومولا ہیرخانزادہ

سعادت خان ولد دلدار خان و محمد روشن خان و فتح محمد خان و خرد مند خان بن فتح محمد خان
مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان
و عالم خان و قاسم خان و ہادی داد خان و حامد خان فرزندان نعمت خان مرحوم
و بمہر خواجہ جواہر و بمہر سید امید و بمہر سید فتح محمد و دیگر متمنداران شاہ آباد
از قرار بتاریخ بست و ششم شہر جمادی الاول ۱۲۳۷ھ
آنکہ اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مسماۃ فاضلہ خانم بنت نعمت خان
ولد یوسف خان قوم افغان باقرزئی زوجۂ خانزادہ اللہ دیے خان ولد نواب
دلیر خان مرحوم ساکن قصبۂ شاہ آباد سرکار خیر آباد مضاف صوبۂ اختر نگر اودھ
فی الحال بصحت اقرارہا شرعاً براین جملہ کہ چون سابق موازی بست بسوہ
زمینداری دروبست موضع جٹ پورہ ساحت عملہ پرگنہ پالی سرکار و صوبہ مسطورہ
و دو قطعہ باغ نو دہا و باغ متصل مھینڈہ تالاب سواد قصبہ شاہ آباد مذکور
کہ موسوم بہ باغ چوبے پران ناتھ است و یک منزل حویلی تعمیر پختہ
واقع قصبہ شاہ آباد مذکور کہ مشہور بکوٹھ بران چوبے است بمسمے محمد علیخان ولد
قطب خان ترین کہ ابن الاخت اعیانہ است تملیک بلاعیوض کردہ دادم حالا موازی
چہل بسوہ دروبست موضع نوروز پور و موضع سہاگ پور عملہ پرگنہ پالی مذکورہ و
یک محلہ روشن بازار عرف بروا بازار و یک منزل حویلی تعمیر پختہ داخل اندرون
قلعہ واقع شاہ آباد و یک قطعہ باغ کلان معہ تالاب واقعہ سواد قصبہ شاہ آباد
مرقوم کہ منجملہ عیوض زر مہر خود از ترکہ خانزادہ اللہ دیے خان مرحوم کہ زوج
من بود در قبض و تصرف مالکانہ خود تا زمان این تملیک بلاعیوض میداشتم

بدین حدود اربعہ معروفہ مذکور کما فصلت۔

بسوہ یا موضع نوروز پور ۴۰ بسوہ

نوروز پور مسطور الملتمن بست بسوہ در بست۔ سوہاگ پور مسطور الملتمن بست بسوہ در بست

محلہ روشن بازار عرف بروا بازار مع اربعہ حدود معروضہ و مطابق مقبوضہ قدیم

معہ اراضی آن و یک محلہ باغ کلان معہ تالاب و زمین و اشجار واقع شاہ آباد مذکور۔

حد شرقی	حد غربی	حد جنوبی	حد شمالی
پٹی محمد حیات حویلی تعمیر داخل اندرون قلعہ واقع شاہ آباد حد جنوبی کوٹھ خاص اندرون دروازہ	حد باغیچہ علاؤل جنگیل و محاذی بکقطعہ مذکور بدین حدود اربعہ یک منزل حویلی محلسرائے نواب دلیر خان مرحوم حد شمالی شارع عام	محلہ خضر خان و لالازک و سماۃ زلیخہ زیل حد شرقی دروازہ محلسرائے کمال الدین خان مرحوم	تالاب و غیرہ و باغ نواب کمال الدین خان مرحوم حد جنوبی صحن محلسرائے نواب دلیر خان مرحوم

بجمیع حدود و حقوق و مرافق و منافع ان اشجار و اثمار و آبار و خاص و اثکان وخاکدان و عملہ حویلی مذکور معہ عملہ داخل و لکل قلیل و کثیر و بہا فیہا و ما یضاف و بسبب الیہا خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقاف مسمی محمد علیخان ولد قطب خان مرقوم الصدر از تملیک بلا عیوض کردہ دادیم کہ کہ قابض و متصرف باشد چنانچہ عقد تملیک بلا عیوض در میان مملکہ و مملک لہ مرقومین واقع شد و تملیک لہ مذکورہ مملک را در قبض و تصرف

مملکہ برآوردہ در قبض وتصرف خود آورد تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً پس نماند
بعد از عقد تملیک بلاعیوض مملکہ مذکورہ را ومن مقدم مقامہما در ملک مرقوم حقیت
ودعوے ودستخط تملیک بلاعیوض باقرار مسمّاۃ مذکور بتصدیق گواہی اشرف خان
وقطب خان برادران علاتی مسمّاۃ مذکورہ و مستحسن عالم خان وقائم خان
وہادی داد خان وخانزادان برادران علاتی مسمّاۃ مرقوم نوشتہ شد
وکان ذلک تحریر مرقوم الصدر شد
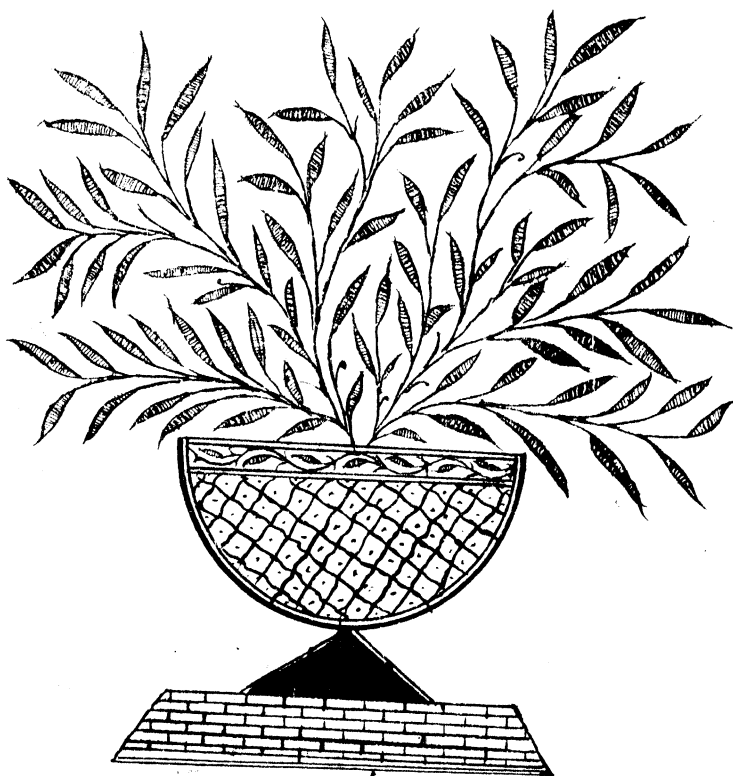
نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے بھی مورث اعلے تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہین جب دس برس کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آجتک موجود ہے اس سے امارت کے آثار پائے جاتے ہین۔

انہار البحرین مین ہے کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان تھے اور انکے پسر بند علیخان تھے یہ دونون باپ بیٹے نہایت زوردار اور رعب دار گذرے ہین شاہ آباد مین کسیکی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون وچرا کر سکتا بند علیخان کے صاحبزادہ احمد علیخان تھے جو ایسے شہ زور ہوے کہ شیر کے پنجے پھیر دیے اور اوسکی کلائیان بیکار کر دی تھین اسکا یہ قصہ مشہور ہے کہ نواب احمد علیخان کو راجہ مظفر علیخان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھین یہ نانپارہ گئے ہوے تھے وہان خیمہ مین ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل کی طرف نکلے شیر کا سامنا ہو گیا اوسنے حملہ کیا انھون نے اسکی دونون کلائیان تھام لین آخر کار دونون شیرون کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوے مگر وہ جنگلی شیر انپر نہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہین کہ اوسکے اور انکے فیمابین ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر انپر حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے دوسری طرف تھے اوسنے کلائیان بڑھا کر انکو دبوچنا چاہا مگر انھون نے اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوڑے جب یہ اُسکا جھگڑا ختم کر چکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔
جلد مین جو خراش اوسکے پنجون سے آگیا تھا وہ لونڈی سے صاف کرایا اور خود کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی۔
اونکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے تھے انکی ہیبت لوگون کے دلون مین بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے کہ راجہ ہلاس راے کے یہان لکھنو مین نواب احمد علیخان بیٹھے ہوے تھے اس اثنا مین شاہ اودہ کے کوئی عزیز آے انھون نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھون نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا زعم اونکو والی ملک کے عزیز ہونیکا پندار اشتعال بڑھا احمد علیخان نے اوٹھکر سر مجلس تپانچہ مارا حاضرین جلسہ نے رفعہ شر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانون تک پہونچا مگر راجہ ہلاس راے نے دفعہ فساد کرادیا۔
اپنے بھائی بندون مین بجز دو تین صاحبون کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہین لیا کرتے تھے۔
بعض لوگ انکے طرز عمل مین جابرانہ رنگ بھی بتلاتے ہین مگر اسکے ساتھ انکی یہ خوبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زبردست انکے سامنے کسی کمزور پر زیادتی نہین کر سکتا تھا ہمیشہ زیردست کے شریک ہو کر اوس موذی کی مزاج پرسی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ غلام علیخان مرحوم ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علیخان کہ وہ بھی ہمنام نواب احمد علیخان اور شجاعت وبہادری مین نہایت مشہور شخص تھے جب اونکے لڑکپن مین

اونکے والد عبداللہ خان جو زور و قوت مین پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک
قادر داد خان نے حقیت کے جھگڑے پر اونکو دبانا چاہا وہ تنہا تھے کوئی
بھائی دوسرا اونکا نہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور انسے
سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سُنکر ہاتھی پر سوار ہوئے اور محلہ
سلیمانی کو آئے یہان ملک لوگون کو بُلوایا اور کہا کہ اگر تمنے اس لڑکے کو جو ہمارے
دوست ملک اکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمھارے حق مین بہتر نہو گا
ہم اوسکے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوئے کسکی جرأت ہوسکتی ہے
کہ اسے مجبور کرسکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگون کو لڑائی کی ہمت نہ پڑی
نواب احمد علیخان نے اپنی حیات مین اپنے پس ماندگان کے نام ہبہ نامہ لکھکر
ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کر دیا تھا اور یہ ہبہ نامہ ماہ ذیقعدہ
سنہ ۱۲۳۲ ہجری مین تحریر کیا ہے اوسپر مہرین رجب علیخان و امانی خان سید غلام
مصطفےٰ وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین۔ ایک ہزار دو سو روپیہ نقدا ور ما ۲۶۶ بگہ
اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور ما ۱۴۷ بگہ
اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوہاگ پور و ٹمرکی وغیرہ سے اور حقوق
زمینداری بازار سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی
اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ما ۲۰۰ نقد اور خرد محل
یعنے مادر دوست علیخان کو دو سو روپیہ نقد اور ۶۹ بگہ اراضی بجنسہٖ اور
اپنی دختر والدہ جیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھاوج زوجہ
لطف علیخان کو ما ۱۳۶ بگہ اراضی سیر کی دیہات تعلقہ باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔

نواب احمد علیخان کے انتقال کے بعد اونکی رانی صاحبہ کا انتقال ہو لیے چونکہ وہ لاولد تھین اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آے اور اونکے اشیاء مقبوضہ کا حساب لگاکر فرد بنائی کہ جب تک سرکار اودھ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقفل و محفوظ رکھا رہے۔

اور یہ فہرست اسباب کوٹھ جات رانی صاحبہ کی ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۔۔ھ کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ مین تحریر کی گئی ہے اور ملا زمان سرکاری سے مرزا محمد مہدی صاحب تحصیلدار اور ہر پرشاد صاحب پیشکار دیہی سہلے متصدی چیت رام گماشتہ اخبار دیبی سنگھ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک دالان مین ۶۵ عدد اور دوسرے کوٹھ مین ایکسو ..س عدد سامان کے نکلے جس مین پارچہ جات اور ظروف و کتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست پر قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب و حکیم عیوض رائے بیجناتھ دستہ دار پلٹن دگلہ پوش کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔

اسکے بعد نواب دوست علیخان نے تعلقہ داری باسط نگر کی حاصل کرنیکی کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جو انکی سوتیلی بہن تھین انھون نے اور اُنکے لڑکون نے دعوے کیا بڑا جھگڑا ہوا دوست علیخان نے جو درخواست سرکار اودہ مین گذرانی تھی اسکے پیروکار و سفارشی فقیر محمد خانصاحب رسالہ دار

ملیح آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اسلیے دوسرے حقداروں کے مقابلہ
مین انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسط نگر قرار پاے انکی درخواست
پر جو حکم شاہ اودہ کی روبکاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے نقل
حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کر کے ترجمہ اسکا یہان پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کو معلوم ہو کہ تمھاری عرضداشت
۱۹ ذیقعدہ سنہ جلوس معلے کو نظر اقدس سے گذری اوسمین تمنے خاندانی
قدامت اور شاہان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسط نگر کی جاگیرداری
کا جس مین ۵۴ موضع احمد علیخان متوفی کے قبضہ مین ہونا اور
پانچہزار روپیہ نانکاری کے مجرا ہونے کے بعد زر سرکاری کا ادا کرنا اور اب بسبب

نقل فرمان والاشان و بمہر شاہی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس معلے۔ صاد خاص حضور والا
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نوزدہم
ماہ ذیقعدہ متضمن حال قدامت و سرفرازی بخدمات سترگ آبا و اجداد در حضرات سلاطین پیشین
انار اللہ برہانہم و جاگیرداری و تقرر جاگیر پرگنہ شاہ آباد و متعلق بودن پرگنہ باسط نگر چہل و پنج
دیہات بقبضہ احمد علیخان متوفی معہ قصبہ شاہ آباد و زر واجب الاداے سرکاری ادا نمودہ ماندن بعد
مجرائی پنجہزار روپیہ نانکار و سقیم الاحوالی خود بسبب نبودن حلاوت از سنگینی جمع مشخصہ
و اجازت ملازمی مردم یک ہزار سوار و پیادہ و چہار ضرب توپ و اجازت عطاے تنخواہ
ملازمان از خزانہ عامرہ و خواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس والے گذشت
و انشاء اللہ العزیز عنقریب بعد فتح یابی کامل کہ بنا بر انتظام ملکی افواج ظفر
امواج روانہ آن طرف خواہد گشت و بندوبست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجایش نہ باقی رہنا اور چار ضرب توپ و ایک ہزار سوار و پیادون
کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہین امور مندرجہ معلوم
ہوے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوسطرف جائیگی
وہ بندوبست تمھارے طرف کا بھی بخوبی کردیگی تمکو بالفعل استنے سوار کہ رعایا
کی حفاظت اور کاشتکاری وغیرہ کی ضرورت پوری کرسکین ملازم رکھنا کچھ
مضائقہ نہین تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ
جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ مین ادا ے مالگذاری و تنخواہ ملازمین
کے بعد کل جمع خرچ ہمارے حضور مین بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان رکھو
اس خیر خواہی کیصورت مین منصب موروثی و خدمات خاص تمکو پیشگاہ سلطانی
سے عنایت کیے جائینگے اور ہر طرح سے مورد الطاف خسروانہ رہو گے۔
زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کوشش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار
باسط نگر کے ہوے اور اپنی لیاقت و مکرمت رئیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو

ولیکن فی الحال بنا برحفاظت نفوس و خلق اللہ و اجراے کشتکار و افزونی زراعت و آبادی رعیت
بقدر ضرورت ملازم داشتن سوار و برات تنخواہ آنہا از آمدنی ہمان محال مضائقہ ندارد تا دراعانت
آنہا چشمہ تحصیل جاری گردد و وقت وصول محاصل بعد اداے تنخواہ ملازمان و عین المال
سرکار دولتمدار معہ حساب جمع خرچ ابلاغ حضور پرنور باید ساخت و اطمینان کلی باید داشت کہ در
صورت ظہور اینگونہ خیر اندیشی با سرفرازی خاص بخدمت و منصب موروثی از پیشگاہ والا
خواہد شد و ہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہد گشت زیادہ تفضلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم وصلوۃ اور خوش
آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرایض کی
حمیت بھی مزاج مین تھی عشرہ محرم مین امام عالیمقام کی فاتحہ وغیرہ بھی نہایت
خلوص وشان وشوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے
اسلیے فقرا اور علما کی خاطر وعزت بھی تہ دلسے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین
میا نصاحب جنکا تلہر مین مزار ہے اور وہ بزرگ عارف باللہ تھے انکی ہرسال
اپنے مکانپر دعوت کرتے نذر دیا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد
انکے خلیفہ سید شمشیر علی صاحب سے بھی وہ ہی برتاؤ رکھا اسیطرح پیرزادگان
بلگرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن وسلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورتحال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے
کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گڈھی نے ایک نالش انکے نام سرکار لکھنو مین اس
امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنو
سے انکے نام سمن اول جاری ہوئی نواب صاحب نے یہان اس مضمون کی
صورت حال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علیخان خانزادہ رئیس
شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثا سے خرید کیا تھا اور
وہ پینتیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے مجھپر اتہام لگاکر
ور دولت پر استغاثہ کیا ہے مینے اس باغ کو ذاتی سمجھکر کٹوایا ہے کاغذ اس
باغ کا بھی تھا لیکن جسطرح کہ دیگر کاغذات رہنامے بیعنامے فرامین شاہی
جو رانی صاحبہ کے قبضہ مین تھے اور انکا انتقال ہوگیا مین اس زمانہ مین لکھنو گیا تھا

جیون خان و حسن علیخان اونکے نواسون نے چالاکی سے اوڑا لیے اور وہ کاغذات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جملہ صاحبان اس واقعہ کو تصدیق کرکے دستخط کر دین تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ روبکاری حضور مین ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا یہ سجع مہر مین کندہ کرایا تھا جسمین سنہ ۱۲۴۲ ہجری کندہ تھے بطفیل احمد است دوست علی نواب دوست علیخان کے فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسط نگر تھے انکی اولاد نرینہ کوئی نتھی ایک دختر مسماۃ لطیف النسا بیگم تھین جو ولیعہد ریاست قرار پائی تھین پہلے انکا عقد نواب اصغر حسین خان باون ہزاری رئیس فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن اس سے نااتفاقی پیش آئی اسلیے اونھون نے اپنا عقد ثانی شاہزادہ کیوان[۱] شاہ ثریا جاہ دہلی سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان و شوکت سے شاہ آباد تشریف لائے

[۱] شاہزادہ مرزا ثریا جاہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت متین و قابل تھے۔ ذاتی اعزاز کے علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا سنہ ۱۸۵۳ء مین پیدا ہوے اور سنہ ۱۸۹۰ء مین دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گورنمنٹ نے عدالت دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنے کیا تھا شہر دہلی کے آپ آنریری مجسٹریٹ اور مینونسپل کمشنر اور جامع مسجد اور مسجد فتحپوری اور مدارس عربیہ کی منتظم کمیٹیون کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار نوسے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی وثیقہ مین پہونچی تھی سنہ ۱۸۹۹ء مین جناب موصوف نے شاہزادون کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد جیب خاص سے کرتے رہے اور درسگاہ کے لیے ایک مکان بھی بلاکرایہ مرحمت فرمایا۔ ایک لاکھ پچپن شہزادہ

مگر نواب امانت فاطمہ بیگم مادر لطیف النسا بیگم اور شاہزادہ صاحب سے

بقیہ صفحہ ماقبل جو نواب کلب علیخان بہادر فرمانروا ے رام پور نے جامع مسجد دہلی کی مرمت
کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کمیٹی منتظمہ کے صدر نشین ہونیکی وجہ سے آپ ہی کے زیر اہتمام
صرف ہوا گورنمنٹ عالیہ نے سنہ ۱۸۹۱ء مین آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس
عورتون اور پانچ مردون اور پھر سنہ ۱۸۹۷ء مین باسٹھ عورات اور چالیس اشخاص کی پنشن
پرورش کے لیے مقرر کردی۔ صاحب عالم شاہزادہ ثریا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی
شاہزادہ مرزا ہدایت افزا عرف مرزا الٰہی بخش بہادر تھا جنکی دادی نواب عمدۃ الزمانی النسا
بیگم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھین شاہزادہ صاحب موصوف کی پھوپھی فتح الملک
مرزا فخرو ولیعہد کو بیاہی تھین شاہی محل مین آپ کے والد ماجد کا بڑا اثر تھا کیونکہ زینت محل
یعنے سراج الدین ابو ظفر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیگم آپ پر نہایت مہربان تھین ایام غدر
مین مرزا الٰہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خیر خواہی ظہور مین آئی جسکے صلہ مین یکم مئی سنہ ۱۸۵۸ء
کو گورنمنٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ نسلاً بعد نسل پنشن
عطا فرمائی اور سنہ ۱۸۶۰ء کو گورنمنٹ نے پانچہزار روپیہ سالانہ کی دوامی پنشن اس معاوضہ مین
جو ضلع رہتک کے مواضعات سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عنایت
کی اور سنہ ۱۸۹۶ء کو اضلاع دہلی و میرٹھ مین دو ہزار دو سو چھبیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند
مواضعات مرحمت فرمائے۔ اور ایام غدر مین جو اسباب تلف ہو گیا تھا اسکی تلافی مین
ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو چھتر روپیہ نقد گورنمنٹ نے عطا فرمائے اور سنہ ۱۸۶۰ء مین پنتیس ہزار
روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسمین سے نصف رقم معاف کردی اور جب
سنہ ۱۸۷۷ء مین ملکہ معظمہ نے قیصر ہند خطاب اختیار کرنے کا دربار دہلی مین کیا تو اسوقت

موافقت نہین ہوئی شاہزادہ صاحب بڑی ڈیوڑھی مین جا کر مقیم ہوے کچھ

بقیہ صفحہ ماقبل دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ماہوار کا انکے لیے اضافہ کیا جب مرزا احسنات
سنہ ۱۸ء مین رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ
اونکے قائم مقام ہوے اور وہ بارہ برس جانشین رہ کر سنہ ۱۹۱۸ء کو انتقال کر گئے
جسکے بعد آپ بااختیار و اکبر خاندان ہوے - شاہزادہ ثریا جاہ بہادر نے کئی شادیان
کین پہلا عقد ہزہائنس نواب محمد علیخان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا
عقد اپنے حقیقی ماموں مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے
پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیفت النسا بیگم ولیعہد تعلقہ باسط نگر بنت نواب
امانت فاطمہ بیگم تعلقہ دار و رئیسہ شاہ آباد سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب
شاہ آباد تشریف لاے اور آپ کے اوصاف درج کرنے کا تاریخ شاہ آباد مین موقع ملا
بعد عقد جس زمانہ مین کہ شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لاے ہین آپکی شان و شوکت اور
خوشروئی و لیاقت کی بڑی دہوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عہد و ضع
کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سن کا ہے - آپکی اولاد مین ایک فرزند مرزا جوان بخت
تھے جو ۱۸ برس کی عمر مین ۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کو بزمانہ تاجپوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جارج پنجم رحلت کر گئے
اب دو شاہزادیان یعنے نواب ملکہ جہان بیگم اور نواب بادشاہ جہان بیگم آپکی اولاد مین موجود او
کل املاک کی وارث ہین اور یہ تین اولادین آپکی ان بیگمصاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی
دختر ہین پیدا ہوئین اور یہی بیگمصاحبہ حسب منشاء گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئین بیگمصاحبہ
ٹونک بھی زندہ اور گذارا پاتی ہین مگر لاولد ہین افسوس کہ کئی سال ہوے شاہزادہ صاحب
نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تا ادائے قرضہ انتظام کورٹ کا فرما دیا ہے -

عرصہ تک اونکا یہان قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک انکے
ملازم اور سامان جو بکثرت ہر قسم کا تھا یہین رہا اور پھر دہلی واپس گیا اوسکے بعد
نواب لطیف النسا بیگم کا جوانمرگ انتقال ہوگیا انکے انتقال کے بعد نواب دلیرخان
کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد
اپنے شوہر نواب حسن علیخان کے تعلقہ باسط نگر کی سربراہ کار اور لطیف النسا بیگم
کی ولیہ قرار پائی تھین تعلقہ کی مالک و منتظم رہین بیگمصاحبہ موضع مگرینہ کی جس کا کہ
خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھین انھون نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا
اور انھین کو علاقہ بھی دیا سنہ ۱۹۰۳ء مین بیگمصاحبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب انکے
بعد نواب محمد عبد الکریم خانصاحب تعلقہ دار باسط نگر مالک علاقہ ہوے
ہین نواب صاحب موصوف فی نفسہ با مروت مستقل مزاج رئیس ہین راقم کے
کہنے سے کئی تصویرین اس تاریخ کے متعلق آپنے فراہم کردین۔

صوبۂ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا اور شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی حتے کہ اوسکے حدود نہایت وسیع ہو گئے۔ اس پُرانے قصبہ کی وسعت کافی نہوسکی اور چھبیس موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اوسکی آبادی مین شامل ہو گئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے ساتھ شاہ آباد مین بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیٹیر ضلع ہردوئی مین مسٹر اچ ارینول صاحب لکھتے ہین کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہگئی تھی۔ سنہ۱۸۰۰ء مین ٹی فن ٹہلر صاحب یہان آئے تھے اونھون نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھاہے اور اوسکی ویرانی کا زمانہ شروع سنہ۱۷۹۹ء سے تحریر کیاہے اور اسکے بعد بہت جلدی کے ساتھ اسکی ویرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹینٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور بشپ ہیبر نے سنہ۱۸۲۴ء مین اسکے متعلق یہ بیان کیاہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رس اور یہان کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ اودہ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات مین شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب اونکا انتقال ہوگیا اور اس صوبہ کی حکومت اونکی افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضعات کا مستقل علاقہ اپنے خاندان مین چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اودھ بھی اونکے ملکیت مین آگیا اسکے بعد شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمانروائی برائے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آگیا جب برہان الملک کا انتقال ہوگیا تو انکے بعد انکے بھانجے مرزا مقیم عرف نواب منصور علیخان صفدر جنگ صوبہ اودھ کے صوبہ دار ہوے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے عہد مین دہلی کے وزیر اعظم بھی ہوگئے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیار اونکو ملکی و مالی حاصل تھے اور اونکی حکومت زیادہ مضبوط ہوگئی وزیر الممالک کا غلبہ اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان اسباب کے پیدا ہوجانیسے نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقے دلیر خانی انکی اولاد کے قبضہ سے نکلکر صوبہ اودہ مین شامل ہوگئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرگنے جنکا تعلق اودھ سے تھا اور وہ انسے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے ٹھیکہ مین لیے تھے مگر اسکے ساتھ زر ٹھیکہ برابر حسب اقرار ادا کرتے تھے کیونکہ جب تک

خاندان دلیر خان بھی حضور رس اور صاحب قدرت تھا زبردستی اسکے
علاقہ کا چھین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک
کی کوئی بدمعالگی سننے مین نہ آئی جب صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور وزیر
اعظم دہلی کے ہوے اور مرتضے خان عرف نواب قمر خان جو زوردار اور اولو العزم
شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند پرگنہ دلیر خانی جو نواب
سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ مین لیے تھے قرق کر کے ضبط کیے
اور زر اجارہ نہ دیا اور ملک اودہ مین شامل کر لئے مگر جاگیر محال وطن اور معافی
انعام التمغا جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بحال و برقرار رہی۔
یہ سب شرح کتاب اخبار محبت مین درج ہے چند سطرین اس حال کے
متعلق اسکی درج کیجاتی ہین۔

اکثر پرگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آنہا
اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میرسانید
در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضے خان کہ عالی حوصلہ
بود وفات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان
زر تعہد نرسانیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن
جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

سنہ ۱۲۲۳ فصلی سے سنہ ۱۲۴۵ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار
مین داخل ہوگیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران
فتح معمور خان کے باہمی اقرارنامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والون کیطرف سے
محمد معقول کریم بخش فوجدار و امین اور گلاب رام دیوان نے یہ تحریر لکھی ہے
کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہوجانے سے حسب الحکم نواب سردار خان
فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھکر سرکار اودھ مین داخل کی ہے [illegible]
کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ
اظہار کیا تھا کہ ان تعلقو مین فتح معمور خان کا بھی تعلقہ ہے اسلیے خانصاحب
مرحوم کے فرزندون سے بھی دستخط و مہرین کرالینا چاہیے۔
بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیون نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ
سے کہا کہ قبولیت پر پسران فتح معمور خان بھی اپنے دستخط کردین اور جب
اسکے متعلق محمد روشن خان و بہرہ مند خان و ہدایت خان و ہنرمند خان سے
کہا گیا تو اونھون نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے
یہ کچھ انتظام نہین ہوسکتا اس بات سے بڑی ڈیوڑھی والون کو اندیشہ یہ پیدا ہوا
کہ ہمسے سرکار برہان الملک سے بے لطفی و برہمی نہ ہوجائے اس وجہ سے
بڑی ڈیوڑھی کے اہلکارون نے چوک والون کے کارندون سے اقرار لیکر
اس امر کی دستاویز کرالی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جو چوک والون کے
تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک مین پہونچاتے رہینگے اور ہم
زر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہینگے یہ تحریر ماہ صفر سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق

سنہ جلوس مین تحریر ہوئی ہے۔
بڑی ڈیوڑھی اور چوک والون سے اکثر معاملات رہتے ہین چنانچہ ۱۲۳۳ سنہ الہجری
مین مصطفے خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان سنے اپنی
خواہش کی تھی کہ موضع بھاپور آپ کا زرخرید ہے اوسکے چارطرف ہمارے دیہات
ہین لہذا اوسکی قیمت لیکر وہ موضع ہمکو دیدیجیے چنانچہ اونھون نے حسب خواہش
نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیعنامہ لکھدیا اور انکار نہین کیا اس بیعنامہ
پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی مہرثبت ہوئی ہے
واجب العرض سرکاری مین ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ
تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اوسکے بعد جائداد مین روز بروز زوال
ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شجاع الدولہ و نواب
آصف الدولہ جب شاہ آباد ہوکر صوبہ کٹھر کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے
نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علیخان صوبۂ اودھ پر
حکمران ہوے تو اونھون نے جزرسی سے تمام معافیان ضبط کرلین اور اپنی عادت
کے بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اسوجہ سے سعادت علیخان کو
لوگ غارت علیخان کہنے لگے تھے بڑی ڈیوڑھی اور چوک اور کیھرہ کی جائداد
کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہوگیا جب نوابی کا عہد
جاتا رہا اور انگریزی عملداری ہوئی تو جز جائداد ہر ایک خاندان مین باقی تھی
وہ بھی برباد ہوگئی۔
اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

چالیس پچاس مواضعات کا باقی ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائداد نہین ہی ہر
انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۶۲) ایکڑ موضع چیڑیا اور
موضع پیرپا مین پسران نواب رعد انداز خان اور مسماۃ افضل النسا بیگم اور امیر حسین
خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۹ا دسمبر سنہ ۱۸۶۱ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ

بنام نواب امیر حسین خان وغیرہ

مہر: دربار کمشنر بہادر چیف ملک اودھ
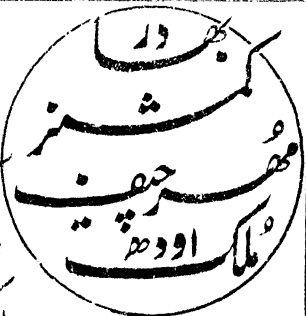
ازانجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا
کہ افضل النسا بیگم اور امیر حسین خان عہد
شاہی سے اکتیس (۳۱) ایکڑ اراضی موضع چیڑیا اور
اکتیس ایکڑ موضع پیرپا اور تین سو چالیس ایکڑ
چکات شاہ آباد ضلع ہردوئی پر قابض رہے ہین۔
جناب چیف کمشنر بہادر حسب منظوری بندگان نواب مستطاب معلے
القاب نائب سلطنت ویسرائے گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ معہ جلسہ کونسل
کے اوس نصف آراضی کو نسلاً بعد نسل پسران رعد انداز خان کے تئین بایین
شرائط مرحمت فرماتے ہین۔
اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسناد و دستاویزات انکے پاس

موجود ہوں وہ سرکار مین داخل کر چکے ہوں۔
دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمینداروںکے ہوا کرتی ہین اسکو بخوبی بجالائین اور مقدمات متعلقہ پولیس اور نیز امورات جنگی وملکی مین جو اعانت سرکار کو مطلوب ہو اوسکی بخوبی تعمیل کیا کرین۔
تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا شبہہ اونکے ذمہ نہ عائد ہو۔
درصورت انحراف ہونے کسی شرط مندرجۂ بالا کے افضل النسا بیگم وامیر حسین خان سے اراضی مذکور فوراً ضبط کر لیجائیگی۔
جواہر سنگہ محافظ دفتر محکمۂ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء
نولکشور پریس مین چھپا۔
عہد شاہی مین قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبد اللہ صاحب اور امانی خان سند وغیرہ لکھتے تھے اور ۱۲۷۶ فصلی سے بسند وثیقہ انگریزی مین باستثنائے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات وچکات پر مالگذاری تشخیص کر لی گئی۔
اب اولاد نواب دلیر خان مین باعتبار مقدرت اور لیاقت کے شاہ آباد مین کوئی ایسا شخص نظر نہین آتا جسکے حالات مین خامہ فرسائی کی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیٹر سرکاری نے خوب کھینچا ہے۔

نقل ترجمہ گزیٹیر ضلع ہردوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعہ

گورنمنٹ پریس نینی تال مورخہ ۱۹۰۴ء مرتبہ و مصنفہ

مسٹر ایچ ار نیول آئی سی ایس

شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عمدگی موقع کے زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے تنزل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۸۷۶ء مین ٹی فن ٹہلر صاحب ایک انگریز یہان آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط مین ایک محل اینٹون سے بنایا گیا تھا جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجون کے توپخانہ سے کی گئی تھی اس مصنف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے جہان ایک پرانا مشہور قصبہ انگدپور تھا جسکی نبیاد رام کے بھتیجے انگد نے ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو نواب دلیر خان شاہجہان کے مشہور افسر افغانی نے آباد کیا تھا جو شاہجہانپور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس شخص نے انگئی کھیرہ کے پانڈہ پرمار کو شکست دی تھی

اور غالباً ٹیفن ٹھلر نے اسی مقام سے انگد پور کی مراد لی۔

نواب دلیر خان کو شاہ آباد اور پرگنہ سرا مین جاگیر دیگئی تھی جہان کہ اونھون نے سنہ ۱۶۷۷ء مین شاہ آباد کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان نے اپنے افغانی رشتہ دارون اور فوج سے محلون کو بھر دیا اور ایک محل موسومہ بڑی ڈیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھاٹک اب تک موجود ہین اوسنے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا گنبد گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے مسطح کنکر کے ٹکڑون سے بنایا گیا ہے اور بالاخانہ کی دیوارون پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام کیا ہے۔ اس قصبہ مین باون محلے ہین جسمین اکثر کے نام اسکے بانی کے نام پر رکھے گئے ہین اس مقام کی بربادی سنہ ۱۷۹۹ء مین بہت سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹینٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا اور بشپ ہیبر نے سنہ ۱۸۲۴ء مین اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ قصبہ قریب ایک شہر کے آباد تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چاردیواری کے نشان باقی ہین۔

نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان دلدار خان۔ فتح معمور خان۔ سب سے بڑی اولاد ڈیوڑھی والی مشہور ہے۔ چاند خان کی اولاد کھیڑہ والی کہی جاتی ہے اور دلدار خان کی اولاد تعلقہ داراباسط نگر ہے۔ بڑی ڈیوڑھی والے بالکل آوارہ ہوگئے ہین

اور اب اونکی حالت بہت ابتر ہے پہلے اونکو شاہی فوج مین ملازمت ملتی تھی لیکن اب تعلیم کی کمی سے یہ باب بھی اونپر بالکل مسدود ہے شاہ آباد کی مردم شماری جو سنہ ۱۹۰۱ء مین ہوئی تھی اوس مین بیس ہزار چھتیس آدمی تھے۔ جس مین دس ہزار مرد اور نو ہزار نوسے اوناسی عورتین تھین۔ دس ہزار آٹھ سو سات ہندو تھے اور نو ہزار اکیاسی مسلمان تھے باقی چند عیسائی اور آریہ تھے۔

اب بھی شاہ آباد اودھ کے قصبات مین چوتھے نمبر کا قصبہ ہے لیکن اب ترقی بالکل بند ہے یہان کوئی مشہور تجارت نہین ہوتی سرائے گنج دلیر گنج۔ سعادت گنج۔ پاکٹرہ۔ روشن بازار۔ نہال گنج۔ چوک مولا گنج۔ محمود گنج۔ جمال گنج مین بازار لگتے ہین۔ سب سے حال کا بازار محمود گنج ہے جسمین روزانہ طور پر بازار لگا کرتا ہے یہ قصبہ آمون کی وجہ سے مشہور ہے اور آم باہر بھی جاتے ہین آم انار ترکاری اور آلو ہردوئی کو کثرت سے بھیجا جاتا ہے پرانے زمانہ مین یہ قصبہ ایک قسم کے کپڑے کے واسطے مشہور تھا جسکو محمودی کہتے ہین لیکن اب اوسکی ساخت بالکل بند ہے خاص تجارت شکر کی ہوتی ہے شاہ آباد ہمیشہ مسلمان دلاورون کی تاریخ کے واسطے مشہور رہا ہے سر ولیم سلیمن نے ایک جھگڑا جو کہ سنہ ۱۸۵۰ء مین محرم کے موقع پر ہوا تھا بیان کیا ہے اسی قسم کا واقعہ سنہ ۱۸۶۸ء مین ہوا تھا۔

پبلک عمارتون مین تحصیل ملنصفی ٹاون ہال۔ ڈاکخانہ۔ شفاخانہ۔ کانجی ہوس

ایک سرا ہے۔
فریدہ کا میلہ دلیرخان کے بنوائے ہوے تالاب پر ہوا کرتا ہے۔
شاہ آباد کا اسکول مینوسپلٹی کے زیر اختیار رہتا ہے۔ اسکی آمدنی حاصکر ٹکس وغیرہ سے ہوتی ہے۔

نواب بہادر خان بانئی شاہجہانپور

عمدۃ الملک نواب بہادر خان بانی شاہجہان پور

نواب بہادر خان کا اصلی نام سرابدال خان تھا اور عمدۃ الملک بہادر خان چغتا سے ملقب تھے دریاخان کے فرزند اور نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے بڑے بھائی اور نہایت بہادر خوش نصیب امیر تھے انکی شجاعت نے ہندوستان سے بلخ و بدخشان تک اپنی شہرت کا ڈنکا بجا دیا تھا انکے کارنامون سے سیکڑون صفحے تاریخ کے مملو ہین۔ فتح بند یلکھنڈ و قلعہ ستارا گڈھ و بلخ و بدخشان وغیرہ انسے ظہور مین آئین صوبہ داری و سپہ سالاری دونون جلیل القدر خدمتین انھون نے انجام دین اسلام آباد۔ صوبۂ ملتان۔ بلخ و بدخشان کی گورنری اور قنوج و کالپی کی سرکار انکی جاگیر مین تھی اور پنجہزاری منصب تھا آپ شاہجہان بادشاہ کے قدیمی رفیق و مصاحب تھے بلکہ اپنے والد کے حیات ہی مین شاہجہان کی بدولت قدر و منزلت حاصل کر چکے تھے بہادر خان[1] پندرہ برس کی عمر سے شاہجہان کی مصاحبت مین آئے باوجودیکہ انکے والد دریاخان خانجہان کی دوستی کے اثر سے نورجہان کے جھگڑے مین شاہزادہ سے جدا ہوگئے مگر بہادر خان شاہجہان کی خدمت سے علیحدہ نہوے اور برابر حضر و سفر مین موجود اور ہمیشہ شاہجہان کی رنج و خوشی مین شریک رہے چنانچہ خود شاہجہان نے بادشاہنامہ مین انکا نام قدیمی جان نثارون کی فہرست مین لکھا ہے اسبارہ مین کتاب عمل صالح مصنفہ محمد صالح کے صفحہ ۳۸۶ مین یہ عبارت مرقوم ہے

[1] چون دریاخان متعین بسرکار شاہجہان شدہ پسرش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امرائے ملازمان شاہزادہ والاتبار افتخار یافت انتخاب عجائب

بہادر خان ولد دریا خان کہ برعکس پدر خلاف نقش ہرگز در آئینہ عقیدت مرات ارادتش
جز صورت صفائی اخلاص و نقش وفا و وفاق مستور نشدہ۔

جب نورالدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو پہلی
ہی مرتبہ بہادر خان[51] کو خلعت و خنجر مرصع اور منصب چار ہزاری ذات
اور دو ہزار سوار و علم و اسپ خاصہ معہ زین طلائی و ہاتھی اور پچاس
ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔

اتنی بڑی شاہانہ نوازش صرف بہادر خان[52] کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے مبذول ہوگئی ورنہ
دیگر امراء دہ صدی پانصدی کے درجہ سے بتدریج ترقی پاکر چار ہزاری و پنجہزاری منصب کو پہنچے ہیں
جب بہادر خان کو قنوج و کالپی کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہاں کے
سرکشوں کی گوشمالی بھی انکے سپرد کی گئی سنہ ۳ جلوس شاہجہانی میں جھجھار سنگھ
بندیلہ نے[53] بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوندچھہ[54] میں وہ محصور ہوگیا بادشاہی لشکر
ہر طرف سے اسکی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس مہم

ف51 بہادر خان و بہ خلعت و خنجر مرصع منصب چار ہزاری ذات و دو ہزار سوار و علم و اسپ از طویلہ خاصہ بازین مطلا و فیل و انعام پنجاہ ہزار روپیہ سرفراز گشت۔ بادشاہنامہ

ف52 بہادر خان پسر دریا خان روہیلہ است در زندگی پدر بوسیلہ نیکو پرستاری بدولت و شناسی شاہزادہ شاہجہان چہرہ امتیاز افروخت و چون پدرش ساعت بیوفائی پیمودہ از شاہزادہ جدا گشت بہادر خان دست توسل بفتراک عنایت بادشاہی مستحکم تر ساخته از رکاب اقبال انفکاک ننمودہ پس از جلوس بمنصب چار ہزاری دو ہزار سوار سرافراز گشته تیولداری سرکار کالپی و مالش متمردان آن مرز و بوم دستوری یافت

ف53 چون در نخستین سال جلوس جہجہار تیرہ روزگار یاغی ورزیدہ باوندچھہ متحصن گشت افواج قاہرہ از ہر جانب بملک او در آورد عبداللہ خان فیروز جنگ باتفاق بہادر خان از جانب کالپی کہ مشرق رویہ آن سرزمین است برآمدہ برحصار ایرج کہ ہر برجش از کمال ارتفاع سر بفلک میسود سرسواری یورش نمود مخالف بر بہادران ہجوم تمام آوردہ ہنگامہ نبرد گرم گردانید خانہ زاد کور باتابینیان خود پاپیادہ فیلے صف شکن بر دروازہ آہنین سرعت باد کیسو دروازہ چیدہ بیاوری آن ہر من نہادہ دو رہم شکستہ قطرہ زنان بقلعہ در آمدہ و آن سیہ فام را تیغ سوسن رنگ بر داغ لالہ رخون نشاندہ گلگونہ فتح بر چہرہ دلاوری کشیدہ در جائزہ این تردد نمایان و فتح شایان بنوازش نقارہ بلند گشت۔ از ماثر الامرا

ف54 قلعہ اوندچھہ قصبہ جادہ سے ۱۶ کوس تھا کالپی کے قریب قلعہ ایرج تھا اس سے اوندچھہ پندرہ سولہ کوس تھا۔

کے لیے کالپی مین داخل ہوے اور قلعہ ایرچ پر جسکا ہر برج بلندی مین آسمان سے باتین
کرتا تھا یورش شروع کی مخالف گروہ نے بھی بادشاہ بہادرون پر خوب ہجوم کیا سخت مقابلہ ہوا
بہادرخان نے صف شکن ہاتھی کو آگے کیا اور اپنے پٹھانون کے
ساتھ پاپیادہ ہوکر نہایت جلد قلعہ کے دروازہ پر پہونچگئے اور کمال
چستی و بہادری سے دو ہزار باغیونکو قتل کیا اور حصار کی دیوار توڑ کر
قلعہ مین گھس گئے اور اپنی تلوار سے ان سیہ قلبونکو خون مین نہلا دیا
اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے انکو نقارہ[1] مرحمت کیا
اسکے بعد خانجہان خان لودی کے استیصال کے لیے بادشاہ نے بہادرخان اور
اعظم خان ناظم دکن کو مقرر کیا جب شاہی لشکر دھاوا کرکے کوہ راجوری مین اسکے سر پر
جا پہونچا تو وہ اسوقت تین سو پچاس سوارونکو لیکر نہایت استقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلا
جب یہ لشکر اسکے قریب ہوگیا تو اسنے گھوم کر تیر اندازی سے روکا اور کوہ راجوری پر
چڑھگیا بہادرخان اسوقت نہایت جلدی سے اسکے پیچھے چڑھ گئے خانجہان خان کا
ایک بھتیجا بہادرخان لودی جو انکا ہمنام تھا اور اسکا ہزاری منصب تھا وہ بھی اپنی جوانمردی
اور بہادری مین مشہور تھا اُسنے بڑھکر انسے مقابلہ کیا دونون بہادرون نے اپنی مردانگی
اور بہادری کے جوہر ختم کردیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا چاہتا تھا کوئی
ہنر سپہ گریکا نہ اٹھا رکھا گیا یہ مقابلہ رستم واسفندیار کا معرکہ تھا جب بہادرخان باقرزئی
کی مدد کو بادشاہی لشکر سے کوئی شخص نہ پہونچا تو آخر مین یہ پیادہ ہوگئے اور پروانہ کی
طرح تلوار کے شعلہ پر پہونچنے لگے۔ اسکے ثبوت مین کتاب عمل صالح جسکا مصنف

[1] خاقان قدردان درجایزہ این خدمت بہادرخان را بعنایت نقارہ سرلبند گردانید صفحہ ۳۰۲ بادشاہنامہ[2] بہادرخان بقدم استعجال خود را رسانیدہ با برادرزادہ او بہادرخان کہ منصب ہزاری داشت و پردلی و مردانگی استظہار درست بود در آویختہ در کشش و کوشش کارنامہ دلیری و دلاوری بر روے کار آورد و کشش داستان رستم و اسفندیار گشت ماثر الامرا۔

محمد صالح شاہجہان بادشاہ کے دفتر کا منشی اور منصبدار تھا رقمطراز ہے۔ خصوص بہادر خان کہ بنیروے دلیری ذاتی و بہادری جبلی چون کوہ پابرجا قدم ثبات و قرار استوار ساختہ برد و خورد در آمد چندانکہ چندین تن را بسپر ساختہ جمع کثیر را زخمدار از پاے در انداخت و خود نیز دو زخم یکے بررو و دیگرے بر پہلو برداشتہ از پرتو زخم رو ہمانا روے تازہ یافت۔

جب ایک زخم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کاری لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہنامہ مین صرف اسقدر ہی مگر ماثر الامرا مین یہ بھی لکھا ہوا ہی کہ مخالفون نے انکے سر کو کاٹنا چاہا انھون نے کہا کہ مین یادگار و پسر دریا خان کا ہون خانجہان نے یہ سنکر آدمیونکو منع کیا اسعرصہ مین بادشاہی لشکر کے جوان بھی آگئے اور بہادر خان لودی کو قتل کیا۔ جب بہادر خان کی اس جان نثاری کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدر دانی سے بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا معہ زین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

سنہ ج شاہجہانی مین قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن مین جب پرگنہ بھالکی و چت کوبہ کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر دریاے مانجرہ کے کنارہ جا کر پڑا ہے تو اسوقت رندولہ خان عادلشاہی سردار نے شاہجہانی لشکر مین یہ مکرر پیام بھیجا کہ اگر بادشاہ

لہ شہنشاہ حق آگاہ از قدردانی و جوہر شناسی بجلدوے۔ این فتح نمایان بہادر خان را خلعت و خنجر مرصع مرحمت فرمودہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چارہزاری سہ ہزار سوار و عطاے اسپ بازین مطلا و فیل عز افتخار بخشید صفحہ ۳۲۷ بادشاہنامہ

سلہ بادشاہنامہ مین بہادر خان کا دو تیرون سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہین تحریر ہے مگر ماثر الامرا مین زمین پر گرنا اور انکے سر کاٹنے کا ارادہ تحریر ہے۔

سلہ یہ قلعہ قندھار ملک دکن تلنگانہ مین واقع ہے یہ قلعہ کابل و قندھار کے علاوہ اسنام کا دکن مین ہے اس قندھار کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے چڑھائی کی تھی۔

والی بیجاپور کی خطا معاف کردے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سنکر اعظم خان نے
شاہجہان لشکر کے جملہ افسرونسے مشورہ کرکے یہ رائے قائم کی کہ برسات سر پر آگئی ہے
بالفعل پرگنہ چپت کو بیٹن جو صوبہ بدر کے متعلق ہی توقف کرنا چاہیے اگر رندولہ خان کا قول سچا
ہو تو شاہجہان سے عرض کرکے عادلشاہ کی خطا معاف کرادینگے ورنہ یہ محال تاراج و برباد
کرڈالینگے اور اسکو عہد شکنی کا بدل ملجائیگا چنانچہ یہ خیال کرکے لشکر آگے بڑھا اور دریا کے
کنارہ ٹھہرنیکیوقت یہ بات طے پائی کہ جبتک لشکر کے خیمہ نصب ہون تب تک فوج کا اگلا اور
دایان اور بایان حصہ اپنی جگہ پر کھڑا رہے اسکے بعد ہر روز ایک سردار اپنی فوج لیکر ایک کوس
کے فاصلہ پر جاکر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جاکر گھاس و چارہ وغیرہ اطمینان
سے لائین چنانچہ اسیطرح عملدرآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کسیجگہ نشان نہ تھا دوسرے
روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خانموصوف معہ شہباز خان و رشید خان نصیری
یوسف محمد خان تاشکندری کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھون نے احتیاط کو دخل نہ دیا اور
تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہان جاکر اطمینان سے بیٹھ گئے لشکر کے آدمی گھاس
وغیرہ کیلیے چارونطرف پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھکر ایک گاؤن مین
لوٹ مار مچانے لگے گاؤن والے ایک دیوار کی آڑ مین آکر اپنے مال و آدمیونکی حفاظت
اور راجپوتونکے ہٹانیمین مستعد ہوے بہادر خان جب اس جھگڑے سے آگاہ ہوے تو
راجپوتونکی مدد کو پہونچے اور جو لوگ انکے ہمراہی تھے وہ گاؤنسے غلہ اور گھاس لیکر
پڑاؤ چلے آئے اب انکے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نرہے اسعرصہ مین کچھ اہل دکن
جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے ادھر آنکلے تھے جب
وہ اس موضع کے قریب پہونچے اور انکو بہادر خان کے فوج کی کمی پر اطلاع ہوئی تو

اونھون نے اپنا ایک سوار اپنے سردارونکے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر ملگیا ہے اسکے
بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور انکے ہمراہیونکو اپنی طرف مشغول کیا
بادشاہی بہادرون نے اپنی قلت اور دشمنونکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور دوڑ کر انپر حملہ
کر دیا انھون نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور پیچھے ہٹتے ہوئے چلے گئے یہانتک کہ دو کوس
تک اپنے پیچھے آدمیونکو بھگا لیگئے اتنے مین رندولہ خان بہلول خان سرفراز خان اور دیگر
افسران عادلشاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار لیکر جلدی سے آگئے بہادر خان اور
انکے ہمراہیونکو دشمنون نے حلقہ مین لیلیا اسوقت بہادر خان اور انکے ہمراہی گھوڑون سے
اوتر کر پیادہ ہوئے اور انتہائے شجاعت سے لڑنے لگے ایسی کوشش مردانہ کی اور دلاوریکو
دخل دیا کہ بڑی جماعت دکنیون کی قتل کر ڈالی اس حالتمین شہباز خان جو سہ ہزاری
منصب کے امیر تھے معہ اپنے فرزند کے شہید ہوئے اور بہادر خان یوسف محمد خان کثرت
زخمون سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوئے مگر انکے بھائی بندکل شہید ہوگئے
اس قیامت ناک معرکہ مین بہادر خان کے اعزہ اور پٹھان ماتحت سو آدمی کام آئے دشمنون
نے بہادر خان یوسف محمد خان کو زخمون سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سمجھے اور اٹھا کر
اپنے ہمراہ لیگئے اور قلعہ بیجاپور مین پہونچا دیا رشید خان زخمی ہو کر لشکر گاہ کو واپس آئے
جب اعظم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیزی سے میدان جنگ کو روانہ
ہوئے مگر جب وہان پہونچے تو مخالف دریائے مانجرہ سے پار اتر چکے تھے اور رات ہو چکی تھی
تعاقب بیکار سمجھا ناچار بادل بریان و با چشم گریان شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا
جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخمونسے بیہوش ہو کر زمین پر
گر پڑے اور اہل دکن انکو بیجاپور لیگئے تو اسنے یمین الدولہ آصف خان کو ایک جرار

لشکر دیگر روانہ کیا کہ عادلشاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور جو نظام شاہی ممالک تسخیر ہو چکے ہین وہ سپرد کردے ورنہ قلعہ بیجاپور جڑ سے اکھیڑ کر پھینکدینا چاہیے چنانچہ یمین الدولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر کسی مصلحت سے وہانسے کوچ کرکے دریاے بھیمرہ کے کنارہ قیام کیا اور وہانسے بیجاپور جاکر تالاب نورسپور اور شاہ پور کے قریب خیمہ زن ہوا اور بیجاپور کا محاصرہ کیا چندروز صف آرائی رہی آخر بیجاپوریون نے مجبور ہو کر پناہ مانگی اور چالیس لاکھ روپیہ جسمین جواہرات مرصع آلات و دیگر نفیس اشیا تھین پیشکش داخل کرنے پر فیصلہ کرلیا اور عہدنامہ تحریر ہو گیا بہادرخان[^1] یوسف محمد خان کو خیریت خان حبشی اور مصطفےٰ خان یمین الدولہ آصف خان کے پاس پہونچا گئے اور شیخ عبدالرحیم خیرآبادی جو یمین الدولہ کے معتمد تھے وہ عہدنامہ پر عادلشاہ سے مہر کرالاے اس زمانہ مین شاہجہان بادشاہ برہانپور سے اکبرآباد آرہا تھا اثناے راہ مین بہادر خان اور یوسف محمد خان شاہجہان کی خدمت مین حاضر ہوے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدردانی سے ہردو کو خلعت و تلوار و سپر اور گھوڑے ہاتھی سے معہ ساز طلائی کے سرفراز کیا اسکے علاوہ بہادر خان کا پانصدی کا اضافہ کرکے چہار ہزاری ذات اور ساڑھے تین ہزار سوار کیے اور پچیس ہزار

[^1]: چون یمین الدولہ بتخریب مملکت عادلشاہی متوجہ گشتہ بحوالی بیجاپور رسید عادلشاہ ہردو را با نامورہ بہادر خان باستلام سدۂ خلافت جاہ فرو رستہ باضافہ منصب و افزونی اعتبار مورد عواطف شاہانہ گردید بتازگی جاگیرداری کالپی و قنوج و مضافات آن محال سربلندی یافت۔ ماثرالامرا تذکرہ بہادر خان

[^2]: روز دیگر بہادر خان و بہلول یوسف محمد خان تاشکندی کہ کیفیت مردانگی و گرفتاری اینان نگارش یافتہ از لشکر نصرت آمدہ بدولت زمین بوس رسیدند بادشاہ مہربان قدردان بمراحم بادشاہانہ کہ ہموارہ دربارہ بندگان فاگزین عقیدت آئین مبذول است تدارک گذشتہ فرمودہ ہرکدام را بمرحمت خلعت و شمشیر و سپر با یراق طلائی میناکار و اسپ و فیل سربرافراختہ نخستین را باضافہ پانصد سوار بمنصب چہار ہزاری ذات و سہ ہزار و پانصد سوار و بانعام بست و پنجہزار روپیہ نقد مباہی گردانید ۱۴ بادشاہنامہ

روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منصب کے ساتھ جاگیر قنوج وکالپی کے متصل چند محال بھی اور عنایت کیے گئے لکھر حافظ اسمعیل صاحب مین لکھا ہے کہ جسوقت بہادر خان دشمنون سے چھوٹ کر آئے تو شاہجہان بادشاہ انسے بغلگیر ہوا اور خلعت و انعام سے سرفراز ہوے چونکہ بہادر خان موزون طبع تھے اسلیے انھون نے یہ شعر تصنیف کرکے اپنی مہر مین کندہ کرایا ؎

شدہ بجنگ دکن جانفشان بہادر خان
حیات یافت دوبارہ ز لطف شاہجہان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکوسہ کے سرکشونکی گوشمالی کو بھیجے گئے وہانکی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتیار نرہتا حتے کہ ہل والا بھی جب ہل جوتنے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کرکے اپنے ہل پر رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام مین مشغول ہوتا اس عہد مین تمام ہندوستان کے مردون سے وہانکے باشندے سرکشی مین زیادہ مشہور تھے انھین وجوہات سے وہ مثل دوسری رعایا کے اطاعت نہین کرتے تھے ان ایام مین جملہ باغی بیرگاؤن جو وہانکے مقامات مین محفوظ مقام تھا آکر جمع ہوے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔ بہادر خان انکے سرپر پہونچگئے اور انھون نے تائید الٰہی پر بھروسہ کرکے ان موذیون پر یکبارگی حملہ کردیا طرفین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بڑا معرکہ پیش آیا دشمنون نے

سلہ بمعنائی تائید ایزدی ہمت گماشتہ دفعتہ بر سر آن بدعاقبتان ترکتاز نمودہ غریب کارزارے فیمابین در پیوست بہادر خان بتائید الٰہی بر سرکشیدہ بدپواپشت رسیدہ مقاہر پاے کمی نیاوردہ بدست از جلادت و تہور برنداشتہ انجام کار دست و گریبان شدہ بہم درآویختند و جمعی غنصیر بد ستبر دپر دلان سر باختہ بقتہ الیف رو بفرار گذاشتند بہادر خان تخریب آن مکان پرداختند بمقر خود باز گشت و ازین گونہ فتح کہ دران سرزمین مفسد خیز نصیب ہیچکس نشدہ بود نقش خاطر ظفر قرین برو فق دلخواہ درست نشین گردید۔ ماثر الامرا تذکرہ بہادر خان

کوئی بات اٹھا نہین رکھی نوبت دست و گریبان کی پہونچگئی اور دونون طرف کی فوجین ملگئین خوب تلوار چلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلوار کے روبرو ٹھیرنیکی تاب نہ لاسکے آخرکار بھاگے خانموصوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود کردیا اور اپنے قیامگاہ کو واپس آئے ایسی فتح اس سرزمین مین بجز بہادر خانکے کسی شخص کو نصیب نہین ہوئی تھی انکی فتحمندی کا سکہ وہان بیٹھ گیا تھا۔

اسی ضمن مین ۳ شوال ۱۰۴۴ھ روز جمعہ کو شاہجہانی جشن منعقد ہوا اور بہادر خان اپنی جاگیر سے حاضر ہوے شاہجہان نے بعد اختتام جشن کے بہادر خان کو خلعت اور پانصدی اضافہ کرکے چارہزاری ذات و چارہزار سوار کے منصب سے سربلند فرمایا اور جاگیر پر جانیکی رخصت دی۔[۱]

اسکے بعد دوبارہ جھجہار سنگہ[۲] نے بعد معاف ہوجانے خطا کے بیم نرائن والی گڈھ کو دہوکا دیکر قتل کیا اور اسکے قلعہ چوراگڈہ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر ہوکر فریادی ہوا شاہجہان نے اُسکی گوشمالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان فیروزجنگ اور خاندوران خان بھی اس مہم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان ہراول و مقدمۃ الجیش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گڈھ کنکا اور ملاگنجی سے نکلکر ملک چاندہ مین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ اسوقت خان ممدوح کا مزاج علیل تھا اسلیے بہادر خان نے اپنے چچا نیکنام خان کو جو منصبدار

[۱] بہادر خان از اقطاع خود آمدہ تقبیل آستان سلاطین نشان نمودہ باعطاے خلعت باضافہ پانصدی بمنصب چارہزاری چارہزار سوار بہاہی ساختہ باقطاعش رخصت فرمودند صفحہ ۴۹ بادشاہنامہ [۲] جھجہار سنگہ پسر نرسنگہ دیو کا ہے اسکا باپ شیخ ابوالفضل کا قاتل تھا جہانگیر نے اس صلہ مین نرسنگہ دیو کو بہت کچھ ملک جاگیر سے مالامال کیا تھا جب جھجہار سنگہ اسکا جانشین ہوا تو یہ کثرت مال و سامان پر مغرور ہوکر باغی ہوگیا تھا جھجہار سنگہ کا بیٹا بکرماجیت مخاطب بہ جگراج تھا۔

شاہی تھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ اسکو اپنی
طرف مشغول رکھین جہجار سنگہ نے تھوڑی جماعت دیکھکر جرات کرکے نیکنام خان کو حلقہ
مین لیلیا اور حملہ کیا وہ زخمی ہو کر معہ سات آدمیونکے گر گئے اس اثنا مین بہادر خان
اور خاندوران بھی پیچھے سے آگئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ اسکا
گروہ پریشان کر دیا آخرکار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھرا اور ایک جنگل مین
گوند کی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکرماجیت کے مارا گیا اور اُنکے سر بادشاہ کے پاس سیہور
مین بھیجے گئے اور قریب ایک کرور کے روپیہ نقد جو جنگل مین کنوین کھود کر دفن کیا تھا اور
پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ مین آیا اور اسکو خون ناحق نے زندہ اور سبز
نرہنے دیا یہ جھانسی اور دتیہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان
کے حضور مین آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تپچاق سے معہ
زین مطلا کے سرفراز ہوئے۔

بعد ازان جب ساہوجی کی گوشمالی اور عادلشاہ والی بیجاپور و قطب الملک والی گولکنڈہ
کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کیگئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر
چنداولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور
والی بیجاپور نے بادشاہی فرمان کا استقبال کیا اور اسیطرح قطب الملک نے اپنی دارالسلطنت
سے پانچ کوس چلکر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرضکہ یہان بادشاہی لشکر سے جنگ

لہ از ورود افواج قاہرہ سرزمین فتنہ آگین جان و مال آن بد مآل در معرض تلف افتاد و از جملہ دفاین و نقود سے کہ با خود گرفتہ بود بمرات
قریب یک کرور روپیہ بخزانہ عامرہ رسید و ولایتے کہ نزدیک پنجاہ لک روپیہ حاصل دارد بتصرف درآمد ۱۱۷ بادشاہنامہ
سلہ بہادر خان و ہیلہ تر ملازمت اندوختہ بمرحمت خلعت و خنجر مرصع و اسپ تپچاق و زین مطلا سرفراز گردید ۱۲۴ بادشاہنامہ
سلہ ۷ رمضان کو بہادر خان کو خلعت مع جمدہر خاصہ و اسپ خاصہ و فیل خاصہ معہ ساز طلائی کے مرحمت کیا گیا

کی نوبت نہین آئی اور مصالحت ہوگئی مگر ساہوجی سے مقابلہ ہوا اور اسکے اکثر قلعجات
بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہوجی بھاگ کر اور پار گانونسے ہٹکر جو راستہ کہ جونیر
و چاکنہ کے پہاڑ و جنگل کے درمیان میں ہے آیا تو ان قطاع کی محافظت بھی بہادر خان کے
ذمہ مقرر تھی اور جسوقت خانزمان کو لاپور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر مین زیادہ تھا وہ
بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب باشندگان کولاپور نے جمع کر کے بادشاہی لشکر کو
مغلوب کرنا چاہا اسوقت بھی بہادر خان سرگروہ لشکر تھے انھون نے پہاڑ پر چڑھکر اپنی تلوار کے
جوہر دکھلاے اور دو ہزار آدمی گرفتار کر لیے اور بہت سا مال و مویشی انکے ہاتھ آئے
ساہوجی مقابلہ مین آیا تین روز تک بان اندازی اور معرکہ آرائی رہی آخر کار مغلوب ہوکر
بھاگا جسوقت بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اُسوقت غنیم نے موقع پاکر بہادر خان
کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ سبکو بھگا دیا
اس اثنا مین عادلشاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اسوقت قلعہ
جنیر کی فتح کے لیے بہادر خان معہ کارطلب خان کے متعین ہوے مگر آخر کار
ساہوجی نے عاجز ہوکر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکایا اور عادلشاہی ملازمت
کی درخواست کی اور مہم ختم ہوئی بادشاہی لشکر مظفر و منصور ہوکر بہت سے قلعجات
لیکر واپس آیا بہادر خان شرف حضوری سے مشرف ہوے
۲۷ رجب کو شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت و اسپ
عربی خاص طویلہ کا معہ زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انکی
جاگیر قنوج پر رخصت کیا۔

بست و ہفتم شعبان بہادر خان بمرحمت خلعت و اسپ عربی از طویلہ خاصہ بازین طلا بلند پایگی یافتہ بعطوفت قنوج مرخص شد بادشاہنامہ [۲۴۳]

اسکے بعد جب قندہار کی مہم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے نام فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے آکر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی مہم کے لیے روانہ ہو اور یہ حسب الحکم کمر بستہ ہوے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہان نے شہزادے کے استقبال کے لیے بہادر خان کو معہ چند امرا کے بھیجا بعدہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ کو حسب التماس سعید خان ظفر جنگ کے کابل سے معہ چند امرا و برق انداز و سلحداران پانچ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کیطرف روانہ کیا جب قندہار مین صف آرائی ہوئی تو وہان ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہان بادشاہ کی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور دار الخلافت کو واپس آرہا تھا جس وقت باغ حسن ابدال کی زینت وقت افروز ہوا تو شہزادہ دارا شکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین حاضر ہوا بہادر خان بھی شہزادے کے ہمرکاب تھے یہ بھی بادشاہی حضوری سے مشرف ہوے۔

بعد ازان ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۳ جلوس شاہجہانی مین جب عبد اللہ فیروز جنگ سے چنپت[۵۱] کی بندیلہ کی گوشمالی نہو سکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت

---

[۵۱] و از انجا کہ عبد اللہ خان بہادر فیروز جنگ استیصال چنپت و سایر فتنہ گرایان بندیلہ چنانچہ باید نتوانست نمود و بہادر خان معروض داشت تقدیم این خدمت بہ بندہ مفوض گردد سہ ہزار سوار از منصب او کہ چارہزاری چار ہزار سوار بود دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ قلع و قمع بندیلہ بعہدہ او باز گذاشتند بادشاہنامہ صفحہ ۱۹۰ [۵۲] چنپت سنگھ جھار سنگھ کے نوکرون مین تھا اسنے ایک لڑکا جھار سنگھ کا مسمی پرتھیراج کو اسکا وارث قرار دیکر قلعہ اوندچھہ و جھانسی مین فساد برپا کیا تھا چنانچہ مفسدہ پردازی مین پرتھیراج گرفتار ہو کر قلعہ گوالیار مین مقید ہوا اور چنپت سنگھ معہ ہمراہیون کے مفرور ہوا ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ یہ بغاوت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

[۵۳] سلخ ماہ رمضان از عرضداشت بہادر خان کہ از پیشگاہ خلافت بہ تنبیہ چنپت و دیگر مفسدان بندیلہ معین گشتہ بود و وقایع نگاری کہ با او بود بمسامع حقائق مجامع رسید کہ خان مذبور جنگل بری نمودہ گروہ انبوہ از ان مقاہیر بقتل رسانید و چنپت و سبحانی ایلتے بہاہان او بارہ سپر فرارشتند بادشاہنامہ ۲۲۱۔

بادشاہ کی خدمت مین پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کیجاے چنانچہ حسب
خواہش انکے بادشاہ نے اس سرکش راجہ کی گوشمالی انکے ذمہ مقرر فرمائی اسوقت منجملہ
چار ہزار سوار ونکے تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گیے خانموصوف بندیلکھنڈ
پہونچے انھون نے وہان جنگل کٹوایا اور ہزارون دشمنونکو قتل کیا اس امر کی اطلاع
شاہجہان کے دربار مین بھیجی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان مین پہونچی اور وقائع نگار
نے بھی تحریر کیا کہ بہت سے باغی تہ تیغ بیدریغ ہوے اور چنپت سنگہ و سجانی سنگہ معہ ہمراہیو نکے مفرور ہوگیے
۴ شعبان ۱۰۵۱ھ کو بہادر خان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد
سے جلد روانہ ہو کر شہزادہ مراد بخش کیخدمت مین جاؤ اور جگت سنگہ کی گوشمالی مین شریک ہو
بادشاہنامہ مین صرف اسقدر مضمون ہی مگر ماثر الامرا مین اس واقعے کے متعلق یہ بھی فقرہ
لکھا ہوا ہی کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خود غرضی سے بارت شاہجہان
بادشاہ کے ذہن مین جمائی کہ بندیلکھنڈ کو وہیلکھنڈ کرنا ملکی مصلحت
کے خلاف ہے اسلیے یہ وہانسے ہٹائے گئے آخر شعبان المعظم مین
بہادر خان حسب الحکم اسلام آباد عرف بندیلکھنڈ سے روانہ ہوے اور بمقام پٹھان
شاہزادہ کیخدمت مین پہونچے اسوقت انکے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے
قلعہ مئو اور نور پور جو کوہستان مین نہایت مستحکم بنے تھے اور وہان کا راجہ جگت سنگھ جسنے
پرتھی چند والی چنبہ کے باپ کو قتل کرکے مضافات چنبہ پر قبضہ کیا تھا بہادر خان
اسکے قلع وقمع کو بڑھے وہانکے مفسدون نے تمام راستے بند کر دیے تھے بہادر خان

لہ در سال سیزدہم بہادر خان بتیولداری اسلام آباد و قلع و قمع آن متعادت گرا رخصت یافت اما اہل غرض نگذاشتہ
و بادشاہ خاطر نشان کردند کہ بندیلکھنڈ را وہیلکھنڈ کردن مصلاح ملکی نیست ماثر الامرا

دیوارین گراتے جنگل کٹاتے ہوئے قلعہ مئو کے قریب پہونچگئے جگت سنگہ اپنی
پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھولکر لڑا بہادر خان نے اس مہم مین
انتہائے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھلائے
اور افغانی جرات و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کردی پانچ روز تک
قیامت ناک لڑائی ہوتی رہی بہادر خان کے پٹھانون نے
فرط دلاوری سے لاشون کے پشتے لگا دیے اور انکی سیڑہیان
بناکر مورچون پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ مین
سات سو پٹھان بہادر خان کے کام آئے آخر کار بہادر خان
نے قلعہ فتح کرلیا اور اسکے اندر گھس گئے راجہ نے اپنے متعلقین
قلعہ تاراگڈہ مین جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیجدیے تھے جب اسنے یہ حال دیکھا
تو خود بھی وہ وہین بھاگ گیا اسکے بعد نور پور کا قلعہ بھی خالی ہوگیا جب
شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کی اس غیر معمولی بہادریکا حال
سُنا تو چار ہزاری سے پنجہزاری منصب پر بہادر خان کو سربلند کیا

لہ در مہم جگتا و تسخیر مئو داد شجاعت و جلادت دادہ ترددِ نمایان خود بر عالم ظاہر ساخت بہر ہا خانمد کور بکار فرمائی سرداران کشتہا ترد باساختہ بمورچال مقابر رسید بسید ندوران وزہ فقصد افغان زنتا نبیان وبکار آمدند ماثر الامراء نوزدہم محرم بہادر خان کہ بقلع وقمع کوہستان معین شدہ بودند باستلام سدہ سدرہ رفعت مستسعد گشتند بادشاہنامہ ۲۹۱-

کہ چون این ماجرا بسامع بشایر مجامع رسید خاقان ممالک ستان بر منصب بہادر خان ہزاری ذات افزودہ و ہزار سوار از سواران او دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ او را بمنصب پنجہزاری چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ نوازش فرمود ہر کہ درین مہم دستش بکارے رسیدہ بود او را بنوازشے خاص و عنایتے مخصوص سربلند گردانید ۲۷۳ بادشاہنامہ

اور ایک ہزار سوار اُنکے دواسپہ سہ اسپہ کیے گئے
غرضکہ اب پنجہزاری ذات اور چہار ہزار سوار دواسپہ سہ اسپہ سے ممتاز کیے گئے
اس فتح کے بعد شہزادہ مراد بخش اور بہادر خان حسب الحکم بادشاہ کیخدمتمین روانہ
ہوے اور وہان سے بموجب ارشاد بادشاہی بارہ ہزار سوار لیکر بہادر خان معہ
اصالت خان خانجہان کے تارہ گڈھ کی فتح کو آے یہ قلعہ پہاڑ پر چنبہ کے قریب واقع
تھا اسکے قلع وقمع کرنیمین مصروف ہوے نہایت سخت لڑائی ہوئی جگت سنگہ عاجز ہوا
اور پناہ کی استدعا کی اور خود شہزادہ مراد بخش کیخدمتمین حاضر ہوا شہزادہ نے بادشاہ سے
سفارش کرکے اسکی خطا معاف کرادی بادشاہ نے قلعۂ تارہ گڈھ کے مسمار کر دینے کا حکم
صادر کیا چنانچہ حسب الحکم قلعہ مو اور نور پور کا حصار گرادیا گیا اور جنگل جو نہایت گنجان
تھا وہ کاٹکر صاف کر دیا گیا ۸ محرم ۱۰۵۲؁ھ کو بہادر خان معہ اصالت خان کے قلعجات
کوہستان کی فتح سے فرصت کرکے در دولت پر حاضر ہوے۔
۱۰۵۲؁ھ مین جبکہ شاہ ایران نے صوبۂ قندہار پر لشکرکشی کا قصد کیا اور اپنے سپہ سالار
رستم خان گرجی کو معہ فوج کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے آنے تک تجکو بُشیا پور مین
ٹھہرنا چاہیے اس امر کی عرضداشت صفدر خان صوبہ قندہار نے شاہجہان بادشاہ کو
بھیجی جب شاہجہان کو شاہ ایران کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اسنے شہزادہ داراشکوہ
پچاس ہزار سوار اور بیشمار سامان دیکر ۲ محرم کو روانہ کیا او شہزادہ کیساتھ بہادر خان
کو بھی بھیجا اسوقت بہادر خان کو بادشاہ نے خلعت[1] خاص اور ایک
گھوڑا جو خاصہ کے طویلہ کا تھا معہ زین طلائی کے مرحمت کیا

[1] بہادر خان را بہ خلعت خاصہ واسپ از طویلہ خاصہ با زین مطلا سرافرازی بخشید بادشاہنامہ ص ۲۹

بادشاہی لشکر ابھی دریاے نیلاب سے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی نبیرۂ شاہ عباس نے کثرت شراب سے اٹھارہ روز بیمار پڑکر ۱۲ صفر سنہ ۱۰۵۲ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان کو پہونچی تو اسنے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلالیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو خردسال بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال مین تخت نشین کیا ہوا وسکے مقابلہ مین سلطنت پر چڑھائی کرنا مروت سے بعید ہے غرضکہ یہ مہم اسطرح پر ختم ہو گئی ۲۱ رجب کو بہادر خان قندہار سے واپس اکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے[لہ] سنہ ۲۲ جلوس مین بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوے چونکہ اسوقت فصل ربیع کی تیار تھی اور اسکو انکی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلیے دیوانی کے متصدیونکو حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہو اسکا حساب کرکے انکی تنخواہ مین محسوب کردیا جاوے سنہ ۱۰۵۵ھ مین امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلاے جائین اور کمک کے لیے مقرر کیے جائین نذر محمد خان والی توران سے مقابلہ اور بلخ و بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین ہوا اوس زمانہ مین نذر محمد خان نے موقع پاکر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی سے واپس گئے تھے شاہجہان کو اونسے اسکا عوض بھی لینا مناسب تھا اسکے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کا موروثی ملک بھی تھا کیونکہ امیر تیمور کا سمرقند پایہ تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طرز عمل کچھ ایسا ناقص تھا کہ ملک مین بے امنی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلیے شاہجہان

[لہ] بہادر خان و اصالت خان وغیر اینان از قندہار آمدہ دولت ملازمت اندوختند (۳۱۰) بادشاہنامہ

پر مظلوم مسلمانون کی اعانت، وحمایت لازم آئی توران مین فتنہ اور فساد کے یہ اسباب
پیش آے تھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے دستبردار
ہو کر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجاے اپنے بھائی کے توران مین تخت نشین
ہوے انھون نے بخارا کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور حکمرانی مین مصروف ہوے
اس زمانہ مین اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹون نے نذر محمد خان کی اطاعت
کا خطبہ پڑھا مگر انھون نے حرص کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دست درازی شروع
کی اسی قسم کی حرکتین انسے سرزد ہوئین اور تمام اوزبک قوم بگڑ گئی ہرچند کہ نذر محمد خان نے
اپنے بڑے بیٹے عبدالعزیز خان کو سمرقند وغیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشقند اور اسکے
محالات بہرام خان کو مرحمت کیے اور نظربے جو امام قلیخان کا اتالیق اور با اثر سردار تھا
اسکو بلخ کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے رعبی ظہور مین آئی کہ رعایا
انکے قابو مین نہ آئی اندجان مین فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیان شروع کین تو نذر محمد خان
نے وہانکی رعایا سے کہلا بھیجا کہ تم خود اپنی راے سے کوئی حاکم انتخاب کرلو انھین ایام مین
جہانگیر قزاق نے لکھا کہ مجھپر لشکر قلماق نے چڑھائی کی غرضکہ ہر طرف سے یورش کا بادل
امڈا اور کوئی تدبیر کا تیر تقدیر کے موافق نہ بیٹھا اسلیے عنان حکومت انکے قبضہ اختیار سے
نکلگئی اور ملک مین ظالمون نے بدنظمی برپا کردی شاہجہان تو عرصہ سے نذر محمد خان کی
پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان پسر نذر محمد خان نے رعایا کے
ہاتھون سے تنگ ہو کر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کیخدمت مین بھیجا تھا
اسلیے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر
اس مہم کے لیے متعین کیا اس لشکر کی تیاری وسامان بھی قابل الذکر ہے ایسا

اچھا انتظام لشکر کا سابق مین بھی شاید نہوا ہوگا چارسو اشخاص صرف امراؤ منصبدار تھے تمام[۵۱] مسلمان سرداروں کی افسری جنمین بڑے بڑے نامی جوانمرد امیر تھے بہادر خان کو عطا کیگئی اور ہندو سردارونکی سرگردہی ہمقوم ہونیکیوجہ سے راجہ تبھلداس کے متعلق کیگئی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ جانیکا حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۵ء مین شہزادہ روانہ ہوگیا بہادر خان پشاور پہونچے تھے کہ انکے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت[۵۲] خاصہ اور جمدھر مرصع معہ پھولکٹارہ اور ایک گھوڑا اور ہاتھی خاصہ کا اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دلجوی سے مطمئن وخوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ کو لاہور سے کابل کو روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہونچگیا اسی درمیان مین بہادر خان بھی معہ اپنے لشکر کے مقام بنگش سے کوچ کرتے ہوے کابل مین شہزادہ سے ملگئے جب شہزادہ پاے کتل کو پہونچا اور وہان سے بدخشان تک ایک تنگ وناہموار راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار بیلدار امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کرکے اصالت خانکو بھیجے تھے کہ سر از یر سے سر بالا تک جو برف کہ راستہ مین پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر اودھر ڈالدین اور راستہ اتنا بنا دین کہ ایک اونٹ معہ بوجھ کے نکل جاے اور باقی برف کو کوٹ کر ایسا برابر کردین کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے مین دقت نہو مگر یہ کام

---

[۵۱] وسرداری مسلمان بہ بہادر خان پیشوائی راجپوتان راجہ تبھلداس مقرر گردید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۵۔ وفوج ہراول بہ چارصد وہفتاد کس از امراؤ منصبداران کہ از انجملہ است بہادر خانست وراجہ تبھلداس بادشاہ نامہ ۴۸۴ [۵۲] بہادر خان اکہ درپشاور بود خلعت خاصہ وجمدھر مرصع با پھولکٹارہ واسپ از طویلہ خاصہ با یراق طلا وفیل از حلقۂ خاصہ مصحوب اصالت خان فرستادہ سرلمند گردانیدند بادشاہ نامہ صفحہ ۴۸۸

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنلنے نکلنا مشکل تھا
دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام
اپنے سوار و پیادے برف اٹھلنے اور راستہ بنلنے کے لیے
لگادیے اور کل لشکر انکا جسجگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے
اٹھاکر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس
تک دو گز چوڑا راستہ جہان کہ بیحد برف پڑا ہوا تھا بن سکا
، جمادی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچگیا اور ۹ جمادی الاول کو خسرو پسر نذر محمد خان معہ
فرزندان و متعلقین کے آکر شہزادہ سے موضع سراب مین ملگیا حسب الحکم بادشاہ کے خسرو
خلعت فاخرہ جسمین ہاتھی وگھوڑے و پچاس ہزار روپیہ نقد تھے سرفراز کیا گیا پھر وہانسے
خسرو کابل پہونچکر شاہجہان بادشاہ کیخدمتمین حاضر ہوا اور شاہجہان نے شاہانہ خلعت
والطاف سے شادکام کرکے شش ہزاری منصب و پچاس ہزار روپیہ و مرحمت کیا
اور خاندوران بہادر نصرت جنگ کی حویلی مین اسکو ٹھرایا اور نہایت پر تکلف سامان سے
مہمانی کی اسی اثنا مین شاہجہان نے نذر محمد خان والی توران کے نام مضمون کا نامہ لکھا
کہ آپ کے ملک مین باغیون نے جو بدامنی پھیلائی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر معہ
شہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ آپکی اعانت کرے اور نا ہنجار باغیونکو بدکرداری کی سزا پہونچاے
شاہجہان کا یہی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بلخ دوبارہ دیدیا جائے اور ایک جرار لشکر
بدخشان مین رکھا جائے کہ ظالم باغیونکی شرارت سے رعایا کو نجات بخشتا رہے اسکے بعد

ملے چون کار از اینا متمشی نشد دیدون جمہور متعذر بود بہادر خان باتفاق اصالت خان تمامی سوار و پیادہ ہا خود برشستن برف و کشودن راہ داشت لشکریان بہر دست فرا رسے کہ یافتند برف پاکندہ بدامن دوست برکنار از راہ میریختند بجہد کا ہے بہادر خان تا یک کردہ کہ برف بسیار بود بعرض دو گز راہ پیدا ساختہ ماثر الامرا تلخیص بادشاہ نامہ۔

بادشاہی لشکر نے قلعہ کہمرد۔ حصار غوری۔ قندز فتح کر لیے اور بلخ کے قریب پہونچا
نذر محمد خان والی توران نے چند ارکان دولت وسبحان قلی وبہرام اپنے ہر دو فرزند
شہزادہ مراد بخش کیخدمت مین بھیجا اسنے انکا نہایت اعزاز واحترام کیا اور سبکو
خلعت دیکر واپس کیا۔ ۲۸ جمادی الاول کو شہزادہ مراد بخش نے لشکر آراستہ کیا
اور بکمال عظمت وشوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ
کرنیکا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہوکر حصار کے دروازہ کے قریب جاکر ٹھہر گیا
اور نذر محمد خان کو کہلا بھیجا کہ آپکی ملاقات کے لیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف
لائین اسکے بعد مین حاضر ہون نذر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ
اسبات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکانمین آے اسوجہ سے وہ آزردہ خاطر فرار
کیطرف متوجہ ہوے۔ ظہر کیوقت ایک پٹکہ جسمین چند لعل ٹکے ہوے تھے کمر سے باندھا اور اسپر
زرہ اور جامہ پہنا کچھ اشرفیان وجواہرات وغیرہ اٹھالے اور اپنے ہر دو فرزند سبحان محمد وقتلق محمد
اور چند اوزبک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کرکے باغ مراد کو چلے گئے اور وہانسے مفرور
ہوگئے لنکے جانیکی کسیکو اطلاع بھی نہوی کیونکہ یہ شہر بڑا ہی بلخ کی چار دیواری پانچ کوس کے گرد
ہے اور لوگ ادہر ادہر مصروف تھے پیشتر مقصود علی بیگ کو اس امر کی اطلاع ہوئی اسنے امیر الامرا
کو مطلع کیا اور امیر الامرا نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خان[1] کو نذر محمد خان

---

[1] شاہزادہ بہادر خان واصالت خان وغیرہ را بتعاقب نذر محمد خان رخصت نمودند او دران شب تا میر فتند ہفتہ وسیدہ کردہ زمین سر
بلسطے کردہ راہ گم کردند ہانزہ یافتاب راہ روز چہارم اثر آبادی یافتند خبر رسید کہ دہ ہزار ازبک با نذر محمد خان فراہم آمدہ بودند مستعد
کارزار گشتہ طے مسافت نمایند بہادر خان از شنیدن این خبر با حالے کہ داشت سخت جانی نمود اسپ تاختہ بتعاقب آن خصم پرداختند
الکیہ ہمت یافتند تا آنکہ نذر محمد خان معہ غلامان وقریب ہزار بارادہ ایران بغرض امداد عنان معطوف داشت فوج بادشاہی در اسپان
قوت ندیدہ نزدیک باخر روز در سواد آبادی رسیدہ اسپ وشتر وگوسفند وشتر ومتعہ ازبکان تاراج نمودند روز دیگر عرضداشت بہادر شاہ
نوشتند از حضور مورد آفرین گشتند مامور بمراجعت نمون گردید۔ خافی خان

والی توران کے تعاقب کو بھیجا خانموصوف معہ اصالت خان و راے لشکر کے شدت گرمی مین پہر دن رہے سوار ہوے اور دوسرے دن پہر دن چڑھے تک جہانتک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تار مین سترہ اٹھارہ کوس زمین ریگ وغیرہ کی طے کی اثناے راہ مین راستہ بھول گئے جب دن نکلا تو راستہ ملا شبرغان کے قریب جب پہونچے بہادر خان نے سنا کہ نذر محمد خان جنگ کا ارادہ رکھتے ہین بہادر خان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی ترتیب دی قلب لشکر مین اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیکنام خان و حیات خان تارین علادل خان جمال خان لوہانی پہاڑ خان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتون و سیدونکو داہین طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو معہ اپنے ساتھیونکے بائین جانب قائم کیا اور نہایت تزک و شان کیساتھ بہادر خان مقابلہ کو بڑھے اوزبک و المان جو قریب دس ہزار کے شبرغان مین جمع ہوے تھے اکثر بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر اندخود کیطرف بھاگ گئے نذر محمد خان شبرغان سے نکلکر اپنی فوجکو تین حصونپر تقسیم کرکے لڑائی پہ امادہ ہوے ادہر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بندوق کی باڑھ ماری اور بان چھوڑے نذر محمد خان کے پاس جو نا تجربہ کار بھیڑ جمع ہوئی تھی اسنے کبھی لڑائی کا شور بھی نہین سنا تھا بے اختیار بھاگی ناچار نذر محمد خان نے پیٹھ پھیری اور اندخود بھاگ گئے اور اُنکے بہت سے لوگ قتل و قید ہوے سبحان قلی انکا بڑا بیٹا جو بخارا کیطرف بھاگ گیا تھا اسکا بہت سا مال و سامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادر خان رعایا کے بندوبست اور نذر محمد خان کے حالات کی تحقیق کے لیے ٹھہر گئے اگر خانموصوف فتح پر قناعت نکرتے اور نذر محمد خان کا تعاقب کرتے تو نذر محمد خان یقینی گرفتار ہو جاتے

خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب مین قصداً اغماض کیا یا ہمراہیون
کی سستی و صلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر
متوجہ نہوے اور اس فتح کی عرضداشت[1] بہادر خان نے شاہجہان بادشاہ
کے حضور مین بھیجی اور بادشاہ قدردان کرم گستر نے بہادر خان کو
خلعت خاصہ اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے پنجہزاری ذات
اور پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دو لاکھ روپیہ نقد
خزانہ بلخ سے مرحمت فرمائے۔

اور اصالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان و عنایت
خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوے حیات خان و لدعلی تارین خان کو خلعت
و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علاول خان تارین کو خلعت و منصب
ہزار و پانصدی ذات و چھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہان دلخواہ مدد نہ ملی شاہجہان نے
انکو دلجوئی کا نامہ لکھا مگر وہ کچھ ایسے وہم مین مبتلا ہو گئے تھے کہ شاہجہانی عنایت و
تاج بخشی سے اسوقت محروم رہے نذر محمد خان کے دو لڑکے عبدالرحمن و بہرام اور تین
لڑکیان اور تین بیویان تھین یہ سب بلخ سے شاہجہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ
عادل رحیم مزاج ان سبکے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق
یہ شعر مشہور ہے ؎ شدہ نذر بلخ و بدخشان نذر محمد خان * نذر و قبیلہ و املاک رگذشت و ران

[1] و چون ہشتم جمادی الثانیہ حقیقت جدکاری دجانسپاری و کیفیت فیروزی اولیای دولت بلند صولت از عرضداشت بہادر خان بکرامت
اضعاء و اتقان پیشگاہ سریر جہانبانی رسید بہادر خان بخلعت خاصہ و باضافہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار دو اسپہ
سہ اسپہ و بانعام دو لک روپیہ از خزانہ بلخ سرفراز گشتند صفحہ ۵۵۴ بادشاہ نامہ

کتاب جمع الصنایع مین نظام الدین احمد صاحب جو اپنے والد محمد صالح صاحب کیساتھ
جنگ بدخشان مین شاہزادہ مرادبخش کی ہمرکابی مین تھے رقمطراز ہین کہ مرزا عبدالرزاق
نے بلخ و بدخشان کی فتح اور نذر محمد خان کے تنہا نکلنے پر یہ بیت تاریخ لکھی ہے ؎
شدہ ز بلخ و بدخشان نذر محمد خان ٭ ز زر و قبیلہ و املاک اگذشت دران ٭ جب اعداد
بلخ و بدخشان سے اعداد نذر محمد خان معہ عدد دہر دو دال مہملہ کے نکالے جائین اور
اعداد زر اور قبیلہ اور املاک کے بڑھائے جائین تو سنہ ۵۶ نکل آئینگے۔

سنہ ۲۰ جلوس مین شاہجہان بادشاہ کا خطبہ بلخ مین پڑھا گیا۔

اس فتح کے بعد بلخ مین شہزادہ مرادبخش کی دلچسپی نہوئی اور اسنے اپنے والد بزرگوار
کیخدمت مین وہانسے واپس آنیکی درخواست کی بادشاہ نے لکھا کہ یہ بیوقت رخصت کیسی اور
بموقع واپسی کیسی نہ ابھی وہان پورے طور سے تسلط ہوا ہی نہ اچھی طرح باغیونکا استیصال
ہو سکا اس حکم کے بعد بھی دوبارہ مرادبخش نے عرضداشت بھیجی اور یہ لکھا کہ اب یہان
کوئی بڑا کام باقی نہین رہا بہادر خان بندوبست کے لیے موجود ہین ملک فتح ہو چکا ہے
مین بغیر حاضری کے یہان نہین ٹھہر سکتا شہزادہ کیحالت کو دیکھکر فوج زیادہ برداشتہ خاطر ہوئی
اور اپنے وطن کے آنے پر آمادہ ہوئی شاہجہان بادشاہ نے مرادبخش کی دوسری
عرضداشت پر یہ فرمان تحریر کرکے صادر کیا کہ تمسے قبل فتح کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر خدا

ملہ در جواب فرمان صادر شد کہ قبل از فتح ولایت بر زبان گذشتہ بود کہ ہرگاہ اقبال واہب بے منت ملک بلخ و بدخشان بہ تسخیر در آید بان نور چشم کامگار عنایت خواہیم نمود بیت
لحال کہ از عنایت ایزد متعال آن رزوے دیرینہ این خجالت ندان بسعی آن نور الابصار بر آمدہ ہنوز کہ نسق قلعجات و آبادی ملک ویران و تسلی رعایای دلشکستہ و تعیین حکام و اہتمام تھانہ بندی
آنہا بار صورت نگرفت این ارادہ بیجا باعث زیادہ افسردہ ساختن دلہائے تباہ رعایا و سپاہ و جہہ سکنۂ آنجا خواہد گردید خصوص چغتائی اخلاص آثار کہ از مدت قرنہا
بدعا این از خدا آرزو تمنا داشتند و حق سبحانہ تعالی مراد دیرینہ دل آنہا بر آوردہ نہایت ملول خاطر خواہند گشت صلاح دولت درین است کہ چندگاہ بعیش و
کامرانی در آنجا فرمانروائی نمودہ در تسلی رعایائے ستم دیدہ و آبادی ملک غارت گشتہ کوشند۔ و با وجود رسیدن این جواب عنایت آمیز عتاب اثر در دل
مرادبخش اثر نہ بخشید و پیشخانہ بر آوردہ خافی خان قلمی

نے کیا کہ بلخ وبدخشان کی ولایت فتح ہو گئی تو یہ ملک تم برخوردار کو دیا جائیگا اب کہ
خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایاے
مظلوم دلشکستہ کی تسلی ظہور مین آئی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہین نہ جابجا تھانہ بٹھلائی گئی
ہین ایسی حالتمین اس ارادہ سے بجز رعایا وسپاہ کی دلشکنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے
ہماری قوم چغتای جسکی عرصہ دراز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم مین
آے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمہارے چلے آنیسے نہایت رنجیدہ ہو جاینگے مناسب ہے
کہ کچھ دنون وہان عیش و کامیابی کیساتھ قیام کر کے ملک کی آبادی اور رعایاے ستم دیدہ
کی دلجوئی کیطرف توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت آمیز فہمایش
کے کچھ مرادبخش کے دل پر اثر نہوا اور وہ یکبارگی سب انتظام نو مفتوحہ ملک کا چھوڑ کر
وہانسے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے روبرو
آنیسے منع کر دیا اور منصب و جاگیر شہزادہ کی ضبط کر لی اور صوبہ بلخ کی حکومت و حفاظت
بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ مین خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے
روزنامچہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۵۰۶ مین یہ فقرہ لکھا یا ہے بہادر خان کہ بکیاست و
حمیت اتصاف دارد و سردار جمعیت داراست۔

خزانہ کی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پرداخت اصالت خان کے متعلق کیگئی
گویا دیوانی کی خدمت انکے زیر انتظام مقرر کیگئی اوران جملہ احکام کے جاری کرنیکے لیے

لہ مرادبخش کے پاس جملہ امیرونکو جانیکی ممانعت کیگئی اور شہر مین آنا بند کیا گیا اور پشاور مین رہنیکی اجازت دی گئی ایک مدت تک
یہ عتاب رہا لیکن شہزادہ محمد شجاع جب آیا تو اسنے بھائی کی خطا باپ سے معاف کرادی اور ۲۴ ربیع الثانی کو پشاور سے مرادبخش آیا
اور شاہجہان کے حضور مین ایک ہزار مہر گذرانی اور ۱۲ ذیقعدہ پھر بجاے دوازدہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا

علامہ سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بلخ بھیجا گیا اور مدار المہام موصوف کے ہاتھ
ایک تلوار مرصع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجہان نے سعد اللہ خان
سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابل قدر ارشاد جو شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی زبان
سے جس امر کے حق میں نکلے سارٹیفکٹ و مایہ افتخار ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہنامہ و
خافی خان وغیرہ سے یہاں پر نقل کیا جاتا ہے و خدیو دو ربین بہ مدار المہام
علامی سعد اللہ خان حکم فرمودند حکومت صوبہ بلخ را بہ بہادر خان
و استیصال اہل شر و فساد بہ بہادر خان کہ بحماست و تمیت
اتصاف دارد و سردار جمعیت دار است مقرر سازد صفحہ (۵۶۰) بادشاہنامہ
اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اصرار کے ساتھ بہادر خان
سے کہنا کہ تم اور اصالت خان ہر دو سردار صاحب ارمثل شیر و شکر کے اتفاق رکھنا
اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایائے مظلوم کی خبر گیری کرتے رہنا۔
غرضکہ حسب الحکم سعد اللہ خان گیارہ روز میں بلخ پہونچے اور وہاں جا کر کل انتظامات
حسب ہدایت بادشاہ کے عمل میں لائے اور صوبہ داری بلخ کی بہادر خان
کے سپرد کی اور بائیس روز بلخ میں رہکر ۵ شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

لہ و بہادر خان را بارسال شمشیر مرصع معوب علامی عز افتخار بخشید صفحہ ۵۶۴ بادشاہنامہ

لہ و بہادر خان و اصالت خان را تسلیم صوبہ داری بلخ فرمودہ و باتفاق ایشان شروع در انجاح مہمات و حارسان قلاع و تھانہ داران و انجاز مقاصد آنہا نمود۔ بادشاہنامہ صفحۂ مذکورۂ بالا۔

لہ و بسعد اللہ خان شاہجہان ایما نمود کہ بہادر خان اوزبک را برفاقت ہر کہ مناسب داند تادیب سرکشان و خواست مالگذاران و اصالت خان را بپرداخت و نسق مالی و بلخ مستقل ساختہ بمبالغہ از زبان ما ارشاد نماید کہ نظر بر فراہم آوردن مال و جمعیت و فراغ خاطر خود نمودہ ہر دو سردار صاحب دار باہم چون شیر و شکر آمیزش و اتفاق نمودہ در آباد ساختن ملک ویران و گرد آوری رعایائے سوختہ مالگذار و پرداخت حال تجار و دیگر اہل حرفہ و تمام سکنۂ آنجا کوشیدہ از زیان غارت پرداز دہ باشان مردم آزار مادر و پدر نیز اندیار آفت جانی و مالی غربا نرسد۔

پچاس لاکھ روپیہ بہادر خان کو ملکی ضرورتون کے لیے شاہجہان بادشاہ
نے باین تفصیل بھیجا کہ سید فیروز خانزمان کا بھتیجا پچیس لاکھ روپیہ پنجشیر کی
راہ سے بلخ پہونچا آیا اور بعد ازان پندرہ لاکھ اور ستر ہزار اشرفیان جنکی تعداد پچیس
لاکھ روپیہ ہوتی ہے ۲۱ رجب کو شاہ بیگ خان دے آیا۔

۲۵ رجب کو خاص اصطبل کا گھوڑا معہ طلائی ساز کے شیر مرد اور خواجہ سید کے ہاتھ
بادشاہ نے بہادر خان کو بھیجا اسکے بعد ۶ شعبان کو ایک اور گھوڑا طویلہ خاصہ سے
محمد محسن کے ہاتھ شاہجہان نے بہادر خان کو بلخ بھجوایا ۱۸ شعبان کو مبلغ
دس لاکھ روپیہ بہادر خان کو اور بادشاہ نے بھجوائے اور وہ اس انتظام
سے روانہ کیے گئے کہ لاہور سے میر خلیل اور ہوشدار بیہ روپیہ کابل لیجا کر امیر الامرا
کے سپرد کریں اور امیر الامرا اپنے آدمیونکے ہاتھ شاہ بیگ خان قلعدار غوری کو
پہونچادے اور وہ بہادر خان کو روانہ کرے اور بہادر خان جسطرح مناسب ہو خرچ کرین۔

لـہ و عاقل خان را بعنایت اسپ سر برافراختہ حکم فرمودند کہ مبلغ پانزدہ لک روپیہ ہفتاد ہزار اشرفی کہ مجموعہ بست و پنج لک روپیہ باشد
شاہ بیگ خان قلعدار غوری رسانیدہ برگردد و بہ بہادر خان و اصالت خان فرمان شد کہ آنرا مصحوب جمعے
بہ بلخ طلبیدہ با بست و پنج لک روپیہ کہ سابقا سید فیروز بردہ بود و ہمہ پنجاہ لک روپیہ میشود در وجہ علوفہ لشکر و دیگر
ضروریات صرف نمایند صفحہ ۵۷۰ بادشاہنامہ

لـہ بست و پنجم رجب سہ اسپ از طویلہ خاصہ با یراق طلا بہادر خان و رستم خان و اصالت خان مصحوب شیر مرد خواجہ سید نائی ببلخ معین شدہ
بود ارسال داشتند ۵۷۹ بادشاہنامہ لـہ و مصحوب محمد محسن بہادر خان و اصالت خان و اسپ از طویلہ خاصہ با ساز طلا ارسال داشتند ۵۸۵

لـہ درین تاریخ خزانہ کہ از دار السلطنت لاہور طلب داشتہ بودند و از انجملہ آن مبلغ دہ لک روپیہ مصحوب میر خلیل ارسال یافت روانہ
غوری سازد تا بہادر خان و اصالت خان جمعے را فرستادہ از غوری بہ بلخ طلب نمایند بادشاہنامہ ۶۰۳۔

حالات محاربات بلخ بزمانہ صوبہ داری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ پانچ چھ ہزار سوار قوم المان کے دریاے جیحون سے اترکر
کلیف کے راستہ مین جمع ہوے ہین اور فساد پر آمادہ ہین تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ
شعبان کو بلخ سے مومن آباد پہونچے اور انکو مار کر بھگا دیا اور جو مویشی وغیرہ وہ لوٹ کر
لائے تھے وہ بھی چھین لیے اور انکے دریافت حال و استیصال کی فکر مین تین روز مومن آباد
مین قیام کیا یہ مقام بلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنا مین دوسری خبر یہ آئی کہ
دس ہزار باغی قبادیان کی راہ سے آکر نواح بلخ مین لوٹ مار کر رہے ہین بہادر خان یہ سنکر
یکبارگی انکے سر و نپر پہونچے مگر وہ باغی انکے آنیکی دہشت سے بھاگ گئے اسکے بعد
ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد قطغان اور قاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی
تھوڑی فوج لیکر چار و نطرف پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ بادشاہی
بہادر خان کے پاس آرہا ہے اسکو لوٹ لین بہادر خان نے اسبات سے آگاہ ہوکر چند اپنے
رفقا مثل راجہ جیرام و گوپال سنگہ و راے تلوکچند و جگرام و خوشحال بیگ و قاضی نظام
بخشی بلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریاے جیحون تک گئے باغی کوہ شمر
سے نکلے اسوقت نیکنام خان ہراول فوج تھے وہ معہ اپنے بھتیجے عنایت خان کے
نہایت تیزی سے بڑھکر مقابل ہوے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلوار کی لڑائی
ہوئی بہت سے باغی قتل و قید ہوے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی
اور غنیم کے پیر اکھڑ گئے اس جنگ مین کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے
شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آرہے تھے اثناے راہ

مین معلوم ہوا کہ المان کچھ مال لوٹے ہوے موضع خلم مین گئے ہین اور وہان خزانہ کے لوٹنے کے انتظار مین بیٹھے ہین لیکن ۲۴ شعبان کو خزانہ بخیریت پہونچ گیا اگرچہ چند روز ان ڈاکون کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس نواح مین ٹھہر گئے اور پھر ۱۱ رمضان کو بلخ مین داخل ہو گئے۔

۲۵ شوال کو امان بیگ ور آتش قلماق کچھ روسا نواح چچکتو و میمنہ کے لائے اور بلخ مین انھون نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرفداری ظاہر کی بہادر خان نے ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کیطرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کو ساٹھ ہزار شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلماق کو تیس ہزار شاہی انعام مین دیے اور امان بیگ جو مرد فہمیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتا کا سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصدی سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلماق جو استقلال و وضعداری مین معمولی شخص تھا اسکے لیے ہشتصدی ذات اور چار سو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ کو حسب التماس محالات میمنہ اور قلعہ چچکتو و غرجستان و فاریاب و خیراب جاگیر مین دیے آتش قلماق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے قبیلون کے لیے چاہے بہادر خان نے قلعہ میمنہ و شیرغان اسکے متعلقین کے رہنے کو مرحمت کیا۔ مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیرخواہی دیکھکر بہادر خان نے اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے انکی سفارش پر امان بیگ کو خطاب قیچاق خانی کا عنایت کیا۔

۱۲ محرم کو بہت بڑا گروہ المانون کا پچھلی رات کو آکر ایک تھانہ پر ٹوٹ پڑا بہادر خان نے یہ سنکر دو ہزار سوار اپنے چچا نیکنام خانکو دیکر معہ چند سردارون کے مقابلہ کے لیے

روانہ کیا نیکنام خان نے وہان پہونچکر ان مفسدون کو بھگا دیا۔

۲۵ محرم کو المان کی جماعت نیلگون کے راستہ سے شیرغان کے قریب ہوتی ہوئی سرپل کیطرف گئی بہادر خان کو جب یہ خبر پہونچی تو انھون نے اپنے چچا نیکنام خان کو دو ہزار سوار دیے اور معہ چند سردارون کے روانہ کیا ڈاکو نواح شبرم و سرپل کو غارت کرکے اونٹ گھوڑے گلے بکریان بہت سی لیے ہوے دریاے جیحون کیطرف جا رہے تھے آدھی رات کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جوانمرد دوڑکر انکے سر پر پہونچے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھلگے انکا پیچھا آخر دن تک کیا گیا اور جو انکے پاس مویشی تھے سب چھین لیے چونکہ رات ہو گئی تھی اسوجہ سے وہین قیام کیا پھر رات گئے پانچ چھ ہزار سوار ناگہانی طور پر آ گئے اور انھون نے حملہ کیا ادہر سے بھی مقابلہ کیا گیا مار دھاڑ کی بازار خوب گرم ہوئی اس حربہ مین بھی بہت سے باغی تہ تیغ ہوے اور جو بچے وہ بڑی مصیبت سے جان بچا کر بھاگ سکے مگر اس لڑائی مین بادشاہی لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنون کے مقتولونمین کچھ سر بعضے اوزبک سردارون کے مثل نظر مینگ وغیرہ کے بھی نکلے آخرکار بادشاہی لشکر فتحمند پھرا۔ ایکبار جب ازبکون نے بہت بڑا ہجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ رہا کہ سوار گھوڑونکی زین سے نہ اتر سکے اور دونون طرف کے سپاہی کثرت سے قتل ہوے

لہ تا سہ روز [illegible] کارزار گرم بود کہ از پشت زین و زمین از اسپ جدا نکردند و جمع از ہر دو طرف کشتہ شدند و قریب [illegible] اوگرسین کچھواہہ بدست سواران الحاقی عبدالعزیز خان دستگیر گردو زین ضمن فوج بہادر خان بر کمک سید المانان و بفرار آوردن تا خبر یافتن بہادر خان خود بجوالی بلخ رسانیدہ دو شتر و گوسفند بیشمار بدست آورد کارزار [illegible] بفرار آوردند و نیکنام خان سردار فوج بہادر خان غنایم بسیار بدست آورد۔ خافی خان

قریب تھا کہ راجہ او گرسین کچواہہ عبدالعزیز خان کے المان سوارونکے ہاتھ گرفتار ہوجاتا مگر اسعرصہ مین بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہونچگئی اور المان بھاگ گئے بلخ کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۶ ربیع الاول کو مخبر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک و حق نظر مینگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبدالعزیز خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کیطرف گئے ہین اور انکا قصد ہے کہ درہ گز اور شادیان کے چراگاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور رعایا کے مویشی لوٹ لین بہادر خان یہ خبر سنکر انکی گوشمالی پر آمادہ ہوے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ ابکی مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایکبار مجکو ان موذیون کی تنبیہ کی اجازت دیجیے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ بہار سنگھ و راجہ جیرام و معتمد خان و جمال خان لوہانی اور محمد حسن ولد حاجی منصور اور دیگر جوانمرد اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدونکے سر پر پہونچے ڈاکو اُن حدود کے مویشی لوٹے ہوے جاتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا چھین لیا آخر کار باغی بھاگے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب رات ہوگئی تو وہ درہ گز سے اترے تمام دن زرہ چلتہ بکتر وغیرہ پہنے رہنے سے لباس و بدن تر ہوگیا تھا اسوقت انھون نے نماز مغرب و عشا کے وضو کیلیے اپنا چلتہ اتارا اور برہنہ ہوگئے سرد ہوا بدن مین لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے واپسی کے متعلق تاکید لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸ ربیع الاول کو قریب پندرہ ہزار سوار ونکے خنجر المان و فولاد سرائے و مراد قرغز وغیرہ عبد العزیز خان کے حکم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے پیشتر ایک ہزار سوار ظاہر ہوئے باقی چھپکر ادھر اودھر بیٹھ رہے شمشیر خان اور مراد قلی سلطان نے اپنی جماعت سے ان ایکہزار کا مقابلہ کیا وہ ہٹتے گئے اور یہ پیچھے بڑھتے گئے ناگاہ کھائی سے وہ مفسد جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ کی جماعت سے وہ موذی دس گنے سے بھی زیادہ تھے اس سبب سے سید سادات پسر سید صدر خان بخاری و بہلول خان برادر شمشیر خان اور چند منصبدار دیگر معہ اپنی جماعت کے کام آئے بہت سے اوزبک بھی قتل ہوئے جب دن آخر ہو گیا اور تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اسلیے باقی جوانمردون نے لڑتے اور ہٹتے ہوئے تھانہ تک اپنے آپکو پہونچایا اور تھانہ کے آس پاس بندوقچیونکو بٹھلایا مخالفین نے تھانہ کو حلقہ مین لیلیا دو روز تک اندر و باہر اسی جانبازی سے تھانہ والون نے بسر کیے۔

۹ ربیع الاول کو یہ خبر بہادر خان کو پہونچی انھون نے اسی لیے اصالت خان[۱] کو درہ گز سے

---

[۱] اصالت خان کا اصلی نام میر عبد الہادی ہے ۳ سنہ جلوس شاہجہانی نے انکو اصالت خانی کا خطاب عنایت کیا تھا یہ میر میران یزدی کے بیٹے تھے انکے باپ سے جب شاہ عباس صفوی فرمانروائے ایران کا مزاج منحرف ہوا تو وہ اپنی جان لیکر ہندوستان بھاگ گئے یہ اور انکے بڑے بھائی خلیل اللہ خان عراق مین رہ گئے جب میر میران بادشاہ جہانگیر کے حضور مین حاضر ہوئے تو ۱۰ سنہ جلوس مین جہانگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے انکے بیٹونکو شاہ ایران سے طلب کیا اور شاہ ایران نے کمال مروت سے ان ہر دو کو ہندوستان روانہ کر دیا ۳ سنہ مین جب یمین الدولہ کے ساتھ اصالت خان عادلشاہ کی گوشمالی کو گئے ہین تو وہان کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے بان کی آگ سے انکا تھوڑا حصہ منھ کا اور ایک ہاتھ جلگیا تھا اسکے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوئے بعدہ مہابت خان سپہ سالار جو کج خلقی مین مشہور تھا اسنے اپنا نائب انھین کیا ایسے بدمزاج شخص کے ساتھ نہایت خوشخوئی سے نباہ کرنا انھین کا کام تھا اسکے بعد یہ دہلی کے صوبیدار مقرر ہوئے اور سہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان اور بہادر خانکا ساتھ برابر رہا ہے چنانچہ

تاکید کرکے بلا لیا تھا اور شہر کی حفاظت انکے ذمہ کرکے خود معہ بہادرونکے اُدھر کا رخ
کیا غنیم نے بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر بدحواسی سے فرار کیا خان موصوف نے خان آباد
کے تھانہ مین ان مفرورون کے دریافت حال کے لیے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھہ
کلیف کیطرف چلے گئے اور کچھہ ریگستان چول کیجانب اور ایک جماعت علی مغل کے
چشمہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اسطرف کل مجمع معہ خوشی لب چاک اور حق نظر
ینگ کے دوبارہ جاکر دورہ کرے حتے کہ لوٹین بہادر خان نے بارود وبان دیگر
سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیکر خان آباد کے تھانہ سے کوچ کیا اور قریب درہ گز
اور کوہ مال دمول کے جاکر خیمہ زن ہوے دشمن بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر بھاگ
گئے اسکے بعد بہادر خان نے سرپل اور امام بکری مین قیام کیا اور ہرطرف مخبرونکو
دوڑایا اس اثنا مین خبر آئی کہ ۲۲ ربیع الاول کو اصالت خان نے انتقال
کیا اس حادثہ کو سنکر بہادر خان نے رام سنگہ راٹھور اور عجب سنگہ کچھواہہ کو بھیجا
کہ وہ جاکر معہ محکم سنگہ کے قلعہ بلخ کی حفاظت کرین اور شہر بلخ کی نگرانی

بقیہ صفحۂ ماقبل والی مواو قلعہ تارا گڈہ کی بربادی انھون نے ساتھہ ساتھہ کی ہو ۱۰۵۶ھ مین چلتہ اتارنے سے انکو بخار آیا اور اسی
مرض مین دو ہفتہ بیمار پڑکر عین جوانی مین چالیس برس کی عمر مین ۲۲ صفر کو اصالت خان نے انتقال کیا جب شاہجہان بادشاہ نے انکے مرنیکی
خبر سنی تو افسوس کرکے کہا کہ اگر یہ جوانمرد زندہ رہتا تو بڑے بڑے کام کرتا اور بہت کچھہ عہدہ مین ترقی پاتا نہایت ذی مروت
صاحب حیا انسان تھے ہمیشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کلمہ فحش کسیکو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہونچے
تھے اس مہم بلخ مین ہزاری منصب کا شاہجہان نے اضافہ کرکے پنجہزاری ذات و چار ہزار سوار سے سرفراز کیا تھا، وہ بادشاہتا
شجاعت و تدبیر دونون جوہر سے ہم آغوش تھے خلیل اللہ خان میر بخشی نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جوانمرگی کی خبر سنی
تو انھین ایسا صدمہ ہوا کہ دنیا ترک کرکے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اورنگزیب خود انکے گھر برسم تعزیت گیا اور بہت
کچھہ فہمایش کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہوے۔ اصالت خان کے بیٹون مین سلطان حسین افتخار خان۔
ملتفت خان بہاء الدین محمد ابراہیم نہایت لایق اشخاص ہوے تھے۔

شیخ فرید الدولہ ولد قطب الدین خان کو کہ کے متعلق کی۔ اس دوران مین مخبرون نے
خبر پہونچائی کہ باغی المان دریاے جیحون سے اتر آئے ہین اور عبدالعزیز خان والی
توران قرشی سے روانہ ہوکر اسطرف معہ فوج کے آرہے ہین اور بیگ اوغلی کو بہت سے
اوزبک و المان دیکر ادہر بھیجدیا ہے بہادر خان نے یہ سنکر اسطرف سے باگ پھیری اور بلخ
سے ایک کوس کے فاصلہ پر جاکر گذر کلیف کیطرف قیام کیا اور جنگ پر اماده
ہوکر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ اوغلی معہ اپنے بڑے ہنگامہ
کے دریاے جیحون سے اوتر کر اس طرف آئے تو اُسکے
ساتھ مین ایک ایسا معرکہ کرون جسکا کہ آیندہ زمانہ مین بھی
ذکر باقی رہے اور قدیم وقتون کی لڑائیان بھول جائین
بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ
بادشاہنامے کے صفحہ (۶۵۷) مین تحریر کیے گئے ہین اسکی نقل یہان پر خالی از دلچسپی
نہین (بہادر خان) استعداد نبرد نمودہ قرار داد کہ اگر بیگ اوغلی
با گران حشرے کہ با او نشان میدہند از آب گذشتہ باین
صوب بیاید نبردے کہ در قرون آیندہ باز گویند و حروب گذشتہ
را فراموش گنند بروے کار آرد۔
بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبدالعزیز خان ابن نذر محمد خان کے
لشکر کشی کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجہان نے یہ کیفیت سنی تو
اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا ۵ محرم
کو شاہزادہ لاہور سے رخصت ہو کر ۱۹ صفر کو پشاور آیا اور یہاں تین روز قیام
کر کے سہ ماہہ پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کر کے ۱۸ ربیع الاول
کو کابل مین داخل ہوا اور یہان بھی تین روز قیام کیا بعدہ بلخ و بدخشان کیطرف
رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کر کے ایک کوس
کے فاصلہ پر بلخ سے لڑائی کے انتظار مین پڑے ہوے تھے کہ شہزادہ اورنگ زیب
سلخ جمادی الثانی کو نواح بلخ مین پہونچا بہادر خان سے ایک منزل بڑھکر نذر محمد خان
کے پل کے کنارہ شہزادہ اورنگ زیب سے ملازمت حاصل
کی اور اوزبک کے لشکر کی آمد اور قتلق محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان
کی اسی زمانہ مین نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے مایوس ہو کر توران کے حدود
مین آچکے تھے اور قلعہ میمنہ کے لینے کی فکر مین تھے مگر جب انسے قلعہ کشائی
نہو سکی تو بیلچراغ مین جا کر قیام کیا اور جب انکو یہ معلوم ہوا کہ بلخ مین بہادر خان
نہین ہین دار السلطنت سے باہر انتظام کو گئے ہین تو انکے مشیرون نے مشورہ دیا
کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کا لینا ہی مشکل ہے اور
اوس سے زیادہ اسکا ہاتھ مین رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سنکر غرہ جمادی الاول کو بلخ مین پہونچا مگر شہر مین نہ آیا شہزادہ
اورنگ زیب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب اترا دوسرے
روز شہر مین گیا خواجہ عبد الغفار ابن خواجہ صالح اور خواجہ عبد الولی جو خواجہ محمد پارسا
کی اولاد و امجاد اور اکابران شہر سے تھے اور عبد العزیز خان نھین خواجہ عبد الغفار کا

مرید تھا انکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم تنخواہ مین مشغول رہا اسکے بعد لشکر آراستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرداری بہادرخان کے سپرد کرکے اونکو تمام لشکر کا مقدمۃ الجیش کیا اور امیر الامرا کو اپنے داہنے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائین طرف مقرر کرکے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

۷ جمادی الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تیمور آباد جو فتح آباد سے ایک کوس پر ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے ہجوم کیا مگر وہ آگے نہین بڑھتی تھی جو اس کیطرف جاتا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادرخان معہ اپنے رفقا کے آگے بڑھ کر اوس سے معرکہ آرا ہوے اور غستان کیطرف سے امیر الامرا نے ہجوم کیا جب شہزادہ نے یہ سُنا کہ امیر الامرا کیطرف دشمنون کا بہت لشکر جھک پڑا تو اُسنے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجا شاہنشاہنامہ وغیرہ مین ہے کہ بہادرخان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنونکے مقابلہ من سرگرم ہے کہ اوزبکون نے اطراف لشکر کو حلقہ مین لیا پندرہ ہزار سوارون نے قلب لشکر کیطرف جاکر بیحد شوخی شروع کی بہادرخان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی اوس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہرچند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

سلہ و بصواب دید خیر اندیشان چنین مقرر شد کہ فوج قول بوجود نصرت آمود بادشاہزادہ کامگار استقرار یابد و بہادرخان با تمام سپاہی کہ ہمراہ او در بلخ بود ہراول باشد بادشاہنامہ ۶۸۷

سلہ امیر الامرا و بہادرخان براہ افتادند از ہر طرف فوج ازبکیہ نمودار و تا خبردار شدن بہادرخان و امیر الامرا جوق جوق اطراف لشکر تاختہ حلقہ وار میان گرفتند القصہ پانزدہ ہزار سوار ازبک خود را بارودخاص رسانده شوخی از حد گذرانیدند و بہادرخان

بہادر خان نے وہ رستمانہ بہادری کی کہ تمام لشکر مین شہرت ہوگئی جسوقت امیرالامرا پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے اسوقت بہادر خان خود غنیم سے لڑرہے تھے مگر انھون نے انتہائے شجاعت سے اپنے روبرو جو غنیم کا لشکر تھا اُسکو پسپا کرکے امیرالامرا کی کمک کو پہونچے اور پھر اوسکو مدد دیکر ازبکونکو آگے سے ہٹایا اور بادشاہی لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جسپر تمام سادات و راجپوتون نے بہادر خان کی لاجواب بہادری پر تحسین و آفرین کی بادشاہنامہ مین ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ جو بلخ مین بیمار پڑے تھے شہزادہ نے چاہا کہ انکو بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ انتہائے جوانمردی سے پڑے رہنے پر راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آئے تھے انکی طرف سے بھی توپخانہ لگا گیا تھا ہربار دو تین ہزار سوار ازبکیہ کے بادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے ادھر سے

بقیہ صفحہ ۳۵- گرم کارزار گشت ازبکان اپیش از خود بر داشت سوی ذران بخلہ شور قیامت عیار، بگردون رآمد نفیر غبار ÷ سپاہی خم و شان وجوشان بجنگ ÷ ہمہ سرگران بہ بیداد جنگ ÷ ہمہ جنگ را تنگ بستہ میان ÷ بگردون در آوردہ گرد گران ÷ ہرچند علی مردان خان نیز دران روز داد مردانگی داد لاکن بہادر خان با وصف فرو رفتن دران شیخون خود را بمدد علی مردان خان رسانیدہ ازان ہمین خاطر داد کہ ہمہ سادات و راجپوت بر بہادر خان آفرین گفتند- شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ ۲۴۹

بہادر خان ہراول و امیرالامرا ابرانغار و سعید خان راجرانغار نمودہ متوجہ مقابلہ عبدالعزیز خان گردید بہادر خان با آنگروہ نبرد عظیم و پیکار غریب داد و ہرچند کہ علی مردان خان دران روز داد مردانگی دادہ با وجود فرو رفتن آنطرف بہادر خان خود را برق کردار رساندہ بران گروہ زدہ باعث امداد ان بہادر خان گردید و افغان بہادر دل شیر نبرد ترددِ رستمانہ نمودہ پیش صف برای فوج ازبکان استقامت ورزید صفحہ ۲۲۷ خافی خان-

بادشاہی لشکر کے جوانمرد بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غنیم
مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاکی سے آکر مقابلہ کرتے
جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنون کو آگے رکھ لیا
اور توپ و بندوق کی باڑھ کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور
بہت سے زخمی کیئے امیر الامرا نے بھی کمک والون کی مدد سے دشمنون
کو متفرق کیا ہر ایک حملہ مین دشمن ناکامی سے منہ پھیرتے تھے بادشاہی لشکر قتلق محمد
کے خیمہ تک جو بیگ اوغلی کے پڑاؤ کے قریب تھا پہونچگیا اور اسکا سامان دو چولے
چھینکر اطمینان و سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاؤ مین آگیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف
کے بامین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نہوے تھے انہون نے اپنے
بخشی صادق بیگ اور جہان خان ملازم کو چار سو پانسو جوان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کر دیا تھا
اور کہدیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمھارے
پاس آجائین تو تم اُنکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چند ازبک
ان جوانون کے پاس آئے اور یہ اس فہمائش کو فراموش کر کے اُنکے پیچھے بڑھ گئے وہ
مکر سے انکو ہٹا لیگیے اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہو گئے تو ازبک گھاٹی سے نکلکر
انپر حملہ آور ہوے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انہون نے لطف اللہ خان
و خانہ زاد خان اپنے بیٹون کو کچھ فوج دیکر ان احمقونکی مدد کو بھیجا ان ہر دو بھائیون نے پہونچکر
خوب حملے کیے اور کمال شجاعت سے مخالفونکی جماعت کو متفرق کر دیا مگر وہ ظالم ایک دیوار
کی پناہ مین آکر تیرونکا مینھ برسانے لگے اور یہان بجز بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج
کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر بلخ کا موجود تھا اور توپخانہ بھی اُنکے پاس تھا

مگر خدا معلوم کہ کیا سبب ہوا کہ بہادر خان نے انکی خبر نہ لی جب دشمنون نے سعید خان کی طرف جماعت کم دیکھی تو بہادر خان کی فوج کی طرف سے منھ پھیر کر سعید خان کیطرف رخ کیا جب انکی طرف بہت ہجوم ہوا تو سعید خان کے جوانمردون نے بھی خوب جان توڑ حملے کیے اور قدم پیچھے نہ ہٹایا حتے کہ بہت سے اشخاص کام آے سعید خان نے جب یہ حال دیکھا تو باوجود علالت وناتوانی کے خود سوار ہوے اور اپنی جماعت لیکر شیر کیطرح اُن روباہ خصالون پر جھپٹے اور نہایت مردانہ حملے کیے اور بذات خاص چند اشخاص کو زخمی کیا اور چار دشمنون کا کام تمام کیا آخر کار نو زخم کھا کر گرے اور انکے گھوڑے کا اگلا پیر ایک گڑھی مین جاتا رہا اور سعید خان[۱] بہادر زین سے زمین پر گر پڑے لطف اللہ خان اُنکے فرزند

---

[۱] سعید خان از شنیدن زخمی گردیدن پسران جہان چشم او تاریک نمود با کمال ضعف چون شیر غران خود را بمدد پسران کہ بکمک پدر آمدہ بودند باو رسیدہ استمداد از پدر نمودند رسیدہ مقابلہ از بکان پرداخت و جمعیکہ اطراف پسران آن داشتند چند نفر بدست خود از ضرب شمشیر جانستان از پا در آورد و در نیجال پاے اسپ سعید خان سکندری خوردہ از زین جدا گشت دران حال زخمہاے پیاپے بدو رسیدند و با وصف رسیدن زخمہاے کاری و ضعف عارضہ جسمانی باز برخاستہ کار چار نفر حریف کہ زخمہاے کاری و ضعف بدو رسانیدہ بودند با تمام رسانیدند شاہنشاہ نامہ ۲۵۱۔

[۲] سعید خان کا خطاب چغتائی تھا احمد بیگ کابلی کے فرزند تھے ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے انکے بزرگ تیمور کے عہد سے امرا رہے تھے جنکی دس پشتین گذری تھین یہ شجاعت اور حسن تدبیر دونون باتون مین یکتاے روزگار تھے۔ سعید خان صوبہ دار کابل بھی رہے خانجہان لودی کے اغوا سے جب کمال خان روہلہ نے افغانستان مین شورش برپا کی تو انہون اسکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور تہ تیغ کر کے پانچ کوس بھگاتے لیگیے۔ اور جس وقت مین کابل کے حنفی المذہب لوگ لشکر خان صوبہ دار کے خلاف عقیدہ سے بگڑے تو سعید خان نے یہ شعلہ فساد کا بھی ٹھنڈا کیا اور سرگروہ افغانون کو لیکر بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہوے پنجہزاری منصب اور نوازش شاہانہ سے سرفراز ہوے سنہ مین صوبہ دار لاہور اور سنہ مین صوبہ دار قندہار کیے گئے انکا بیٹا خانہ زاد خان پنجاب کا منتظم کیا گیا سنہ مین انہون نے لطف اللہ خان اپنے فرزند کو اپنا نائب کر کے ملتان مین شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوے اور پھر منصب ہفت ہزاری پر پہونچے۔ جنگ ہفت روزہ ازبک مین اورنگ زیب کے ہمراہ جسکا قصہ اوپر تحریر کیا گیا ہے زخمی ہوے اور اچھے ہو کر حسب الحکم بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوے بہت کچھ تسلی اور احسانات خسروانہ

نہایت جوانمردی سے لڑے اور زخمون سے چور ہو کر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوے اور انکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال سُنا تو فوراً انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچگئی اور اسنے مقابلہ کیا تو اوزبک منھ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اُٹھا کر پڑاؤ لے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار اوزبک بادشاہی توپخانہ کیطرف بڑھے اس عرصہ مین بہادر خان اپنے دشمنونکو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آرہے تھے اونہون نے اس جماعت کو دیکھا اور اپنے آگے دھر لیا اوزبک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال وقتال کا گرم رہا اور اب شام ہو گئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے فتحمندی سے واپس آچکا تھا اسلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاو کیطرف بڑھا موضع پشالی جو آقچہ کے متصل ہے وہان ازبکون نے جمع ہو کر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادرون نے اودھر توجہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایکبار غنیم نے بادشاہی لشکر کے دائین بائین حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھی شکست تاخت کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل شادکام فرمانے گئے اور صوبہ بہار کے ناظم کیے گئے اور ایک لاکھ روپیہ جو انکے بیٹو نکے ذمہ تھا وہ معاف کیا گیا سنہ ۱۰۶۱ھ مین جبکہ صوبہ دار کابل تھے سنہ ۱۰۶۲ھ مین انتقال کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر سنکر تاسف کیا اور دعاے مغفرت جناب الٰہی مین مانگی انکے بائیس بیٹے تھے بڑا کنبہ تھا باوضع تھے تازیست دولتمند رہے انکے فرزندونمین عبد اللہ خان و فتح اللہ خان وغیرہ تھے جنمین بعض دو ہزاری منصب تک پہونچے۔

بہادر خان نے معہ اپنے ساتھیون کے نہایت بہادری سے اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوے آخر کار مخالف میدان سے منہ پھیر کر بھاگے اس اثنا مین بیگ اوغلی بادشاہی لشکر کے برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوے لوگون کو واپس لایا اور اونکو ہراول فوج کے مقابلہ مین روبرو کرکے آپ معہ تمام لشکر کے امیر الامرا کے مقابل ہوا امیر الامرا اور اسکے ہمراہیون نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی کمک کو آگیا جب اسمرتبہ بھی ازبکون نے غلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ مین لیکر چارونطرف سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمن مین یہ خبر معلوم ہوئی کہ قتلق محمد اور بیگ اوغلی معہ دیگر اوزبکون کے علی آباد کیطرف گئے اوسبحان قلی معروف بہ قلغان معایک لشکر کے آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ مین فساد برپا کرے اسلیے شاہزادہ نے اسطرف سے بلخ کیجانب رخ کیا علی آباد مین پہلے اوزبکون نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادر خان سے جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنون نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر بہادر خان نہایت جلدی سے ان ڈاکوؤن کے سر پر پہونچ گئے اور سبکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال وقتال کا بازار گرم رہا شام کیوقت لشکر نے پڑاؤ کیطرف رخ کیا سید ان سجان قلی بڑ ہجوم سے آکر اپنی فوج مین شامل ہوا۔

۱۳- جمادی الاول شب دوشنبہ کو عبد العزیز خان والی توران جو اپنے والد نذر محمد خان کیطرف سے بیشتر حکومت پا چکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے ساتھ آیا اور پلنگتوش سے ملگیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادر خان کو لشکر

کا چنداول کیا یعنے فوج کے پچھلے حصہ کی حفاظت و سرداری انکے متعلق کی اور نہایت زور شور کے ساتھ مقاتلہ و مجادلہ کیا۔

۱۴- جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے جنبش کی اسروز تین فوجین غنیم کی مقابلہ مین آئین۔ عبدالعزیز خان و سبحان قلی و بیگ اوغلی نے اپنی اپنی فوجون سے حملہ کیا امیرالامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیرالامرا نے خوب داد شجاعت کی دی۔ عبدالعزیز خان کی فوج کے پیر اوکھڑ گئے۔

۱۵- جمادی الاول روز چہارشنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اسروز نیکنام خان اور انکے دیگر ساتھیون نے خوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶- جمادی الاول روز پنجشنبہ کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبدالعزیز خان والی توران کیطرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اورنگ زیب سے عرض کرنا ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور والی توران کیجانب سے میرک شاہ جو امام قلیخان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبدالعزیز خان کہتے ہین کہ ہمنے سُنا ہے کہ اعلیحضرت شاہجہان بادشاہ کا ارادہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک واپس کر نیکا ہے اگر یہ خیال صحیح ہے تو اُنکا فرزند سبحان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اسکے جواب مین کہلا بھیجا کہ مین یہ امر لکھکر دریافت کرونگا جو کچھ اعلیحضرت حکم دینگے اوسپر عمل کیا جائیگا اب اسکے بعد یلنگتوش اور بیگ اوغلی پیام و سلام کو آنے لگے۔

۱۸- جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح بلخ مین آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی نہین ہوئی مگر اوزبک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

بیرون بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ معرکہ جنگ ہفت روزہ اوزبک کے نام سے مشہور ہے۔ پانچ
چھ ہزار غنیم کے لوگ آئیں مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر
کے بھی کام آئے اس جنگ مین قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا
اس جنگ مین کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھین اول یہ کہ شہزادہ مراد بخش کا
بلا بندوبست ملکی کے بلخ سے فوراً چلا آنا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خانکو تعاقب
کرکے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے باہر جاکر ٹھہرنا اگر شہر
کے قریب رہکر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر آنیکی ضرورت نہ پڑتی
اور سامان غیر ضروری شہر مین چھوڑ کر عبدالعزیز خان کے مفرور ہونے کے بعد چہریدہ
طور پر تعاقب کرنے مین آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا اضطرابی مین دریا اترنے
کے وقت ڈوب جاتے اور تمام ملک ماورالنہر کا فتح ہو جاتا چار کرور روپے
اس مہم مین صرف ہوے اور کچھ حاصل نہین ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ
مین وہان کا خرچ زیادہ تھا اسلیے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجہان بادشاہ نے
کیا۔ جب نذر محمد خان بلخ کیطرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کیطرف
سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اُسوقت نذر محمد خان
نے بجاے اپنے بھتیجے قایم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زر نقد اور پچاس ہزار من غلہ
جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خانکو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجہان
بادشاہ کے حکم سے انکو بخشدیا اور وہان سے ہندوستان کیطرف کوچ کیا
دوران حکومت مین شاہجہان بادشاہ نے بدخشان و بلخ کی رعایا کے ساتھ
نہایت عدالت و فیاضی سے برتاو کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل و

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے مہمان رکھا اور خلعت و عنایت کے ساتھ واپس بھیجدیا۔ اوزبک و قزلباش لوگون کی مذہبی مخالفت سے امیر الامرا کو وہانکی صوبہ داری نہ دی اور بجاے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سے سرفراز کیا اور امیر[1] الامرا کو علحدہ رکھا جب شاہجہانی لشکر نے بلخ سے کوچ کیا تو تمام لشکری

[1] امیر الامرا کا نام علی مردان خان تھا یہ گنج علیخان کرد کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصبدارون مین تھے جہانگیر کے زمانہ مین قلعہ قندھار ۴۵ روز مین جب عبد العزیز خان سے لیلیا گیا تو وہانکے حاکم کیے گئے تھے مگر یہ وہانکے قلعہ سے گر کر مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مردان خان حاکم قندھار ہوے جب یہ شاہ ایران سے خائف ہو کر ہندوستان آئے اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب الحکم سعید خان صوبہ دار کابل کے سپرد کر دیا تو لاہور مین یہ شاہجہان بادشاہ کی حضوری سے مشرف ہوے۔ چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار و علم و نقارہ اور حویلی اعتماد الدولہ کی انھین عنایت ہوئی اور دس شخص انکے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور ناموافقت آب وہوا کی خیال سے علی مردان خان کو صوبہ کشمیر کی حکومت دیگئی سنہ ۱۰۴۹ھ مین جب یہ دار الخلافت مین حاضر ہوے تو ہفت ہزاری منصب و ہفت ہزار سوار و صوبہ داری پنجاب و خلعت سے سرفراز ہوے اور بعد تبدیلی سعید خان کے کابل کی صوبہ داری پر مقرر کیے گئے سنہ ۱۶ مین انکو بمقام اکبرآباد امیر الامرا کا خطاب و ایک کرور دام اور اعتقاد خان کی حویلی کہ اس سے عالیشان کوئی عمارت امرا کی نہ تھی مرحمت کیگئی بعد ازان کابل کو رخصت کیے گئے سنہ ۱۸ مین بلخ و بدخشان کی مہم مین جسمین نواب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین بڑی بڑی کارنمایان کین بعض کی تفصیل تذکرہ بہادر خان مین آچکی ہے سنہ ۲۳ مین کابل سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوے سنہ ۳۱ جلوس مطابق سنہ ۱۰۶۸ھ کو اسہال کے مرض مین علی مردان خان نے انتقال کیا انکی نعش لاہور مین انکے والدہ کے مقبرہ مین دفن کیگئی ایک کرور روپیہ کا ترکہ چھوڑا جسمین نقد و جنس دونون چیزین تھین شاہجہان کے مزاج مین کل امراے زیادہ انھون نے گھر کیا تھا اکثر بادشاہ مخاطبت مین انکو یار وفادار کہا کرتا تھا لاہور مین شاہ نہر انھون نے درست کی تھی انکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنھون نے نہایت ترقی کی تھی دوسرے بیٹے کا نام عبد اللہ بیگ تھا جنکو عالمگیر نے گنج علیخان کا خطاب دیا تھا امیر الامرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے حسب الطلب شاہجہان کو بھیجدیا تھا علی مردان خان نے شاہجہان بادشاہ کی دعوت مین سو لنگری طلائی اور تین سو لنگری نقرئی مع سرپوش کے مجلس مین رکھی تھین۔

چیند اولی و نگھبانی بہادر خان کے سپرد کیگئی بہادر خان اون
دشوار راہون سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر
کو واپس لائے جب بہادر خان ہندوکوہ کی کتل کے قریب پہونچے اول تو وہان
نشیب و فراز ایسا دشوار گذار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طرح یہ ہوکہ وہان برفباری
شروع ہوگئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک خونی برف برستا رہا نہایت
مصیبت سے اونھون نے لشکر کو نکالا اُنکی جفاکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے
ہوسکتا ہے کہ اوس شدت برفباری مین ایک شبانہ روز بہادر خان
کھڑے رہے۔
تاریخ خافی خان و شاہنشاہنامہ مین ہے کہ اثنائے راہ مین شمشیر خان رسد لانیکے لیے
گئے تھے چند اوزبک آکر اونپر ٹوٹ پڑے اور مار دھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے
اونٹ گلے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگونکو زخمی کیا جب بہادر خان نے
یہ خبر سنی تو جاکر اُنکو اِس بلا سے نجات دلائی اور وہان یہ انتظام
کیا کہ جب تک غوربند تک لشکر نہ پہونچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر
بادشاہی تھانے قائم رہین جسوقت درہ غور مین لشکر پہونچا اور وہان خزانہ شاہی
لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قلمان و المان
ہر طرف سے جمع ہوگئے اور لشکر کے آگے آکر سدراہ ہوگئے سے برانگیزد پھر جاے
کہ لشکر چنگیر دگر دروے راہ صرصر + اونکے حائل ہونیسے آمدورفت بالکل بند ہوگئی اور
اونھون نے جان توڑ حملہ کرکے بہت سامال لوٹ لیا اور خزانہ پر آکر ٹوٹ پڑے
ذوالفقار خان و نور الحسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہوگئے جب بہادر خان

سے دُ سُنا تو وہ آئے اور انکو دفع کیا غوربند تک تین بار نہایت
سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر کتل ہندوکش پر پہونچا اسقدر خونین برف گرا اور زہریلا
ہوا چلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مر گئے کہرا اسقدر رچھا یا کہ آدمی نہین
دکھلائی دیتا تھا شاہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال دیکھکر لشکر کو
چھوڑا اور بہادر خان کو اسباب وخزانہ وبھیڑ وغیرہ سپرد کی
اور لشکر کی خبرداری اونکے ذمہ کرکے خود کابل پہونچا ایک روز
شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادر خان لشکر سے جدا ہو گئے اور راہ
بھول گئے اوسروز بہت سی بھیڑ اور بار برداری کے جانور تباہ ہو گئے بہادر خان
چند کوس چلکر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آنیکا انتظار کرنے لگے کہ اتنے مین
پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر ٹوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام
سردار پیادہ ہو کر خزانہ کے پاس آگئے اور رستمانہ تواتر حملے کئے آخر ایک
بڑی لڑائی کے بعد لوٹیرے پسپا ہوئے اور جان بچا کر بھاگے اور خزانہ بچگیا مگر
چار پانچہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑا لے گئے بہادر خان
کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادر خان پیچھے آتے
ہین اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے بعد ازان بہادر خان کے سپاہیون نے ہزارہ کے
بھاگ جانیکی خبر سنی تو وہ اسباب اُٹھا لائے جب بہادر خان لشکر سے ملگئے
تو انکی فوج نہایت تباہ حالی وپریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہو گئے
تھے ڈاکو رات ودن آتے تھے اور جو کچھ پلے تے تھے لیجاتے تھے بار برداری کے
جانور اکثر ضائع ہو گئے تھے اور جو بچے تھے اونمین خزانہ لیجانیکی بالکل طاقت

نہین رہی تھی اسلیے بہادر خان نے خزانہ کے صندوقونکو توڑا اور زمین سے تھیلیان
نکالین اور روپیہ شمار کرکے ہر ایک معتبر اشخاص کو سپرد کیا کہ انکو منزل تک پہنچاؤ
اور باقی اسباب کو وہین چھوڑ دیا اہل ہزارہ روز آتے مگر خزانہ نہین پاتے تھے ان
ڈاکوون سے اگرچہ تین چار بار جدال وقتال ہوا مگر ہر بار وہ پسپا ہوے۔
ماثر الامرا مین ہے۔ کہ ذوالفقار خان جنکے متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ بار برداری
کے ساقط ہوجانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادر خان نے اپنے اونٹ جسقدر رکہ
باقی رہ گئے تھے انپر سے اسباب اتروایا اور خزانہ لدوایا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہہ
لڑتے بھڑتے انکو گوشمالی دیتے ہوے شاہزادہ کے آنیکے چودہ روز کے بعد کابل
مین داخل ہوے اور شرف حضوری سے مشرف ہوکر مورد تحسین وآفرین کے ہوے
شدت برف وشوریدگی ہوا اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار جسمین قریب
نصف کے آدمی مابقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہوگئے بہت سا اسباب برف
کے نیچے دب گیا۔
بہادر خان نے اگرچہ اس جنگ اوزبکیہ مین کہ وہ مور وملخ سے تعداد مین زیادہ
تھے اپنی مردانگی وبہادری سے ایسے ایسے کارنمایان کیے کہ جنکی چار سمت عالم
مین شہرت ہوگئی لیکن بعض مخالفین وحاسدین نے شاہجہان بادشاہ کے دل مین خلاف
واقعہ باتین جمائین۔ نذر محمد خان کے تعاقب مین انکا نہ جانا سعید خان کی مدد کو نہ پہونچنا
قصداً انکی بے پرواہی پر محمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان اسکے ذمہ
عائد کیا گیا اور اسکے معاوضہ مین انکی جاگیر جو قنوج وکالپی تھی ضبط کیگئی باوجود
اس مشقت شاقہ کے انکو آزردہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ برتاؤ صرف چشم نمائی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینہ کے بعد انکی تنخواہ وجاگیر سب بحال کردیگئی اور جو روپیہ کہ متصدیون نے انکے ذمہ نکالا تھا وہ بھی معاف کردیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کیوجہ انکے خاندانمین تواتر کے ساتھ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بلخ وبدخشان کی مہم مین بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگ زیب کو چند کلمات سخت کہدیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلیے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آیندہ کسی امیر کوشہزادہ کی شانمین گستاخی کی جراءت نہ ہے۔

سنہ ۲۳ شاہجہانی مین سب سے پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بھیجے گئے اور وہان پہونچکر انہون نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کرکے دروازہ مالوری کے روبرو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹- رجب سنہ ۱۰۵۹ ہجری کو ضیق النفس کے مرض مین بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت مین آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پیشہ اور پیشقدمان کارطلب سے تھے قضائے طبعی سے راہی آخرت ہوے یہ فقرہ بجنسہ تاریخ خافی خان کے صفحہ ۲۳۹ سے نقل کرکے یہانپر تحریر کیا جاتا ہے۔

واز واقعہ فوج قندھار بعرض رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پیشہ وپیشقدمان کارطلب بود باجل طبعی رحلت پیماے سفر آخرت گردید۔

شاہزادہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان وزیر اعظم نے بہادر خان کی فوج سے دو ہزار سوار جو ہر ایک کارگذار و اطاعت شعار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب کر لیے اور علی قدر مراتب اُنکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی تحت ما پٹھانوں کو دیگر امرا نے لے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے بڑے فرزند دلاور خان کو جو اسوقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب و پانسو سوار سے سربلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندون کو جو خرد سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب عنایت کیے اور سواے ہاتھیون کے جملہ مال و سامان اونکے بیٹونکو مرحمت کیا ماثرالامرا مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کامون مین اسقدر جانفشانی و خیرخواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے دلمین انکے باپ دریا خان کیطرف سے خانجہان خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل رفع ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا افسوس رہا کہ مینے اپنا انتقام بیجاپوریون سے نہ لیا کیونکہ بیجاپور پر دوبارہ لشکر کشی کا موقع انکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل مین بھی درج ہے کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اور انکی مُہر بھی دریا خان کے منھ سے نکلی تو اسوقت شاہجہان نے کمال مکرمت فرمایا کہ بہادر خان تمھارا باپ دریا خان خانجہان لودی کو رباطن کے فریب مین آکر مارا گیا لیکن اب مین تیرا باپ ہون بہادر خان آنکھونمین آنسو بھر لاے اور بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت مین لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب یہ میرے چھوٹے بھائی اور خانجہان کی اولاد حاضر ہے اور بیقصور ہے ان سبکی

پرورش کا مین کفیل ہوا ہون نیری خاطر سے اعلیحضرت ان سکی جان بخشی فرمائین
چنانچہ حسب التماس سکی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چغتا سے جو خاص خاندان تیموریہ
کا لقب تھا اور اسوقت تک کسیکو دیا گیا بھی نہ تھا نواب بہادر خان کو سرفراز
کیا اور علاوہ خلعت و انعام کے چغتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی
بھی بہادر خان کے نکاح مین دیگئی۔
بہادر خان کی تنخواہ معہ ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی
اور اس کے متعلق انکو قنوج و کالپی کی جاگیر دیدی گئی تھی۔
ہر ایک پنجہزاری منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد مین یہی تنخواہ ہوتی تھی
چنانچہ اسبارہ مین بادشاہنامہ کے صفحہ (۷۳۳) مین یہ عبارت درج ہے۔
وللہ الحمد کہ درین دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد بندہاے
کہ منصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سرفرازند
ہرکدام بست و پنج لک روپیہ می یابد۔
اور مواضعات محال وطن جو انعام التمغا مین شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے
انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان موضعات
سے بھی حاصل ہوا کرتی تھی خلعت و انعام بادشاہی سے وقتاً فوقتاً علیحدہ مالامال
ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی مین رحلت کی ہے صرف ۴۲ برس کی عمر تھی حسب وصیت
قندھار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج مین دفن کی گئی راقم بھی

لہ اقربائے نعش او را بوطنش رسانند۔ شاہنشاہنامہ صفحہ ۲۸۵

مقبرہ مین فاتحہ خوانی کی غرض سے گیاہے پیشتر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر مین توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹون کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہی گنبد نہایت عالیشان ہے۔

انکی پیدایش کا زمانہ سنہ ۱۰۱۷ھ بتلایا جاتا ہے سنہ ۱۰۳۷ھ مین جب کہ بیس برس کے تھے منصب و ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے بائیس برس ملازمت کی شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت افسوس کیا اور جان نثاری کی تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی ازراہ حساب انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

مایۂ فخر خان سر ابدال	ہمدم و جان نثار شاہجہان
موجب ناز قوم بانی شہر	رفت از دہر سوے باغ جنان

این مظفر برائے سال وفات
گفت عالی ہمم بہادر خان

نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے ایک غزل انکی تصنیف سے درج ذیل کیجاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم مین قلم کے نیزہ سے شجاعت کے جوہر کو فصاحت کے استعارہ مین خوب چمکایا ہے۔

ترک سر کردن بمیدان شیوۂ رندان بود	مشکل ست این کار لیکن پیش مرد آسان بود
ورنہ گر وانم ز دشمن رو بسوے در میدان جنگ	میکنم جنگ و جدل گر رستم دستان بود

روے او از قبلہ برگردد بوقت ہر نماز	ہر کہ از کفار روزِ جنگ رو گردان بود
قوت بازو شود اندر مصاف از زخم تیر	پیر برآمد بر تنم صد تیر اگر پران بود

اے برادر در جہان ہر باغ دارد میوۂ
میوہ در باغ بہادر خنجر و پیکان بود

تاریخی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان مین اخلاقی خوبیان بھی مثل شجاعت سخاوت اطاعت اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلی درجہ کی تھین جو صفتین کہ انسان کو بلند پایہ پر پہونچاتی ہین وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود نہ ہوتین شاہجہان جیسے لایق بادشاہ کی تمام عمر مجالست و مصاحبت مین رہے تھے اسلیے شاہانہ آداب و تہذیب کے رنگ مین ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار مین اکثر عمارتین جابجا موجود ہین جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہجہانپور کی آبادی مین آچکا ہی قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر جلی حرفون سے سنگین کتبہ این گنبد عالی در زمان دولت نواب معلی القاب بہادر خان ابن دریا خان افغان غوریہ خیل داودزی عمارت پذیرفت تحریر ہی۔ اگرنا موری مین باپ دریا تھا تو لیاقت و شہرت مین بیٹا سمندر تھا بہادر خان کی تصویر جو اصلی ہی اور وہ مصور کے ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آجتک موجود ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ نہایت متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی وولایتی قد و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی مہذب وضع نہایت مشین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد مین صاحب ماثر الامرا نے سات فرزند لکھے ہین غالباً انکو آخری چھوٹے بچون کا نام نہ معلوم ہوسکا اور خافی خان و شاہنشاہنامہ مین اسکے

چار خرد سال بچون کا یومیہ بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان نے اپنی تاریخ محبت مین جو اس خاندان کے محقق رئیس و مصنف تھے ذاتی وقفیت سے دس فرزند لکھے ہین اور ہر ایک کے علٰحدہ علحدہ نام تحریر کیے ہین جنکو بہادر خان کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزندونکے اسماء یہ ہین۔

دلاور خان۔ غیرت خان۔ بختیار خان۔ اختیار خان۔ مظفر خان۔ دلیر ہمت خان نصرت خان حسین خان۔ فتح خان۔ عزیز خان۔ انمین دلاور خان نے جوانمرگ انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی انکا تذکرہ علحدہ مرتب کیا گیا ہے فتح خان کے بارہ مین شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان کی جلد نہم صفحہ ۹۸ مین لکھا ہے کہ فتح خان داروغہ توپخانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے محاربہ فرخ سیر اور جہاندار شاہ مین موجود تھے دلیر ہمت خان نصرت خان غیرت خان وغیرہ اپنے عم نامدار دلیر خان کے ہمراہ مہمات بنگالہ و دکن وغیرہ مین موجود رہے ہین اور خوب خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ مین موجود ہے راقم نے ضمناً جابجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان کے ان ہر دو پسران کو نواب دلیر خان کی لڑکیان منسوب تھین۔ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے مرنیکے بعد کل ترکہ اپنے بھتیجون میں حصہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔

بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جنمین بعض خاندان شاہی کے اعزا اور بعض ارکان سلطنت اور بعض راجہ اور نامی گرامی امرا تھے دو شخص پنجہزاری منصب کے انکی حیات مین انتقال کر گئے تھے جنکی جگہ پر انکی زندگی مین کوئی امیر منصبدار نہین ہوا تھا نواب بہادر خان کی اولوالعزمی و ثروت انکی تعمیرات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انھون نے اپنے عہد حکومت مین جا بجا عمارات بنوائین قنوج وغیرہ کی عمارت کا تذکرہ اوپر تحریر ہو چکا ہے مکن پور مین جو نوابصاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ کے متعلق مکانات بنوالے اسکا حال تاریخ مکن پور مین بھی درج ہے جسکا ترجمہ لکھا جاتا ہے دالان تہ خانہ نمبر (۱) یہ عمارت پتھر کی ہے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین تعمیر ہوئی ہے نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معتقدون سے تھے بنوائی ہے کتبہ مین یہ قطعہ کندہ ہے سے برآستانہ مہر سپہر عین یقین ٭ مدار عالم و علم و عمل بدیع الدین بعہد شاہجہان بادشاہ دین پرور ٭ کہ شد ز لطف عمیمش جہان برآئین ٭ باعتقاد دل نیت بہادر خان ٭ کشید سر بفلاک این عمارت سنگین ٭ بچشم اہل یقین این مقام محمود است کہ گفت حضرت عیسیٰ فلاک بحبل متین۔ اس دالان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ کی چار دیواری کے اندر نواب بہادر خان نے بنوالے ہین کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر کہنہ ہو جانیسے حروف پڑھے نہین جاتے دیکھو صفحہ (۱۶۰) تذکرۃ المتقین۔

نواب بہادر خان کے منصب کے متعلق بھی تاریخ مکن پور مذکور مین مضمون درج ہے کہ وہ ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے اور نوابصاحب ممدوح کی اولاد بھی اسبات پر زور دیتی ہے کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذری انمین انکا منصب پنجہزاری تحریر ہے ممکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری منصب پر پہونچے ہون اور جسطرح کہ چغتای خطاب بادشاہ نامہ مین درج ہونیسے چھوٹ گیا اسیطرح ماثر الامرا وغیرہ مین ہفت ہزاری منصب تک پہونچنا لکھنے سے رہ گیا ہو۔ کل شاہجہانی سلطنت کا روزنامچہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہین ہوئی اور اسوجہ سے علم نہو۔ واللہ اعلم۔ نواب ضمیر حسن خانصاحب تحصیلدار جو نواب بہادر خانصاحب کی

اولاد مین ہین وہ ہفت ہزاری منصب کے ثبوت مین یہ عبارت تاریخ ملک پورکی پیش
کرتے ہین۔ نواب محمد خان شاہجہانپوری اپنی تاریخ انھار البحر مین انکا منصب شش
ہزاری لکھتے ہین۔ نواب بہادر خان کہ بعہد شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ صوبہ دار
کالپی وقنوج وبہادرگڈھ وشاہجہانپور وقندھار وملتان وصوبۂ اودھ وغیرہ وغیرہ
بود منصب ایشان ہفت ہزاری وخطاب عمدۃ الملک چغتا خان بہادر بود نام اصلی
وے سرابدال خان ولد دریا خان سکونت بنواح پیشاور میداشت روسا شاہجہانپور
افغانان از نواح کابل وپیشاور اندر بعہد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان
در شاہجہانپور آباد شدند الخ۔ دیکھو تذکرۃ المتقین فی احوال خلفاے حضرت سید بدیع الدین
صاحب مدار مطبوعہ مطبع عزیزی کانپور۔
نواب بہادر خان شیخ[1] آدم بنوری کے مرید اور نہایت خدا پرست دیندار
وخوش اعتقاد تھے۔

[1] خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ حضرت شیخ احمد مجددی سرہندی کے خلیفہ اعظم ہین آپکی پیدائش حضور سرور عالم صلعم کی عنایت سے ہوئی والد آپکے سید اور والدہ قوم کی پٹھانی تھین مادرزاد ولی تھے غیبی فیض سے آپکو قرآن شریف حفظ ہوگیا تھا اور جامع کمالات شریعت وطریقت کے تھے ہزاروں طالبان حق آپکی توجہ سے صاحب ولایت ہوگئے ایکہزار سے زیادہ طلبا روزمرہ آپکے لنگر سے کہانا پاتے تھے ۱۰۵۲ھ مین جب آپ لاہور تشریف لائے اور تو ہزاروں افغان وسادات آپکے ہمراہ تھے مخالفین نے شاہجہان بادشاہ کے خیالات خراب کیے اور بادشاہ نے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بھیجا اور آپکو وطن واپس جانیکا پیام دیا آپ فوراً قصبہ بنور کہ جو سرہند کے متعلق ہے واپس گئے اور پھر حرمین چلے گئے بہت سی کرامتین آپ سے ظہور مین آئین ایک لاکھ مریدون مین سو خلیفہ آپکے وہ صاحب ارشاد تھے مدینہ منورہ مین جب روضہ نبوی کے روبرو کھڑے ہوئے تو دروازہ روضہ مقدس کا کہلگیا تھا اور ہر دو دست مبارک جناب رسالتمآب صلعم کے مرقد منورہ سے برآمد ہوئے اور مصافحہ کا شرف آپکو حاصل ہوا کل حاضرین نے آپکا مشاہدہ کیا تھا ۲۳ شوال ۱۰۵۳ھ مین بمقام مدینہ منورہ آپنے وفات فرمائے اور جنت البقیع مین زیر سایۂ روضۂ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ مدفون ہین۔ ہادی حق فخر آدم مادہ ملت ہے ۱۰۵۳ھ

فتح جنگ خان

یہ ذکریا خان کے فرزند اور نواب لیر خان کے چچازاد بھائی تھے ذکریا خانصاحب شجاعت
اور دیگر اوصاف مین نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوے فتح جنگ خان نے اپنی
کوشش و پامردی سے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہزاری ذات اور
ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا
حالانکہ انکے باپ و چچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونون سے بڑھ گئے
سنہ ۲۶ شاہجہانی مین یہ توندا پور مین جو خاندیس کے متعلق اور بالا گھاٹ کے قریب ہی
فوجدار مقرر ہوے اسکے بعد چوپڑہ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندیس کے
متعلق ہے سرفراز ہوے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان
تھے امیرانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے انکی شان وشوکت اور ساز و سامان انکے منصب سے بڑھا
ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد و دہش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور ہوشمند
تھے مگر نرمی و تواضع مزاج مین اسقدر تھی کہ اگر کسی ادنی شخص سے بھی انکا کوئی کام
پڑتا تو اسکے گھر جا کر اسقدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہو جاتے تھے اور اپنے خاندان مین
کنبہ پروری کی صفت مین تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور تمنداری و افسری کی قابلیت مین
شہرۂ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھون نے
انکی ہر ایک امر کی خبر گیری کا بار اپنے بازوے ہمت پر اٹھا لیا تھا۔
اورنگ زیب ایام شاہزادگی مین جبکہ ملک دکن کا ناظم تھا انھون نے
اسکی خدمت مین بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا خیر خواہ و معتمد جانتا تھا۔

جس زمانہ مین کہ قلعہ بدر اور قلعہ کلیان کی مہم پیش آئی تو اورنگ زیب نے اس مہم کے لیے انکو اور میر ملک حسین کوکہ کو تعینات کیا جب یہ دونون قلعے فتح ہو گئے تو یہ قلعہ نیلنگہ پر متعین ہوے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جا کر کھڑے کھڑے لیلیا اسکے بعد جب شاہجہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلیے دکن سے دار السلطنت کیطرف روانہ ہوا تو اسوقت فتح جنگ خان بھی معہ اپنے بھائی بہادر کے شاہزادہ کے ہمرکاب تھے برہانپور سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب نے انکو خانی کے خطاب سے سربلند کیا اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پائی اور اس پہلے معرکہ داراشکوہی مین انھون نے نہایت کارنمایان کین تو عالمگیر نے بجاے فتح خان کے فتح جنگ خان[1] کا خطاب دیا اور علم و نقارہ اور دو ہزار و پانصدی ذات اور دو ہزار و پانصد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اسکے بعد جب اورنگ زیب اور داراشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محاربہ مین انھون نے نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل کو دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔ اسکے صلہ[2] مین پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ کر کے سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سربلند کیا اور اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔

ہمیشہ مدعیان سلطنت کے محاربہ مین یہ عالمگیر کے شریک ہے چنانچہ جب جنگ

---

[1] و فتح روہلہ بخطاب فتح جنگ خان و مکرمت نقارہ و علم و باضافہ پانصدی بمنصب دو ہزار و پانصد سوار سربلند گشتہ صفحہ ۷۶ عالمگیر نامہ جنگ جسونت سنگھ از طرف داراشکوہ۔

[2] و فتح جنگ خان باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنصب سہ ہزار سوار مباہی گشتند عالمگیر نامہ صفحہ ۱۰۷ جنگ داراشکوہی و فتح جنگ خان بست ہزار روپیہ و زبردست خان و سکندر خان اینج پنجہزار روپیہ عطا شد صفحہ ۱۲۸ عالمگیر نامہ بعد فتح جنگ داراشکوہی

کھجوہ مین سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانخانان کو بھیجا گیا
تو اسکی فوج کے مقدمۃ الجیش فتح جنگ خان مقرر ہوے اس لشکر کی
ہراولی مین خانموصوف نے بڑی کارگذاری وجوانمردی دکھلائی سنہ جلوس
عالمگیری مین خانخانان اکبر نگر سے سوتی کیطرف جو جہانگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ
پر ہے روانہ ہوا تو اسنے لشکر کے نامور بہادرونکو انتخاب کر کے کشتیونمین بٹھلا کر دریا
کے دوسرے کنارہ کیطرف جدہر مخالفونکا مورچہ تھا بھجوایا ہنوز چند اشخاص کشتی
سے اترنے پاے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیم کے جنگی بیڑے نے انکو اگر
گھیر لیا اکثر ناتجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان مخاطب
زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند رفقا کے ساتھ
ایک کشتی مین سوار تھے اکر مخالف سے مقابل ہوے اور سخت حملہ کیا فریق مخالف کے
بہت سے لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک زخم گولی اور دو زخم تیر کے کھاے مگر
لڑتے اور بھڑتے ہوے دشمنونمین گھس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنونکو
پسپا کر دیا شہباز خان اور شریف خان جو فتح جنگ خان کے لائق بھائی تھے
اور رستم خان ورسول خان جو خانموصوف کے بھتیجے تھے اُنکے علاوہ اور دیگر اعزہ
وتابعین جو دوسری کشتی مین سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہین پاے تھے کہ دشمن کی فوج
نے انپر حملہ کر دیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کرایا ان جوانمردون نے شیر کیطرح
ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر شہباز خان کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ
پہونچا کہ وہ ہلاک ہوگئے اور رستم خان ورسول خان بھی دشمنون کی
جماعت سے لڑکر کام آئے اسکے بعد اہتمام خان بھی قتل ہوے اور اکثر خانموصوف

کے ہمراہی جو زخمی ہوکر بیکار ہوگئے تھے دشمنون نے انکو گرفتار کر لیا۔
بعدازان جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کرکے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کرنا چاہا
تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کیگئی
اسوقت پٹھانونکے دو ہزار سوار تھے جنمین فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان
دلاورخان نیکنام خان۔ لودیخان۔ وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹھانون نے
دریاسے اوترکر غنیم سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنونکو بھگا دیا اور جب وہ نا پور
لشکر پہونچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سراسیمگی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان
معہ فوج ہراول کے تعاقب کے لیے بلاتحقیق روانہ ہوگئے اور اسلام خان بھی معہ اپنی فوج
کے دفعتہً پہونچگئے حالانکہ خانخانان انکو ممانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے
نہ ملے جب نالہ دوکاجی تک پہونچے تو وہان مخالف کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی فتح
جنگ خان اور اسلام خان نالہ پر گھوڑونکی باگین کھینچکر کھڑے ہوگئے تھے کسیکو مجال آگے
جانیکی نہ تھی اس عرصہ مین خانخانان معہ ذوالفقار خان اور فدائی خان کے آگیا اور
بادشاہی لشکر اور غنیم سے خوب لڑائیان ہوئین۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبرنگر کے
مقرر کیے گئے ہین اسوقت فتح جنگ خان اور زبردست خان بھی معہ ہزار سوار ونکے
انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہوگئی اور فتح جنگ خان
بنگالہ سے دارالسلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے تو پیشگاہ شاہی
سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ مین جو امرا
کہ مہم بنگالہ سے بعد فتحیابی کے حاضر حضور ہوے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے
تفصیل نہین کی ہے اسلیے مجمل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ یہ دکن کی تعیناتی

پیر دلدادہ تھے اسلیے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو از راہ دلجوئی کمکی فوج مین مقرر کرکے دکن بھیجا
اسکے بعد جب بیجاپور کی مہم پیش آئی تو راجہ جیسنگھ اور نواب دلیر خان کے ہمراہ یہ تعینات
کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرہ
دلیر خان مین تحریر کر آئے ہین اور مختصر طور پر بعض محاربے یہانپر لکھے دیتے ہین جسوقت
بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلہ کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بایان حصہ فتح جنگ خان
کی ماتحتی مین دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبدالرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب
حوالی بیجاپور مین یہ خبر آئی کہ پانچ کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت
فتح جنگ خان معہ چند سردارونکے انکی گوشمالی کو روانہ ہوگئے مگر جب وہان پہونچے
تو مخالف وہانسے مفرور ہوچکے تھے ناگاہ اس عرصہ مین دہوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر
کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگہ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت
بہادریسے مقابلہ کیا اور جدال و قتال کرکے دشمنونکو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی۔
جب بادشاہی لشکر اطراف بیجاپور مین پہونچا تو ایک بڑا قیامت نا ک واقعہ پیش آگیا
کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب بہ صلابت خان راجہ جیسنگھ
کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پرینڈہ کیطرف سے آرہے تھے چار کوس قلعہ سے
آگے بڑھے ہونگے کہ شرزہ خان مہدوی کو انکے آنیکی خبر مخبرونسے معلوم ہوگئی تو
اسنے کہلا بھیجا کہ یہان آکر ہمسے ملاقات کرین سکندر خان نے بمقتضاے راستبازی
یہ جواب دیا کہ ہماری تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ مین ہے شرزہ خان یہ
جواب سنکر معہ چھ ہزار سوارونکے انکے سرپر آگیا سکندر خان بیچارہ کے ساتھ کل
ایکسو سوار تھے جنمین چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت مین

پہرنیدہ سے آئے تھے جب دشمن انکے نزدیک آگئے تو وہ ساٹھ سوار جو انکے ساتھ آئے
تھے جدا ہوگئے مگر سکندر خان کو شجاعت و رسپاہگری کی غیرت دامنگیر ہوئی اور انھون
نے دشمن کے گروہ سے منھ پھیرنا گوارا نکیا اور بکمال دلاوری و مردانگی سے معہ اپنے
چالیس سوارونکے جو سب ایکدل تھے گھوڑونسے اتر پڑے اور نہایت جانبازی سے
مقابلہ کیا اور بہت سے ان نامردونکو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا آخرکار اپنا نقد جان بھی
نثار کردیا اور سب شہید ہوگئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصونکے زخمی ہوکر
میدان جنگ مین گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھا لیگئے اور شولاپور کے قلعہ مین بھیجدیا۔
جنگ بیجاپور مین ایکروز شام کیوقت نواب لیر خان و راجہ جیسنگہ دشمنونکو پسپا کرکے پڑاو
کیطرف آرہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی صدمۂ بان سے زخمی ہوکر پیچھے پلٹ گیا تھا
اور پریشان پھر رہا تھا شرزہ خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پاکر اس ہاتھی کو
پہاڑ ہی سے باندھ دیا جب راجہ صاحب موصوف کو اسبات سے آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی
تھوڑی جماعت سے پہاڑی پر پہونچگئے جب مخالفون نے دیکھا کہ راجہ کیساتھ آدمی تھوڑے
ہین تو ہاتھی چھوڑ کر وہ انکی طرف مخاطب ہوے اور راجہ صاحب سے لڑنا چاہا اسعرصہ مین
فتح خان اور کیرت سنگہ بھی پہونچگئے اور اس گروہ پر بجلی کیطرح گرے اور بہت سے
نامردونکو مار کر خاک پر ڈالدیا اور انکی جمعیت کو منتشر کردیا جب غنیم بھاگے تو ایک
کوس اُنکا تعاقب کیا اس جنگ مین راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے
چارونطرف اپنے اہل لشکر کے پاس پہونچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھلاتے رہے
ماثرالامرا مین لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت و بہادری
مین بینظیر اور ذی عزت تھا۔ پرگنہ جامیزہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی

نواب عزیز خان چغتا

جاگیر مین تھا اور اسطرف کے اکثر مواضعات انکی زمینداری مین تھے **موضع پیری** کو جو فروا پور سے آٹھ کوس پر برہانپور کے اثنائے راہ مین واقع ہے خانموصوف نے اپنا وطن قرار دیا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اُسی جگہ آباد تھی **تاج خان** انکے فرزند جو نہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت مین بے انتظامی پیدا ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خاندانکے اعزاز مین کمی کے آثار شروع ہوگئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپر انکے ورثا قابض رہے تھے **الہ داد خان** جو فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصبہ منگلور شاہ بدرالدین مین سکونت گزین تھے اور اپنی حویلی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جسمین انکی اولاد آباد تھی۔

نواب عزیز خان بہادر چغتا ہفت ہزاری

آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے داماد و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت مین بے مثل ہوے نواب بہادر خان کی اولاد مین جسقدر انکو عروج ہوا کسیکو نصیب نہوا[۱] یہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب کو پہونچے اور صوبہ داری اکبر آباد پر سر بلند ہوے انھون نے بڑے بڑے معرکے سر کیے عالیشان عمارتین بنوائین چنانچہ **جامع مسجد شاہجہانپور** انھین کی تعمیر کرائی ہوئی ہے مقدرت اور حمیت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی باتون پر لاکھون روپیہ خرچ کر ڈالے

[۱] نواب عزیز خان داماد دلیر خان امرائے عالمگیری بعہد محمد شاہ بمراتب ہفت ہزاری و بہ صوبہ داری اکبر آباد سرفراز بود وبعد ازان عزیز خان رکن رکین سلطنت و رفیق سلطان معزالدین بود۔

چنانچہ انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو حقیقتاً یا بخوف انکے آوارہ اور دیوانہ بنگئے تھے
اور جابجا اعلانیہ طور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے[ل] جب انسے یہ ناخوش ہوگئے تو اسوقت
دو لاکھ روپیہ صرف کرکے اور بادشاہی وقایع نگاروںکو ہموار کرکے تاریخ فرخ سیری سے
انکا نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان و شوکت و امارت کے آثار پاے جاتے
ہین قسمت سے دنیاوی جاہ و حشم پانیکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تا زیست زمانہ برابر
موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اورنگ زیب
عالمگیر محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہادر شاہ۔ معزالدین جہاندار شاہ۔ سلطان فرخ سیر۔ محمد شاہ
بادشاہ انکی قدر و منزلت کرتا رہا اور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہوا اور
ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا۔ بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ
نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے بوجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت انس تھا انکو
منصب و اہوار سے سرفراز کیا تھا۔ نوابصاحب موصوف شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت
مین بمقام دہلی پیدا ہوے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی مان خاندان شاہی کی لڑکی
تھین جو شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نواب بہادر خان کو خطاب چغتا
مرحمت فرمانیکے وقت نکاح مین دی تھی۔ کتاب نہار البحر مین انکا نام صاحبہ خاتون لکھا
ہوا ہے۔ اس خاندانکے اشخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہین مگر بعض لوگ اسمین اختلاف کرتے
ہین اور کہتے ہین کہ انکی مان قوم کی پٹھانی تھین بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہین واللہ اعلم
بہرکیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری مین اپنے شباب کو

[ل] عزیز خان ازبس عداوت از زین الدین خان داشت دو لک روپیہ خرچ نمودہ وسعی فراوان کردہ وقایع نویسان را ہموار ساختہ از ابتداے تا آخر نام و نشان و خیر خواہی و جانفشانی زین الدین خان و دیگر پسران او خارج کنانیدہ لہذا نام آنہا در تواریخ فرخ سیری مندرج نیست ۔ اخبار محبت ۔

نواب عزیز خان

پہونچے اور شجاعت کے جوہر دکھلائے جب قلعۂ واکنکرہ انھون نے عالمگیر بادشاہ کے ساتھ جاکر فتح کیا ہی تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافہ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی مرحمت کیا تھا چنانچہ صمصام الدولہ شاہنواز خان اپنی کتاب ماثر الامرا مین لکھتے ہین۔ کہ

یکے از پسران بہادر خان عزیز خان بہادر است کہ بسال چہل و ہفتم عالمگیری در محاصرہ واکنکرہ مصدر تردد شدہ و بمرحمت افزایش لفظ چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوختہ۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ جبتک خانی یا بہادری کا خطاب نہین ملتا تھا نام کیساتھ کوئی شاہی مورخ یہ الفاظ نہین لکھ سکتا تھا۔ اس خطاب کے متعلق ماثر عالمگیری کے صفحہ ۴۱۸ مین محمد ساقی المخاطب بہ مستعد خان شاہی منشی رقمطراز ہے کہ عزیز خان بہادر روہلہ بمکرمت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیر مایہ سرافرازی بہادر خان پدرش بود زیب واذین بخت و دولت افزود۔ اور یہ بھی اسی کتاب کے صفحۂ مذکورۂ بالا مین تحریر ہی کہ اسوقت عزیز خان کا منصب دو ہزار و پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کرکے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفراز کیا اصل عبارت یہ ہے عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی اضافہ پانصدی یافت۔

اسکے بعد بتدریج یہ ترقی پاتے رہی اور محمد شاہ کے عہد مین ہفت ہزاری منصب کو پہونچگئے قلعہ واکنکرہ جبکی فتح مین انکو اپنے ہمچشمون مین شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی اُسکا مختصر حال یہ ہی کہ یہ قلعہ بمقام سُنکر ایک کوہ کے دامن مین واقع تھا اسکے زمیندار پیم ناٹک نے جب عالمگیر کے خلاف تاناشاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اسپر عتاب کرکے یہ قلعہ چھین لیا

اور اسکے بھتیجے نسیم پریا کو دیا اسنے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ پندرہ ہزار تیر انداز
اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کر کے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیا اور بادشاہ سے باغی ہو گیا
اسکے بعد جب بادشاہ پونا کے قلعوں کی تسخیر کو گیا اور ساڑھے سات مہینے اُسطرف قیام
رہا تو اس باغی کے فساد اور تمردی کی روز خبرین آتی تھیں اسلیے اورنگ زیب نے قلعہ
واکنکرہ کی تسخیر کا ارادہ کر دیا اور وہان معہ لشکر کے پہونچکر ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ
لگایا امرا فوج لیکر قلعہ کشائی پر مصروف ہوے ایکروز[1] صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان
فیروز جنگ اور عزیز خان بہادر بطریق طلایہ کے سیر کرتے ہوے ایک پشتہ پر جو
لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہان کچھ قلعہ جھکا بھی ہوا تھا پہونچے اور اسجگہ جتنی
مخالف کی جماعت تھی سبکو تہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر مورچال قایم کر نیمین مصروف ہوے
اس عرصہ مین دشمن حصار سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کیطرح پستی و بلندی پر پہونچکے
ہجوم کر کے بادشاہی بہادرون پر نرغہ کیا ان جوانمردون نے بہادری کی شرط کو خوب

---

[1] مرگلاہے چون قلیچ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و عزیز خان بہادر روہلہ فرصت جویان پشتہ را کہ لال ٹیکری گویند واز گروہ قتش
کوہ نشینان پس ستوہ متصرف شدند بوم نثر اوان خبر یافتہ ہجوم آوردند و پشتہ گیر انرا از سنگباران آفت مجال اقامت ندادند بہادران
با نہا زقاو پیادہ بندی کردہ بودند ماثر عالمگیری صفحہ ۴۹۹ - محاربات عظیم بمیان آمد واز ہر دو طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زخمی
میگردیدند تا آنکہ روزے وقت طلوع نیر اعظم محمد امین خان و چین قلیچ خان بہادر و عزیز خان روہلہ و اخلاص خان میانہ کہ قربت
وقابو جویان بطریق طلایہ اطراف سیری نمودند بر پشتہ کہ لال ٹیکری بشہرت داشت و پارہ سر کوب حصار آن معمورہ بود جلو ریز
رسیدہ جمع از بر قندازان را کہ نگاہبانان آن مکان بودند بضرب شمشیر و تیر بجہنم فرستادہ از پیش برداشتہ بقدم مورچال قائم نمودن
تردد رستمانہ بظہور آوردند۔ تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۴۳۰ - و از طرف دیگر ذوالفقار خان بہادر و عزیز خان روہلہ و مقرب
خان وغیرہ حملہ آوردند جنگ صعب واقع شد زمانہ شور محشر گردید۔ جمعے از ہر دو طرف کشتہ و شہید گشتند و بہادران
بحملہ ہاے متواتر ابتدا آن پشتہ کہ بالاے آن بازار بودہ بدست آوردند و مورچال قایم نمودند و آن بدکیشان رو بفرار آوردند
و کوہ نوردان زیادہ از یک کروہ تعاقب نمودند و بسیارے کفار علف تیغ گشتند و زخمی گشتند دلاوران بر فراز کوہ برآمدہ
نزدیک دروازہ نشان فتح برداشتند۔ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۳۲۷ -

ادا کیا مگر کوئی فائدہ نہوا جانستان گولون کے اولے برس رہے تھے اور قیامت ناک لڑائی ہو رہی تھی اس اثنا مین محمد امین خان کے گھوڑے کے دونون پاتون و قلیچ خان کے گھوڑے کا اگلا پیر اوڑ گیا دونون امیر پیادہ ہو کر خدا کا شکر بجالاے کہ ہماری جان تو بچگئی۔ اس مہم مین بڑی بڑی مصیبتین پیش آئی تھین بادشاہ دشمن کی بدعہدی سے دہوکا کھا کر گھر گیا تھا ایکروز گولہ رس مقام پر قصدًا جا کر اسنے قیام کیا تھا کیونکہ اوسکے دلمین عرصہ سے آرزو تھی کہ کسی جہاد مین شریک ہو کر شہید ہون مگر امرانے اپنے سینون کو سپر بنا کر دشمنونکا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک قیامت برپا کر دی تھی اس جنگ مین بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھکر بخشی الملک ذوالفقار خان نصرت جنگ کے پاس اس مضمون کا کہ اے یاری دہ بیکسان زود خود را برسان بھیجا تھا اور انکو اورنگ آباد سے بلا یا تھا اور بجلاے واکنکرہ کے قلعہ کا نام رحمن بخش رکھا گیا اس معرکہ مین نواب عزیز خان نے بڑی بہادری کو دخل دیا تھا اور فتحیابی کے صلہ مین خطاب و ترقی منصب و عزت و نیکنامی سے سربلندی پائی تھی۔

تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب عزیز خان بہادر بڑے بیدھڑک اور دریدہ دہن

سلہ دروقتیکہ صورتحال نہ معزولی فرخ سیر نوشتہ و ہمہ سرداران پاے تخت چہ از صغیر و چہ از کبیر مہر و رضامندی خود ہا ثبت نمودہ مگر دو کس یکے ازان نواب نظام الملک و دیگرے نواب عزیز خان مہر خود ہا نکردہ عزیز خان جواب صاف دادہ روبرو سید عبد اللہ خان و سید حسین علیخان برملا گفت کہ اے حاضرین مجلس آگاہ شوید کہ من ملازم سلطانی و تابع تاج و تخت ہندوستان ام و از یک مدت مدید بزرگانم جد و پدر من مراتب عمارت یافتہ و ما خود از عہد شاہجہان بادشاہ تا سلطان فرخ سیر پنج بادشاہ از آل حضرت تیمور دیدہ نمک خوردم و از روزیکہ انقلاب خان جہان لودی و دریا خان افغان عریا خیل معہ ہزار کس یکبارگی در محاربات تقبل رسید و پنج کس از انہا دو پسر خانجہان خان سہ پسر جد نامدار دریا خان جان بخشی یافت و بیعت شاہجہان نمودہ ازان روز تا امروز ازین ہر پنج کس قصورے در کار بادشاہی از نمک حرامی و یا در جانسپاری و یا گاہے پشت در محاربات ندادہ کدام ہست کہ درخواست بوجیات از من کند یکے خود ہمراہیان خود سرداران موجودہ پاے تخت را در سلک نمک حرامی آوردن چہ مناسب معاذ اللہ تا وقتیکہ بندہ و سلطان فرخ سیر سلامت ست این سپاہے تابع امر اوست ہرچہ او حکم نماید بجا آرم و دیگر کلام بزبان گفت و برخاست در دل عبد اللہ خان اندیشہ گذشت کہ یکے خیر خواہان بہ بہانہ باطراف مملکت پراگندہ ساخت ۱۲ از اخبار محبت

اور صاف گو تھے سر دربار بھی حقگوئی سے نہین رکتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک
واقعہ بیان کیا جاتا ہے حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ جو امورات
سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور بادشاہ گر مشہور تھے جب انھون نے فرخ سیر
بادشاہ کی معزولی کی صورتحال لکھی اور فرخ سیر کو مقید کرنا چاہا تو محضر پر تمام ارکین دولت
سے دستخط کرالے مگر صرف دو شخصون نے اس صورتحال پر اپنی مہرین نہ کین ایک انمین
نواب نظام الملک آصفجاہ اور دوسرے نواب عزیز خان بہادر تھے جب نوابصاحب
موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہا ہے تو نواب عزیز خان نے سر دربار
حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ مین ملازم
سلطانی تابع تخت و تاج کا ہون مدت دراز سے میرے بزرگون نے امارت پائی زمانہ
نور الدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار مین حاضر ہوے اور خود مینے شاہجہان
بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے
اور انکا نمک کھایا انقلاب زمانہ سے جب خانجہان خان لودی اور دریا خان ایک ہزار
یکجدی افغان کیساتھ قتل ہوے اور صرف پانچ شخص انمین سے بچے تھے جنمین دو پسر
خانجہان خان کے اور تین پسر میرے جد نامدار دریا خان کے تھے جنکی جان بخشی شاہجہان
بادشاہ نے کی تھی اور جس روز سے انھون نے شاہجہان بادشاہ سے بیعت کی اس روز سے
آجتک کوئی قصور انسے بارگاہ شاہی مین سرزد نہین ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکہ مین
پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھسے کوئی بیجا درخواست پیش کر کے ناجائز مطلب
حاصل کر سکتا ہی خود اور نیز لیے تخت کے دوسرے سردارونکو نمک حرامونکے زمرہ مین منسلک
کرنا یہ نہایت نامناسب بات ہے معاذاللہ جبتک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر سلامت ہے

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کریگا بجالائیگا اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نوابصاحب ممدوح زبانپر لائے اور طول طویل تقریر کر کے دربار سے اٹھ آئے۔

عزیز خان بہادر جبتک سلطان معزالدین تخت نشین رہا اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے اوسکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر حقدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اوسکے خلاف کارروائی وسازش نمک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلمین اسی دن سے انکے خاندان کیطرف سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اسیوجہ سے انھون نے جتنے خیرخواہ سلطان فرخ سیر کے تھے سبکو پاے تخت سے ہٹا دیا تھا کسیکو جاگیر پر بھیجدیا کسیکو کسی صوبہ پر تبدیل کر دیا اور وہ شطرنج کی سی چالین چلے۔ مگر نواب لطف اللہ خان سالہ دار جو نواب زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیز خان کے بھتیجے کی اولاد مین تھے وہ ذرہ دولت پر رہگئے تھے جسروز فرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہو کر معہ ایکسو سوار ونکے جو انکے ماتحت تھے لڑتے ہوے اور مخالف جماعت کو قتل کرتے ہوے نقارخانہ بادشاہی تک پہونچگئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزارون آدمی تھے وہ انپر ٹوٹ پڑے اور یہ آخر مین لڑکر قتل ہوگئے مگر جبتک تن مین دم رہا انکی مفسدہ پردازی مین شریک نہوے محاربہ اعظم شاہ اور شاہ عالم مین بھی نواب عزیز خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے جب اعظم شاہ قتل ہوگیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر امراکے نواب عزیز خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کر آے ہین۔

یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب عزیز خان نے بھی میدان جنگ مین منھ نہین پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایکمرتبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہوگئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کر کے انتقال کیا تو اُسکا بڑا بیٹا معزالدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اسنے بھی **نواب عزیز خان** کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کیخدمت مین انکو بڑا تقرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا درجہ عنایت ہوا تھے کہ یہ محسود امرا ہوے انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو نواب غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ انسے نہایت عداوت رکھتے مگر چونکہ عزیز خان رکن سلطنت و سلطان معزالدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل رکھتے تھے اسلیے انکی کچھ نہین چلتی تھی لیکن نواب زین الدین خان تخاسداور غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معزالدین کو بادشاہ نہین جانتے ہین ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھون نے شاہجہانپور مین عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا اور پانسو سوار و پیادونکو ہمراہ لیکر شاہجہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ گئے اُس زمانہ مین فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا جب نواب زین الدین خان بنگالہ مین فرخ سیر کے حضور مین پہونچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جبتک پیش خیمہ حضور کا سلطان معزالدین سے جنگ کے قصد سے باہر نہ نکلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولیگا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز اسبارہ مین چندے توقف تھا مگر ان افغانونکو اپنا رفیق اور اس فوج کو نعمت خدا داد سمجھکر سجدہ شکر بجالایا اور اسیوقت نواب زین الدین خان کی خاطر سے اپنی راوٹی باہر نکلوائی اور نواب زین الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بندملکھنڈ کی جاگیر مقرر کی اور اسکی سند بھی انکے نام لکھدی چنانچہ انھون نے اسی سند کی بنا پر سلطان معزالدین کے

عامل کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصہ فرخ سیر سلطان معزالدین کے ساتھ جنگ کرنیکے قصد سے بنگالہ سے دارالخلافت کیطرف روانہ ہوا اور نواب زین الدین خان ہمراہ ہوے سید عبداللہ اور سید حسین علی جو ساوات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے مخاطب ہوے ہیں یہ دونون بھائی نہایت دلاور تھے ایک صوبہ اودہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد کا ناظم تھا مگر ان دونون انکو سلطان معزالدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ بھی حاضر ہو کر نواب زین الدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہوے اسی دوران مین جو خزانہ کہ بنگالہ سے دارالخلافت کو جا رہا تھا وہ بھی الہ آباد مین فرخ سیر کے قبضہ مین آگیا محمد خان بنگش فرخ آبادی معہ چند سوار ونکے حاضر ہو کر ملازم ہوے غرضکہ سلطان فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دارالخلافت آگرہ کے قریب پہونچگیا اور سلطان معزالدین کو اسکے آنیکی خبر ہو گئی پیشتر اسنے اپنے بڑے بیٹے اعزالدین کو فوج جرار کے ساتھ مقابلہ کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ نواب مرتضے خان عرف ممّو خان اور انکے بڑے بھائی نواب مصطفے خان شاہ آبادی کو بھیجا جب دونون لشکر مقابل ہوے تھوڑی چپقلش کے بعد شاہزادہ اعزالدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضے خان مین تحریر کر چکے ہین جب اس فرار کی خبر سلطان معزالدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے مقابلہ کو آیا سلطان معزالدین کیطرف سے خانجہان بہادر کو کلتاس فوج کا ہراول تھا اور نواب عزیز خان بہادر فوجکے چنداول تھے اور فرخ سیر کیطرف سے نواب زین الدین خان مقدمۃ الجیش تھے جو ہاتھی پر سوار تھے اور فیلبان کو نہایت قہر سے ڈانٹتے جلتے تھے کہ کہ ہمارا ہاتھی آگے بڑھاے جا اور قریب خانجہان بہادر کے پہونچا دے اور دوسری دم مین ہر کہ بار بار فیلبان سے کہتے تھے کہ ہمارا ہودہ ہمارے چچا عزیز خان کے ہودہ کے برابر کر دے

غرضکہ یہ آگے بہت بڑھگئے پیشتر تیر و گولی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی نوبت
پہونچی خوب جدال و قتال برپا رہا نواب زین الدین خان چودہ زخم کھاکر جان بحق ہوے
اور سلطان معزالدین کیطرف سے خانجہان کوکلتاس بھی امیر الامراذوالفقار خان کے ہاتھ سے
مارا گیا لڑائی دونو طرف سے برابر تھی ہزارہا آدمی مجروح و قتل ہوے سلطان معزالدین کیجانب
اسکی معشوقہ لعل کنور[1] تماشہ جنگ کیغرض سے معہ اپنی خواصونکے جو پانسو ہاتھیوں پر سوار تھین
ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیر الامراذوالفقار خان ایک لاکھ سوار جرار لیے
ہوے علحدہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطانی غول مین کچھ فاصلہ پر بے حرب و
حرکت یورش کیلیے سلطانی حکم منتظر کھڑے ہوے تھے اور نیرنگی زمانہ کا نظارہ کر رہے تھے
اتفاقاً نواب نظام الدین خان و لطف اللہ خان پسران نواب زین الدین خان مقتول اور
نواب محمد خان بنگش اور سادات بارہہ نے ادہر اُدہر گھوڑے دوڑاے دیکھا کہ لعل کنور معہ
خواصونکے ہاتھیوں پر سوار ہے اور نشیب مین کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہے اور تھوڑے
سوار اسکے ہمراہ ہین ان بہادرونمین باہم صلاح ہوئی کہ اُنپر حملہ کرنا چاہیے فیلبانون نے
یہ حال دیکھکر ہاتھی بھگاے جب یہ ہاتھی سلطان معزالدین کیطرف سے نکلے تو بادشاہ نے
اپنے ہمراہ جو ہاتھی جنگی تھے انکے فیلبانونکو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑاکر بھاگتے ہوے ہاتھیونکو روکو
اور آگے نہ بھاگنے دو چنانچہ حسب الحکم ہزارہا ہاتھی فیلبانون نے سد راہ ہونیکے لیے دوڑاے
ناگاہ ان ہاتھیونکے ہمراہ خاص بادشاہ معزالدین کی سواری کا ہاتھی بھی بیقابو ہوکر بھاگا

[1] لعل کنور معشوقہ سلطان معزالدین براے دیدن تماشہ جنگ با حلقہ پانصد زنجیر فیل در زمین نشیب استادہ بود و امیر الامراذوالفقار خان موں یک لک سوار جرار استادہ و نواب عزیز خان بفاصلہ دور بے حرب و حرکت استادہ منتظر حکم یورش سلطان تماشاے نیرنگی میکرد در غول خاص سلطان معزالدین بود و مقابل آنہا عبداللہ خان و حسین علیخان بہادران سادات بارہہ در تردد مشغول یکے بر دیگرے غالب نبود ناگاہ نظام الدین خان و لطف اللہ خان پسہا تاختہ طرفہ ماجرا دیدند لعل کنور با پانصد سوار فیلان کہ ہمراہ آنہا بود و مصاحبہ خود با جرار سواران در زمین نشیب استادہ تماشاے جنگ میکرد و این بہادران باخود صلاح کردہ حملہ آور شدہ۔ اخبار محبت

ہرچند کوشش کی مگر وہ نہ رکا جب فوج نے بادشاہی ہاتھی کو بھاگتے ہوے دیکھا تو کل لشکر بھی بھاگ گیا مگر امیر[1] الامرا ذوالفقار خان اور نواب عزیز خان بہادر بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھاکر گرے اور فتح کی مبارکبادی ادا کرکے اپنے والد نواب زین الدین خان کی رفاقت مین ملک عدم کو روانہ ہوے مسعود[؟] مین فرخ سیر کی فتح اور سلطان معزالدین کی شکست ہوئی اور یہ فتحیابی نواب نظام الدین اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطف اللہ خان فرخ سیر کے حضور مین فتح کی مبارکباد بجالاے اور سلطان فرخ سیر نے انکے باپ بھائی کی لاش اٹھانیکے لیے پالکی مرحمت فرمائی بعض مورخ اس شکست کی وجہ سلطان معزالدین کے بعض امرا کی سازش اور بعض راوی خانجہان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معزالدین کا خوف کھاکر بھاگنا بیان کرتے ہین حاصل کلام یہ ہے کہ نواب عزیز خان کی ثابت قدمی مین فرق نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک وہ اپنی جگہہ سے نہ ہٹے شکست و فتح تقدیر الہی سے ہوا کرتی ہے آدمین کسی کا اختیار نہین مگر کسی امیر کا ثابت قدم رہنا اسکے لیے قابل فخر ہوتا ہے جیساکہ میر تقی میر نے اس امر کے حسب حال یہ شعر لکھا ہے ؎ شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر ٭ مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ٭ ابھی چند سال فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھکر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پاکر اوسے سلطنت سے معزول کیا اور یکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہونچی اس بادشاہ کے عہد مین نواب عزیز خان بہادر کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تاریخ[؟] احمد شاہی[؟] مین ہے کہ نواب[2] عزیز خان داماد دلیر خان جو امراے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

---

[1] امیر الامرا ذوالفقار خان و عزیز خان بمقامیکہ استادہ بودہمچنان استادہ ماند ۴۸۴۔ اخبار محبت [2] نواب عزیز خان چون داماد دلیر خان

کے عہد مین منصب ہفت ہزاری کو پہونچے نواب عزیز خان کے فرزند
خان بہادر خان جو تیر اندازی کے فن مین محمد شاہ بادشاہ کے استاد
تھے اکثر خلوت مین انکو روبرو بیٹھنے کا بھی حکم تھا اور وہ بھی ہفت
ہزاری تھے باپ بیٹے دونون صوبہ داری کے عہدہ پر سرفراز ہوے
اور منصبداری مین ہمعصر تھے نواب عزیز خان اکبر آباد کی صوبہ داری پر مامور تھے
اور خان بہادر خان اودھ کے صوبہ دار تھے اسکے ساتھ قانونگوی اور چودھرایت پرگنہ
کانٹ کی بھی انکے متعلق تھی اور سرکار قنوج وکالپی کی جاگیر بعد انتقال نواب
دلیر خان کے نواب عزیز خان کے نام بحال ہوی تھی اور تا زندگی وہ
انکے متعلق رہی انکے بعد وہ بھی اس خاندان سے جاتی رہی۔
جب سادات بارہہ کی خودسری حد سے بڑھ گئی اور وہ بادشاہ کو برائے نام تخت پر
قایم کرکے اشارونپر چلانا اور خود در پردہ سلطنت پر حکومت کرنا چاہتے تھے سپر عام
طور پر تمام ارکان دولت مین انسے ناراضگی پیدا ہوگئی اور سب نے انکے استیصال پر اتفاق
کیا اور بادشاہ کی مدد کی اسمین بھی نواب عزیز خان شریک ہوے ہین چنانچہ تاریخ
ہندوستان کے صفحہ ۱۹۲ مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہین کہ جب سید حسین علیخان
امیر الامرا جو سادات بارہہ سے تھا بوجہ اپنی خودستائی کے قتل ہوا تو اسکے بھائی سید عبد اللہ
خان قطب الملک نے محمد شاہ پر لشکر کشی کی اور اسوقت بعض والیان ملک اور امرا شرکت

بقیہ صفحہ ماقبل امراء عالمگیری بمراتب ہفت ہزاری و پسرش بہادر خان بمنصب ہفت ہزاری بود پدر و پسر ہمعصر بودند
یکے صوبہ داری اکبر آباد و دیگرے صوبہ دار اودھ معہ چودھرایت وقانونگوی داشت وخان بہادر خان مسطور در علم تیر اندازی استاد
بادشاہ محمد شاہ بود اکثر در خلوت روبرو بادشاہ حکم نشستن بود وجاگیرات نواب بہادر خان کہ سرکار کالپی وقنوج بود بعد
دلیر خان تاحیات عزیز خان بحال ماندہ بعدش آنہم رفت۔ اخبار محبت

جنگ کیلیے بادشاہ کے پاس آئے تو عزیز خان بھی یکہ تازونکے ساتھ مین بادشاہ کے حضور مین آئے اور تاریخ خافیخان قلمی کے صفحہ ۵۰۵ مین ہے کہ ۹ محرم سنہ جلوس محمد شاہی کو بادشاہی لشکر موضع شاہپور ہیج میدان تھا کہ امرائے لشکر ترتیب مین مصروف تھے اور محمد شاہی لشکر قطب الملک کے لشکر سے نصف بلکہ اس سے بھی کم تھا سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ اور راجہ دہیراج جیسنگہ کے آنیکا انتظار ہو رہا تھا کہ نواب عزیز خان بہادر اور بایزید خان بھی اپنے اپنے جانباز جاعتون سے محمد شاہ کی ہمرکابی مین حاضر ہوے اور علم فدویت کا اٹھایا بجز چند امرا کے اکثر اس مہم مین شریک نہو سکے محمد خان بنگش البتہ دو تین ہزار سوارونسے آکر شرف پابوسی سے مشرف ہوئے نقل ہے کہ محمد خان بنگش فرخ آبادی کہ اس زمانہ مین وہ منصب ہزاری کو پہونچے تھے ایکروز نواب عزیز خان کی ملاقات کو آئے نوابصاحب موصوف نے انکی تعظیم و توقیر انکے مرتبہ کے موافق کی جب محمد خان کی نظر نواب عزیز خان کی پشت کیطرف پڑی دیکھا کہ عبدالحمید نواب عزیز خان کا تابنہ نوابصاحب کے سر پر مورچھل ہلا رہا ہے محمد خان بنگش نے اسے پہچانا اور فوراً کھڑے ہوکر عبدالحمید کے سامنے مجرا بجالائے نواب عزیز خان نے عبدالحمید سے پوچھا کہ تو انسے کہانکی وقفیت رکھتا ہے اسنے عرضکیا کہ جس زمانہ مین فدوی صوبہ اودھ کی حکومت کی نیابت پر مامور تھا یہ خانصاحب فدوی کے یہان بعہدہ جمعداری ملازم تھے اسروز سے

سلہ نہم و دہم محرم الحرام کہ از موضع شاہپور مضرب خیام لشکر ظفر انجام شاہ والا مقام گردید امرائے عظام باہتمام ترتیب فوج ظفر موج پرداختند تا آنکہ فوج بادشاہ غازی از نصف لشکر خصم کم بود و انتظار رسیدن سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ و راجہ دہیراج جیسنگہ داشتند عزیز خان و بہلہ بایزید خان میواتی جمع از ہمراہیان جانباز در رکاب نظفر انتساب حاضر آمدہ علم فدویت برداشت ۵۰۵ تاریخ خافیخان محمد ہاشم۔ بسبب بعد مسافت بعض و لتحواہان و بعضے موانع بروقت کار نرسیدند و سوائے محمد خان بنگش کہ با دو سہ ہزار سوار بحضور رسیدہ سعادت ملازمت حاصل کردہ بود۔ خافی خان۔

کبھی عزیز خان چغتا نے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان بنگش نے اس امر کی انسے شکایت کی فیمابین نواب بنگش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم بہے ہین نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسنا بی بی جو نواب دلیر خان کی بیٹی تھین انکے بطن سے ایک صاحبزادہ تہور خان اور تین صاحبزادیان مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھین تہور خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف رستم خان نے اپنی بہن کو ایک باغ موضع مریدا پور مین دیکر اسکی سند بھی لکھی ہے جسکی نقل بطور یادگار کے حاشیہ پر درج کر دیگئی ہے۔

نواب عزیز خان کی وفات ۱۱۳۵ھ مین قضائے طبعی سے ہوئی اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (بجنت رفت) ہے جسکو راقم نے یون موزون کیا ہے ؎

شجاع و صاحب غیرت عزیز خان حیف صد	ازین دیار چو رخت حیات را بربست
بسال مرگ مظفر نمود فکر بلیغ	ندا رسید ز ہاتف بگو بجنت رفت ۱۱۳۵ھ

نواب عزیز خان اپنے بنوائے ہوئے مقبرہ واقع بہادر گنج منحملات شاہجہانپور مین مدفون ہوئے نوے برس کی عمر ہوئی مشہور ہی کہ نواب بہادر خان کے مزاج مین

سلہ نقل سند نواب کمال الدین خان عرف رستم خان بنام ہمشیرہ خود (عالمگیر بادشاہ محمد رستم خانہ زاد) ہو الغنی متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جاگیر بعنایت امید وار بودہ بدانند چون باغ موضع مریدا پور [illegible] پرگنہ مذکور از ابتدائے فصل خریف ۱۱۲۰ھ یکہزار و یکصد و وازدہ فصلی بنام ہمشیرہ مقررہ دادہ باید کہ باغ مذکور بتصرف مشارالیہا والذاشتہ محصول آنرا سال بسال در قبض و تصرف خود بیایند بوجہے من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ تحریر فی التاریخ چہاردہم شہر ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ نقل بدفتر رسید۔

انانیت و غصہ بہت تھا ذرا ذرا سی بات پر معتمد الخدمت لوگونکو ذلیل کروا دیتے تھے
بعض اشخاص انکا نام عبدالعزیز خان تبلاتے ہین۔
نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب الغضب و سخت مزاج بیان
کیے جاتے ہین یہ اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد[1] اپنے مامون کے ہاتھ سے
قتل ہوے انکو دوست محمد خان بازید خیل کی بیٹی جو فضل خان کی ہمشیرہ تھین بیاہی تھین
خان بہادر خان لاولد رہے انکی بیوہ بیوی عرف بہو صاحبہ و بی بی میّان بنت
عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا رہا او نند و بھاوج
کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کرایا تھا بی بی میّان جو نواب دلیر خان
کی نواسی تھین بڑی منتظم اور بہادر تھین انکی مہر جو کاغذات پر ہے اسمین (ہمشیرہ خان بہادر
خان بنت عزیز خان بہادر جنگ ۱۱۳۹ھ اور سنہ ۸ جلوس محمد شاہی) تحریر ہے

[1] نواب عزیز خان بہادر چغتا در عہد محمد شاہ غازی وفات یافت و خان بہادر خان پسرش بعد چندی نزدیکی ہمان ایام از دست
ماموان کشتہ شد و میّان بی بی بنت عزیز خان بر ترکہ پدر و برادر قابض و متصرف شد مسماۃ مستان بی بی عرف بہو صاحبہ بحضور مستغاث
شد دران زمان خدمت الضلع راجہ صاحب رام از حضور بادشاہ خلعت یافتہ ہنگام رخصت بادشاہ مسماۃ مستان بی بی زوجہ
خان بہادر خان مرحوم بہ صاحبرام سپرد و حکم فرمود کہ بموجب شرع شریف انفصال کردہ دہند و اگر میّان بی بی برین راضی نشود
روانہ درگاہ سازند چون راجہ صاحبرام در قلعہ پرگنہ کانٹ کولہ معہ مستان بی بی از شاہجہان آباد رسیدہ بی بی میّان مستعد
پیکار شدہ با فوج جرار پیش آمدہ با صاحبرام جنگ صعب رو نمود بعد ستیز بسیار صاحبرام در رزم گاہ کشتہ مستان بی بی را مقید ساخت
بر این خبر از روے وقایع بحضور بادشاہ رسید فرمان عتاب آمیز بنام میّان صاحبہ نظام نام احدے ورود فرمود و بی بی میّان
بورود فرمان ہمراہ احدے مذکور بدرگاہ بادشاہ رسید چندگاہ از مجرا محروم ماندہ چون نواب وزیر الممالک قمر الدین خان پسر
محمد امین خان تورانی میّان صاحبہ را ہمشیرہ خواندہ بود بوساطت ان بحضور محمد شاہ رسیدہ و بادشاہ ملحوظ قدامت و جانفشانی
بزرگانش عفو تقصیر فرمودہ و خلعت گرانمایہ عطا فرمودہ و فہمایش و قسم سر مبارک خود دادہ فرمود کہ میان بی بی زوجہ
خان بہادر خان را مقید ندارید و بار دیگر قصد قتل یکدیگر ہرگز نسازند بموجب شرع شریف قسمت باخود ہا کردہ بگیرید
از انجا کہ اولاد نواب دلیر خان و نواب بہادر خان در حضور بماندہ ۔ صفحہ (۵۳۱) اخبار محبت قلمی ۔

نواب عزیز خان کی صاحبزادی میان بی بی کامگار خان کو اور دوسری صاحبزادی انشرف صاحبہ نامدار خان کو اور تیسری مناسی بی بی نیکنام خان کو منسوب تھین یہ سہ فرزندان نواب عنایت خان برادر دلیر خان کے فرزندان تھے میان بی بی کی دو لڑکیان تھین ایک نشد بندیہ صاحبہ جو لال صاحب پیرزادہ کلہرہ کو بیاہی تھین انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو فخر الدین خان بن نواب محمد خان بنگش کے عقد مین تھین دوسری صاحبزادی میان بی بی کی گھابی بی تھین جو نواب جہان خان بن نیکنام خان کو منسوب ہوئی تھین انکے بطن سے ایک دختر کی پیدایش ہوئی تھی جو نواب ذوالفقار خان بن نواب حسین خان بن نواب محمد خان غضنفر جنگ بنگش کو منسوب تھین گھابی بی کی بیٹی کے بطن سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ نواب مرتضے خان شاہجہانپوری سے منسوب تھین جنسے نواب محمد خان عرف جمعہ میان جانشین نواب عزالت رئیس بڑی ڈیوڑھی پیدا ہوئے تھے۔

جب بی بی میان نے باپ بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کرلیا تو بہو صاحبہ یعنی بیوہ خان بہادر خان نے اس امر کا استغاثہ محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین کیا اس زمانہ مین اس ضلع کیخدمت راجہ صاحب رام کو بادشاہ کیطرف سے مرحمت ہوئی تھی رخصت کیوقت بادشاہ نے اس قضیہ کو راجہ صاحب رام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ شرع شریف کے موجب انکا فیصلہ کرا دینا۔ اگر بی بی میان اسپر راضی نہون تو انکو یہان روانہ کر دینا صاحب رام پرگنہ کانٹ کے قلعہ مین آ گئے اور زوجہ خان بہادر خان بھی دہلی سے ضلع شاہجہانپور مین آگئین تو بی بی میان جنگ پر مستعد ہوئین اور بڑی جرار فوج سے انھون نے مقابلہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی آخر بعد اک بڑے معرکہ کے راجہ صاحب رام کو میدان جنگ مین قتل کر ڈالا اور اپنی بھاوج زوجہ خان بہادر خانکو قید کرکے ہمراہ لیگئین

جب یہ خبر وقایع نگار نے بادشاہ کو لکھی تو وہانسے ایک فرمان عتاب آمیز بی بی میاں کے نام ایک شخص نظام نامی لایا بی بی میان فرمان کے صادر ہونیسے دہلی کو گئین اور چند روز دربار کی حاضری سے محروم رہین لیکن اسکے بعد نواب قمرالدین خان جو محمد امین خان تورانی کے فرزند تھے وہ میان بی بی کو بہن کہتے تھے انکے واسطہ سے محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوئین بادشاہ نے بلحاظ قدامت وجانفشانی کے جو انکے بزرگون سے ظہور مین آئی تھی انکی خطا معاف فرمائی بعد ازان خلعت گرانمایہ عطا فرماکر نہایت اعزاز واحترام سے رخصت کیا اور جو لنکے اور بھاوج کے باہم رنجش تھی اسکے بارہ مین فرمایا کہ تمھین ضرور مصالحت کرلینا چاہیے اور اپنے سر مبارک کی قسم دیکر ارشاد کیا کہ تم بیوہ خان بہادر خان کو مقید نہ رکھو اور ایک دوسرے کی قتل کی درپے نہو اور ترکہ بموجب شرع شریف کے تقسیم کرلو۔ میان بی بی کی ہیبت ایسی تھی کہ انکے مکان کیطرف سے دیہات وغیرہ کے ڈاکو نہین نکلتے تھے نقل مشہور ہے کہ انکی ایک لڑکی تھی ایکبار اسکی دایہ نے کچھ بیدردی سے اسکے سر کے بال صاف کیے جس سے وہ بیچین ہوگئی میانصاحبہ نے اس دایہ کی لڑکی کو آگ کی انگیٹھی مین ڈالدیا اور کہا کہ اب تجکو دوسرے کی بچہ کا قلق آئیگا۔ یہ اپنے باپ کیطرح بہادری مین بینظیر تھین گو عورت ذات تھین مگر دلاوری وجوانمردی مین مردونسے بڑھی ہوئی تھین انمین شجاعت کا جوہر موروثی طور پر اپنے دادا نانا سے پہونچا تھا میانصاحبہ قلعہ کے باہر محلہ لوہانی مین رہتی تھین اور وہین انکی ڈیوڑہی اور فوج اور دیگر کارخانے بھی تھے۔

سنہ ۲۶ جلوس[1] مین جب محمد شاہ بادشاہ نے امرائے پائے تخت کے نام فرامین صادر کیے

[1] در سال بست وششم جلوس محمد شاہ فرامین شاہی بنا بر طلبی امرایان صادر گشتند منجملہ دیگر فرمان طلبی نواب ابو المنصور خان

و منجملہ دیگر امرا کے ابو المنصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اودھ کے نام بھی فرمان ارسال کیا

بقیہ صفحہ ما قبل صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اصدار یافت دریں ایام مسماۃ میان بی بی مخاطب بہ بہو صاحبہ زوجہ نواب نجابت خان
این عزیز خان داماد غفران پناہ نواب دلیر خان بنام زین الدین خان بہادر چغتائی برادر زادہ خان بہادر خان مرحوم شوہر خود کہ باسم
عبد اللہ خان مشہور بود بحضور بادشاہ مستغاث آمدہ و انواع ظلم او انواع تعدی و اظہار کرد احوال قرابت یکجدی او و شوہر خود ظاہر نمود
چون ملحوظ خاطر و پاس عزت میان بی بی برائے انحضور بسیار بود لہذا فرمان بو المنصور خان اصدار یافتہ دران چنین ارشاد مرقوم کرد
کہ عبد اللہ خان نام زمیندار شاہجہانپور کہ متمرد و با متوسلان درگاہ خصومت و عداوت بسیار میدارد و آن ناحق شناس بوہ عزیز القدر
خان بہادر خان اکثر اوقات ایذا میرساند چون مسکن و اتلاف راہ ایشان است بوقت ورود شاہجہانپور نامبردہ را مقید ساختہ آرید و اگر
بتمردی پیش آید سرش بریدہ بدرگاہ آرید چونکہ ابو المنصور خان قریب ہشت کروہ از شاہجہانپور در شاہ آباد نزول اجلال فرمودہ بود ہشت
دو کس رسالہ داران لشکر خود حکم فرمود کہ قبل از ورود ما بدولت ایشایان در شاہجہانپور رسیدہ عبد اللہ نامی زمیندار ازانجا ہست او را
مقید ساختہ بحضور آرید و اگر مقابلہ نماید سرایش کردار او در کنار او چند رسالہ داران از احوال او واقف بودند معروض نمودند کہ
نواب عبد اللہ خان سردار است و نبیرہ نواب بہادر خان ہراول بادشاہی ہست و جد او ہزار ہا افغان از ولایت آوردہ در شاہجہانپور
آباد ساختہ و ہمہ ہا یک یک خود را رستم زمان میشمارند و ہفتاد ہزار کس افغانان شریف تابع فرمان او ست اگر حضور بادشاہ بذات خود
متوجہ شوند امید کہ سالہا کارش باتمام خواہد رسید و اولاد او دران شہر ہمان افغان ہست کہ ہمراہ خانجہان خان لودی مقابلہ شاہجہان بادشاہ نمود
مقابلہ نذر محمد خان والی توران کردہ ہمراہ نواب دلیر خان ملک آسام تہ تیغ نمودہ و تمام دفتر از بہادری آنہا سیاہ ہست سر و مدین او
سرسری نیست و علاوہ این از عبد اللہ خان بلکہ از تمام اولاد دلیر خان و بہادر خان گاہے نافرمانی سلطانی از آنہا بعمل نیامدہ و ازان کسی
کہ نمکحرامی از امرایان با سلطان نمودہ و اولاد دلیر خان برو طعنہ زن ہست امید کہ اگر حضور عبد اللہ خان را طلب فرمایند از حکم حضور سرتابی
نخواہد گردانیدہ ہر چہ حکم صادر کردید آرام بر طبق اظہار آنہا حکم شد کہ از ایشان یک کس رفتہ باحترام و اکرام او را بیارند چنانچہ رسالہ
دار مذکور پیشتر روانہ شدہ نزدیک نواب عبد اللہ خان رسیدہ با عبد اللہ خان ملاقات کرد و از احوال حکم بیان اظہار خود مفصل بیان نمود
ہم درین عرصہ جناب عالی قریب شاہجہانپور موضع لودی پور نزول اجلال فرمودہ ہمانوقت نواب عبد اللہ خان از مسکن خود بتجمل و شکوہ
شصت ہزار افغان چرار کہ درین جامہ ہا کمر بستہ و تیغ بادردست گرد اگرد مثل دور انگشتری پالکی سردار خود ساختہ دف نودوتا رد
سرانیدہ و آہنگ پستول بفلاک میرسانید و مردم ملازمان از رعیت او کہ ہمراہ سواری او بودند خل حساب نیست وقتیکہ سواری او قریب
اردو رسیدہ رسالہ دار مذکور از انکہ پیش بحضور آمدہ اطلاع نمود آن وقت نواب صفدر جنگ از مسند برخاست قریب سراپردہ خود
سراپچہ را قدرے چاک کردہ شکوہ سواری و جمعیت او ملاحظہ کرد از رسالہ دار نہایت خوش شدہ فرمود کہ تو راست عرض کردہ
وقتیکہ عبد اللہ خان لب فرش رسیدند نواب صفدر جنگ از مسند برخاستہ قدرے پیش آمدہ معانقہ کرد و استفسار حال نمود
او احوال مفصل کہ باہم زوجہ خان بہادر خان مناقشہ و قضیہ درمیان در پیش بود عرض کرد و نواب صفدر جنگ فرمود کہ راستگوی من
این احوال زبانی معتمدان شنیدہ ام لیکن مفصل حال معلوم نبود کہ این بزرگان شما ہست ۱۲ اخبار محبت۔

اس عرصہ مین زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان عرف زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور مین پیش کی اور انکے ظلم کا استغاثہ کیا اور انکے طرح طرح کے مظالم بیان کیے اور یکجدی قرابت کا حال کچھ ظاہر نہین کیا چونکہ پاس عزت بیوہ صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تھا لہذا جو فرمان طلبی کا ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے نام صادر ہوا اسمین یہ حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت متمرد اور سرکش ہی وہ ناحق شناس مابدولت کے متوسلون سے عداوت رکھتا ہی زوجہ عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہی چونکہ مسکن اسکا تمھارے اثنائے راہ مین ہی لہذا شاہجہانپور پہونچنے کیوقت نامبردہ کو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا چاہیے اگر وہ متمرد ویسے پیش آئے تو اسکا سر کاٹکر ہماری درگاہ مین حاضر کرنا چاہیے جب صفدر جنگ اودھ سے روانہ ہوکر شاہ آباد مین پہونچے تو رات کیوقت اپنے لشکر کے دو رسالدارونکو حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہان عبداللہ نام ایک زمیندار ہی اسکو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا اگر وہ مقابلہ کرے تو اسکے کردار کی اسکو سزا پہونچانا وہ رسالدار نواب عبداللہ خان سے واقف تھے انھون نے عرض کیا کہ نواب عبداللہ خان وہانکا سردار ہی اور نواب بہادر خان ہراول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہی اسکے دادا نے ہزارہا افغان ولایت سے لاکر شاہجہانپور آباد کیا اور ہر ایک پٹھان انمین کا اپنے آپکو رستم زمانہ سمجھتا ہی ستر ہزار پٹھان شریف القوم اسکے فرمان کے تابع ہین اگر حضور بادشاہ بذات خاص بھی متوجہ ہون تو امید ہی کہ سالہا سال مین اسکا کام تمام ہو اور اس شہر مین اولاد انھین افغانونکی ہی جنھون نے خانجہان لودہی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ کیا ہی اور نذر محمد خان والی توران کو بلخ و بدخشان سے بیدخل کرکے بھگایا ہے اور ہمراہ

نواب دلیر خان کے ملک آسام کو تہ تیغ بیدریغ کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے
ہوے ہین عبد اللہ خان کا سر کاٹنا کوئی سرسری کام نہین ہے اسکے علاوہ عبد اللہ خان
بلکہ جسقدر اولاد بہادر خان و دلیر خان کی ہے اسنے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہین کی
بلکہ جس کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ نمک حرامی کی اسپر نواب دلیر خان کی اولاد طعنہ زن
ہوئی اگر حضور نواب عبد اللہ خان کو طلب فرمائینگے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہین کرینگے
آیندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجا لائین جب صفدر جنگ کو عبد اللہ خان کا یہ حال معلوم
ہوا تو حکم دیا کہ ایک تم مین سے جاکر انکو با کرام تمام لاے چنانچہ سالدار پیشتر روانہ ہوا اور
عبد اللہ خان کے پاس جاکر ملاقات کی اور کل حال اور انکے متعلق جو حکم بادشاہی صادر
ہوا تھا مفصل بیان کیا اس عرصہ مین جناب عالی یعنے نواب صفدر جنگ قریب شاہجہانپور
کے موضع لودیپور مین جاکر خیمہ زن ہوے اسوقت نواب عبد اللہ خان اپنے مکان سے
نہایت شان و تجمل سے برآمد ہوے اور ساٹھ ہزار پٹھان جو ارجولے اپنے جامہ کے دامن
کمر سے باندھے ہوے اور تلوارین ہاتھ مین لیے ہوے دف اور دوتارا بجاتے اور سیٹیون
کی آواز آسمان پر پہونچاتے تھے ساتھ لاے ان پٹھانون کے علاوہ دوسری جماعت سپاہ انکی بھی
سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہونچی رسالہ دار نے تھوڑی دیر
پیشتر آکر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور
قریب سراپردہ کے جاکر تھوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان و شوکت
اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبد اللہ خان خیمہ مین داخل ہوے
اور جب فرش پر پہونچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے
بڑھ کر معانقہ کیا اور حالات دریافت کیے انھون نے مفصل طور پر خاندان کی

موروثی نفسانیت اور زوجہ خان بہادرخان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا اور ذاتی رسوخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فرخ سیر کے حالات مین تحریر ہو چکا ہے اور کچھ اپنے بزرگون کی شجاعت کے کارنامے سنائے جنکو نواب صفدرجنگ نے سنکر فرمایا کہ تمھاری راستگوی مین کوئی شک نہین ہے ہمنے بھی یہ واقعات زبانی معتمد وشنکے سنے ہین لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ تمھارے ہین اسلیے دریافت کرنا تھا کہ آپ اسوقت کہان ہین اب حال معلوم ہوا خاطر جمع رکھیے مین دہلی جاتا ہون انشاءاللہ آنمہربان کے ہاتھ سے عمدہ کام لیے جائینگے بعدہ عبداللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار شاہی کو روانہ ہوے۔

عبداللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادرخان کے خلف الرشید تھے نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب الغضبی اور تند مزاجی مین ضرب المثل گذرے ہین۔ انکا مجملاً ذکر اوپر معرض تحریر مین آچکا ہے نواب زین الدین خان اور نواب عزیزخان مین ہمیشہ نااتفاقی رہی اور چچا بھتیجون کے باہم کبھی صفائی نہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست مین مشغول رہتے اور نواب عزیزخان بادشاہی دربار کے حاضرباش وشاہی خدمتون پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے دیوانے بنے ہوے تھے مگر انکے حرکات وسکنات تو ۵ دیوانہ بکار خویش ہشیار۔ کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہوجاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اسطرف کے کوچہ و بازار
سے ایسے بدحواس ہو کر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پانون ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر
رات مین فقیری لباس پہنکر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات
نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بدمزاجی کے حالات بادشاہ کے
حضور مین پہونچاے لیکن بادشاہ نے بخیال قدامت وخیر خواہی نواب بہادر خان
کے کہ جو انکے دادا تھے انکے بیباکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم
پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سر دربار فرمایا کہ آپ اپنے
دیوانہ بھتیجے کا علاج نہین کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب مین یہ عرض کیا
کہ اسکے لیے بجز قتل کے اور کوئی داروے شفا نہین ہے اور خود انکے قتل پر کمر
باندھی مگر بادشاہ نے بسبب رحم ذاتی کے اسکا تدارک نہ کیا اور فرد واقعہ پر دستخط
خاص کر کے یہ تحریر فرمایا کہ بر دیوانہ حکم سیاست ناجائز اس عرصہ مین
سمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر مین غلہ وغیرہ کی رسد پہونچاتا تھا حسب اتفاق
شاہجہانپور مین وارد ہوا زین الدین خان نے اس سے ہزار ہا روپے کی شکر لیکر
خورد برد کر لی بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور مین استغاثہ کیا وہان سے تادیباً
نور احمد نام ایک شخص مقرر کر کے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زین الدین خان مستغیث
سے لیکر داخل کرین یا خود حضور مین حاضر ہون حسب الحکم بادشاہی فرستادہ
شاہجہانپور آیا اور وہ یہانسے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا
کہ زین الدین خان درحقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ
اسنے عجب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو جَو کی روٹیان لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مجکو کھلائین ملازم اُسکے مجنونانہ حرکات سے اسکو اکثر علحدہ مکان مین مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت سماجت کے ساتھ عذر خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیان دین۔
انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھین جو اپنے چچا زاد برادر غیرت خان کو منسوب تھین یہ باپ بیٹے دونون خوشرو جوان تھے راقم نے ان ہر دو کی تصویرین دیکھی ہین شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی تصنیف کا یہ شعر جو بطور سجع کے ہے مہر پر کندہ کرایا تھا ؎ چو یافرخ سیر سلطانی آمد ٭ بزین الدین بہادر خانی آمد ٭ اور یہ شعر بھی انکا جو اکثر اسکے ورد زبان رہتا تھا بہت خوب ہے ؎ ہمچو سیماب تا نکشتہ شوم ٭ نکنم ترک بیقرار یہا ٭ انکی شہادت کا واقعہ شمس العلما مولوی ذکا ءاللہ نے بھی تاریخ ہندوستان کے صفحۂ (۱۰۵) جلد نہم مین تحریر کیا ہے کہ زین الدین خان فرخ سیر اور جہاندار شاہ کے معرکہ مین کام آئے ہین۔ جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان کیا ہے۔

نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ مین ۱۶ برس کی عمر مین جان بحق ہوے۔ دوسرے نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے یہ فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمرکاب رہا کرتے تھے فرخ سیر کی معزولی مین سادات بارہہ کے ہمخیال نہونے سے قتل ہوے انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونون لاولد رہے۔ انکی حویلی کوٹلہ فیروزشاہ معروف بہ

قدم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا چمیلی باغ گوہرآرا بیگم میں متصل درگاہ خواجہ
باقی باللہ کے پرانی دہلی میں ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت
یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے بوجہ روشی عداوت کے بادشاہ کے روبرو
باغی ظاہر کرکے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یون لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محمد شاہ
بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے انھون نے بادشاہ
سے انکی بغاوت بیان کرکے اجازت قتل کی حاصل کرلی تھی تاج الدین خان کسی
تقریب میں شاہ آباد آے ہوے تھے اور یہان سے شاہجہانپور واپس جاتے تھے
موضع گنواری میں خان بہادر خان سے مقابلہ ہوگیا اسوقت تاج الدین خان نے
اپنے دونون چھوٹے بھائی یعنے نواب عبداللہ خان وظہور الدین خان کو مصلحتًا ہاتھی
پر سوار کرکے اپنے مصاحبونکے ہمراہ نواب بنگش کے یہان جنسے دوستانہ مراسم
تھے فرخ آباد بھیجدیا اور آپ تن تنہا گھوڑے پر سوار ہوکر خوب لڑے اور بہت سے
لوگونکو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزونکے زخم کھاکر شہید ہوے اور دوسری
روایت میں یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے
ہاتھی پر سوار کرلیا اور مصری پور میں لیجاکر خیمہ میں اتارکر نظربند کرلیا اور افضل خان
بازید خیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل
کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور میں بھیجا جو دہلی میں متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے
مدفون کیا گیا اور نعش مصری پور [illegible] پر دفن ہوئی اور یہ زمانہ سنہ ۱۱۳۸ھ
کا تھا بعد انتقال خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے
اپنے باپ کے قصاص میں قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جنکا نام عبد اللہ خان وظہور الدین
خان تھا باقی رہے نواب عبد اللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج
حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت ششش پارچہ وسہ رقم جواہرات
اور خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی کا عطا ہوا تھا اس سرفرازی کی تفصیل یہ ہے
کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے
نواب عبد اللہ خان کو بلایا تھا اور جوہر انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو
نواب عزیز خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو انسے وعدہ
کیا تھا کہ جب کوئی مہم پیش آئیگی تو آنمہربان کو بلایا جائیگا۔
چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی عملداری مین چرائی
کو گئے اور روہلہ کے آدمیون نے نواب صفدر جنگ کے شتربانون کو زخمی
کر کے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے
اخراج کی تدبیرین کین اور بادشاہ کو انسے برہم کر کے فوجکشی کا ارادہ کیا
عمدۃ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رائے اپنے ملازم ومصاحب کو بلایا
اور نواب عبد اللہ خان رئیس شاہجہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازون
نے بطور فہمایش کے انسے عرض کیا کہ آپ کے شاہجہانپور کے علاقہ کی سرحد
روہیلونکی سرحد سے ملی ہوئی ہے آپ اس جنگ مین نہ شریک ہون ورنہ روہلونکے
عمل قائم رہنیکے بعد آپکے علاقہ کی بربادی ہوجائیگی نواب صاحب نے یہ جواب
دیا کہ مین بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر اعظم کی وعدہ خلافی کے جسمین دارین کی
خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہین کر سکتا چنانچہ نواب عبد اللہ خان

دس بارہ ہزار پٹھان لیکر راجہ نول راے کے ساتھ جو صوبہ اودہ سے آے تھے
شاہجہانپور سے نواب صفدر جنگ کی مدد کو روانہ ہوے اودہر دہلی سے محمد شاہ
بادشاہ سنہ ۲۷ جلوس مین معہ امرا اور لشکر کے روہلونکی تاراجی کے لیے بریلی و
تولہ کیطرف آے سعداللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے
اور حصار بن گڈہ کیطرف مفرور ہوگئے اسوقت نواب عبداللہ خان صفدر جنگ
کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت وخطاب مذکورۂ بالا
سے سربلند ہوے۔ اس معرکہ مین نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی فوج کے
ہراول مقرر ہوے تھے۔

بعد ازان علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہوکر
امرا مین منسلک ہوے۔

روہیلونکے اس انقلاب مین اعظم خان جو روہیلونکے سردار تھے دو ہزار سوار لیکر
شاہجہانپور چلے آے اور نواب ظہور الدین خان کے پاس ملازم ہوے۔

اس عہد مین دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہانپور کے نوابون کے پاس تھے
جسمین دیہات بداون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہور الدین خان کے حصہ مین
آے تھے جب انکے پاس روہیلونکی جمعیت آگئی تو انھون نے روہیلون کے
اغوا سے پوایان وغیرہ کے دیہات جو انکے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت
مین تھے انپر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہانپور کے قلعہ مین
نظر بند کرلیا۔ شاہباز خان متبنّٰی بھی ساتھ مین تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی
سے باہر نکلکر اسمٰعیل خان کانکڑ کے یہان پہونچے اور ملک زمان خان کے

نام بابت بلا نیکے رقعہ لکھا اور خود اعظم خان خلیل کے یہان چلے گئے اور وہان شیخ
جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور یسین خان کو لباس نوشاہ کا پہنایا اور اپنے
ساتھ ایک بڑی جماعت خونخوار پٹھانون کی لیکر لڑائی کو گئے اودہر ظہور الدین
معہ اعظم خان روہلہ کے قلعہ مین جنگ کے لیے مستعد ہوے عبد اللہ خان نے
دو ہزار پٹھانون سے قلعہ پر یورش کی اور روہلون نے بندوقونکی باڑھ پر رکھ
لیا مگر شیخ محمد فضل و نواب عبد اللہ خان نے رستمانہ حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ کھول
لیا اور اندر گھس گئے اور دونون جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچگئی
گویا اعظم شاہ و معظم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبد اللہ خان کا اقبال
بر سر اوج تھا روہلونکے سردار اعظم خان مارے گئے اور انکی جمعیت مین تزلزل ہو گیا
اور ادہر سے بھی بہت پٹھان کام آے ابتک ظہور الدین خان مقابلہ پر نہین
آے تھے شیخ محمد فضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی
اور نواب عبد اللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی اسوقت
ظہور الدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اُٹھے اور جیسا کہ شیر بکریون
کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً
مصاحبون کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوے۔ اب
نواب ظہور الدین خان اور نواب عبد اللہ خان دونون بھائیون کا مقابلہ ہوا چونکہ
دونون گل ایک ہی شاخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے
ایک دوسرے پر حملہ کر کے قتل کرنیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہور الدین خان
زخمون سے چور ہو کر زمین پر گرے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی نواب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خانزادہ
شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا اسعرصہ
مین ظہور الدین خان نے تدبیر کرکے راجپوتونکو جنگل مین فراہم کیا اور قلعہ چھین لینے
کا قصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب
عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی نواب نے زخمی بھائی کو بلا کر اپنی
نگہداشت مین رکھا۔

کہتے ہین کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے اُنکے زخم
اچھے ہو چلے تھے مگر انھون نے طیش مین آکر سب ٹانکے زخمونکے توڑ ڈالے
اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اسوجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور
اسی مین انکا انتقال ہوگیا نواب عبداللہ خان نے موضع ٹھریا اپنی بہن بصیرن بی بی
کو خانزادہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیا جب اس جھگڑے سے فرصت ہوئی تو
نواب عبداللہ خان اور روہلونکے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان روہلہ
کی ملاقات کو گئے تو انھون نے اعظم خان مقتول کے بھائیون سے میل کرادیا اور
انکے قیامی مکان پر روہلون کو لاکر دو سو روپے کی شیرینی منگاکر فاتحہ خیر
پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے یہان لیجاکر انکی طرف سے دو سو
روپے کی شیرینی منگاکر تقسیم کروادی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان
نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا
حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ مع فوج اور سرداران روہلہ
کے بڑی دہوم سے بارات لیکر شاہجہانپور آئے نواب عبداللہ خان

سے کے یہان بھی لکھنؤ اور دہلی کے امرا آکر شریک ہوے تھے جہیز کا سامان اور کھانون
کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیہات بھی
داماد کو دیے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور مین نہوئی ہوگی۔
اسکے بعد جب شاہزادۂ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے ولیعہدی
کے زمانہ مین صوبہ الہ آباد جانیکے قصد سے شاہجہانپور ہوکر نکلے تو نواب عبداللہ
خان نے حاضر ہوکر نذر و پیشکش گذرانی تھی اور شاہزادہ موصوف نے اوسوقت زین الدین
خان بہادر چغتائی کے ساتھ اپنی طرف سے **صولت جنگ** کا خطاب بھی
مرحمت کیا تھا۔

جس زمانہ مین کہ نواب قاسم علیخان بنگالہ سے شکست پاکر شاہجہانپور آے ہین
تو نواب عبداللہ خان اسوقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے
ہوے تھے مگر اونکی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل مین ٹھہرایا اور سامان
ضروری انکے پاس بھجوا دیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آے تو بہت
خوش ہوے اور مہینون نواب بنگالہ کو مہمان رکھا اور مہمان نوازی کی کوئی حد نہ
نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کیخدمت مین بھی بہت بے تکلفی تھی
اور معرکہ حافظ رحمت خان مین عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہوکر
جانیکی راہ دیدی تھی اور انھین امور کے لحاظ سے نواب شجاع الدولہ نے انکا علاقہ
قائم رکھا تھا اور انکے داماد ہونیکی وجہ سے ارادت خان پسر حافظ رحمت خان کو
امن دی تھی غرضکہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسایش و ناموری و حشمت
ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت مین گردش فلکی سے کچھ آثار تنزل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چل بسے۔

دریا خان

خانموصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور باوضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی تھے داودزی ایک بڑی قوم پٹھانون کی ہے اوسکی شاخ باقرزئی بھی ہے۔
دریا خان کا اصلی وطن قصبۂ بربر تھا جو پیشاور کے نواح مین چند کوس بسمت مشرق و شمال واقع ہے یہ وہان کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہان دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہانکے سردار کو خان بولتے ہین چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری چلی آتی تھی دریا خان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریا خان کاشتکاری اور گھوڑون کی تجارت کیا کرتے تھے تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ شاہی ملازمت سے پیشتر بھی دریا خان ہندوستان آئے تھے ان ایام مین شیخ رکن الدین بازید خیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریا خان کو صاحب اقبال دیکھکر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی اُنکے نکاح مین دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ ضلع مراد آباد مین واقع ہے عمل مین آیا تھا اسکے بعد پھر ہوائے وطن نے کشش کی اور دریا خان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد انکے آنیکا سبب غیب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میر الامرا پیر خان جو خانجہان خان لودی کے
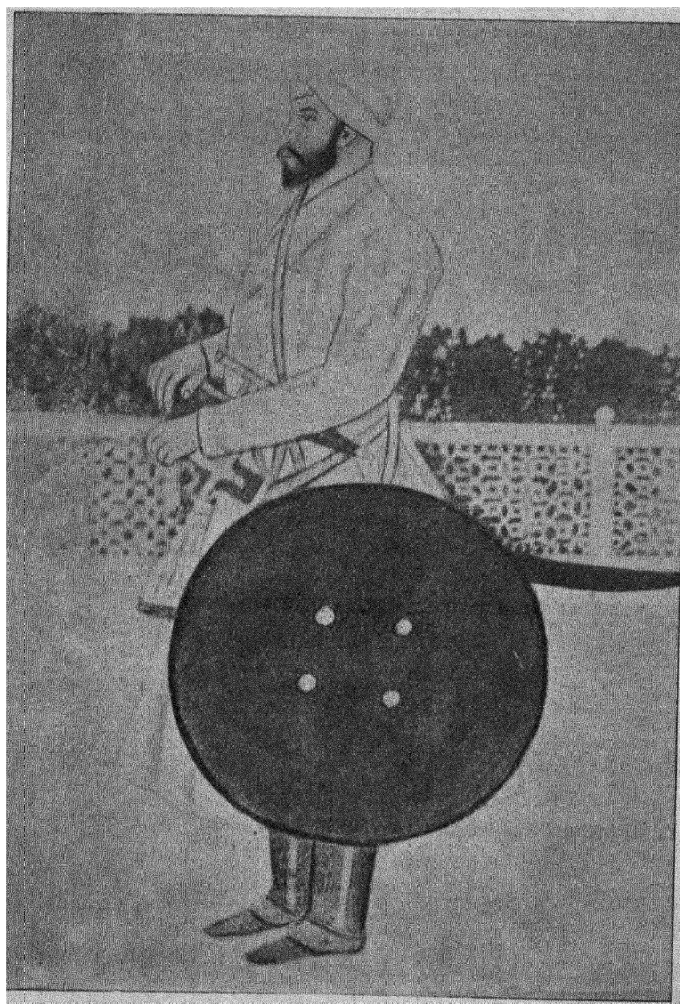
دریا خان

نام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخر مین ترقی کر کے
صلابت خان یار وفادار سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اوسے
سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک دکن کے
کئی صوبونکا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا
حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا قصبۂ بریرین
پہونچگیا اوسوقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اوسنے دریاخانکے
خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہین چھپی رہتی دریاخان کی
نظر جب خانجہان پر پڑی اوسکو سردار سمجھکر گھوڑے سے اوتار لاے پانی اور پرتکلف
کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار
بدلکر انکو اپنا بھائی کہا اور باصرار تمام اپنے ہمراہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے حضور
مین لایا دربار شاہی مین اسنے دریاخانکو پیش کر کے انسے نذر دلوائی اور انکی شہرت
خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مدح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ برتاؤ کیا تھا
وہ بھی بیان کیا جسپر بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریاخان سے مخاطب ہوکر
مختلف حالات دریافت فرماے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا پھر تو
دریاخان اور خانجہان کے درمیان اسقدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ صیغۂ
اخوت پڑھا گیا بادشاہ ممدوح نے اول **دریاخان کو منصب سہ**
ہزاری ذات اور سہ ہزار سوار کا مرحمت کیا اور اسکے بعد
انکا اسقدر رسوخ بڑھا کہ شاہزادۂ خورم ملقب بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے
دریاخان کو سپہ گری کے فن مین اتالیق مقرر کیا اور انکے بیٹے سرابدال تھا انکی نسبت

بہادر خان کو جنکی عمر اوسوقت ۱۵ سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصاحبت
مین منسلک ہوے دریاخان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا
کیا اور اکثر معرکون مین افواج شاہی کے ساتھ شریک ہوکر فتوحات حاصل کیے
یہ بیان مُصنّف اخبار محبت کا ہے اور مُصنّف ماثرالامرا نے کسیقدر تفاوت سے
ماثرالامرا کے صفحۂ ۱۸ ردیف دال جلد دوم حصۂ اول مین تحریر کیا ہی کہ دریاخان
داؤدزی ابتدا مین مرتضے خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت مین منسلک
ہوے اور پھر ایام شاہزادگی مین شاہجہان کے پاس آکر سربلندی حاصل کی
اور یہی مضمون بادشاہنامہ مین شاہجہان بادشاہ نے لکھایا ہے اس تھوڑے سے
اختلاف کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد مین چونکہ مرتضے خان
بخشی فوج تھے اسلیے دریاخان شاہی ملازمت کیحالت مین مرتضے خان کی ماتحتی
مین رہے ہون اور پھر شاہجہان نے انکو کارگذار و خوشرو جوان پاکر اپنی سرکار مین
لے لیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریاخان نے افغانستان سے آکر چندے مرتضے
خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضے[1] خان شیخ فرید کے جود و سخا اور

[1] شیخ فرید سادات بخاری سے تھے انکا نسب سید جلال بخاری تک پہونچتا ہے اور سات واسطون سے امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے انکے جد چہارم عبدالغفار دہلوی نے اپنے فرزندونکو وصیت کی تھی کہ گذر اوقات ہمیشہ کسب سے کرنا اور سپاہگری کی نوکری کرکے معاش حاصل کرنا۔ چنانچہ شیخ فرید نے لڑکپن مین اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حُسن اطاعت اور کارگذاری سے نہایت قرب امتیاز پیدا کیا شجاعت اور عقلمندی مین مشہور ہوکر زمرۂ امرا مین یکتاے روزگار ہوے جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد انھین مرتضے خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی دونون سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ

فیض و برکات کا غلغلہ تمام ہندوستان مین بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ خصلت

بقیہ صفحہ ماقبل اہل عالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی انکے پاس پہونچا محروم نرہا جبتک دربار کو نہین جاتے تھے کمل چاد نقش درویشونکو تقسیم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے بجز ریزگاری اشرفی و روپیہ کے اور کچھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار اکر رقم لیگیا آٹھوین بار شیخ نے کہا کہ ایسا نہو کہ لوگ جانین اور تجھ سے لے لین اہل خانقاہ اور ارباب توکل و محتاجین و بیوہ مستورات کے لیے جو یومیہ و سالانہ مقرر تھا حاضر و غائب اونکو برابر پہونچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی مین صرف ہوتی تھی سادات کی ایک فوج پالی تھی اونکے کل مصارف ادا کر دیتے تھے ایکسال مین تین بار خلعت لوگونکو عنایت کرتے بعض دوستونکو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار منتخب تیار کیے تھے کبھی حویلی مین نرہے ایکبار شیر خان تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چھ سال کے بعد آیا دوار کا داس بخشی تنخواہ سے کہا کہ اسے خرچ دیدو داسنے فرد حاضری و غیر حاضری کی تیار کردی شیخ برہم ہوے کہا کہ نوکر قدیم ہے اگر مکانپر جاکر عرصہ ہوگیا تو ہمارا کونسا کام حرج ہو گیا تاریخ روانگی سے سات ہزار روپے نکلے کل دلوا دیے۔

دو کام انسے ایسے ہوے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکا رتبہ بلند ہو گیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت آخر ہوا مرزا عزیز کوکہ اور راجہ مانسنگہ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ مین لاکر تخت سلطنت پر بٹھلا دیا۔ دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی ہوکر آگرہ سے لاہور تک لوٹتا ہوا گیا ہے تو شیخ ہی نے اوسے شکست دیکر بھگا دیا جسپر جہانگیر بادشاہ فرط الفت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ مین رات کو رہا اس مقام مفتوحہ پر جو پرگنہ بھیروان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پرگنہ فتح آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے شیخ کو صاحب السیف والقلم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انگشتری لعل بدخشان کی جسکا نگینہ و حلقہ ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوشرنگ و پچیس ہزار کی قیمتی تھی بادشاہ کو پیشکش دی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت نفسانیت رکھتے تھے جب یہ پنجاب کے صوبہ دار تھے سنہ ۱۰۔۔ہجری کو قصبہ پٹھان مین انتقال کیا اور دہلی مین اپنے آبائی مقبرہ مین مدفون ہوے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ مین کل ایک ہزار اشرفی چھوڑی احمد آباد مین محلہ جمال

تھے جنکی نظیر عالم مین ملنا مشکل ہے۔

غرضکہ دریا خان نے شاہجہان کی ایام شاہزادگی مین ایسی ایسی خدمتین نمایان کین کہ روز بروز انکا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر مین شاہجہان اور نورجہان کے باہمی نزاع مین انکی ساری خیرخواہی وجان نثاری خاک مین مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی خاندان مین حصول تخت کے لیے دو مدعیونمین جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک حقدار غالب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہین وہ سب رد رو اور بدنام ہو جاتے ہین یہی صورت دریا خان کو پیش آئی نورجہان تو حکمرانی کے لیے چلتا ہوا پرزہ تھی اور شاہجہان ولیعہد اوسکا مدمقابل تھا اگرچہ شاہزادہ حق بجانب تھا اور نورجہان کی نفسانیت بیجا تھی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزاج پر غالب تھی اسلیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانجہان خانلودی بھی اوسکے جانب تھا اور دریا خان نے خانجہان خان کو اپنا ہمقوم و محسن سمجھکر اُسکا ساتھ نہ چھوڑا حتے کہ جان ومال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی مین انکا نام ہمیشہ کے لیے خانجہان کی طرفداری اور بادشاہ کی کو نمکی کے متعلق تحریر ہوکر مشہور ہوگیا۔

جبتک دریا خان شاہجہان کے ساتھ ایام شاہزادگی مین رہے نہایت دلسوزی سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگذاری کرکے ناموری حاصل کی۔ جسوقت کہ شاہجہان کی جاگیر جسمین پرگنہ دھولپور بھی تھا نورجہان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر

بقیہ صفحہ ماقبل انھین کا آباد کیا ہوا ہے اور مسجد و مقبرہ شاہ وجیہ الدین کا انھون نے بنایا۔ دہلی مین فرید آباد بنا کر سبب و دیگر عمارات یادگار چھوڑی اولاد مین ایک لڑکی تھی وہ بھی لاولد فوت ہوگئی تھی۔

شہریار کو دلوائی اوس زمانہ مین دریاخان شاہجہانپور کیطرف سے اس جاگیر کے ناظم تھے شہریار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھولپور کا ناظم مقرر کرکے بھیجا اور شریف الملک نے وہان پہونچکر اوسپر قبضہ کرنا چاہا تو دریاخان شاہجہان کیطرف سے مقابلہ کو آئے طرفین[1] مین نہایت جدال و قتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف الملک مارا گیا ایک تیر اوسکی آنکھ پر ایسا لگا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اور دریاخان بدستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب مین ہے کہ شریف الملک قلعہ دھولپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریاخان نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا مقابلہ ہوا اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی۔ کہ نزاع جاگیر پر ہوا ور قلعہ مین ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہو اسلیے فیمابین تلوار چلی ہو بہرکیف دریاخان نے فتح پائی شاہجہان نے دریاخان کی اس وفاداری اور اطاعت شعاری سے نہایت خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا فرمایا۔ یہ وقعہ سنہ ۱۰۳۰ھ کا ہے اس محاربہ سے نورجہان بیگم کا مزاج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اوٹھی لسنے جہانگیر کو شاہجہان کیطرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہجہان کی عرضداشتونکو نامناسب وقتونمین پیش کرایا اور تمام امورات کو بگاڑ دیا شاہجہان سے نورجہان کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اوسکی ایک بیٹی جو شیرافگن خان سے پیدا ہوئی تھی وہ شہزادہ شہریار کے عقد مین آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہریار بادشاہ ہو اگر شاہجہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سب عروج جاتا رہیگا اور شہریار کے

---

[1] در جنگ دہولپور با شریف الملک نوکر سلطان شہریار نامی شجاعت برآوردہ پایہ اعتبار برافروخت۔ ماثر الامرا جلد دوم تذکرہ دریاخان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔
مگر شاہجہان ولیعہد اور سب شہزادون مین لایق تھا بیسیون بڑی بڑی فتوحات حاصل
کرچکا تھا بار بخش بادشاہ کے اوسپر غلبہ نہین پاسکتی تھی حالانکہ پہلے خود ہی سنے
اپنی بھتیجی ارجمند بانو عرف ممتاز محل سے شاہجہان کا عقد کرایا مگر اب اس خودغرضی
سے بالکل خلاف ہوگئی شاہجہان کے وکیل کی آمد و رفت دربار مین بند کرادی اور قندہار
کی مہم پر شہریار کو نامزد کرکے اوسکی اتالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجہان
کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امرا کو طلب کر لیا شاہجہان ان وجوہات سے
نہایت مکدر رہوا اور اسنے افضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کی خدمت مین بھیجا اور
اوسنے آکر شہزادہ کیطرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نورجہان[1] جہانگیر پر ایسی حاوی

[1] نورجہان کا نام مہرالنسا تھا یہ غیاث بیگ طہرانی کی بیٹی اور آصف خان کی بہن ہے اسکی مان عصمت النسا
بیگم مرزا علاءالدولہ آقا ملا کی دختر تھی اوسکا دادا محمد شریف جو شاہ طہماسپ صفوی فرمانرواے ایران
کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران مین ناموافق ہوا تو وہ دو پسر اور ایک دختر لیکر
ہندوستان کو روانہ ہوا اثناے راہ مین کل اسباب غارت ہوگیا اور بجز خچر سواری کے اور کچھ ساتھ نرہا
جب قندہار مین پہونچا یہ مہرالنسا پیدا ہوئی ملک مسعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسائی رکھتا تھا
اوسکے احوال سے مطلع ہوا اوسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فتحپور مین
پہونچا تو تاجر مذکور نے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرائی اور وہ حسن خدمت سے
دیوانی کابل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان بیوتات ہوگیا جہانگیر نے آغاز سلطنت مین اسے مرزا اعتمادالدولہ
کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیرالملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہرالنسا عرف
نورجہان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیر افگن خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام
علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفرچی تھا شاہ کے مرنیکے بعد وہ قندہار سے ملتان آیا
اور خانخانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو رانا

ہوگئی تھی کہ کچھ فائدہ نہوا شاہجہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہین چلسکتا۔

بقیہ صفحۂ ماقبل کی ہم مین بہادری دیکھکر شیر افگن خان کا خطاب دیا اور بردوان مین جاگیر
عنایت کی جب قطب الدین خان کوکلتاش بنگالہ کا صوبہ دار کرکے رخصت کیا تو مہرالنسا کے
بارہ مین اشارہ کردیا تھا خان کوکہ نے جب بنگالہ پہونچکر شیر افگن خان کو بلایا تو وہ اس امر
پر مطلع ہوکر کوکہ پر حملہ آور ہوا اور کوکہ کا کام تمام کردیا کوکہ کے آدمیون نے اوسپر ہجوم کیا
اور انبہ خان کشمیری نے اوسے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخمون کے اپنی جرات سے اپنے
مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہرالنسا کو قتل کرکے جھگڑا ختم کردے مگر مہرالنسا کی
مان نے اوسے چھپا کر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہونیکی خبر سنکر کنوئین مین گرگئی یہ خبر سنکر
شیر افگن خان نے جان دی قتل کی تاریخ (مظلوم ۱۰۱۶ھ) ہے اسکے بعد شیخ غیاث جو خواہرزادہ
قطب الدین خان کے تھے وہ مہرالنسا اور اوسکی مان اور اوسکی لڑکی جو شیر افگن خان سے
پیدا ہوئی تھی لیکر جہانگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کوکہ کے جو اوسکے
شوہر کے ہاتھ وقوع پذیر ہوا تھا معتوب رہی۔ پیشتر جہانگیر نے اسے سلیمہ بیگم اپنی مادر مرضعہ کو سپرد
کیا تھا چند روز ناکامی رہی پھر پیام سلام ہونے لگے نورجہان نے ایک گلدستہ نرگس
کا بادشاہ کے حضور مین پیش کیا اور تختی پر یہ مصرعہ لکھا ؎ نیست نرگس چشم قدرت کردشوق
روئے تو؛ جہانگیر نے اسکے جواب مین یہ مصرعہ لکھا ؎ کاش باشد نور ہم در نرگس
دلجوئے تو؛ اسکے جواب مین یہ قابلانہ شعر نورجہان نے جہانگیر کو لکھکر بھیجا ؎ نور را در چشم
از روز ازل جا دادہ اند؛ نیم اندر پردہ با پنہان خیال روئے تو؛ جہانگیر نے یہ رقعہ نورجہان
کو تحریر کیا۔ مہر روشن آہوے شیر افگن۔ کشیدہ زرکار بر حریر رومی است ملاحظہ گشت
خواب است نماز جیلہ نیاز چرا باشد حجاب از عصمت بہتر نیست سخن ہاے قدسی بیگم را آویزہ گوش
باید کرد ؎ با مہر و مہ کہ حسن بجا گیر دادہ اند؛ مہر ست بقلب شاہ جہانگیر دادہ اند؛ اسکے جواب
مین نورجہان نے یہ معروضہ رقم کیا۔ مہر در سایہ ظل الہ است و آہوے شیر افگن در حسرت
نخچیر یک پلۂ تیر در حریم شاہ عصمت بے پردہ چون شمع بے فانوس وجواب قدسی غیر عصمت
نباشد باقی پردہ پوش مہر سایہ ظل آلہ بس مہتا درخانہ قطب است از جانہ جنبد ؎

خود باپ کی خدمت مین چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے وہ منہ

بقیہ صفحہ ماقبل خورشید راکہ نور بجا گیر دادہ اند ٭ با مہر آستان جہانگیر دادہ اند ٭ سنہ
جلوس مطابق سنہ ۱۰۲۰ ہجری مین جہانگیر نے نورجہانکو دیکھا پھر پرانا عشق جوشزن ہوا اور ہزار
خوشیون سے اوسکو ازدواج مین لایا پہلے نورمحل پھر نورجہان خطاب دیا اور اسی کیوجہ
سے اسکے باپ کو وکالت کل اور چھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ مرنے لگا جہانگیر
سرہانے آیا نورجہان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اوسنے یہ بیت انوری کی پڑھی ؎ آنکہ
نابینائے مادرزاد گر حاضر شود ٭ در جبین عالم آرایش بہ بیند مہتری ٭ جہانگیر کہا کرتا تھا کہ
اسکی صحبت ہزار یا قوتیون سے بہتر ہے۔ نورجہان بیگم حسن ظاہری کے علاوہ باطنی خوبیان
بھی رکھتی تھی بڑی رسا نہایت سلیقہ شعار مدبر یکتائے روزگار تھی بادشاہ کہتا تھا کہ جب تک
وہ میرے گھر مین نہین آئی تھی زینت گھر کی نہین آئی تھی اور کتخدائی کے معنے کو نہین جانتا تھا
اکثر زیور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نورجہان نے ایجاد کیے ہین مثل دودامنی پیشواز
پنچتولیہ۔ اوڑھنی بادلہ۔ کناری عطر جہانگیری۔ فرش چاندنی وغیرہ۔ جہانگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز
دو کباب اور ایک پیالہ شراب کے کچھ نہین چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہین نورجہان
جانے۔ تمام پروانے اور احکامات نورجہان صادر کرتی تھی حتے کہ بجائے بادشاہ کے جھروکے
مین بیٹھکر امیرونکا مجرا بھی لیا کرتی تھی سکہ اسکے نام کا تھا ؎ بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نورجہان بادشاہ بیگم زر ٭ فرمانون پر یہ عبارت ہوا کرتی تھی۔ حکم علیہ عالیہ مہد علیا نورجہان
بیگم بادشاہ۔ نورجہان گشت بفضل الہ ٭ ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ ٭ تیس ہزاری منصب
کے موافق اوسکی جاگیر تھی عملہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترمانی سے سرفراز تھے حتے کہ
میر آتشیر دل آرام والی جو اسکی مرضعہ تھی بجائے حاجی کوکہ کے صدر اناث ہوئی تھی ؎
کنند خویش و تبار از تو نازمی رسید ٭ بحسن یک تن اگر صد قبیلہ ناز کنند ٭ یہ بیگم بڑی فیاض تھی
جسمین روزانہ حمام جاتی تھی تین ہزار روپے کا خرچ مقرر تھا۔ مگر بمقتضائے عورت و ناقص العقلی کے
جہانگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہجہان جیسے خلف الرشید ولیعہد سے جو وارث سلطنت اور
شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ بیگم مین

فوج کے اس غرض سے بڑھا مگراس صورت کو نورجہان نے بادشاہ کے ذہن مین یون جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے مصاف کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا سنہ ۱۰۳۲ ہجری کو بلوچپور اور قبولپور مین دونون فوجون نے زور آزمائی کی مگراسکے بعد شاہجہان بمقتضائے مصلحت برہانپور چلا گیا اور شہزادہ پرویز بیشمار لشکر لیکر جسمین تین سو جنگی ہاتھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے تعاقب مین روانہ کیا گیا شاہجہان کے امرانے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حالت دیکھکر شاہجہان دکن کو چلا گیا اور اوڈیسہ سے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد بیگ حاکم کٹک سد راہ ہوا مگر شاہزادہ سے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا او

بقیہ صفحہ ماقبل شجاعت بھی تھی شیرون کا شکار کھیلتی تھی چنانچہ اسکے متعلق جہانگیر نے یہ شعر حسب حال لکھا تھا ؎ نورجہان گرچہ بصورت زن است ٭ درصف مردان زن شیرافگن است جہانگیر نے عید کا چاند دیکھکر یہ مصرعہ پڑھا ؎ ہلال عید براوج فلک ہویدا شد ٭ نورجہان نے کہا ؎ کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد ٭ بادشاہ کے قبائے حریر مین تکمہ لعل رمانی کو دیکھکر نورجہان نے یہ شعر پڑھا ؎ ترا نہ تکمۂ لعل است در قبائے حریر ٭ شداست قطرۂ خون منت گریبان گیر ٭ یہ شعر بھی اوسی کا ہے ؎ کشاد غنچہ اگر از نسیم گلزار است ٭ کلید قفل دل ما تبسم یار است ٭ بعد انتقال جہانگیر کے نورجہان نے بجز سفید لباس کے دوسرا کپڑا نہ پہنا اور مجالس شادی مین نہ بیٹھی شاہجہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کردیا تھا لاہور مین رہا کرتی تھی سنہ ۱۹ جلوس شاہجہانی مطابق سنہ ۱۰۵۵ ہجری کو ۷۲ برس کی عمر مین انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرہ مین واقع لاہور مین مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے سکھون نے ۵۷ء کے غدر مین شکست وتاراج کردیا تھا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

وہ بھاگ کر ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار بنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان
یہ خبر سنکر جہانگیر نگر عرف ڈھاکہ سے نہایت جلد آلات حرب او مست ہاتھی لیکر
اکبر نگر جسکو پیشتر راج محل کہتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر
گاہ بنایا اور وہان سے جنگی بیڑے جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریاے
گنگ اوتر کر دریا کے کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجہان نے اوسکو بر سر پرخاش جانکر
ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دار الخلافت جانیکی ہو تو بلا مزاحمت چلا جا اگرچہ
میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولانگاہ سے زیادہ نہین
ہے اس ملک مین جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجاے اوسنے جواب دیا کہ
یہ ملک آپکے بزرگون نے میرے سپرد کیا ہے مین بلا اجازت نہین دیسکتا
چونکہ بغیر کشتیون کے دریا کا عبور نہین ہو سکتا تھا اسلیے دریا خان پانسو
پٹھانون کو لیکر آگے بڑھ گئے اور تلیہ راجہ نے جو غیر مشہور راستہ
بتایا تھا اوسطرف سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچگئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی
دریا کے اوسطرف نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار بنگالہ کی فوج
نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور
ثابت قدمی اختیار کی عبد اللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ مین بھی شہزادہ
کے لشکر کو اوسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لیگئے ہین لیجاؤن
مگر اسحالت کو دیکھکر وہ نہ بڑہ سکے دوسری راہ کیطرف متوجہ ہوے ابراہیم خان
نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجہان نے یہ خبر
سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبد اللہ خان کو ہمراہ لیجا کر دریا خان تک پہونچاؤ

ہنوز یہ کوئی نہ پہونچ سکے کہ دریاخان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور حقپا پشس
دیگر مخالف کو بھگا دیا مگر پاپیادہ ہونیکی وجہ سے تعاقب کرکے گرفتار نہ کر سکے
ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبار خود مقابلہ کے لیے بڑہا
اور دریا سے اوتر کر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا
اپنی فوج جمع کی سید نور اللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار
لیکر اور خود اوسکے ساتھ ہزارون سوار پیادے تھے آگے آیا دونون طرف سے
جنگ شروع ہوئی سید نور اللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد
بیگ خان کے پاس پہونچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑکر زخمی ہوا
ابراہیم خان یہ حال دیکھکر دوڑا مگر اوسکے ساتھی شاہجہان کے بہادرونکی ضربون
کا صدمہ نہ برداشت کر سکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا
چارونطرف سے اسپر آدمیون کا ہجوم ہوا اور ابراہیم خان گھر کر قتل ہوا شاہجہان
کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان و ہاتھی و گھوڑے شاہزادہ کی سرکار مین ضبط
کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا شاہجہان نے ایک لاکھ
روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریاخان کو عنایت کرکے شاہانہ
نوازش سے سرفراز کیا اور بنگالہ کی حکومت داراب خان پسر خانخانان[1]

---

[1] خانخانان کا نام مرزا عبد الرحیم تھا بیرم خان اسکا باپ اور جمال خان میواتی کی بیٹی اسکی مان
تھی یہ ۹۶۴ھ کو لاہور مین پیدا ہوا جب اسکا باپ گجرات مین ایک افغان کے ہاتھ سے
شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیوانہ اور زنبور مرزا نے اسکی والدہ کو وہانکے آشوب سے
نکالکر احمد آباد پہونچا دیا سنہ جلوس مین اکبر نے اسے آگرہ طلب کر لیا اور خود پرورش کیا مرزا خانی

کو دیکر پٹنہ کیطرف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ مین آگیا تو

بقیہ صفحہ ما قبل خطاب دیا ماہ بانو ہمشیرۂ خان اعظم سے انکا نکاح کردیا ۲۱ سنہ جلوس مین صوبہ
داری گجرات کی عطا ہوئی ۲۸ سنہ جلوس مین حضوری بادشاہ مین جو خدمت میرعرض کی تھی
عنایت ہوئی ۳۰ سنہ کو شہزادہ سلیم عرف جہانگیر کی اتالیقی عنایت ہوئی مظفر گجراتی کی فتح مین
جو کچھ اسکے پاس تھا کل تقسیم کردیا ایک قلمدان باقی تھا ایک شخص آیا وہ اسکو دیدیا ۳۴ سنہ
مین وقایع بابری کا ترجمہ اسنے ترکی سے فارسی زبان مین کیا اکبر بادشاہ نے نہایت تحسین کی
۹۹۸ سنہ ہجری مین وکالت بادشاہی کا منصب عطا ہوا اور جونپور اسکو دیا گیا ۹۹۹ سنہ مین صوبہ
ملتان اسکی جاگیر مین مقرر کیا گیا صوبہ ٹھٹھہ کی فتح بھی اسنے کی ملا شکیبی نے مثنوی فتح کی لکھی اسنے
صلہ مین اسکو ہزار اشرفی انعام مین دی خانخانان قابلیت و استعداد مین یکتاے روزگار تھا
عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانو مین دستگاہ کامل رکھتا تھا اسکی شعر فہمی مشہور تھی فیاضی عالی
ہمتی مین ضرب المثل تھا تمام زبانو مین گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجاے پیادے کے سوار کی تنخواہ
پر دستخط کردے پھر بدلنا کیسا کسر شان سمجھا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیدے شعرا کو مکرر
سونے کے ہموزن تلوادیا ملا نظیری کو لاکھ روپے دیدیے فقرا علما صلحا کو باعلان رقم کثیر دیتا تھا
اسکے عہد مین اہل کمال مثل عہد سلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت
و دانشمندی و تدبیر ملکی مین سرآمد زمانہ تھا عہد اکبری کا امراے اعظم تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفحۂ دنیا
پر باقی رہیگا۔ فتح گجرات تسخیر سندھ شکست سہیل خان بیجاپوری اسکے کارنامے ہین مخبر
بہت رکھتا تھا بعض باتین اور چیزین اسکے یہان ایسی استعمال ہوتی ہین کہ بجز شاہزادو نکے
اور کوئی انکو استعمال نہ کرسکتا تھا۔ باپ اسکا شیعہ تھا مگر یہ اظہار اہلتسنن کرتا تھا شاہنواز خان
داراب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امر اللہ اسکا بیٹا مرا ہے تو اوسکا داغ ہوگیا
ایک کسبی جمال تھی اس سے اسکے مرنیکا ہر وقت قصہ کہکر تعزیت کیا کرتا تہا مگر حضرت شاہ
عیسے سندھی کی تسلی دہی سے اسکے دلکو قرار آگیا محمد فہیم راجپوت کا لڑکا اسنے متبنہ کیا تھا
وہ ایسا متقی تھا کہ تا دم واپسین تہجد و اشراق قضا نہوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر
تند مزاج ہمیشہ صداے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۷۵ لاکھ روپیہ اسکا

دریاخان وعبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بناکر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور
اسکے بعد خود معہ پسر و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کیطرف متوجہ ہوا اثنائے راہ
مین اکثر اس صوبہ کے جاگیرداروں نے حاضر ہوکر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی
اور قلعہ رہتاس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ
کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل
کرکے اپنا قبضہ کرلیا **صوبہ اودہ کا حاکم دریاخان کو کیا** اور صوبہ الہ آباد
عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نورجہان نے یہ اخبار متوحش سنے تو اوسنے
شاہزادہ پرویز کو بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مہابت خان[1]
سپہ سالار کو اسکا اتالیق کرکے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکو شاہجہان نے

بقیہ صفحہ ماقبل امراکی نااتفاقی سے جنگ دکن مین ضایع ہوا مگر قلعہ احمد نگر چھین کر نظام شاہ کو
برہانپور مین اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اوسکی دختر جانان بیگم شاہزادہ دانیال کو منسوب تھی
سنہ ۱۰۲۲ مین اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا لاہور مین بیمار ہوکر سنہ ۱۰۳۶ ہجری مین ۷۲ برس کی عمر
مین خانخانان نے انتقال کیا دہلی مین ہمایون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا اور اقم مقبرہ پر گیا ہے
(خان سپہ سالار کو) تاریخ وفات ہے۔

[1] مہابت خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غیور بیگ کابلی کا لڑکا تھا سادات صحیح النسب
امام موسی رضا کی اولاد سے ہے اسکا باپ شیراز سے کابل آیا اور وہین اکبر شاہ کا ملازم ہوا
لڑکپن مین جہانگیر کی ملازمت مین بہت جلد شاگرد پیشہ ہوگیا جب جہانگیر راجہ اوجینیہ سے ناخوش
ہوا یہ راجہ کے لشکر مین پہونچکر اسکے آدمیون سے بولا کہ تم ہٹ جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنہائی
مین سنانا ہے چنانچہ راجہ کا سر کاٹکر شال مین لپیٹکر بغل مین دبالایا بادشاہ نے لشکر کے لوٹنے کا حکم
دیدیا کل لشکر منتشر ہوگیا۔ زمانہ بیگ کو مہابت خانکا خطاب ہوا سہ ہزاری منصب سے
صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی نے

اپنی رفاقت مین لے لیا تھا اونکے نام فرامین معافی قصور جاری کرا کے شاہی

بقیہ صفحہ ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مہابت خان
صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سوار
اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امرا بھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان
دیوان دکن نے سب سے کہدیا کہ یہ معتوب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف
اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جا رہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع
ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا ادائے مطالبہ شاہی حضوری نہین حاصل ہو سکتی اور یہ بھی اسنے
سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی مین بٹھا لیگا بعدہ قید کرا دیگا اور حکم ہے کہ
فوج سے نہ ملنے پاے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اوتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے
ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیجدیے اور راستہ مین شہریار اور داور بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا
اور دولتخانہ بادشاہی مین بلا اجازت پہونچ گیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھا دیے
جب مہابت خان کے راجپوت غسلخانہ مین گھس آے مقرب خان نے اس سے کہا کہ
اوکوڑھی یہ کیا بے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر ماری خون بہنے لگا
اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ مین دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بدخشی نے
عرض کیا کہ یہ وقت حوصلہ آزمائی کا نہین ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دولت
یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کرا کے اپنے گھر لے گیا
اپنے بیٹون کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہریار کے گھر لے گیا
جب نورجہان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو مین کر لیا غصہ و ندامت
سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیرونکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیون چھوڑا مگر پل
ٹوٹ چکا تھا تاہم نورجہان نے اپنا ہاتھی دریا مین ڈالدیا اور چار ترکش تیرون سے
خالی کر دیے جب مخالفون نے حملہ کیا بیگم کی فوج کے قدم نہ جمے آصف خان قلعہ مین
چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو خلعت دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہمات
ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کرتا اور سبکو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو مہابت خان

عنایت کا امیدوار گیا جب دریا خان وعبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الہ آباد

بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہوگیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب مین بھیجا گیا
اسنے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جہانگیر کا انتقال ہوگیا اور شاہجہان دکن سے آگرہ تخت
نشینی کے لیے آرہا تھا اور اجمیر مین خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہابت
خان سنے قرآن مجید قبر شریف کے تعویذ پر رکھکر عرض کیا کہ میری مراد الحمدللہ پوری ہوگئی اب
فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجاے تو حضور قسم کھاکر خواجہ بزرگ کو درمیان مین دین ورنہ تو
فدوی کو کعبہ شریف جانیکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑیگا بادشاہ نے
اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا
اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن مین اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہوجی کی
گوشمالی کی اور جب نظام شاہی اور عادلشاہی فوجین اسکے سر پر آگئی ہین تو یہ ایسا لڑا کہ دکن
مین ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ مہاکوٹ اسنے چھین لیا یاقوت خان حبشی مارا گیا غنیم
بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ
اس فتح کے صلہ مین مہابت خان کو دیے اور اس مہم مین بیس لاکھ روپے صرف ہوے پچیس
لاکھ روپے خزانہ شاہی مین داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب درخواست
اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجاپور پر چڑہائی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی
اور عادلشاہی کل فوجین مقابل آئین اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دو سو برس کے اندر
ایسی جنگ نہین ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہوجاتا
کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پراگندہ کر دیا جب خان دوران خان اور
اوس سے نااتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلس مین باربار کہا کہ مینے مہابت خان کی جان
بچادی اسی مہم مین آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور تیس ہزار جانور جل گئے تھے
سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مارے گئے مگر برسات سر پر آجانے سے یہ جنگ ختم نہوئی
اسنے لاکھون روپیہ بنجارون کو جانورون کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی بدنظمی سے
معتوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ دق ہوگئی پرہیز نہین کرتا تھا

کیطرف روانہ ہوے تو عبد اللہ خان نے الہ آباد مین لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد
کے ارد گرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر ناکپور مین دریاے گنگا کے کنارہ
جمایا عبد اللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند
نہ کیا اسوجہ سے دونون سردارون مین کدورت پیدا ہو کر نا اتفاقی ہو گئی اس ضمن
مین مہابت خان معہ سلطان پرویز کے دریاے گنگا کے کنارہ آگیا دریا خان نے
جنگی بیڑے اور توپخانہ عبد اللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند
کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا جاے اور وہ نہ اترنے پاے مگر عبد اللہ خان
نے قصداً نفسانیت سے توپخانہ وغیرہ نہ بھیجا اس باہمی نا اتفاقی سے شاہجہان
کا کام بگڑ گیا اسعرصہ مین مہابت خان کشتیان فراہم کر کے دوسرے راستہ
سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوے اور راجہ بھیم اور عبد اللہ خان جو جونپور مین جمع

بقیہ صفحہ ماقبل اور کہتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جانبری ممکن
نہین ہے قلعہ پرینده کے لینے مین جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ نالہ موہن پر ۱۰۳۱ھ
کو انتقال کیا ”سپہ سالار رفتہ“ تاریخ ہے کل اپنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خانم کو دیدی کہ بادشاہ
کیخدمت مین پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیجدینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردان دلی
مین دفن ہوا شاہجہان نے بجز ہاتھیون کے سب ترکہ اسکے بیٹون کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کروڑ
روپیہ سالانہ اوسکی آمدنی تھی سب خرچ کر ڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانیون کی صحبت
کا عاشق تھا خانجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اوسمین فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی
پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہوتی ہاتھیون کا بہت شوق تھا انکو چاول کمود
کے اور ولایتی خربزہ کھلاتا تھا۔ جوتش اور نجوم مین کامل تھا آخر مین شیعہ ہو گیا تھا سفاکی
اسکی مشہور ہے۔ صوم وصلوۃ کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خانزمان امانی لہراسپ مرزا دلیر ہمت
بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کاکا پنڈت تھا۔

ہوے تھے جاکر اونسے ملے اور وہان سے شاہجہانی افسر اتفاق کرکے بنارس
پہونچے اور وہان بادشاہی لشکر سے مقابلہ کرکے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی
جب بادشاہی لشکر کیطرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوے تو دریاخان کی نئی فوج
جو انکی سختی سے آزردہ خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریاخانکے
داہنے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہو گیا دونون طرف سے سخت مقاتلہ
ہوا راجہ بھیم معہ اپنے راجپوتون کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا ہوا شہزادہ
پرویز کے قریب پہونچگیا اور ستائیس زخم کھاکر کام آیا اس گڑبڑ مین شاہجہان کے
لشکر کا انتظام بگڑ گیا اور اسکے گرد بجز قورچیون کے اور کوئی نرہا بادشاہی فوج نے
پرکار کیطرح شاہجہان کو اپنے حلقہ مین لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے
کے آکر لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہوکر لڑنے کا ارادہ کیا اسوقت عبداللہ خان نے
جانا کہ شاہجہان میدان نہین چھوڑیگا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار
کرکے وہان سے قلعہ رہتاس کو جہان کہ اوسنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو
لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے
شاہجہانی لشکر تھا۔

ظفرنامہ مین ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا مکروہ جانتا تھا مگر مجبور تھا
آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ اسیر
حوالہ کردو اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیجدو تو تمھاری تقصیر معاف
ہو جائے گی چنانچہ اوسنے ہردو شاہزادے معہ دو لاکھ روپے کے ۳ جمادی الثانی
۱۰۳۴ھ ہجری کو جہانگیر کے پاس روانہ کردیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا

کہ میری جمیعت ٹوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہگئے تو وہ بھی مصلحتاً دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمرکاب گئے اور جنیر تک ساتھ رہے لیکن وہانسے شاہجہان سے جدا ہو کر خانجہان خان لودی صوبہ دار دکن کے پاس چلے گئے بعض روایت مین ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان عفو تقصیر کے بابت اور خانجہان خان لودی کا خط پہونچا لہذا دریا خان نے بھی علحدگی اختیار کی لیکن اسقدر وضعداری برتی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہو کر شاہجہان کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ مین شاہجہان کے ایام نحس ختم ہو چکے تھے پانچ سال تک اسنے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ان سب تغیرات کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہونچایا اور کبھی چین بجبین نہوا۔

جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہونا اور دریا خان کا دوبارہ منصبدار ہونا

نورالدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آرہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸ ماہ سلطنت کر کے ۵۸ برس کی عمر مین ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو انتقال کر گیا یہ خبر سنکر

سلہ جہانگیر کے مرنیکی تاریخ ملا کشفی نے ۵ جہانگیر از جہان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرنیکے بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی مین بڑے جھگڑے پیش آے نورجہان جہانگیر کے جنازہ کو لائی اور شہریار جو لاہور مین داء الثعلب کے مرض مین مبتلا تھا اسنے اسکو پہلے

۸ جمادی الثانی سنہ مذکور کو شاہجہان برہانپور دکن سے دار الخلافت آگرہ آکر پہلے شاہزادگی والے مکانمین ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار ہوکر قلعہ مین آیا اور دوشنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر مین سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا ارکان سلطنت نے مبارکباد دیکر نذرانین گذرانین اور منبر پر شاہجہان بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اوسنے سردارونکو انعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحہ ماقبل جہانگیر کے مرنیکی اطلاع دیدی تھی شہریار نے ستر لاکھ روپیہ خرچ کرکے ایک لشکر تیار کیا مگر آصف خان جو نورجہان کا بہائی تہا وہ اپنے داماد شاہجہان کی تخت نشینی کی فکر مین مصروف ہوا اوسنے شہزادہ داور بخش عرف بلاقی کو جو خسرو کا بیٹا تھا قید سے نکالکر شہریار کے مقابلہ کے لیے تخت پر بٹھلا دیا ارادت خان میر بخشی کو ملا لیا اور بنارسی داروغہ جیلخانہ کو جو تیز روی مین مشہور زمانہ تھا شاہجہان کے پاس دکن بھیجدیا کہ وہ آکر فوراً آگرہ مین تخت نشین ہو جاوے اور جلدی مین کچھ لکھ نہ سکا صرف اپنی مہر دیدی وہ بیس روز مین دکن پہونچا اور شاہجہان مطلع ہوکر آگرہ آگیا ادہر آصف خان نے نورجہان کے پاس لوگون کی آمد و رفت بند کردی داراشکوہ و اورنگ زیب کو نورجہان کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا اور شہریار کی ناتجربہ کاری سے پہلے حملہ مین بہاگ گئی شہریار کو قلعہ سے پکڑوا بلوایا اور خواجہ سرا فیروز سے لیکر الہ وردی خان کے حوالہ کردیا اور وہ رسی مین کمر باندھ کر داور بخش کے روبرو حاضر کیا گیا دو روز کے بعد اسکی آنکھون مین نیل کی سلائیان پھیر کر نابینا کردیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب منشاء شاہجہان کے داور بخش کو قید کرکے شاہجہان کا خطبہ پڑھا گیا اور ۲۶ جمادی الاول کو وہ معہ گرشاسپ اور اسکے بہائی اور شہریار و طہمورث اور ہوشنگ جو سلطان دانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہجہان مستقل بلا کسی دعویدار کے بادشاہ ہوا اسکے بعد آصف خان معہ شاہزادون کے ۱۱ رجب کو شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوا یمین الدولہ اور عمدہ کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق اور مہر سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہجہانی تول اسکے خوراک تھی ڈہائی کرور کا اسنے ترکہ چھوڑا ہر علم مین دخل تہا ۱۰۵۱ سنہ ہجری مین بمقام لاہور انتقال کیا راقم اسکی قبر پر فاتحہ خوانی کو گیا ہے۔ نواب شائستہ خان اور تاج محل زوجہ شاہجہان اسکی اولاد مین تھے۔

جو امرا معتوب تھے اُنکے قصورات معاف کیے اور خلعت و انعامات سے سربلند ہوے دریا خان بھی حاضر ہوے شاہجہان نے انکا قصور بھی معاف کیا اور خلعت خاصہ اور منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا[۵۱] اسکے بعد ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۱۰۳۷ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کو خلعت خاصہ اور جمدہر مرصع اور اسپ با زین مطلا اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کرکے سرفراز کیا۔[۵۲] اور انکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمھارے لیے صوبہ دکن مین جاگیر مقرر کیگئی اور وہان رخصت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبدالحمید لاہوری کا ہے اور ماثر الامرا مین ہے کہ دریا خان کی جاگیر بنگالہ مین بھی مقرر ہوئی تھی اور قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہمراہیون مین متعین کیے گئے تھے جبکہ دریا خان کی جاگیر صوبہ خاندیس مین تھی اس زمانہ مین دریا خان دکن مین موجود تھے اور وہان انھون نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔[۵۳]

---

[۵۱] درین ہنگام کہ قوایم اورنگ جہانبانی بجلوس مقدس اسمانی پایہ شد آن بدست بادیہ بیخردی ازکردار نکوہیدہ و اطوار ناپسندیدہ ندامت کشیدہ ہزاران ضرعت بدرگاہ عرش جاہ آمدہ اعلیحضرت از جرایم او اغماض نمودہ او را بخلعت و منصب چارہزاری ذات سہ ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

[۵۲] دریا خان روہلہ را بعنایت خلعت و جمدھر مرصع و اسپ با زین طلا و فیل و بست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بدکن دستوری دادند و حکم شد کہ جاگیر او درہمان صوبہ تن شود بادشاہنامہ صفحۂ ۲۲۶۔

[۵۳] تیولش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ بہمراہی قاسم خان صوبہ دار آنجا تعین گردید و بعد از ان پرگنہ بنا درو غیرہ در صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ بسیاق دکن مامور شد۔ از ماثر الامرا صفحہ ۲۰ تذکرۂ دریا خان۔

جہانگیر کے مرنیکے بعد خانجہان لودی نے بالاگھاٹ کے چند پرگنے نظام الملک کو دیدیے تھے جب شاہجہان نے وہ پرگنے طلب کیے تو نظام الملک نے وہ جملہ پرگنے بادشاہی آدمیون کے سپرد کردیے اور یہ عرضداشت بھیجی کہ سید کمال قلعہ دار بیر اپنے پرگنہ کو قبضہ سے نہین چھوڑتا اور وہ میرے کہنے مین نہین ہے شاہجہان نے یہ سنکر خانزمان کو ایک لشکر جرار دیکر بھیجا قلعہ دار مذکور نے وہ پرگنہ جسکی آمدنی پچیس لاکھ تھی نہایت عاجزی سے پیش کیا جب نظام الملک نے یہ حال دیکھا تو از راہ شرارت اوسنے ساہوجی مرہٹہ کو ورغلایا اور وہ بادشاہی ممالک مین غارتگری کو آیا اور چھ ہزار سوار اور ایک جماعت پیادونکی دولت آباد سے لایا اوسوقت دریا خان[11] اپنی جاگیر محال شاوده سے مثل آندھی اور بجلی کے ساہوجی کے سرپر آگئے اور اسکو ایسی سخت گوشمالی دی کہ وہ عاجز ہوگیا دریا خان نے اوسے بادشاہی حدود سے باہر نکالدیا اس خبر کو سنکر شاہجہان دریا خان سے نہایت خوش ہوا۔ اسکے بعد سنہ ۳ ج مطابق ۱۰۳۹ سنہ ہجری مین بماہ شعبان[12] دریا خان کے منصب مین اضافہ ہوا اور ہزار سوار کا اضافہ ہوکر چار ہزار سوار کیے گئے۔

[11] دریا خان روہلہ کہ دران ایام جاگیر دار شاوده و آن نواحی بود مثل بادوزان و سیل دمان بان خاکساران پا [illegible] کہ میان دواب پتی وپورنہ نربدا در آمدہ خاک ادبار بر فرق روزگار خود میریختند رسیدہ وبجنگ دپیکار ماشں داده ازان ملک برآورد ۱۲۔ ۲۵۱۔ بادشاہنامہ۔

[12] ہشتم شعبان دریا خان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چارہزاری چہارہزار سوار سرفراز شد ۲۹۰ بادشاہنامہ

ابتک دریاخان کا ستارہ بلندی پر چمکتا تھا اب ترقی سے اوسکا تنزل شروع ہوا
تقدیری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانجہان خان لودی جسکی بدولت دریاخان نے بڑا
مرتبہ پایا اوسکی دوستی واتحاد کی بدولت دریاخان نے سخت مصیبتین بھی اوٹھائین
یہانتک کہ اپنی جان سے ہاتھ دہوے مگر اپنی ذاتی وضعداری ووفاداری سے
اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانجہان خان شاہجہان کے
مخالفت کے زمانہ مین نورجہان کا مشیر وطرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب
اوسنے یہ خیال کرکے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہین ہے ایک عرضداشت اظہار
اطاعت کی بادشاہ کے حضور مین ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات ماسبق
سے درگذر کرکے معافی قصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیجدیا اور اسے اوسکی جاگیر
پر بدستور سرفراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمت کا اظہار ہوتا تھا اوسیقدر اسکی بدگمانی
ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت بانیجا رسید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کرکے مع
عزیز و رفقا کے دارالسلطنت آگرہ سے نکل گیا دریاخان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا
دریاخان کے متعلق تین روایتین ہین **اول** یہ کہ دریاخان اس زمانہ مین دکن مین
تھے جب خان جہان خان دکن پہونچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ
لے لیا **دوسری روایت** یہ ہے کہ آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ
دریاخان روانہ ہوے **تیسری روایت** جسکو دریاخان کے خاندان والے
زیادہ معتبر سمجھتے ہین یہ مشہور ہے کہ جس رات خانجہان خان آگرہ سے بھاگا تو اسکی
صبح کو حسب معمول دریاخان حاضر دربار ہوے اسوقت بادشاہ غصہ مین بھرا ہوا بیٹھا
تھا جو سردار آتے جاتے تھے خانجہان خان کے مقابلہ پر مامور ہوجاتے تھے

دریاخان جب سامنے آئے تو اونکا ربط ضبط خانجہان خان کے ساتھہ اور نیز
دریاخان کا ایک مرتبہ باغوائے خانجہان منحرف ہوجانا بادشاہ کو یاد آیا اُسے
عالم غیظ مین دریاخان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے دریاخان شنیدہ
ام او ننگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و
نشان ہستی درینوقت مصیبت شریک یار وفادار نشدی
دریاخان نے اسکے جواب مین دست بستہ عرض کیلیے پیر و مرشد۔
الامر فوق الادب یہ کہکر اوسیوقت کھڑے ہوگئے اور مکان پر اپنا مال
واسباب اور اپنے ہمراہی سوار و پیادے اور بچے و عورتین لیکر نقارہ پر ڈنکا
دیتے ہوے آگرہ سے نکلے اور خانجہان سے جاملے مگر بہادر خان نے باپ کا
ساتھہ نہین دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہے۔ شاہجہان کو
اونکے اسوقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریاخان سے ایسی کج ادائی
وقوع مین آئیگی جب بادشاہ کو دریاخان کی مفروری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی
نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانجہان خان کے حق مین دیا تھا۔
لیکن دریاخان کا آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھہ جانا کسی طرح صحیح
نہین کیونکہ بادشاہ نامہ مین جو شاہجہانی واقعات کا مستند روزنامچہ ہے اوسمین
برہانپور سے دریاخان کا سرکشی کرکے اور خانجہان خان سے ملنا مندرج ہے
اور بمقابلہ اوس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کر سنی ہو کسی دیگر روایات کا
اعتبار نہین ہوسکتا ہان یہ اختلاف تسلیم ہوسکتا ہے کہ برہانپور مین شاہجہان بادشاہ
نے دریاخان سے وہی الفاظ فارسی مخاطبت مین فرمائے ہون اور یہ غیرت

افغانی سے متحمل نہوے ہون اوسے چلے گئے ہون یا خانجہان[ف] خان کی دوستی کا

ف[1] خانجہان خان قوم کا لودی شاہو خیل تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان اعظم کوکہ کے یہان نہایت معتمد کار گذار رہا ہے جب کوکہ کی بہن مرزا عبدالرحیم خان خانخانان کو منسوب ہوئی تو اسنے دولتخان کو دیکر خانخانان سے یہ کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا خانخانان کے ساتھ دولت خان نے بڑی کارنمایان کین۔ ایکبار ابو الفضل وزیر اکبر نے ہندی تلوار کی تعریف پوچھی اوسنے بے ساختہ کہا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تمھارے سر پر مارون تو دم تک پہونچے۔ ایکبار شہزادہ دانیال نے خانخانان کے سر سے دستار گرادی اور معذرت کی کہ سہو ہوا اسنے بھی شہزادہ کے سر سے دستار گراکر کہا کہ مجھ سے بھی سہو ہوا سنہ ۱۰۰۹ ہجری مین دولت خان نے احمدنگر مین انتقال کیا اکبر بادشاہ اسکی جراءت سے وہم کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے مرنیکی خبر سنی تو کہنے لگا کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اوٹھا ہے۔ دولت خان شجاعت مین بے بدل تھا ہمیشہ فوج کے آگے رہتا تھا۔ خانجہان جب نوجوانی مین باپ سے کچھ رنجیدہ ہو کر بنگالہ چلا گیا تو راجہ مانسنگھ نے اسکے باپ کے قدیمی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیے تھے یہ شہزادہ دانیال کی خدمت مین پہونچا اور شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا مصاحبت مین یہانتک تقرب حاصل کیا کہ غیریت باقی نرہی گویا دونون یکذات ہو گئے یہانتک کہ فرزندی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شاہزادہ دانیال کا انتقال ہو گیا تو خانجہان بیس برس کی عمر مین جہانگیر بادشاہ کے حضور مین پہونچا اور ایسی قدر و منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ مین پنجہزاری منصب اور خانجہانی لقب سے سرفراز ہوا اور ایسا محرم راز اور ذی اعتبار رہا کہ اس مرتبہ مین اسکا کوئی شریک نرہا انجمن غسلخانہ مین روبرو بیٹھنے کا حکم دیا گیا مکرر بادشاہ اپنے ساتھ محلسرا مین لے گیا اور اسنے چاہا کہ خاندان شاہی مین کسی لڑکی سے اسکی شادی کر کے اسکو سلطان جہان کے خطاب سے سربلند کرون جہانگیر نے اسکے ساتھ آقائی اور نوکری کا معاملہ نہین رکھا بلکہ یارانہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی حد سے قدم باہر نرکھا جب شاہزادہ پرویز و راجہ مانسنگھ و شریف خان امیر الامرا کے ہمراہ خانجہان خانخانان کی کمک کو دکن بھیجا گیا تو رخصت کیوقت بادشاہ دیوانخانہ خاص و عام کے جھروکہ کے نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے سر پر باندھی اور اوسکا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے نقارہ بجاتا ہوا روانہ ہو اسطرف سے بادشاہ اور اوسطرف سے خانجہان نے صدمۂ مفارقت سے بے اختیار رونا

پاس کرے از خود جا کر ملگئے ہون یا خانجہان خان نے مروت قدیمی کا دباؤ

بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر ہر منزل پر تحفے بھیجتا۔ دکن کی مہمات مین اسنے اکثر کارنمائی کی جب جہانگیر اور شاہجہان کے درمیان نورجہان کیوجہ سے مخالفت پیدا ہوئی تو خانجہان کے نام متواتر فرمان طلبی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر مین لکھا کہ اسوقت مین شیر خان سو بادجود اس عداوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم ابتک نہ آئے قلعۂ آگرہ کی حفاظت اور خزانون کی کنجیان بھی اوسیکے سپرد ہین۔ گجرات کی صوبہ داری پر بھی بجاے خان اعظم کوکہ کے یہ متعین رہا ۱۰۳۶ھ ہجری مین جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہوگیا تو تمام ملک دکن کا کاروبار اوسکے سپرد ہوا۔

اسکے بعد جہانگیر کا انتقال ہوگیا زمانہ نے پلٹا کھایا شاہجہان نے دکن سے آگرہ کی روانگی کیوقت اپنے معتمد مزاج دان جان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان عنایت آمیز اسکو بھیجا کہ صوبہ داری ملک دکن کی تمھارے نام بحال رکھی گئی اور اوسطرف سے جانیکا ارادہ ظاہر کیا جب جان نثار خان خانجہان کے پاس گئے تو دریا خان اور فاضل خان دیوان اور سکندر خان دوتانی نے کہا کہ سلطان داور بخش لاہور مین تخت پر بیٹھ چکا ہے شہریار سلطنت کا دعوے کر رہا ہے باوجود اس خدمتگذاری کے تمھارے مخالف مہابت خان کو تمھارا خطاب سپہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے نواب فضل الہی سے صاحب جمعیت و لشکر ہین جو کوئی مستقل بادشاہ ہو اوسکی اطاعت و ملازمت کرنا چونکہ زمانہ اوسکی دولت کا قریب تنزل کے تھا باوجود اس دانشمندی کے کہ یکتاے روزگار تھا غلطی کی اور جان نثار خان کو بلا جواب لکھے بے اعتنائی سے واپس کر دیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ عہد کرکے پچپن کروڑ دام کا بادشاہی ملک اوسکو دیدیا اور برہانپور سے روانہ ہوکر ملک مالوہ پر قبضہ کر لیا جب شاہجہان تخت نشین ہوگیا تو اب ندامت سے کیا ہوتا ہے مگر اوسنے اپنا وکیل معہ عرضداشت کے بھیجا اور مسند نشینی کی مبارکباد مین ایک سہرہ مروارید کا نہایت بیش بہا بادشاہ کو بھیجا شاہجہان جو دریاے مروت اور سراپا کرم تھا اوسنے حالات ماسبق سے درگذر کرکے اوسکی خطائین معاف کردین اور بدستور صوبہ داری دکن و برار و خاندیس پر اسکو بحال رکھا اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو وہانکی وقایع نگاری پر مقرر کردیا کہ جو خیالات خفیہ اوسکے ہون وہ مجھے برابر لکھتا رہے چنانچہ دیانت خان اسکے

والکر اپنے ہمراہ لیجانے پر مجبور کیا ہو۔ برہانپور سے دریا خان کے جانیکا مفصل
ذیل صفحہ ماقبل حالات لکھتے رہتے اور یہ بھی اونھون نے لکھا کہ اسکا ارادہ بغاوت کا نہین ہے
مگر اپنے افعال پر اندیشہ مند ہے اس واہمہ مین طرح طرحکے منصوبے سوچا کرتا ہے اعلحضرت اسکو اپنے
حضور مین بلالین اور اوسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کرین یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو اطمینان
ہو گیا اور خانجہان کو مالوہ کا صوبہ دار کردیا اسکے بعد خانجہان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزار اشرفی شاہجہانکو
نذروی بادشاہ نے خلعت دیا۔ اسکے بعد یہ آگرہ آیا خانخانان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی
آٹھ ماہ تک آگرہ مین قیام رکھا شاہجہان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے
ہاتھ پر دربار مین کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن نیچی نہین کرتا ہے ایسا نہو کہ فیمابین
چشمک ہو اسلیے مہابت خان کو دلی بھیجدیا۔ لیکن خانجہان خان کا پہلا سا اعزاز کہان جہانگیر کیطرح
سلوک کون کرے اور خاص و عام کی اوسکی طرف رجوعات کیسے ہو بلکہ طرفین مین دلی صفائی بھی نہین
جب عرصہ تک شاہجہان نے اسے دربار مین نہ دیکھا تو یمین الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی
یمین الدولہ نے سبب عرض کیا شاہجہان نے کمال عنایت سے اسکی دلجوئی و اطمینان کے لیے
اسلام خان کو بھیجدیا مگر جسقدر مکرمت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اوسکی بدگمانی ترقی کرتی تھی بادشاہ
نے حسب استدعا امان نامہ بھی دستخط خاص سے لکھکر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور منصبدارون کے
اور غلا نیسے دو ہزار پٹھان بارہ فرزند ۹ داماد چھ سو پیادے ایک سو تین شاگرد پیشہ قدیمی خیرخواہ باقی
مستورات برقع پوش ہاتھی گھوڑونپر سوار کرکے پہر رات گئے، ۲ صفر ۱۰۳۹ھ ہجری کو آگرہ سے
نکل گیا یمین الدولہ نے شاہجہان سے آکر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بڑے بڑے
بہادر امرا اوسکے تعاقب مین روانہ کیے حالانکہ یمین الدولہ نے اللہ وردی خان کے ذریعہ سے
اسکے بھاگنے کی خبر اسدن پہونچادی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانجہان کے دروازہ پر
پہرہ چوکی بٹھا دیا جاے مگر شاہجہان نے کہا کہ اسکو عہدنامہ لکھکر دیا گیا ہے قبل از خطا صادر ہونیکے
شرعاً عہد شکنی و سزا جائز نہین ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانجہان لڑتا بھڑتا ہوا دکن پہونچگیا
نظام الملک خانجہان کے آنیکو بڑی نعمت سمجھا بڑی گرمجوشی و تپاک کیا گھوڑے سے اترنے
بھی نہین پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانجہان کو اپنی مسند پر لیجاکر بٹھلایا اور خود
ایک کنارہ پر بیٹھا۔ اور اسکے خرچ کے لیے ایک معقول رقم اور جاگیر مقرر کی جب پچاس ہزار

قصہ آگے آتا ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل سوار شاہجہانی لشکر کے دکن پہونچے تو خانجہان بھی چالیس ہزار سوار ملازمان شاہی سے مقابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیان رہین۔ ایک روز خانجہان لڑائی کی حالت مین پالکی کے اندر حقہ پی رہا تھا بیٹے نے کہا کہ لڑنا ہے تو سوار ہو کر لڑیے ورنہ ایک عالم کو خرابی مین کیون ڈال رکھا ہے وہ بولا کہ تمھارا خیال ہے کہ مین غالب آؤنگا ہرگز نہین اقبال خداداد ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصالحت ہو جلے مین مکہ معظمہ چلا جاؤن اور تمھارے روزگار کی صورت نکل آے خانجہان نے پٹھانوں کے قبیلونکو پشاور وغیرہ مین بھڑکا دیا چنانچہ اٹک سے کابل تک مہمند خلیل گگیانی داودزی یوسف زئی قبیلون نے فساد برپا کر دیا مگر شاہجہانی امرا نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا خانجہان چاہتا تھا کہ مین کسی گمنام جنگل مین چلا جاؤن مگر بادشاہی لشکر پیچھا نہین چھوڑتا تھا دکن مین اسکے قدم نہ جمنے دیے قصبہ کالنجر آیا اور وہان اسپر لشکر بادشاہی نے نرغہ کیا گرزبردارون نے اسکو پسپا کر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرزبردار نے اسکا سر کاٹا جو برہانپور مین شاہجہان کے حضور مین بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ رباعی ہٹ کی سد این مژدہ فتح از پے ہم زیبا بود* این کیف دوبالا چہ نشاط افزا بود* از کشتن دریا سر بیرا ہم رفت گویا کہ سر او حباب این دریا بود* خانجہان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پسند بتلاتے ہین اور بعض غیرت دار و محافظ آبرو جلتے ہین مگر وہ مرد راستگو تھا زمانہ ساز نہ تھا وہ یہ نہین جانتا تھا گردش زمانہ کی نہین دیکھی تھی جہانگیر بادشاہ ہندوستان اوسپر فریفتہ تھا۔ ایک روز شاہجہان نے سید خانجہان سے کہا کہ تمکو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے شہزادے آرزومند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہین کرتا تھا اب لوگ ناموافقت زمانہ سے اوسکی ہمسری کرنے لگے اوسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا تحمل و وقار مزاج مین بہت تھا آزار رسان نہ تھا نہ عیاش تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے غلامی علی مرتضیٰ کے شجاعت آہی نہین سکتی۔ شیخ فضل اللہ برہانپوری کی شرف صحبت سے تصوف کا شوق بھی اسکے دل مین پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے نفرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ ماہوار اوسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کچھ قرض بھی ہو جاتا تھا۔

* * * * * * *

جب خانجہان لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا بھڑتا ملک دکن تک پہونچگیا تو
آگے آگے خانجہان خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہانتک
کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ مین داخل ہوگیا چونکہ نظام الملک کو خانجہان کی رفاقت
ہر طور سے منظور تھی لہذا اوسکے پاس پہونچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش
ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غرہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۳۹ ہجری کو ملک دکن کی
طرف متوجہ ہوا اور وہان پہونچکر اول یہ انتظام کیا کہ پچاس ہزار لشکر کے تین حصہ
کرکے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب
شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار ارادت خان عرف اعظم خان کو مقرر کیا
اور کل فوج کی ذمہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کرکے خود برہانپور چلا آیا یہ
مضمون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ مین بادشاہ کی تاریخ روانگی اور فوج کی
ترتیب مین کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ مین تحریر ہے کہ ۷ جمادی الاول کو شاہجہان
دار الخلافت اگرہ سے روانہ ہوا اور ۹ رجب سنہ ۱۰۳۹ ہجری مطابق سنہ ۳ جلوس
کو خاندیس پہونچا جب وہان گیا تو کل امرا دکن کے حاضر ہوے چنانچہ
ارادت خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوے اور ایک ہزار اشرفیان نذر گذرانین
وہان بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یون تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری
اعظم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالہ کو اور
تیسرا حصہ راجہ گج سنگہ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مہم
مین شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانجہان خان کے استیصال
کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۶ رجب روز دوشنبہ سنہ ۱۰۳۹ھ کو

برہانپور پہونچگیا جب برہانپور بادشاہ پہونچا تو وہان دریاخان بھی اپنی جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے

۸ شعبان المعظم روز پنجشنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر مین اضافہ ہوکر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوے اوسی روز دریاخان سہ ہزاری سواروں سے ترقی پاکر چار ہزاری ذات اور چار ہزار سواروں کے منصب سے سرفراز ہوے تھے بادشاہنامہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریاخان کی یہ ترقی ساہو مرہٹہ کے صلہ مین انھین ایام مین بادشاہ نے برہانپور پہونچکر صادر فرمائی تھی۔

۲۲ شعبان کو دریاخان حالانکہ مورد عنایت بادشاہی ہوے تھے مگر برہانپور سے خانجہان کی دوستی اور ہمقومی کا خیال کرکے اوسکے پاس چلے گئے بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ خانجہان کا گروہ برار سے نکلکر تلنگانہ مین آچکا

ے غرہ شعبان دریاخان روہلہ از جاگیر آمدہ باستلام عتبہ فلک رتبہ پیشانی طالع برافروخت (۲۹۷) بادشاہنامہ ے روز پنجشنبہ ہشتم شعبان سال سی ہزار و نہصد و دین روز بمسرت افزا سالیانہ حضرت مہد علیا ممتاز الزمانی در اصل و اضافہ دوازدہ لک روپیہ مستمر گردید و دریاخان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سربلند گردانید ۲۹۷ بادشاہنامہ ے درین تاریخ دریای روہلہ کہ نقوش جرایم گذشتہ او را محو نمودہ بمنصب چار ہزاری چہار ہزار سوار سربلند گردانیدہ بودند برعایت آشنائی دیرینہ اوسی پیراسکی جاگیر سے چشم از حقوق تربیت و نوازش پوشیدہ عار فرار بر خود پسندیدہ از برہانپور نزد آن کالیوہ بد شیوہ رفت بادشاہنامہ صفحہ

اور اوسکو جلا کر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ
اور لشکر اس گروہ کی گوشمالی کے لیے برار کی طرف بھیجا خانجہان
خان اور دریا خان اسی گھات مین بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی
کو غافل پائین اور اونپر ٹوٹ پڑین مگر کچھ جنگ کچھ گریز کرتے ہوے
وہ ایک طرف کو نکل گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف
ہو گئی جب بارش ختم ہو گئی تو بادشاہی لشکر سیوگانون سے بڑہا
اس عرصہ مین خانجہان خان نواحی بیر مین تھے اور وہان تحصیل
وصول کے لیے اونھون نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا
اسی عرصہ مین دریا خان بھی نیوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے
اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانون سے بیضا پور گئے
اور وہان سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسور مین جو
دس کوس دولت آباد سے ہے پہونچے اور وہان سے ایر کھلتہ
جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ
دولت آباد کے اندر پہونچایا اور دریا خان ہزار افغانون کو لیکر
خانجہان سے جدا ہوے اور قصبۂ انڈول دہرن گانون کی تاراجی
کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوے اور اون
مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبد اللہ خان
اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوے دریا خان وہان سے
بالاگھاٹ چلے گئے آخر کار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خاندیس آئے اور وہان بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جمنے دیے دوبارہ مالوہ مین آئے راجہ بکرماجیت ولد راجہ جھہار سنگہ بندیلہ کی علاقہ کی سرحد مین پہونچے پہلے جو اوسنے خانجہان خان کی خاطر تواضع کی تھی اوسپر وہ معتوب بادشاہی ہوا اسلیے اوسنے ابکی بار یہ ارادہ کیا کہ خانجہان کو گرفتار کرکے بادشاہ کے پاس پہونچا دون تاکہ پچھلے قصور کی تلافی ہو جاے وہ استقبال کا حیلہ کرکے خانجہان کو گرفتار کرنیکی غرض سے بڑھا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانجہان خان اسکے ارادہ سے مطلع ہوگئے اور بچکر نکل گئے خانجہان خان کے پیچھے ایک میل کے فاصلہ پر دریا خان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بیخبر تھے جیسے ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دفعتہ دریا خان پر حملہ کردیا بندوق کی گولی دریا خان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے پٹھانون اور راجہ کی فوج سے خوب جنگ ہوئی دریا خان کے فرزند محمد خان جو لاولد تھے اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے چار سو پٹھان اونکی طرف سے اور دو سو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل ہوے اس اثنا مین بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر مین نواب بہادر خان دریا خان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اوترکر باپ کی لاش کے پاس گئے اوسوقت دریا خان مین کچھ جان باقی تھی دریا خان نے بیٹے کو سرھلانے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھون مین آنسو بھر لاے اور ایک آہ سرد کھینچکر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہوگیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کاٹکر بارگاہ شاہی مین عزت حاصل کرے اور تو محروم رہجاے لہذا تو اپنی انگوٹھی جسمین تیرا نام کھدا ہو میرے منھ مین ڈالدے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منھ سے نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب مین تجکو خدا کے سپرد اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہون یہ کہکر خدا کا نام لیا اور جان بحق ہوے دریاخان کی جان نکلنے کے بعد بہادرخان نے باپ کی فہمایش کے مطابق اپنی انگوٹھی اونکے منھ مین ڈالدی اور باپ کے غم مین روتے ہوے اپنے مقام پر آے اوسکے بعد ایک راجپوت نے دریاخان کا سر کاٹکر بہادرخان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور مین معہ محمد خان کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادرخان نے خفیہ خط اپنے وکیل کو جو دربار شاہی مین انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے سامنے پیش ہو تو منھ کھولکر دیکھا جاے جسوقت دریاخان کا سر معہ عرضداشت کے برہانپور مین بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہان دریاے تپتی مین کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اسموقع پر بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کرکے ارشاد فرمایا۔ ؎

رفتم بسوے دریا دیدم عجب تماشہ دریا درون کشتی کشتی درون دریا

جب منھ کھول کر دیکھا گیا تو بہادرخان کی انگوٹھی دریاخان کے منھ مین نکلی جس سے بہادرخان کی کارگذاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت کے مقابلہ مین باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادرخان خلعت وغیرہ سے

سرفراز کیے گئے۔

دریا خان ۱۹ جمادی الثانی سنہ ہجری کو اور بروایتے دیگر ۱۰۳۹ھ کو اپنے دوست خانجہان پر تصدق ہو گئے۔ دریا خان کی عمر ۴۹ برس کی تھی۔ دریا خان کا سر دہلی مین قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور لاش دھولپور مین دفن ہوئی جب خانجہان نے دریا خان کے قتل ہونے کا حال سُنا تو ایسے رفیق کی جدائی مین جو اونکا اس بیکسی و مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اوسکے غم مین بہت رویا اور بڑے افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اوس زمانہ مین دریا خان کی بیوی جو سہینڈہ مین اپنے بیٹے کی جاگیر مین تھین جان جہان خانجہان خان کا بیٹا بھاگ کر اونکے پاس گیا دریا خان کی بیوی نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ جان جہان کو عبداللہ خان کے پاس بھیجدیا اور عبداللہ خان نے یکہ تاز خان کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

دریا خان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیان تھین جنکا ذکر نواب دلیر خان کے تذکرہ مین آچکا ہے بعض راویون کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان اپنے بھائیون اور خانجہان خان کے بیٹون کو بادشاہ کے حضور مین لیگئے اور اون سبکی جان بخشی کرالی۔

دریا خان کے قتل کی تاریخ (داغ دل) مشہور ہے راقم نے اسکو یون نظم کیا ہے۔

قطعہ تاریخ

حیف دریا خان شہادت یافت در میدان جنگ — در نیستان بقا خوابید آن شیر وغا

پارہ پارہ شد دل اہل شجاعت در جہان — (داغ دل) آمد مظفر سال تاریخ قضا

حصۂ دوم

خلیفہ عبد الرزّاق صاحب یمنی

خلیفہ صاحب باعتبار علم و فضل و قابیت کے شاہ آبادین وحید العصر و علامۂ ہوے
ہین ابو الیمن کنیت تھی آپکے والد کا نام نامی سید محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا
سید محمد حسین صاحب سید محمد غضنفر کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا محمد فاخر مکین[1]
دہلوی کے شاگردون مین پایہ بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانروائے
اودھ بھی خلیفہ صاحب کی ملاقات و فضیلت علمی سے بہت محظوظ ہوئے تھے خلیفہ
صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات ہین پندرہ برس کی عمر مین مثنوی آزاد و جمیلہ
تصنیف کی اور مثنوی محشر لیلی مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ لکھی وزیر نامہ
نواب وزیر علی خان کی مسند نشینی اور گرفتاری وغیرہ کے حالات مین ترتیب دیا

---

[1] مرزا محمد فاخر مکین دہلی کے رہنے والے تھے احمد شاہ درانی کے فتنہ مین دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے
مرزا صاحب فارسی گو فارسی دان صاحب کمال تھے صحت الفاظ و تحقیق لغت مین کامل اور مرزا عظیما ئے
کشمیری کے شاگرد ارشد تھے شہزادہ علی حزین سے بھی ملاقات تھی زمانہ نے پورا حق اُنکی قدر دانی کا
ادا کیا تھا - اُنکے سیکڑون شاگرد امیر و فقیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیشہ اور مجرد رہے اور کبھی متاہل نہوے سنہ ۱۲۲۰ھ
مین رحلت فرمائی دو شعر اُنکے بطور نمونہ کے یہان درج کیے جاتے ہین سے درکوی یار طرفہ تماشا بود مکین +
رسوا شود کسے و تماشا کند کسی ہ دیگر گہہ چون سبو بکیدہ بردوش من درا + گاہی چو می بشیشہ در آغوش من درآ

مناظر الانوار سراپای محبوب اور مظاہر الاسرار حالات عشاق ہین دونون کتابین لاجواب لکھین۔ مثنوی ثمر الفواد متعلقہ ابنہ۔ مقدمات ظہوری در بارہ سہ نثر ظہوری مثنوی شاہ درویش سراپای معشوق اور شرح مثنوی نیرنگ عشق شرح مجمع الصنائع شرح پنج رقعہ و مینا بازار و دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمائین اِن کے علاوہ دیوان بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات اُستادی سے معمور رہی۔ بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک والاجاہ مولوی صدیق حسن خان اپنے تذکرہ شمع انجمن کے صفحہ (۵۴۲) مین لکھتے ہین کہ یمینی سید عبد الرزاق شاہ آبادی سید عالی نژاد بود و سلالہ سلسلہ امجاد در جودت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی ممتاز عصر منیر بسیت دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند وجز آن دارد اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر مکین گرفتہ و مناظر الانوار در سراپای محبوب و مظاہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر کتب درسیہ فارسی مثل گل کشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و مثنوی نیرنگ وجز آن شرح دارد دیوانش درین حین دستیاب نگردید وانچہ از معتمدان مسموع شد این چند بیت است۔

غزل خلیفہ صاحب از دیوان یمینی

اقرا باسم ربک ای کاتب سیا بہا
ای درہوا معلق از حکمت آسمانہا

تا ماند از و باقی بر صفحہ نشانہا
نازم بکشتہ عشق کز مال خود ملاک

ما را بعجز خواری بر روی خاک مفگن
بر خاک تربیت او واگردہ سایہا

رفتی و در ہوایت مرغان نو بہاری
چون بوی گل ندارد رہ سوی آشیانہا

جز دودِ آہ اثنا نام و نشان نیابی	بر باد داد شفقت بسیار دود ما نہا
ناخن مزن بجرم کرد ر دبی نوائی	چون تار نغمہ دارد در پردہ فغانہا
اہل سخن یکایک زین انجمن گذشتند	زان دوستان تمنی ماند است داستانہا

چند ابیات از مثنوی شاہ درویش در بیان سراپای معشوق

قدِ او شعلہ موجود و دبران	عاشقان خواند یاد و دبران
داشتی مو بفرق او وطنی	ہم چو ابر سیاہ بر چمنی
گیسوے او ز ترکستان نظر	شب معراج و سیر پیغمبر
طرہ و زلف و کاکلِ پُر خم	تا بہ سر تا بدوش تا بقدم
زلف برتر ز عرش پایۂ او	مہ و خورشید زیر سایۂ او
خال در مہر دو ابروش ملا بین	چون ہمیبر بر تبۂ قوسین
چشم او زان دو ابروی پُر خم	چون دو ترکان کشیدہ تیغ بہم
در تبسم گُل از لبان میریخت	شکر و شیر از دہان میریخت

رباعیات

رباعیات

یارب بحق آنکہ بود روحِ امین	از جملہ خادمانش بر روی زمین
محشور کنی تمنیِ عاصی را	در زمرۂ اہلبیت و اصحاب یمین
آن زلف چو طائر بہشتی	پران برخ از نکو سرشتی
بر خیز و برخ زلف شکن در شکن انداز	در گردن خورشید قیامت رسن انداز

ایضاً

تنہا نہ برد شوق تو از ہوش خود مرا	یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا

چون بر درت خجل ز خطای خود آمدم | چیزے بگو ز لطف خطا پوش خود مرا

ایضًا

عمری ست کہ بر پای تو سر می سایم | بر خاک درت دیدہ تر می سایم
چون سود نکرد سودن چشم و سرم | اکنون کف خود بہ یکدگر می سایم

رُباعی

دلم شگفتہ نشد ماہ و سال گذشت | نسیم رفت و صبا آمد و شمال گذشت
ز سر گذشت منی دگر چہ میپرسی | کہ روز ہجر گذشت و شب وصال گذشت

خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض مین لکھے ہوی ملے جنکو وہ اکثر پڑھا کرتے تھے

شنیدم کہ در روزگار کہن | شدہ عنصری بادشاہِ سخن
چو اورنگ از عنصری شد تہی | بہ فردوسی آمد کلاہِ مہی
چو فردوسی زین دو رگیتی گذشت | نظامی بملک سخن شاہ گشت
نظامی چو جام اجل در کشید | بسر چتر اشعار سعدی رسید
چو سعدی بر آورد سر در کفن | بہ خاقانی آمد نشاط سخن
چو خاقانی رفتہ ازین روزگار | سخن گشت بر فرق خسرو مدار
ازان پس چو نوبت بجامی رسید | سر سر سخن را تمامے رسید

ایک قصیدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کی مدح اور توصیف مین جنکے تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کیطرح روشن ہین لکھا ہی اور اسکو نواب احمد خان صاحب رئیس شاہجہانپور نے اپنی کتاب ملفوظ رزاقی مین تحریر کیا ہی اور

وہ قصیدہ یہ ہے

ای کہ مقبول جملہ آفاق — مگر از حنا دمان رزاق
آنکہ در بانسۂ شریف بود — مرقدش منظر ہوالباقی
آنکہ مشائیان درگہ او — ہم چو خورشید جملہ اشراقی
آنکہ مسموم معصیت ہا را — خاک پایش نمود تریاقی
آنکہ ہر جا سنی ہمیگردی — ہمچو سودائیان ہواقی
سر فرود آر بر در پاکش — گر تو فجار وز تو فساقی
اوست محبوب عاشقان خدا — بشنو این امر گر ز عشاقی
بادشاہ دستگیری خلق — تا تو محکوم حکم خلاقی
دست ہر عاجز یکہ می گیری — وا رہانی ز درد مشتاقی
مقتدای زمانہ خویشی — دیگرانند جملہ الحاقی
چو نتو کس نیست وہم نخواہد بود — زیر این چرخ گنبد طاقی
از علوم سفینہ بیخبرے — لیک در علم سینہ دقاقی
کاشف نکتہاے عرفانی — واقف رازہاے اطباقی
کیست غیر از تو عارف باللہ — حل عرفان را تو مصداقی
از معارف ہر انچہ مے گوئی — در نیاید کسے ز اعلاقی
رسم باشد کہ ہر مریدے را — وقت بیعت کنند حلاقی
از مرید تو چون خطوط شعاع — موفتد بر زمین ز بتراقی
آستان بوسئیت ہوسدارم — ہو سم نیست غیر ازین باقی

حال مشتاق خویشتن دریاب	کہ بجا آمدم ز مشتاقی
از غلامان خویشتن بشمار	کہ غلامی تست اعتاقی
پیر عبد الصمد کہ مطبخ اوست	مائدہ بخش خوان رزاقی
زلہ این خوانم آرزو باشد	ہمہ را تو کفیل ارزاقی
نیست دور از تو دستگیری من	کہ تو مطبوع جملہ اخلاقی
چون توی ابن ساقی کوثر	باش در حق تشنگان ساقی
باآیینی ہمین بگو کہ فلان	بندۂ من ز رو ز میثاقی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شان میں اور بھی قطعات لکھے ہین منجملہ اُنکے ایک قطعہ نواب احمد خان صاحب رئیس شاہجہان پور نے فرمایش کرکے خلیفہ صاحب سے حضرت سیدنا شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا ہی جس سے سنہ ۱۱۳۶ ہجری نکلتے ہین۔

خلیفہ صاحب کو انبہ سے بڑی رغبت تھی اسلیے انبہ کی تعریف مین اُنھون نے مثنوی ثمرۃ الفواد لکھی اشعار دو بحرونمین پاے جاتے ہین ایکبار نواب احمد علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر کی فرمایش سے اور دوسری بار اعظم خانصاحب بنخیل کمیدان کی خاطر سے تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل مین درج کیے جاتے ہین ؎

شگوفہ گلہای رنگین ورق	چو نور سحر جلوہ گر از شفق
زبس گل کہ سر زد ز ویرانہا	در و دشت شد چون پر یخانہا
کشیدہ بہم شاخ گلہا قطار	چو دست نگارین بدست نگار
ہمرغ بہارین در آمد نشاط	کشودہ پر و بال خود در بساط

بهم ساخته بلبل و فاخته	نوا بر نوا باهم انداخته
گل اندر چمن سبزه در جویبار	چو مستان ز شادی ببوس و کنار
زمین از گل آتشین مشتعل	بسردی و گرمی هوا معتدل
ز اقسام گلهای هندی بسی	که کم دیده اندر خراسان کسی
شگفته در شهر و در بوستان	همه وقف چشم و دل دوستان
خصوصاً درختان انبه تمام	شدند از گل خویش مولی الکرام
شگوفه نمودند از هر طرف	ز انوار شان دیده ها را شرف
لذیذ و لطیف ست آن با خورش	که یابد ازو جسم و جان پرورش
بیابان و صحرا و بستان و دشت	ز بوی خوشش رشک فردوس گشت
درین فصل مستان عشرت پرست	ندارند در شهر یکجا نشست
چو بوی گل از خانه با دوستان	نهاده رخ خود سوی بوستان
غزلها سرایند و مستی کنند	بگلبانگ نی می پرستی کنند
درختان انبه به بار آوری	فرو برده در سر تواضع گری
بصد قدر و تمکین بصد سختگی	رسید انبه را موسم پختگی
چو شد پخته چون عاقل پخته کار	دهد تن بافتادگی بار بار
شده جلوه پیرای هر باغ و کشت	چو در حلهٔ سبز حور بهشت
بشیرین ادائی و دلبستگی	ربوده ز دل خستگان خستگی
دل از گلگله بسکه گل گل شگفت	بوصفش تو آن چند ابیات گفت
هر انبه که شد پیش اهل تمیز	پر از چار چیز و تهی از سه چیز

[illegible] عبد الرزاق صاحب یمنی شاہ آبادی [illegible]

پُر از شیرہ و رقت و لونِ صاف — کلائی بشیرینیش بے خلاف
ز چیزے کہ خالی توان بود ازان — نمایم بہ پیش تو انضم بیان
کلائی تخم و سطبری پوست — دگر ریشہ بے عیب زیبا نکوست
ہرانبہ کہ از ریشہ شد مایہ دار — چو حلوے سمنک بود کم عیار
ز خوشرنگی خود چو خیلے پری — جداگانہ ہر یک بجلوہ گری
بیا اے یمینی کہ ختم کلام — نمایم برین شکوہ خاص و عام
چو پایان رسیدم این داستان — کنون سال تاریخ سازم بیان
بسال ہزار و دو صد سی و یک — ز زرخویش رامی زدم بر محک
چو آغاز این بود ماہِ صیام — تمامش نمودم بہ ماہ تمام
الٰہی قبول دہ این نامہ را — کہ فرمود در سجدہ سرخامہ را
باین چار محمود کن خاتمہ — علیؑ و حسینؑ و حسنؑ فاطمہؑ

خلیفہ صاحب کبھی کبھی لکھتے تھے مگر کم دو شعر اُنکے یہاں پر اُردو کے تحریر کیے جاتے ہین ؎ اشک آکر چشم مین اُلفت کے مارے رہگئے ٭ دو مسافر رات دریا کے کنارے رہگئے ٭ شب تو گذری اے یمینی کب تلک سوئیگا تو ٭ آسمان پر ایک دو باقی ستارے رہگئے ٭ خلیفہ صاحب کے مزاج مین کچھ خوش طبعی بھی تھی ایکمرتبہ نواب احمد علی خان تعلقدار باسط نگر خلیفہ صاحب کے مکان پر تشریف لائے اُس روز مکان صاف نہ تھا نواب صاحب نے کہا کہ خلیفہ صاحب کیا اس مکان مین بھوت بلا رہتے ہین خلیفہ صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ رہتے تو نہین ہین مگر کبھی کبھی آجاتے ہین ۔

لالہ عیوض راے مسرت شاہجہان پوری خلیفہ صاحب کے ہمعصر تھے اُن سے کبھی نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریاے مواج تھے۔ ایک بار مسرت کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کر کے ؎

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی ۔۔۔ کہ فرشتہ کند سجود آنجا

اُن کے روبرو پیش کیا اور مسرت نے بجاے واہ کے۔ این چہ حسن ست واین چہ زیبائی۔ کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہونچا تو آپ نے بجاے واہ اور این کے لفظ اللہ کی بڑھا کر مصرع مین جان ڈالدی یعنی ؎

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی ۔۔۔ کہ فرشتہ کند سجود آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کسقدر حسن پیدا ہو گیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر تصنیفات ۵۷ھ کے غدر مین برباد و ضایع ہو گئے اُن کے گھر مین آگ لگادی گئی تھی۔ اور سنہ وفات نظر سے نہین گذرا مگر عمر طویل پائی تھی ضعیفی کو پہونچ گئے تھے حافظ غلام علیخان صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن مین ضعیف دیکھا تھا۔ اُنکی ایک مہر مین ۱۲۰۶ہجری اور دوسری مہر مین ۱۲۰۹ہجری کندہ تھے۔ ایک مہر مین (ابو الیمین سید عبد الرزاق) اور دوسری مہر مین (ملان عبد الرزاق) منقوش تھا۔ ۱۲۱۳ہجری مین مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبد الرحمن صاحب دی اولاد ہوے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب درسی آپکی تصنیفات سے طبع ہو کر شایع ہو گئین باقی کلام ضایع ہو گیا۔ کچھ حصہ تذکرہ شعرا کا بھی قلمی موجود ہے۔

آپ کے شاگردون کا حلقہ وسیع ہے انمین بہت سے شاگرد نامور اور مشہور زمانہ ہوے

راجہ ہلاس رائے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبداللہ صاحب اُن کے برادر نامدار منشی محمد صالح صاحب داروغہ کتبخانہ شاہ اودھ لالہ گرپرشاد مصنف تاریخ اودھ لالہ خوشوقت رائے شاہ آبادی یہ سب آپ کے تلامذہ مین تھے اور خوشوقت رائے نے مسرت شاہجہانپوری کے اس شعر کا ؎

بوقت لقمہ خوردن ای مسرت گفت لبہایم + کہ روزی سکیند از ہم جدا یاران ہمدم را

یہ جواب دیا ہے ؎

بہم یکجا کسند یاران دور افتادہ را روزی + لب و دست و دہن یکجا شوند ہنگام خوردن ہا

خلیفہ صاحب کے شاگردون مین ایک صاحب لالہ سداسکھ لال المتخلص بہ شایق بڑے قابل تھے انھون نے مثنوی سکھاسن بتیسی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی خوب داد دی اوسمین خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے اوصاف اور شایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلیے چند شعر نقل کیے جاتے ہین ؎

بوصف ہمینی بہ بندم کمر	کہ شد در جہان از ہنر نامور
سبق بردہ در شعر و در شاعری	ز سعدی و خاقانی و انوری
کلاہ سعادت بود بر سرش	ملائک ببوسند خاک درش
براہ صفا مثل پیر من است	ازان در جہان دستگیر من ست
بہ الطاف مسند چو شعر ترم	باوج تفاخر رساند سرم
گراز لطف و احسان کند یک نظر	شود نامہ من بعالم ثمر
نوازش گر یہا از دور نیست	بچشم امیدم جزا و نور نیست
نوشتم من این نامہ را مختصر	بہ ارشاد استاد والا گہر

چو شد نظم این نامہ نکتہ سنج		ہزار و دو صد بود بر چہل و پنج	
کنم نامہ نامی بر دوستان		چو نظم ہمینی بہندوستان	

خلیفہ صاحب کے ارشد تلامذہ مین ایک کندن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد تخلص تھا
انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک مین پھیل گیا تھا وہ رعیوض راے مسرت کے ساتھ مشاعرہ
مین شریک ہوا کرتے تھے ایک بار ارشاد و مسرت مین مناظرہ ہوگیا ارشاد نے مسرت کے
کلام کی دھجیان اُڑادین اور اُن کے کلام کے نقایص مین ایک رسالہ مدلل لکھا اور وہ شعرای
لکھنؤ کی خدمت مین پیش کیا اوسکو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جسکی حد نہین حتی کہ نواب وزیر الممالک
فرمان رواے اودھ اور مرزا محمد فاخر مکین انشا اسد خان انشا میر تقی میر مرزا محمد حسن قتیل وغیرہ
نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی - اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے
خود اپنے تذکرہ شعرا مین درج کیا ہے اور سنداً اوس عبارت کا لکھنا اسجگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے
کندن لال ارشاد تخلص انداز موزون طبعان شاہ آباد ست تحقیقات اکثر کتب
متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل نمودہ نوبتی او را با شخص عیوض راے نام مسرت تخلص
شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمناظرہ انجامید غزلی چندکہ تصرف و دخل
در آنہا کردہ و سخن فہمانان معاصرین مثل مرزا فاخر مکین دہلوی و انشاء اللہ خان و میر تقی
و میرزا قتیل دہلوی و دیگر فضلا کہ در لکھنؤ و حضور نواب وزیر از مشاہیر بودند آن تصرفات
را دیدند و پسندیدہ و مسجل و مختتم آن طومار را تحسین قبول خود ہا ساختند -
وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات ہین اور فارسی محاورات کی
غلطیان نکالی ہین اوسکا لطف اوسی زبان مین ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے
بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھدینا ضروری ہے -

شعر مسرت ؎

زسیمین ساعدت پروای سیم وزر نمیدارم	شدم از دست وازدستِ تو دستی بر نمیدارم

اعتراض ارشاد

بجاے (پرواے) کے (سوداے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم وزر سے مناسبت تھی، اسکے علاوہ محاورہ اہل زبان کا (دست از چیزے برداشتن) ہے نہ کہ دست از چیز برداشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار ہون اور اوسکو یون لکھین۔ اصلاح ؎

زسیمین ساعدت سوداے سیم وزر نمیدارم	زدندانت تمناے دُر و گوہر نمیدارم

ہم اس بحث کو چھوڑ کر چند شعر دیوان ارشاد کے لکھکر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو ختم کرتے ہین۔

کلام ارشاد شاہ آبادی

برخیزد برُخ زلف شکن در شکن انداز	در گردن خورشید قیامت رسن انداز
آہ از دل ناصبور خیزد	چون شعلہ کہ از تنور خیزد
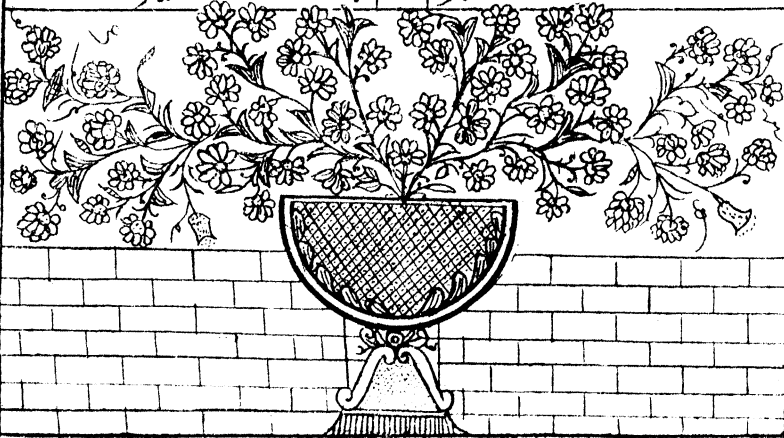
حضرت شاہ زمان صاحب علیہ الرحمتہ

شاہ صاحب مبرور اس نواح کے صاحب ولایت کہے جاتے ہین مزار اُن کا پرتصرف ہے اکثر حاجتمندون کی مرادین آپ کے توسل سے حاصل ہوین۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے بتلائے جاتے ہین آپ کا مزار نواب دلیر خان کے مقبرہ کے اُترو پچھم کی طرف لب سڑک واقع ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاورون کا گروہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ شہر ہی مین رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چکوک معاف کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاورین گذراوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اوسکو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض سرکاری مین وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے جو تحریر ہوئی تھی اوسکی نقل یہان پر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

متصدیان حال و استقبال سرکار امیدوار بودہ بدانند۔ چون موازی یک قطعہ

محمد اعزاز خان ۱۲۱۱ محمد خان بہادر ولد

پانزدہ بیگھ اراضی نجیتہ المشتہر چک گوشائین افتادہ خارج جمع سولے مال سرکار در سواد موضع خانپور من ابتداے سنہ ۱۲۳۲ فصلی نیاز زیارت گاہ حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز باسم حنون میانصاحب معاف نمودہ شد باید کہ قطعہ مزبورہ بتصرف مومی الیہ واگذارند مجدد دست بدین حدود اربعہ

حد شرقی — چک شیخ اسمٰعیل صاحب
حد غربی — چک کمون میان صاحب
حد شمالی — چڑیا چک اعظم خانصاحب
حد جنوبی — چک غلزئی

کہ مشار الیہ بجا طر جمع تمام دران قطعہ اراضی فصلا بعد فصل حلین تردد نمودہ از حاصلات آن
صرف ما یحتاج خود و زیارت گاہ میکردہ باشند و بدعای خیر دیاد آلہی مشغول و موظف باشند
و گاہی کسی بوجہی من الوجوہ بابت اخذ ابواب ممنوعہ و مزاحم و متعرض نشوند و ہر سال سند مجدد
طلب ندارند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ یازدہم شہر
صفر المظفر ۱۲۴۳ھ ہجری المقدس حسب المسطور بعمل آرند۔

ٹاٹ صاحب

آپ شاہ آباد مین صاحب ولایت بزرگ گذرے ہین۔ایک واقعہ مستند حضرات
کی زبانی سنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد مین
پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے یہان کی خلایق پریشان ہوگئی تھی لوگون نے آپ سے
رجوع کیا۔آپ نے ایک پرچہ لشکر مین ایک کفش دوز جو صاحب نسبت تھے اُنکے پاس
بھیجدیا اونھون نے تھوڑا دن باقی تھا اوسی وقت کوچ ہونے کا فقرہ زبان سے ارشاد
کیا اور معا نواب شجاع الدولہ نے حکم کوچ کا دیدیا۔آپ کے مزار مین اختلاف ہے بعض متصل
مسجد خواجہ سرا واقع بازار چہارشنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب اور بعض اختیار پور کے
قریب جو درخت تاڑ بتلاتے ہین واللہ اعلم۔

راجہ ہلاس رای صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لایق ہوے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہین اونکی
ترقی و تنزل کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کایستھ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی کے
شاگرد رشید اور مہاراجہ ٹکیٹ رائے کے جو سرکار لکھنؤ مین دیوان تھے بھتیج داماد تھے۔
نواب آصف الدولہ بہادر کی مصاحبت کا بھی شرف حاصل تھا۔ آپ نے حسن انتظام و دانشمندی
سے ملک اودھ مین وہ ہر دلعزیزی و ناموری پیدا کی تھی کہ مرجع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاس رائے
کو نواب وزیرالممالک کا اسدرجہ تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی مین اپنی رائے سے احکام
نافذ کر کے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجگی کا بھی پیشگاہ نواب
وزیرالممالک فرمانروائے اودھ سے عطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج مین ایسی معقول پسندی
و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے اور جو
کام کسی کا ہوتا اوسکے انصرام مین تا امکان کوتاہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے
باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہین منجملہ اُن کے کسیکی نقل بھی ثبوت کے
لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر و رئیس شاہ آباد جب لکھنؤ جاتے
تو وہ ان کے مکان پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب ممدوح اور نواب
وزیرالممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھین کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے
غصہ کی حالت مین اونکے طمانچہ بھی مار دیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہونچا مگر راجہ صاحب
موصوف نے اپنی رسائی و خوش لیاقتی سے اوس معاملہ کو جناب عالی سے کہہ سن کر رفع
کرا دیا تھا اُن کے مکانات محلہ دلیر گنج بہشتاباد شاہ آباد مین بنے تھے اور عمارت عالیشان تھی
اُنکی امارت کا اندازہ صرف کنور رام بخش کی شادی سے جو ان کے بھتیجے تھے ہو سکتا ہے کہ جب بارات
ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عمائدین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب
کے یہان جو تقریب منعقد ہونے والی ہے اوسمین شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی

ما بدولت ہی چنانچہ اوسمین اکثر باشندگان وطن شریک ہوے تھے بارات موضع کندہی تحصیل سندھولی ضلع سیتاپور مین اونکے ایک ہمقوم برادر کے یہان گئی تھی معتبرین او معمر اشخاص کی زبانی سُنا ہے کہ بارات اس ہجوم اور دھوم سے ہوئی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ پامالی زراعت اور ایک لاکھ روپیہ لٹوائی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کو رونمائی مین دیا گیا تھا غرضکہ جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوے تھے اور یہ روایت بھی مستند طور پر سُنی گئی ہو کہ نواب آصف الدولہ بہادر نے اونکے گھر تشریف لاکر اونکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب نے لاکھ روپیہ کا چبوترہ بناکر اوسپر اونکو بٹھلایا تھا اور وہ کل روپیہ اُن پر تصدق کیا گیا تھا۔

سرکار لکھنؤ مین ان کی رسائی کے متعلق یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ اور نواب آصف الدولہ اور اُن کے ارکان دولت اکثر صوبہ کٹھر کو آتے جاتے تھے چونکہ شاہ آباد اثناے راہ مین واقع ہے اس لیے یہان بھی ٹھہرتے تھے ایکبار کسی ضرورت سے مہاراجہ ٹکیٹ راے بریلی کی آمد و رفت مین شاہ آباد ٹھہرے اور اونکو پوجا وغیرہ کی ضرورت سے کسی ہمقوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ اُن کو ایک شخص لالہ منی پرشاد صاحب کے مکان پر لے آیا اوسوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب رئیس اعظم شاہ آباد کے یہان نظربند تھے اور ہلاس راے معہ اپنے بھائیون کے اپنے مکان پر بیٹھے ہوے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے مہاراجہ ٹکیٹ راے کی جب نظر ہلاس راے کے چہرہ پر پڑی تو اونکو خوش نصیبی و اقبالمندی کے آثار محسوس ہوے مہاراجہ نے ان کا زائچہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے اونھون نے ہلاس راے کے والدین کو سلوک سے خوش کرکے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کرلیا اور مہاراجہ صاحب ان کو معہ ان کے ہر دو بھائیون کے اپنے ساتھ لیگئے اور وہان انکی تعلیم و تربیت مین جو کمی رہگئی تھی

وہ نہایت توجہ سے پوری کرائی لیکن یہ مدۃ العمر اپنے پہلے اُستاد خلیفہ صاحب کو نہ بھولے
اور ہمیشہ اونکی شاگردی پر ناز کرتے رہے۔ راجہ ہلاس رائے جب شاہ آباد آتے تو خلیفہ صاحب
کے مکان پر ضرور جاتے اور اونکو اپنے یہان بہزار عزت افزائی بُلاکر خدمت کرتے بلکہ
خلیفہ عبدالرزاق صاحب ممینی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور مین کر کے
خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور عنقریب خلیفہ صاحب کے نام سرکار
اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد مزاجی اور کمال استغنائی سے
گھبراکر لکھنؤ سے شاہ آباد چلے آئے۔

مہاراجہ ٹکیٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات مین راجہ ہلاس رائے
کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ اُن کے کاروبار مین سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے
چونکہ مہاراجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی اونھون نے راجہ ہلاس رائے
کو بیاہ دی تھی اور انھون نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دلعزیزی و
نیکنامی پیدا ہو گئی تھی۔

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب گیان پرکاش مین جو بعہد نواب آصف الدولہ بہادر
تصنیف ہوی ہے اور اسمین امرا و ارکین دولت کے ضمناً حالات مندرج ہین لکھا ہوا ہے
اور وہ کتاب ہمین مکرمی راجہ درگا پرشاد صاحب متخلص بہ مہر تعلقہ دار سندیلہ نے دکھلائی
اور حالات مندرجہ ذیل عنایت کیے۔

راجہ ہلاس رائے بہادر کہ از رشتہ مندان مہاراجہ دھرما تما بکار نیابت
و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز ہست حسن ذاتی و صفاتی

۵ل مہاراجہ دیانتا مراد از راجہ نرندھ بہادر راجہ ٹکیٹ رائے بہادر ست ۱۱

بسیار میدارد که با تمامی برادران از خویش و بیگانگان دوازده قوم کایستهان در پرداخت یکسان در سلف که بسیار ها نامور شده اند این اوصاف کسی نبوده و نه شده گوی سبقت از همه ربوده و می برد و بدولت خواهی خانه آقا یعنی خداوند دام ظله و اجلاله چنان بدل و جان مصروف که کسی دیگر نخواهد بود و یقین دریافت میشود که روشنی نام مهاراج ادهراج دو بالا خواهد نمود حتی که در روز روشن لعل بدخشانی پیش آفتاب درخشان و نورانی میشود همچنان روبرو مهاراج منور و نامور است راجه موصوف در آئین و روش و فیض بخشی و فیض رسانی از راجه های پیشین نامداری پیدا کرده و در دلداری غریبان و بیچشمان و خبرگیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی منشان بظهور می آرد شرح ازان دشوار است و در نظم و نسق جد و جهد از نول رای به بندوبست پرداخته دقیقه از دقایق و گنجایش هر جا که لایق میداند نمی گذارد واحدی را از پرگنات و صوبجات و سپاه و کارخانجات جزو کل از قبضه خود بیرون نگذاشته که اطلاع نداشته باشد سخن اوصاف مختصر هر چه میکند کتابه برطاق رو کار می سازد۔

منجملہ اُن اسناد کے جو معافیات کی ہین ایک سند گھورن شاہ تکیہ دار کے نام جو اُنکی طرف سے ہے اور اوس اراضی کے بعض قطعات راقم کی ملکیت مین ہین درج ذیل کیجاتی ہے۔

نقل سند بمہر راجہ ہلاس رای صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب سنہ ۱۲ فصلی

برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالی۔

موازی پنجاہ بیگہ پختہ اراضی در سواد چکات موضع لکرھائی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ مقرر و معاف ست در نیولا پنجاہ بیگہ پختہ آراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

از ابتداے سنه ۱۲۰۱ فصلی بنام مشار الیه از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد که اراضی مذکوره بمشار الیه پیمایش کنانیده تبصرف شاه صاحب واگذارند که بخاطر جمع تردد آنجا نموده وصرف معیشت خود ساخته مدام بدعای دولت ابد مدت موظف ومشغول باشند زیاده چه قلمی شود-

برآوردن پنجاه بیگه آراضی سوای معافی قدیم از موضع گلرهائی به گهورن شاه معاف شده لازم که بمجرد رسیدن نوشته اراضی مسطوره بشاه صاحب موصوف پیمایش کنانیده دهند توقف وتساهل نشود وافغانان را تاکید نمایند که باز از شاه صاحب قضیه نه نمایند اگر قصد خواهند کرد تدارک از حضور پر نور خواهد شد خبر شرط است زیاده چه نوشته شد- فقط

یه پچاس بیگه اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عهد مین سنه ۱۲۰۸ هجری کو شاه صاحب موصوف ساکن محله سلیمانی کے نام معاف هوی تهی اس مین ایک درخت املی کا بهی تها جب نواب سعادت علیخان نے چند قطع چهوڑ کر ضبطی کا حکم بهیجا تو وه درخت بهی بدستور شاه صاحب کے قبضه مین چهوڑا- ایک سال نواب رجب علیخان نے اوس درخت سے مزاحمت کی جبهر تکیه دار مذکور نے وادیلا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک رقعه نواب صاحب مذکور کو لکها تها اسی طرح بیشتر بهی ایک پروانه واگذاشت اراضی کا سیف علی نے ۴ جمادی الثانی سنه ۱۲۱۱ هجری کو لکها تها ایک سند راجه کیطرف سے اعظم خان وامانت خان ستید خیل کے نام موجود هی اوسکی نقل بهی لکهی جاتی هے-

مقدم وکارنده موضع خانپور وغیره بدانند- چک چڑیه وچک سید ابو الخیر واقع موضع مرقوم از ابتداے فصل خریف سنه ۱۲۰۸ فصلی باسم اعظم خان وامانت خان معاف نموده شد باید که محصول آنجا را از ابتدای مسطور در تصرف خان مشار الیهما گذاشته باشند وعلت محصول بوجهی من الوجوه مزاحم ومتعرض نباید بود درین باب تاکید تمام دانند- مرقوم بست وهفتم

ہلاس راے ۱۱۸۵ھ	جمادی الاول ۱۱۹۲ھ ہجری - قطعات چک چڑیہ چک سید ابو الخیر راجہ صاحب کی مہر مین ۱۱۸۵ھ ہجری کندہ ہین

رای موہن لال صاحب چکلہ دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دانشمندی اور دیگر خوبیون مین
مثل اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر انکی مُہر دیکھنے مین آئی ہے چنانچہ
موضع کھیم پور بہداسی جو حکیم دولت راے صاحب کے خاندان مین ۱۲۳۱ھ کو معاف ہوا
تھا وہ بھی انکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب **راے صاحب** کا پیشگاہ نواب وزیر الممالک
سے عطا ہوا تھا ان کی مہر مین ۱۱۹۰ھ ہجری کندہ ہین ایک پروانہ مین جو عامل شاہ آباد کے نام
ہے راے صاحب لکھتے ہین کہ دس بگیہ زمین جو بنام اہلیہ شہامت خان معاف ہے
اُس سے مزاحم نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے۔

نقل پروانہ بمہر رایصاحب راے موہن لال مرقوم بست و پنجم شہر شعبان ۱۲۰۴ھ ہجری

برادرم عزیز از جان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو۔

سوازی نود و دو بیگہ اراضی پختہ و مبلغ پنجروپیہ نقد در سواد دیہات ذیل شاہ آباد و علاقہ
مولاگنج در وجہ مدد معاش باسم شیخ انوری و میکو بنا بر نیاز حضرت سید الشہدا معاف و
واگذاشت گذاشتہ لازم کہ الحال تصرف امام باڑہ تعلق مشار الیہ واگذارند و بوجہی من الوجوہ
مزاحم و متعرض نشوند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند و ہر سال سند مجدد نہ طلبند۔

تعداد درختان	گوریا	مریدپور	چکات باغات	کلیان پور	مریدپور گوکی
۵	صگہ	عگہ	ععگہ	عگہ	عگہ

راے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ ہلاس راے کے نواب آصف الدولہ کے حضور مین ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھر کا چکلیدار اپنی راے سے مقرر کرکے بھیجدیا تھا اور اوسکے بعد جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

راے منسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکار اودھ مین مہتمم بندوبست تھے قصبہ محمدی کا جنگل کٹواکر انھون نے صدہا مواضعات آباد کیے اور اکثر وہان کے باشندون کو معاف بھی کیے تھے اکثر سرکاری دفتر مین سیاہے واجب العرض اور بندوبستی کاغذات مین جو ضلع کھیری کے متعلق ہین ان کا نام دیکھنے مین آتا ہے۔

راے منسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیدار رہے اور اونکے فرزند راے لالتا پرشاد بھی خلعت چکلیداری سے سرفراز ہوے تھے۔ کنور رام بخش کے عہد چکلیداری کے بعض دستخطی کاغذات راقم الحروف نے دیکھے ہین ان کے دوسرے فرزند کا نام بسنت لال تھا۔ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی نے جو دیہات راے موہن لال کو مرحمت کیے تھے اوسکی نقل تحریر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ دیہات زمینداری خانپور وغیرہ بمہر محمد اعزاز خان بہادر و بمہر قاضی شاہ آباد مرقوم بست پنجم شہر صفر ۱۲۰۸ھ

منکہ محمد اعزاز خان خلف محمد شیر انداز خان رئیس و زمیندار قصبہ شاہ آباد سرکار خیرآباد مضاف صوبہ لکھنؤ گرد اودھ ام چون زمینداری دیہات خانپور وغیرہ کہ بلاشرکت غیری در قبض و تصرف خود دارم الحال زمینداری دیہات مذکور مفصلۂ ذیل از راہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہ برخوردار نور چشم راے موہن لال

خلف لالہ مینی پرشاد داد یم و بخشیدیم باید کہ بحقوق زمینداری دیہات مذکورہ بالکلیہ بجمعی تمام قابض و متصرف بودہ باشند و وجہ نذرانہ معرفت مولوی خلیل اللہ و امانت خان داخل سیاہہ سرکار شدند ثانی الحال گاہی اہلکاران سرکار از رسومات زمینداری وغیرہ مزاحم و متعرض نشوند نخواہند شد بنابرین چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد و عند الحاجت بکار آید۔

تفصیل ذیل

خانپور خاص سردار نگر آغاپور گڑھی پور نصیر پور بھٹہ کولہ ہرولی کوئیان پوروا پیریا رسول پور چریا ایگوان نرسیا موکھیلیا نگرہ لوتھو سرائے کمال الدین خان لکرای سرائے رانک بروری امریا منگیاوان پوروہ چھٹ پوہ گوریا خاص سرسی پھولن۔

ایک مدت تک راجہ ہلاس رائے کا دور دورہ خوب رہا لیکن مہاراجہ ٹکیٹ رائے کی تنزلی سے ان کا ستارہ بھی جو اوج پر چمک رہا تھا مدھم ہوگیا چونکہ دیسی ریاستون اور ایشیائی سلطنتون مین اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آئے ہین کہ جب کوئی رکن سلطنت تنزل مین آیا تو اوسکے جتنے متوسل ہوتے ہین وہ بھی زردرو اور علیحدہ کردیے جاتے ہین یہی معاملہ مہاراجہ ٹکیٹ رائے کی معزولی سے راجہ ہلاس رائے کو پیش آیا۔ مہاراجہ کی معزولی کا قصہ تاریخ سلاطین اودھ وغیرہ مین مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہین۔

"جب بعد شجاع الدولہ کے نواب آصف الدولہ مسند نشین ہوے تو اونھون نے ایلچ خان کے بعد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مدار المہام اور مہاراجہ ٹکیٹ رائے کو دیوانی کا عہدہ عنایت فرمایا اور مہاراجہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاقیہ کسی ملکی ضرورت سے مہاراجہ کلکتہ گئے اور وہان سے ناکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا مزاج ان سے کچھ مکدر ہوگیا اور بعد واپسی کلکتہ کے فیمابین سرفراز الدولہ اور مہاراجہ کے بھی نفاق پیدا ہوگیا۔ اسی زمانہ مین

ایک روز مہاراجہ ٹکیت راے نے نواب آصف الدولہ کو چھپتر لاکھ روپیہ کی فرد دکھلائی اور کہا
کہ اسقدر قرضہ سرکار پر مہاجنون کا ہوگیا ہے اور آیندہ سود بالاے سود سے زیرباری ہوگی
چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیرالدولہ حیدر بیگ خان نائب مدارالمہام و متوسل
بینی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد مین ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا
لے لیا کرتے تھے اور ان باتون سے کچھ خبردار نہین ہوتے تھے اس فرد کو دیکھکر نہایت برہم
ہوے ۔ جب مہاراجہ ٹکیت راے چلے گئے اور راجہ جھاؤلال حاضر ہوے تو جناب عالی نے
راجہ سے مخاطب ہوکر عرض کیا کہ خدا بخشے امیرالدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف
نہین دیتا تھا ۔ مہاراجہ ٹکیت راے کو دیکھو کہ آج اوسنے چھپتر لاکھ زرقرضہ کی فرد لاکر مجھے
دکھلائی یہ نہین جانتا کہ اگر مابدولت سے دردسری ہوسکتی تو پھر نائب و مختار کی کیا ضرورت تھی
راجہ جھاؤلال یہ سنکر خاموش ہورہے جب مکرر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤلال نے عرض کیا
کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے ٹکیت راے آدمی بد ہے تغلب و تصرف کرتا ہی جو کچھ حساب
اُسنے پیش کیا ہے جعلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنون سے حساب سمجھکر میرے
روبرو پیش کرو ۔ راجہ جھاؤلعل حسب الحکم گئے حویلی کچھراج مین مہاجنون اور ٹکیت راے کو بلوایا
اور حساب سمجھا اسکے بعد سب کو قائل کرکے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار اودھ کے ذمہ عائد کیا اور تصفیہ
کرکے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرانی اوسی روز مہاراجہ ٹکیت راے معزول کردیے
گئے اور بجاے ان کے راجہ جھاؤلال مقرر ہوے لیکن چند روز کے بعد ۱۲۱۱ ہجری مین راجہ
جھاؤلال کو بھی رزیڈنٹ صاحب نے موقوف کرکے پٹنہ عظیم آباد بھیجدیا اور ان کے ذِمّہ
سرداران مرہٹہ اور شاہ کابل سے خط و کتابت کا الزام لگایا گیا ۔ مہاراجہ ٹکیت راے کا
جملہ سامان ضبطی مین آیا سعادت علیخان کے عہد تک وہ زندہ رہے مہاراجہ فیاضی و سخاوت

اورسلوک مین بے نظیر امیر تھے ہندو اُن کو راجہ کرن کہتے تھے اُنھون نے جس جگہ شوالا بنوایا باوجود ہندو ہونے کے وہان مسجد بھی بنوائی چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ اُن کے خرچ کا مقرر تھا۔ مہاراجہ ٹکیت رائے کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو انکے بعد ترقی کرتے۔ الحاصل بعد علیحدگی مہاراجہ ٹکیٹ رائے کے راجہ ہلاس رائے بھی بیکار ہوگئے ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہری سامان بدستور شاہ آباد مین موجود رہا مگر بعد کنور رام بخش کے مستقل چکلیداری بھی انکی اولاد مین کسی نے نہ پائی جو کچھ اندوختہ آبائی تھا اُس سے اہل خاندان اوقات بسری کرتے رہے بعدہ اُن کا بنایا ہوا عالیشان مکان بھی کھود کھود کر کھا گئے۔ راجہ ہلاس رائے کے پھاٹک کے کواڑ خواجہ محمد شاہ صاحب کے پھاٹک مین لگے ہوے ہین افسوس کہ اب نہ وہ شوکت وشان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہے زمانہ کے انقلاب سے یکسان رنگ کسی کا نہین رہتا اس ناپائدار دنیا مین کوئی حالت قابل اعتبار کے نہین ہے ؎

اس باغ مین جس سرو کو دیکھو وہ روان ہے + جس گل پہ بہار آج ہے کل اسپہ خزان ہے

رائے منگلی لال صاحب چکلیدار

رائے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے مہاراجہ بالکرشن دیوان سرکار اودھ کے ذریعہ سے انھون نے چکلیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی دیانت و نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہین کیا شرفا کی قدردانی اور جوہر شناسی کی صفت بھی بہمہ رکھتے تھے جب کوئی ضرورت مند اپنی جائداد وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے انکے پاس گیا تو انھون نے کبھی اسکو دبا یا نہین بلکہ اسکی پوری قیمت ادا کی اور ایماندارانہ کام مین لائے

اونکی نیک نیتی کا یہ ثمرہ ہے کہ چکلیدارون مین اُن کے گھر آجتک جائداد باقی ہے ۱۲۴۹ھ فصلی مین راے صاحب موصوف نے نواب کمال الدین خان صاحب کی نبوائی ہوئی سرائے کی مرمت کرائی اور اوسکی شکست وخام حالت کو پختگی سے تبدیل کر دیا آخر زمانہ مین انکو بصارت سے معذوری ہوگئی تھی مگر چکلیداری کا کام بدستور اہلکارون سے لیتے رہے بہت سے کاغذات جن پر راے صاحب کی مہرین ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اور بعض اسناد واحکامات بھی دیکھنے مین آئے ہین بعض پروانے ان کے یہان کے پڑھے ہین چنانچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۵۰ھ کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ مسمی عزیز و محمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت ترکہ کے جھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طے کرادو اور اوسکی کیفیت حضور مین ارسال کرو دوسرا پروانہ نواب امین الدولہ امداد حسین خان بہادر وزیر اعظم کا ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۹ھ ہجری کو آیا ہے کہ منجملہ دو سو روپیہ کے لعہ جو بابت نانکار کے چاہیے ہین وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔ ان کی جانب سے بھی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورۂ بالا کی اراضی کے بارہ مین حسن علیخان و یعقوب علیخان رئیسان کھیڑہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کردیگئی ہے۔

مہر
راے منگلی لال

خان صاحب مہربان حسن علیخان و یعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالی

ظاہرا دریافت شد کہ آراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر مزاحمت و تعرض میرسانند چون معافی قدیم ست وگاہی احدی تعرض نساختہ حالا ایشان از چہ اراضی مذکورہ تفرق مینمایند لہذا تاکید مزید قلمی میشود کہ احیاناً اراضی مذکور تعرض نرسانند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سرفراز ہوے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہین اور دوسرے درگاپرشاد صاحب تھے۔ لال بہادر صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگاپرشاد صاحب کے راے راج بہادر صاحب ہین

جن کو ضعف بصارت کی شکایت ہوگئی ہے مگر اونھون نے امیرانہ انداز سے زندگی بسر کی ۔

راے منگلی لال صاحب کی مہر مین سنہ ۱۲۱۵ ہجری کندہ تھے جس سے زمانہ اُن کی دیکھبیداری کا ثابت ہوتا ہے سنہ ۱۲۶۲ ہجری مین راے صاحب موصوف نے انتقال کیا قطعہ تاریخ یہ ہے

چون راے خوش اقبال ازین عالم فانی	راہی سوے جنت شدہ دردا و دریغا
ہر یک سر خود را پے تاریخ بریدند	رنج و غم و آہ و الم و آفت و سودا

حکیم خوشحال راے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (ملک روہیلکھنڈ) کے طبیب اور دوا ساز تھے ۔ فن طبابت مین ید طولی حاصل تھا ان کے فرزند حکیم دولت راے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے حالات راقم نے واقفکارون کی زبان سے سُنے ہین حکیم دولت راے صاحب خوشرو اور خوش وضع بھی تھے اونکی لانبی کاکلین خوبصورت چہرہ کی زیب و زینت کو بڑھاتے رہا کرتی تھین ان کے بیٹے خوشوقت راے خوشنویس و لائق طبیب ہوے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی چل بسے اس خاندان کے مورث اعلی بھیا گنیش راے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوے یعنی چین[1] راے ۔ روپ[2] راے ۔ مصاحب[3] راے ۔ آخر الذکر کے دو بیٹے خوشحال راے اور

عیوض رائے انکے پاس جاتا اوبھی تھی اکثر غسل صحت پر ذی حوصلہ اشخاص نے باغات و چکات دیے تھے۔ موضع رتناپورہ و نبکاپور پرگنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے ولد بین رائے کے نام معاف تھے غالبًا یہ حافظ رحمت خان کے عہد سے ان کے قبضہ مین آئے۔ ایک باغ گدھی مین کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے بچشم خود دیکھی ہے اور ۱۲۹۵ ہجری کو زوجہ اعظم خان ذکریا خیل ساکنہ محلہ دلاور پور نے حکیم دولت رائے کو ایک قطعہ چاہ بگیہ کا دیا تھا اور ۱۲۶۱ ہجری مین عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکریا خیل ساکن محلہ دلاور نے ایک باغ حکیم گنیش رائے کو عنایت کیا ہے اسپر خلیفہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کی مہر موجود ہے حکیم دولت رائے کے بعض معالجات معرکۃ الآرا ہوے ہین چنانچہ مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر والی جھالراپاٹن کے علاج مین جب یہ طلب ہوے تو اونھون نے اطبائے نامی کے مواجہہ مین نسخہ مرتب کیا اور نہایت حذاقت سے علاج کیا اور صحت بھی انھین کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابل توصیف کیا ہے راقم نے اونکا وہ مجوزہ نسخہ دیکھا ہے اجزا کی ترتیب بھی نہایت قابلیت سے تحریر کی ہے بلکہ اوس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام جھالراپاٹن بخاطر داشت مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر حسب الطلب اتفاق راقم شدہ بود وکمال رعایت در ترتیب این کل عرق مرعی داشتہ دیگر اطبا دیار علامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیم پور بھداسی مرحمت ہوا تھا نقل اوس پروانہ کی یہان تحریر کیجاتی ہے۔

نقل پروانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر ۱۲۹۵ فصلی

متصدیان مہمات حال واستقبال سرکار این جانب بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔

موضع کھیم پور بھداسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد محال وطن و جاگیر التمغا سرکار اینجانب است

آفرادر موالا معہ رقبہ وسوای زمین مزروعہ وغیر مزروعہ وافتادہ محض وقابل زراعت وغیر ممکن
الزراعت وزمین شور وجلکر وبنکر وچاہات وتالاب وباغات وجمیع حقوق زمینداری درو جہ
انعام حسن المعالجت بنام حکمت وحذاقت مآب بھیالالہ مصاحب رای حکیم این سرکار
بعنایت مرحمت نمودہ شد کہ بھیا موصوف بر جمیع اراضی وحقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت
قابض ومتصرف بودہ بجمعی تمام ہمگی اوقات خود بدوائی ومعالجہ بیماران کہ کار ثواب ست
دانستہ باشند باید کہ جملہ اہلکاران سرکار اینجانب موضع مذکور را بنام بھیا موصوف معاف و
مرفوع القلم دانستہ احدی احیانا بوجہی من الوجوہ از بھیا موصوف مزاحم ومتعرض نشوند درینباب
تاکید دانستہ حسب الحکم بعمل آرند فقط

عیوض رائے صاحب لاولد تھے حکیم دولت رائے کے لڑکون مین بھوانی پرشاد
اکسٹ رائے نوبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوف کے پوتے
ہسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوے حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً
چالیس سال کا ہوا ہوگا ۔

نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علیخان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر ۔ نواب معتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علیخان بہادر ظفر جنگ کے
صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جہان خان کے پوتے تھے آپ بھی شاہ آباد کے
باشندہ ہین محلہ مولا گنج مین شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب ہا کرتے
تھے دیوانخانہ اور عمارت عالیشان بنی ہوئی تھی نواب صاحب اور اُن کے والد زمانہ بادشاہ
دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لالن میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

منسوب تھین جنکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوے تھے نواب صاحب کے ساتھ زمانہ نے بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن مین بیعنامے باغات و مکانات کے نواب صاحب کے نام موجود ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اوران کاغذون مین انکے نام کے ساتھ امارت وایالت مرتبت حشمت وشوکت منزلت وغیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے ہین۔ بعض بیعنامے اس وقت راقم کے پیش نظر ہین ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب سعداللہ خان بازید خیل سمندر خان مہمند۔ سید ابوالخیر صاحب۔ یوسف خان ورسول خان سلیمانی کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔ یہ بیعنامہ بیس بگھہ پختہ باغ کا ہے اسمین دوسو درخت نصب تھے اور تالاب جو موہنا کے پورب طرف واقع تھا۔ مبلغ سات سو پچاس روپیہ کو محمود خان بازید خیل عرف موٹی خیل سے خرید کیا تھا اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ ہجری کو یہ بیعنامہ تحریر ہوا ہی۔ اسیطرح ایک بیعنامہ ۱۱ رمضان ۱۲۰۳ھ کو ایک پختہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگہ آراضی بھی تھی محمد پرول ابن عبدالواحد دلیر خانی کی جانب سے نواب محمد علی خان کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی ڈیوڑھی کے متصل تھا۔ اس بیعنامہ پر گواہیان مسیح الزمان صاحب قادر داد خان مظفر علیخان وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین نواب یعقوب علیخان کے دوسرے صاحبزادے معتمدالدولہ مصطفے خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطابی نام ایک مہر مین کھدا ہوا ہی یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کیطرف سے عطا ہوے تھے۔ نواب محسن الملک محمد علیخان بہادر کے فرزند نیاز علیخان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت وامارت خطابون سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ گردش ایام سے اُن کے مکانات کے نام ونشان تک نہ رہے اوراس وقت کی نسل اُن کے خطابات سے بھی آگاہ نہین۔

شاہ آباد کے قاضی

یہان کے قاضیون کے مورث اعلی قاضی فیض اللہ صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے سنہ جلوس مین بجاے قاضی شیخ محمد اوجیالی اور قاضی ابو البقا کے دار القضا شاہ آباد مین مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی اُنکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہان سے بدل دیا۔ عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی و بحالی ہوتی رہی اِس دوران مین قاضی صاحب موصوف نے عہدۂ قضا کی سند اپنے فرزند بدیع الزمان صاحب کے نام منظور کراکے شاہ آباد مین اُنکو مقرر کرادیا اور خود قنوج کے قاضی ہوے اس زمانہ تک شاہی دربار مین قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی متلاشی رہی جب قاضی بدیع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے بھائی نادر الزمان کو دار السلطنت دہلی بھیجا جب وہ شاہجہان آباد پہونچے تو اونھون نے ایک مغل بچہ کو مبلغ ایکہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد مین ہین اور ہماری جگہ کے متلاشی ہین اُن کو جان سے مار ڈالو چنانچہ اوس مغل نے نامبردہ کا کام تمام کردیا۔ اس واقعہ کے بعد نادر الزمان بھاگ کر پالی مین آئے اور اپنے بھائی کے پاس پناہ گزین ہوے۔ وہ مغل بچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زر خون ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بدیع الزمان صاحب سے لیکر ہٹا جب شیخ سعد اللہ کے بھائیون کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے بھائی کے خون ناحق کا دعوی بادشاہی اجلاس مین دائر کیا۔ بادشاہ نے اُن کے استغاثہ مین قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی بدیع الزمان صاحب کو عہدۂ قضا سے معزول کردیا اور جو

دیہات و چکلات بطور مدد معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کر لیے اب ایک شخص قنوج کا باشندہ انکی جگہ پر قاضی مقرر ہوا - ہر چند قاضی فیض اللہ صاحب اور اُن کے پسران قاضی بدیع الزمان و نادر الزمان و مسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم اپنے عہدہ پر بحال ہو جائین مگر کامیاب نہوے اب بیکاری و تنگی معاش سے نان شبینہ کو محتاج ہو گئے - اس عرصہ مین ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی فیض اللہ صاحب کے تھے اُنھون نے معقول و منقول وغیرہ کے علوم سے فراغ حاصل کیا اور اپنے باپ کی عُسرت پر مغموم ہو کر دار السلطنت دہلی کو روانہ ہوے کیونکہ اُس زمانہ مین تمام خلایق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ وہان پہونچے تو اپنی رسائی سے امرا و ارکان دولت کے یہان تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ پرگنات و شاہ آباد کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بحالی کرائی اور صدر الصدور کی مہر بھی سند پر کرائی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بھیجدی - اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض اللہ صاحب شاہ آباد مین اپنے دوبارہ عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے اُن کے عہدہ کی سند اپنے نام کرائی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا چنانچہ قاضی فیض اللہ صاحب تا حیات اپنے بیٹے کی نیابت مین کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو اونکے دیگر فرزندان اس عہدۂ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار مین حاضر رہے بعد انتقال کرنے اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء اللہ کے نام منتقل کرائی اور اُن کا چھوٹا لڑکا تحصیل علم کی غرض سے

ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء اللہ صاحب پالی مین بھی رہتے اور فرایض منصبی کے ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا کرتے وہ انھین کے پاس بھیجتے انھون نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے باغات نصب کرائے دیہات خریدے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال ہوگیا تو اُن کے فرزند قاضی رضاء اللہ خان دہلی گئے اور مثل اپنے باپ کے امراء اور صدر الصدور وغیرہ کے یہان رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہان رہے اور کوشش بلیغ کرکے اپنے بھائی قاضی ضیاء اللہ خان کو پرگنہ پالی پر بحال کرادیا اور اس عہدہ کی سند بھی دہلی سے بھجوادی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہان کے مقدمات مین کمی پیدا ہوگئی تو قاضی رضاء اللہ خان بھی وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے اسکے بعد قاضی رضاء اللہ خان شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوے اور پالی مین قاضی ضیاء اللہ خان اس عہدہ پر متعین ہوے جب تک یہ دونون بھائی زندہ رہے ملے رہے جب قاضی ضیاء اللہ خان کا انتقال ہوگیا تو اُن کے فرزند ابو الحسن جنکی عمر اوسوقت دس برس کی تھی وہ قصبہ پالی مین بجاے اپنے باپ کے مسند قضا پر بٹھلائے گئے اور اونکی تعلیم و تربیت شاہ آباد مین چچا کے پاس ہوتی رہی چھیالیس سال تک رضاء اللہ خان شاہ آباد کے قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جزرسی سے گذر اوقات کی اور اہل و عیال کے لیے کچھ چکات مین اراضی بھی خرید کی پختہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر وزیر الممالک فرمانرواے اودھ کی طرف سے راجہ جھاؤلال کو دیوانی کا خلعت عنایت ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوے تو سیتارام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب کے حکم سے عہدۂ قضا کی ممانعت کی اور یہ اجراے کار سے باز رہے۔ اس زمانہ مین

شجاعت علیخان جو یہان تعینات تھے وہ بطور سزا ول کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد و پالی پر متعین کیے گئے اور ان سے مچلکہ عدم مداخلت کا لکھایا گیا اس قضیہ کے پیش آنے سے قاضی رضا اللہ خان لکھنؤ گئے اور وہان کے ارکان دولت ملازمت حاصل کی اور بجائے سرکار دہلی فرمانروائے اودھ کے حکم سے اجازت برقراری منصب حاصل کی راجہ جھاؤلال راجہ ہلاس رائے راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بحالی عہدہ کے متعلق لیکر شاہ آباد واپس آئے اور سیتارام سے عدم مداخلت کا مچلکہ واپس لیا اور بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہے اس عرصہ مین اُن کے مخالفون نے اُن کے بھتیجے ابوالحسن کو ورغلایا اور ان کے مقابلہ مین لڑائی پر آمادہ کیا اُسنے تمام موروثی اشیاء و مکانات و اسناد ملکیت پر قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو نہایت پریشان کیا۔

قاضی رضا اللہ خان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائداد کے متعلق ایک صورتحال ۹۔ رمضان ۱۲۱۳ ہجری کو لکھائی اور اُسپر عمائدین شاہ آباد کی مہرین کرائین وہ صورتحال بہت لنبی اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد مین ایک سو سے زائد اشخاص کی مہرین اسپر ثبت ہین اسپر دستخط و مواہیر قاضی سید فضل علیخان۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر۔ محمدی بیگم زوجۂ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی۔ نواب محمد خان عرف جمعہ میان رائے موہن لال صاحب۔ راجہ ہلاس رائے صاحب۔ خلیفہ عبدالرزاق صاحب بمینی اعظم خان صاحب رئیس سید خیل۔ امانت خان صاحب مظفر علیخان صاحب و ہمت رائے چودھری گردیال۔ امانی خان مہمند۔ فتح علیخان۔ اشرف خان۔ صاحب داد خان وغیرہ کے موجود ہین۔

قاضی رضا اللہ خان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب ابن قاضی ظہور الزمان صاحب

شاہ آباد مین عہدۂ قضا پر مامور رہے اور اونکے بعد اونکے صاحبزادہ قاضی حافظ علی صاحب شاہ آباد کے قاضی ہوے عہد شاہی و نوابی تک ان قاضیون کے اجلاس سے فتوے لیے جاتے فرائض مذہبی اور مقدمات شرعیہ کے فیصلے ہوا کرتے تھے حاکم وقت کیطرف سے قاضیون کو بہت اختیارات دیے جاتے تھے یہ عہدہ گویا سشن جج کا منصب تھا۔ یہ حضرات قوم کے سید تھے مگر لفظ خانی بطور خطاب نام کے ساتھ استعمال کیجاتی ہے۔ بعد عہد شاہی کے یہ محکمہ بھی جاتا رہا اب بجز نکاح خوانی کے کوئی کام قاضیون کے متعلق نہین رہا۔ بجاے فصل خصومات کے مخاصمت باہمی باقی رہگئی ہے۔ اب اس خاندان مین قاضی علی حسن صاحب وغیرہ موجود ہین۔

قاضی رضاء اللہ خان صاحب کے نام فرامین شاہی جو محمد شاہ اور احمد شاہ کے عہد سلطنت مین تحریر ہوے وہ اب تک موجود ہین راقم کی نظر سے اصلی کاغذات گذرچکے ہین بعض کی نقل یہان درج کیجاتی ہے۔

نقل فرمان محمد شاہی بنام قاضی رضاء اللہ خان شاہ آبادی

(مہر: عبید خان پسر خان صدالصدور قدوی راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ غازی)

گماشتہای جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ سونی پت وغیرہ سرکار وصوبہ دار الخلافۃ شاہجہان آباد در اعلام آنکہ حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب احتساب وغیرہ پرگنہ مسطور از تغیر محمد رؤف وغیرہ برضاء اللہ ولد ناصر الزمان حسب الضمن مقرر ومفوض گشتہ باید کہ کما ینبغی بلوازم مناصب مذکور قیام نمودہ در تادیب اوقات مسکرات ذرجر اصحاب مسکرات وتعدیل اوزان و دراع ویکسال وما یکون من ہذا المثل مساعی موفورہ بتقدیم رسانیدہ

و دقیقہ از دقائق و احتیاط غیر مرعی نگذارد و خطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ برطبق حکم فیض شیم عمل نمودہ مشار الیہ را محتسب غیرہ دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ متعلقہ مستقل دانند و دیگری را سہیم و شریک ونداننددرین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ غرہ شہر صفر المظفر ۲۹ سنہ جلوس والا قلمی شد۔

ایضاً

عبید خان بن خان صدر الصدور فدوی راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہای جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ کنور سرکار دصوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد اعلام آنکہ۔

حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب قضای وخطابت پرگنہ مسطور معہ سواد قصبہ قریات متعلقہ آن از تغیر محمد تقی محمد رضا اللہ ولد ناصر اللہ خان مقرر و مفوض گشتہ کہ کما ینبغی بلوازم مناسب مزبور قیام نمودہ شد و در فصل قضایا و خصومت واجراء حدود و تعزیرات واقامت جمعہ وجماعات وترغیب مردم بطاعات والنکاح من لا ولی لہ وقسمت ترکات وحفظ اموال غیب وایتام وتعیین اوصیاء ونصب قوام مساعی موفورہ تقدیم رسانیدہ خطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ برطبق حکم فیض شیم عمل نمودہ مشار الیہ را قاضی وخطیب آنجا دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ الخدمات مستقل دانند ودیگری را سہیم وشریک ندانند ومحاکی وستخلاف را بمہر او شمارند درینباب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۳۰ جلوس والا قلمی شد

نقل فرمان احمد شاہی بنام قاضی ضیاء اللہ خان

عبید خان پیر خان
صدر الصدور فدوی راسخ
الاعتقاد احمد شاہ بادشاہ
غازی

گماشتہای جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ کنور سرکار و
صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد در اعلام آنکہ
وکیل رضاء اللہ ولد ناصر الزمان التماس نمود کہ موکل منصب
قضای وخطابت پرگنہ مسطور سرفرازی دارد امیدوار است
پروانہ مطابق شود از انجاکہ از روے سررشتہ دفتر بظہور پیوست کہ بموجب پروانہ حضرت
مرقوم ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۳ مناصب مزبورہ بمشار الیہ مقرر است لہذا
حسب الحکم الاعلی قلمی میگردد کہ مشار الیہ را بدستور سابق بحال داشتہ دست اندازی مومی الیہ
در امور متعلقہ الخدمت مستقل دانند و دیگری را سہیم وشریک او ندانند درین باب قدغن
دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ پنجم شہر ذیقعدہ سنہ احد جلوس والا قلمی شد

ایضاً

عبید خان پیر خان
صدر الصدور فدوی
راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ
غازے

گماشتہاے جاگیرداران وکروریان وجمہور سکنہ پرگنہ سونی پت
سرکار وصوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد در اعلام آنکہ
حسب الحکم جہان مطاع وآفتاب شعاع گردون ارتفاع
منصب قضاے پرگنہ مسطور معہ سواد وقریات متعلقہ آن
از انتقال ناصر الزمان برضاء اللہ پسرش مقرر ومفوض گشتہ کہ کما ینبغی بلوازم منصب مذبور قیام
نمودہ در فصل قضایا وخصومات واجراے حدود وتعزیرات واقامت جمعہ وجماعات و
ترغیب مردم بطاعات وانکاح من الی ولہ وقسمت ترکات وحفظ اموال غنب وایتام
وتعین اوصیاء ونصب قوام مساعی موفورہ تبقدیم رساند باید کہ برطبق حکم فیض شیم عمل نمودہ
مشار الیہ را آنجا دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ الخدمات مستقل دانند و

دیگرے رآہیم وشریک اوندانند ومخلوک ومتحلاف ہمہرا وبمہر شمارند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ لبست ونہم شہر شوال سنہ والاقلمی شد

مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہین آپ کے مورث اعلی شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران عارف اور شاہ زمان صاحبان بمقام کلھوابن جو ضلع اعظم گڈھ مین ہے نامور اور با اثر گذرے سید صاحب ممدوح کے اجداد وہان سے جدا ہوکر شاہ آباد مین آباد ہوے مانگن میان صاحب کے متعلق ایک نقل مشہور ہے کہ کسی شخص نے امتحاناً ایک فتیلہ جلتا ہوا انکی دستار مین رکھدیا تھا قدرت خدا سے وہ جلتا ہوا توڑا انکی پگڑی مین سرد ہوگیا اور پگڑی پر آگ کا اثر تک نہ پہونچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہو واللہ اعلم میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہین اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کی صاحبزادی منسوب ہین افسوس کہ احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوے انتقال ہوگیا۔ ان ہر دو صاحبوں سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

حافظ عبداللہ صاحب چکلیدار

حافظ صاحب ممدوح خداترس دیندار وضعدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب حکومت کا حاصل تھا مگر کسی پر ظلم وسختی کو روا نہ رکھا اور کثرت کار ومشاغل مین بھی جبتک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض اللہ کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زندہ کے پوتے تھے حافظ عبد الغفار وغیرہ آپ سات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب چکلیداری جسکو اس زمانہ مین ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے سبحان علیخان کنبوہ کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدار المہام کے مصاحب و مشیر تھے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج مین کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقرہ ان کا کہ تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبد اللہ حافظ مشہور ہے"۔ حافظ صاحب محلہ نگلیانی مین رہتے تھے اونکی مسجد ابتک قایم ہے جسکے صحن مین اونکا مدفن بھی ہے عہد شاہی مین انکا دور دورہ تھا صاحب نقارہ تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کرنے کی شکایت نہین سُنی گئی نیکنام رہے املاک و جایداد بھی تھی لکھنؤ کے محلہ نجاری ٹولہ مین ایک محل عالیشان جسمین متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۴ ۲۔ رجب سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین مرزا محمد قلی سے خرید کیا تھا اور اوسکا بیعنامہ حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۷ ا ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ ماہواری دو سو روپیہ کو مسماۃ صالحہ بی بی زوجہ پیر خان بن نواب سعد اللہ خان

ا؎ روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا نھو اور خطاب نواب روشن الدولہ منیر الملک قایم جنگ بہادر تھا۔ بعد معزولی حکیم مہدی علیخان کے یہ بعہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ سنہ ۱۲۴۰ ہجری کو خلعت وزارت سے سرفراز ہوے۔ سبحان علی خان کنبوہ اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و مشیر تھے اور درحقیقت یہ ہر دو اشخاص نہایت تیز فہم یکتاے روزگار گذرے ہین۔ حافظ صاحب سبحان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت مین باریاب ہوے روشن الدولہ۔ محمد علی شاہ کے عہد مین انھین سبحان علی خان وغیرہ کنبوہ کی وجہ سے معزول ہوے۔

رئیس چوک سے اور ۲۶-۲- رجب سنہ ۱۲۴۲ ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان و حسن علیخان
پسران بہادر خان سے حقیت دوسرے باغ کی خرید کی تھی اور ۲-۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۲ ہجری کو
ایک باغ زوجہ رحمان خان سکنہ محلہ کلیانی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے
خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اونکی خریداری کے ابتک موجود ہین اور راقم کی نظر سے
گذرے ہین سنہ ۱۲۵۷ فصلی مطابق سنہ ۱۲۶۶ ہجری مین حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گذرا ہی
قصبہ شاہ آباد و قصبہ سانڈی و قصبہ پالی معہ پرگنات اونکے زیر حکومت تھے۔
سنہ ۱۲۶۶ ہجری کو جو کاغذ حساب مالگذاری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے بنوایا تھا اونکی
بعض مدین ناظرین کی آگاہی کیغرض سے یہان پر لکھی جاتی ہین تین لاکھ ستائیس ہزار کا
حساب کاغذ مین درج ہے جسمین عملہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواہ اہلکاران عملہ لکھنو	تنخواہ عملہ ہمراہ	تنخواہ اہلکاران محالات	کرایہ باربرداری وقت کوچ لشکر
ماللعہ	الصابہ	اعمالہ	۵عمہ
مردمان نظامت کو	سائر خرچ	نواب صاحب بہادر کو	مشیر الدولہ بہادر
معماماللہ	مامہ	الکہ	للالکہ
شرف الدولہ بہادر	لالہ جواہر لال و شن لال ششتردار	لالہ موہن لال سیاہہ نویس	متصدیان دیوانخانہ وزارت
الکار	مار	معہ	مالعہ
منشی خانہ متعلقہ راجہ کندن لال	منشی خانہ وزارت	بموجب رقعہ حافظ صاحب سنہ ۱۲۵۵ فصلی	
ماعمہ	مالعہ	الکار	

اور جو واصلباقی پرگنہ شاہ آباد بابت سنہ ۱۲۴۰ فصلی معہ جمعخرچ بنائی گئی تھی اوسکی بعض مدون کا
بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔

آمدنی پرگنہ شاہ آباد داخلخزانہ سرکار نقد

بموجب رسیدات راے ہرچند | حساب تنخواہ داران بموجب پروانہ نوابصاحب

فرمایشات ولایت علیخانصاحب | فرمایشات علی حسین خان صاحب

بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوندنعمت دام اقبالہ اخراجات سرکار خداوندنعمت

حوالہ کریم بخش بموجب ارشاد | بنام احمد علیخان مرثیہ خوان بموجب ارشاد

خرید انگشتری | براے خلعت لالہ کالکا پرشاد | بنام حکیم نبا صاحب براے شادی دختر

مصارف تجہیز و تکفین آغا مرزا قرآن خوان | تجہیز و تکفین ولایت علی خان

خیرات وغیرہ | تیاری جھول باناتی براے فیل میان کلب حسین

پخت طعام خیراتی معرفت مبارک علی | تھانہاے محمودی جو شاہ آباد سے طلب ہوئے تھے

غلام امام خان وزوجۂ شیخ عظیم اللہ تمنداربادشاہ پلٹن ہمراہی آغا مرزا صاحب کمیدان ۲ بروے پروانہ ولایت علیخان

اسیطرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہی اسقدر بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا -

حافظ صاحب نے اپنی زندگی مین اپنی املاک کا ہبہ نامہ اپنے فرزند سید غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۵۸؁ ہجری کو لکھدیا تھا جسپر راے منگلی لال صاحب اور دیگر عمائدین شاہ آباد کی مُہرین موجود ہین - حافظ صاحب کی مُہر مین ۱۲۴۳؁ ہجری کندہ ہین اور خوبصورت مُہر ہے

ماہ ربیع الاول ۱۲۶۷؁ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا ہی اُسمین مُشیر الدولہ بہادر نے سید غلام علی فرزند حافظ صاحب سے اِقرار لکہایا ہی کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ صاحب کے ذمہ باقی ہی وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو تمکو علاقہ سرکار سے عطا ہوگا اُس سے ادا کرنا ہوگا اس بات سے ۱۲۶۷؁ ہجری مین حافظ صاحب کا انتقال ثابت ہوتا ہی افسوس کہ حافظ صاحب کے بعد اُنکے فرزند سیّد غلام علی صاحب نے بھی جوانمرگ انتقال کیا -

مولوی حسن علیخان صاحب

مولوی صاحب ممدوح قوم کے تارین پٹھان محلہ نالہ کے باشندے اور افضل خانصاحب رئیس دریاپور کے بزرگون مین تھے عالم باعمل کئی سو حدیثین یاد تھین اور حافظ الحدیث ہونیکا شرف حاصل تھا - آپ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت بابرکت مین بھی حاضر ہوے تھے - دینداری کا اثر بہت غالب تھا امر حق کے مقابلہ مین کسی کی مروّت نہین کرتے اِس بارہ مین اُن کی بعض حکایتین مشہور ہین

امانی خانصاحب لئیس محلہ مہمند جو سمند رخان کے فرزند اور مبارز خان کے پوتے اور
دیوان پایہ خان مورث محلہ مہمند کی اولاد مین ایک ذی وجاہت شخص
گذرے ہین دُنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذی عزت اور دینداری
کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے
پٹھانون مین اُنھین کا بنگلہ خوبصورتی مین ضرب المثل تھا اُنکے باغ مین کسی کا
ایک درخت آم کا جوگیند کے نام سے مشہور تھا شامل ہوگیا وہ شخص مولوی
صاحب کے پاس آیا آپ اُسکی طرفداری پر ایسے آمادہ ہوے کہ تلوار لیکر امانی خان
کے یہان محلہ مہمند مین آئے اور خان صاحب کو اسدرجہ سخت پکڑا کہ درخت
مذکور باغ سے اُسیوقت علیحدہ کرا کے اُس شخص کو دلا دیا اسیطرح مولوی شیخ
ثناء اللہ صاحب جنکو علم مناظرہ مین اچھی دستگاہ تھی ایک بار اُنھون نے
اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نورباف تھے اس ہمسری کے طریقہ
کو نواب دوست علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر نے ناگوار نظر سے دیکھا
شیخ جی نے مولوی صاحب سے کہا اُسپر مولوی صاحب شمشیر برہنہ شیخ جی کو لیکر
نواب صاحب کی ڈھیوڑی پر پہونچے اور پھر دوبارہ سلام علیک اسی طریقہ سے
کرایا اور کہا اِس امر مین مؤدب ہونے کی کوئی ضرورت نہین مذہبی معاملات
مین ہر شخص کو یکسان ہمسری کے حقوق حاصل ہین ریاست کے اُمور اور ہین
مولوی صاحب کے اولاد نرینہ نہ تھی -

مولوی محمد سلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہین

محلہ احاطہ مین آپکا مکان تھا انھین کے فرزند عبد الرحمان خان تھے (۱۸) برسکی
عمر مین آپ فارغ التحصیل ہوے قصص الانبیا فی احوال الاصفیا زینت
مستنطبین اور رشید المومنین تین چار کتابین آپکی تصنیفات سے ہین بعض کتاب
کو خاکسار نے دیکھا ہی قصص الانبیا کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع
بھی ہوگئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہی راقم کے پاس موجود
بھی ہی۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابو البشر آدم تک نہایت
تحقیق سے مرتب کیا ہی ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور
صاحب کلکٹر ضلع علیگڈہ کی سرشتہ داری کا کام کرتے رہے فرایض منصبی نہایت
شرعی پابندی کیساتھ ادا کیے ناجائز مال سے قطعی پرہیز رہا۔ بعد استعفا دینیکے
وطن چلے آئے تھے ۴۵ برس کی عمر مین انتقال کیا آپ کے حالات مولوی
سبط حسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمایش
عبد الرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک استفتا پر جو فتوے
مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہی وہ آپکی علمی تحقیقات و لیاقت کے ثبوت مین یہان درج کیا جاتا ہے

نقل استفتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چہ ارشادمی کنند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرین صورت کہ مثلاً زید فوت کردہ و
حامد نامی پسر و سہ دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در حالت زید فوت یدہ بود و زبیدہ نامے
زوجہ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند وارث گذاشت پس ولایت نکاح دختران
زید کہ از بطن زبیدہ اند مر حامد برادر علاتی دختر مذکورہ راہست یا زبیدہ مادر دختران را یعنی نکاح

دختران زید باجازت و مرضی زبیدہ مادر دختران شدن می تواند یا باجازت مرضی حامد برادر علاتی شدن می تواند ۔ بینوا توجروا ۔ **الجواب** درصورت مرقومہ ولایت نکاح جملہ دختران زید از بطن ہر زوجہ کہ باشند مر حامد برادر علاتی راست یعنی نکاح دختران زید باجازت مرضی حامد برادر علاتی شان می تواند شد و روبرویش زبیدہ مادر دختران را اختیار نکاح دختران مذکور نیست واگر باوجود بودن حامد سماۃ زبیدہ نکاح دختری بی اجازت وخلاف مرضی حامد باکسی بندد آن نکاح روا نشد تا وقتیکہ حامد اجازت ندہد ہکذا فی کتب الفقہ والولی العصبۃ علی ترتیب الارث والحجب لکن قدم الجزء وان سفل ثم الاصل وان علا ثم جزء الاصل القریب کالاخ ثم بنوہ وان سفلو شرح وقایہ ۱۲ اقرب الاولیاء الی المرءۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب وان علی ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لاب و ان سفلو۔ فتاوی عالمگیری ۔ وان زوج الصغیر والصغیرۃ ابعد الاولیا فانکان الاقرب حاضرا وہو من اہل الولایۃ توقف النکاح ۔ فتاوی عالمگیری المجیب منصب ۔

مہر محمد سلطان ۱۲۵۴ھ

میر احمد علی صاحب

میر صاحب موصوف صاحب نسبت اور باخدا بزرگ تھے آپکی عمر ریاضت اور یاد الٰہی مین بسر ہوئی خلقتاً آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے اکمل خلیفہ تھے جب آپکے پیر مرشد ممدوح کا ۱۲۵۰ھ مین وصال ہو گیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید نصیر الدین حسین شاہ صاحب جو بدایون مین مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کے مرید ہوے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب ممدوح اکثر شاہ آباد تشریف لا کر میر صاحب کا عرس کیا کرتے تھے درحقیقت یہ بڑی خوبی ہی کہ آپ اپنے پیرزادہ کے بھی پیر ہین آپکے فنا فی المرشد ہونیکا

اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے آپ ذی علم
اور نازک خیال شاعر بھی تھے۔ اکثر لوگ درسی کتابین آپ سے پڑھا کرتے تھے میر صاحب
کی برگزیدگی اور تصرفات کی اکثر روائتین ثقہ اشخاص نے راقم سے بیان کین چنانچہ حاجی
محمد حسین خانصاحب اختیارپوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے حالات سے واقف
تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا
کہ جیسا اہلبیت اور صحابۂ کبار کا سُنا جاتا ہے صبر توکل استقامت اُنکا موروثی حصہ تھا
ایک راستباز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ مین تھے کہ چارپائی
کے نیچے ایک سانپ آکر بیٹھ گیا آپ نے اوسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال مین مستغرق
ہوگئے اور اوس موذی کے حال سے مزاحم نہوے مگر اوسوقت ایک بلّی آگئی اور
اوس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خودبخود وہان سے ہٹ گیا۔

۵۷ء کے غدر مین جب شاہ آباد مین بزن ہوا تو لوگ شاہ آباد چھوڑ کر دیہات
و جنگل کو چلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہین باہر نہین گئے جب گورے
اور سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھکر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مارتے
پھرتے ہین آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے
زیادہ تم مار ہی ڈالوگے ہمارا ہونا نہونا دونون یکسان ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی
وحشی یہ سُن کر اور آپ کی نورانی صورت دیکھکر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے
خیر ہم آپ کو چھوڑ دیتا ہے۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس امر کا اتفاق
ہوا کہ آپ کے ہمسایون کے مکان پر چور آئے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب مین چورون کے حال سے خبردار کیا جب وہ اوٹھے تو چورون کو چوری کی گھات مین پایا مگر بیدار ہوجانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپکی روشن کرامت ہے ۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ میرے والد مولوی محراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر مجالست مین حدیث شریف اور حقایق و معارف کا مکالمہ رہتا میرے چند بھائی محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام سے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا سجع موزون فرمایا

محمد احمد و محمود و حامد　　بمحراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف مین فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم کریما مخمس مامقیمان وغیرہ قلمی موجود ہین چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک کتاب سے انتخاب کرکے یہان پر درج کیا جاتا ہے ۔

انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بہ احمد

ای بہر جائیکہ بینی جلوۂ رخسار اوست	رو بہر طرفی کہ آری پرتو انوار اوست
غیر او ہرگز نباشد ہیچ شے اندر جہان	ہرچہ آید در نظر بی شبہ تکرار اوست
ہم گل و ہم بلبل و ہم شاخ و ہم برگ و شجر	ہم سرو ہم قمری و ہم نالہای زار اوست
فیض از درگاہ احمد گیر با عجز و نیاز	کو امین خاص حق و واقف اسرار اوست

ایضاً

ہیچ حسنی در دو عالم ہمچو حسن یار نیست	خوبروی در جہان چون خوبی دلدار نیست

گرچہ نسبت با سوا از قد خوبان دادہ اند — لیک سروی مثل قدش اندرین گلزار نیست
دیدۂ خواہش زلیخا وار بکشا و ببین — غیر روی یوسف اندر خانہ و بازار نیست
پیش مجنون در میان وادی پر خار خار — جز شبیہ لیلی اندر دیدہ اسرار نیست

احمد اندر ماسوا مشغولی خاطر مکن
چہ در آئی باز جا اندر دل بیدار نیست

درود عالم جلوۂ رنگین رخ زیبای اوست — رنگ بخش ہر چمن رنگ گل رعنای اوست
نیست خالی ہیچ جا از پرتو رخسار اوست — عالمی پر از فغان غلغل و غوغای اوست
صبح دارد از بیاض نور او نور کمال — ای سواد شام ہم از گیسو دوتای اوست
احمد مرسل کہ آمد باعث ایجاد خلق — ای مجسم نور تنہی ز سر تا پای اوست

دیگر

روشنی جملہ عالم ای ز مہر روی تست — رنگ و بوی باغ دوران ہم ز رنگ و بوی تست
شاہی کونین زیبد مر ترا با عز و شان — فرش شاہان فرش خاک راہ ہای کوی تست
ای بہار حسن و بیت رنگ بخش ہر گلی — زیب سرو ہر چمن از قامت دلجوی تست
گرچہ شان ہر یکی از رنگ ہای دیگر است — در حقیقت شان جملہ از روی نیکوی تست
غیر و بیت چہ نہ بینم ہیچ شی اندر جہان — غلغل و شور جہان جملہ ز ہای و ہوی تست
چشم و جان و گوش شنوا دیدۂ بینا توئی — گفتگوی جملہ عالم ہم ز گفت و گوی تست

سر بزانو نہ دمادم احمد اندر فکر ش
عکس روی یار در آئینۂ زانوی تست

یارم اگر ز لطف بسویم نظر کند — عمر یست جاودانہ کہ بر من گذر کند

سازد خرام چون ز سر ناز دلربا | ہوش و حواس از سر عالم بدر کند
بر ہر دلی کہ عشق نماید تسلطی | صبر و قرار و ہوش و خرد زو سفر کند
در ہر نماز عاشق مسکین پاکدل | ہر دم وضوی خویش ز خون جگر کند
بہر نثار مقدم یار نکوی من | چشم ترم ز اشک مژہ پر گہر کند
یارب ز درد و رنج دل سوزناک ما | تا چند آہ و نالہ و فریاد سر کند
آنکس کہ یافت لذت وصلت مدام او | از ذکر غیر گوش دل خویش کر کند

غیر از جناب احمد مقبول دو جہان
از یک نگاہ پاک کہ من را نظر کند

آندل کہ شاہ عشق در او خبر کند | جز حسن روی یار کجا در نظر کند
افتند صد ہزار دل بیدلان بہم | شانہ بموی زلف گرہ دار گر کند
خاک ست پیش چشم کسی شاہی جہان | آنرا کہ از وصال کسی بہرہ ور کند
از فرش تا بعرش عیان ست روی یار | چشم یقین ز دیدہ کسی وا اگر کند
باہم درند جامہ گل و غنچہ در چمن | ہرگاہ سیر باغ بپای نظر کند
دستی بکش طبیب ز نبض مریض من | دارد چو درد عشق چہ دارو اثر کند
ہر دم ز درد ہجر تو جانان دل حزین | شور و فغان آہ ز سوز جگر کند

احمد بپای عشق سری ہر زمان بنہ
تا بر سر تو تاج مرصع بزر کند

نعتیہ

کس جز تو خدا نا آفریدہ | نشنید زمانہ نا پدیدہ

از روی تو مهر آفرینش — وز خوی تو خلق برگزیده

ای شان تو شان کبریائی — وی نور تو نور چشم دیده

در دفتر نیکوئی نه مثلت — منشی قضا رقم کشیده

با ممکن و هم وجوب پیدا — در عالم اینچنین که دیده

ای سیر تو ملک لامکانی — کانجا نه فرشته رسیده

در پیش و پسی تو همچو سایه — افواج ملک بسر دویده

در گلشن قرب او تعالے — جز دست تو گل کسی نچیده

قوسین تو جاه هم مقامت — لولاک لما بتو رسیده

کن رحم با حمد شکسته
افتاده بخاک دل رمیده

گل گلزار المعانی سراپا صورت جانی — رسول فخر انسانی دُرِ دریای فیضانی

کند خورشید با روی جهان افروز هر صبحی — ز نور ذرهٔ خاکش جبین خویش نورانی

مه گردون گردنده بفوج لشکر انجم — بگرد قصر عالی او کند هر شب نگهبانی

چنین درگاه سلطانی کرا آید ز خاقانی — که جبریل امین دارد همیشه کار دربانی

بحق گوی و بحق جوی بحق دانی و حق بینی — بذاتش میکند جلوه همه اسرار اعلانی

گل تنزیه می دارد سراپا جسم تشبیهی — عیان از نور سیمایش فروغ شان سبحانی

ز اوج عرش بگذشته مقرب خاص حق گشته — ملائک مانده سرگشته بجاه و فخر انسانی

کند بر حال من شاها ز لطف عام خود نگهی — که زائل گردد از رویم همه گرد پریشانی

بجز درگاه آنحضرت شفیع خلق بی منت — بر پیش دگر حاجت بکار بخت حیرانی

ز دین حضرت احمد قدم بیرون منہ ہرگز
نگیر د غیر شرع او رواج کار حق دانی

در منقبت جناب علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ

ای دل بدار حب بجان بوتراب را
شیر آلہ سرورِ عالی جناب را

آن کس کہ سر نہاد بخاکش زجان و دل
نی شکل رنج دید نہ روی عذاب را

مشکلکشای خلق شہنشاہ اولیا
ہست او اخی شافع یوم الحساب را

آن شہسوار دلدل و آن شاہ ذوالفقار
آن شد کلید قلعہ بر فتح باب را

سائل چو کرد قصد سوالی بجان و دل
بشنید زو بدید جوابی صواب را

نورِ الٰہی ہست فروغ جمال تو
واکن ز روی نور الٰہی نقاب را

شاہا ز فیض لطف خود وہم ز مہر خویش
رحمی بحال احمد پُر رنج و تاب را

در مدح حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہٗ

محیط فیض یزدانی جناب شاہ جیلانی
ملقب قطب ربانی جناب شاہ جیلانی

در دریای قطبیت مہ افلاک غوثیت
کنوز راز صمدیت شناہ بحر صمدانی

بہ شیخی پیر پیرانی بخوبی ہمچو کنعانی
محلِ راز حقدانی ازو آمد بآسانی

ستون دین پیغمبر گرامی گوہر حیدر
بذات پاک آن سرور برونق شد مسلمانی

زہی تاج سر عزت با وج فخر در کثرت
نیامد کس باین شوکت بچشم عین انسانی

بمعجز شد کراماتش بفضل ایزد پاکش — نموده ذره خاکش مثال مهر تابانی

ز قوس ابروی پاکش خدنگ غمزه‌اش یزدان — رسد بر روی آفاقی بحکم حکم ربانی

بدرویشی کسی دیگر نزاده مادر دوران — ز فخر فقر او باشد کمال فخر انسانی

بکن یک گوشهٔ چشمی بحق احمد مرسل — که دارم در بغل عصیان پریشانی و نادانی

غلام درگه او را چه غم از پرسش محشر — که دارد دست خواهش را بدست قطب ربانی

در مدح خواجه بزرگوار هندالولی اجمیری

زهی خواجه ز فیضان الٰهی — کند در ملک معنی پادشاهی

بملک چشت شاهنشاه والا — دهد هر شاه را او تاج شاهی

ردای خواجگی بر دوش طالب — بپوشاند ز چشم خوش نگاهی

همه از خواجگان در بارگاهش — سر خود می‌نهند از عذرخواهی

معین الدین بعالم هست نامش — بملک هند دارد تخت شاهی

گدای بینوای بارگاهش — رساند شاه را تاج مباهی

کسی کو بر درش افگند از عجز — سر خود را نمانده در تباهی

زبس فیضی که بارد ز آسمانش — همه عالم بسوی اوست راهی

منم احمد غلام درگه تو
بسر کوه غم چون برگ کاهی

معجزهٔ حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نعت خدا و رسول   که او هست سر دفتر هر اصول

بیان می کنم از همه معجزات   یکی معجزه سرور کائنات

که او هست تاج سر انبیا   برو باد هردم درود و ثنا

روایت چنین ست از اهل دین   شنو ای محبان بگوش یقین

که یک روز حضرت رسالتمآب   بمسجد به اصحاب عالی جناب

بفرمود جلسه به شوق تمام   نبوده بهم هیچگونه ملال

ز قوم یهودی یکی نوجوان   که بد سعد بن قیس نامش عیان

درآمد به تندی و هیبت تمام   بپیش سید سرور خاص و عام

علم کرد تیغی بدست درست   خریطه بدست دگر تنگ و چست

بپرسید کاندر میان شما   محمد کدام ست با ما نما

علی مرتضی گفت ای ناسزا   چه پرسی که خورشید روشن کجا

مه و مهر را کس نه جسته نشان   که روشن در آفاق هست و عیان

بفرمود حضرت محمد منعم   بگو آنچه داری تو از بیش و کم

باصغای اسم مبارک زبان   کشوده باین حرف آن نوجوان

بگو ای محمد بستم چه چیز   که باشم مسلمان درین وقت نیز

پیمبر چه برحق توئی بے گمان   بکن شاد ما را ز راز نهان

همان دم رسول زمین و زمان   ز الهام غیبی نموده عیان

که خاکستر مار در دست تست   نهاده میان خریطه درست

بفرمان پیغمبر نیک زاد   بکلمهٔ شهادت زبان بر کشاد

کریما مخمس

آلہی اسیرم بحرص و ہوا	ندارم زکس ردی راہ ھُدا
ندارم مراین درد را من دوا	کریما بہ بخشاے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا	
اسیرم بدست ہوا و ہوس	چو مرغی کہ اندر میان قفس
درین کشمکشہای پر رنج و بس	ندارم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیان را خطا بخش و بس	
درین دار آباد رنج و عنا	پر از درد کلفت تہی از صفا
بقاے ندارد بغیر از فنا	نگہدار ما را از راہ خطا
خطا در گذار و صوابم نما	
دلا ہر زمان از قلیل و کثیر	بہ نعت رسول بشیر و نذیر
لبالب بکن کام از شہد و شیر	زبان تا بود در دہان جاگیر
ثنای محمد بود دلپذیر	
شفیع الامم خواجہ دوسرا	صفی انبیا را شدہ پیشوا
ز خلق و کرم و بخلق و صفا	حبیب خدا اشرف انبیا
کہ عرش مجیدش بود متکا	
زہی سرو آزاد باغ وفاق	ملائک تدروش بصد اشتیاق
چہ خوش گفت سعدی شیرین مذاق	سوار جہانگیر یکران براق

که بگذشت از قصر نیلی رواق

دلا فرش غفلت نه هرگز نوشت
شدی طالب روز رینه طشت
بگشتی لهو و لعب کوه دشت
چهل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نگشت

سپر در ره حق بر انداختی
فرس در هوا و هوس تاختی
بغفلت تو نرد دغا باختی
همه با هوا و هوس ساختی
دمی با مصالح نپرداختی

بدنیا که او هست بی اعتبار
دو روزه بود کار او یا چهار
همه کار او را بزودی گذار
مکن تکیه بر عمر ناپایدار
مباش ایمن از بازی روزگار

ترجیع بند مسدس مصنفۂ میر احمد علی صاحب هم رنگ ما مقیمان قدیم مصنفۂ حضرت علاء الدین صاحب وصالی خراسانی خلیفۂ نظام الدین اولیا از ذیل صوبۂ اوده

ما ظهور خدای غفاریم
برزبان غیر او نمی آریم
هست جا و مقام لاهوتیم
بلبل شاخ باغ اسراریم
گوش و چشم و زبان جان و دلی
ما سوای بخود نمی داریم
ما ز دنیا و دین نداریم کار
طالب عز و جاه دیداریم

از دو زلف سیاہ و خال رخش
دانہ و دام را طلبگاریم

از ظہور مظاہر کونین
طوطی شکرین گلزاریم

از دو عالم سرے نمی خاریم
چون مقیم سرائے دلداریم

من دیوانہ وش درین صحرا
روز و شب این سخن بلب داریم

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

یار من با کمال رعنائی
می کند جلوہ بیکتائی

زیر و بالا و اندرون و برون
ہست پیدا بچشم بینائی

گاہ پنہان بہ پردۂ باطن
گاہ ظاہر بچہرہ زیبائی

از دوئی دور شو دلا زنہار
تا کند یار جلوہ فرمائی

باش دیوانہ والہ و شیدا
شو برون از شعور و دانائی

بشنوی از زبان پیر و جوان
بالیقین چشم دل چو بکشائی

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

غیر حق نیست اندرین گلزار
ماہ و مہر و فلک چہ لیل و نہار

ساعتی از خودی شوی بیزار
بنگری جلوۂ رخ دلدار

اندرین باغ بے رخ دلدار
گل نماید بزیر چشم تو خار

من دو مذہب ز عشق یکدانم
دانۂ سبحہ و رشتۂ زنار

خاک دانی تو تخت شاہی را
گر بیابی تو دولت دیدار

زاہدا یکدم از دوئی بدر آ
تا کشاید بتو بسے اسرار
کفر و اسلام برکران گردد
گرد آئی بعشق آن یکبار
ہمہ تسبیح گوی یار من ست
شاخ و برگ و نبات و ہم اشجار
می برآید ترانہ این ہردم
از زبان ہمہ در و دیوار

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہر چہ بینی بدان کہ مظہر اوست

مثنویانہ اشعار ہین میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہین ورد وہ یہ ہین

خدایا منم بندہ بیچارہ
کہ جز تو ندارم ز کس چارہ
ز انعام و بخشش من درنگر
خطایم گذار و برحمت گذر
بحق محمد رسول کریم
کہ آمد برحمت بلطف عمیم
بحق علیؑ و حسینؑ و حسنؑ
کہ ہستند مشکلکشای زمن
بحق شہنشاہ زین العباؑ
دگر باقر و جعفرؑ با صفا
بحق شہ کاظمؑ و ہم رضاؑ
گزان دار دین ست رونق گرا
بحق تقیؑ و نقیؑ عسکری
بحق شہ مہدیؑ جعفری
بحق ہمان غوث پیران پیر
بحق شہ چشت آفاق گیر
بخلفای چشتی و ہم قادری
کہ جویم ز ایشان بخود یاوری
خصوصاً بآن ہادی دلنواز
کہ اسم ست مشہور شاہ نیاز
عطا کن ز فقرم مراد دلتی
کہ باشم از و صاحب حشمتی
دگر این ز غیبم فراغ معاش
مگردان بہر در برای تلاش

بیان میکنم موجب این رقم | بر دوستان از زبان قلم
منم خادم اہلبیت رسول | کہ او ہست در جملہ عالم قبول
بود شاہ آباد مولود من | ولی ترفر آبای ما را وطن
کہ روزی گرفتار بودم بدرد | با مراض بدنیہ اندر نورد
بسی مضطرب بودم و بیقرار | اطبای ماندند بی اختیار
دران حالت پُر زرنج و عنا | شدم ملتجی با حبیب خدا
بصد گریہ و با ہزاران بکا | کہ فی الحال زو یافتم من شفا
زبہر فراموشی درد و رنج | شدم پیروان سزاوار گنج
بامداد آن شاہ والا گہر | باین نظم یک ہفتہ بردم بسر
رسیدہ باتمام ترجیع بند | کہ باشند زو عاشقان ارجمند
بسال ہزار و دو صد شصت و یک ۱۲۶۱ | رساندم زر نظم را بر محک
امید عفو ہست ز اہل سخن | چو بینند سہوی بگفتار من
باصلاح پوشند با سینہ صاف | دگرنہ بدارند ما را معاف

رجوع کن بجان بر در احمدی
کہ یابی ازو دولت سرمدی

میر احمد علی صاحب کا حال رسالہ شاہ نصیر الدین صاحب موسومہ بہ مختصر مولفہ سید اعجاز احمد صاحب اللعلا بدایونی کے صفحہ ۸ - و ۹ مین طبع ہو کر شایع ہو گیا ہے ۔

ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی ۔

اسکے بعد آپنے عزم شاہ آباد ضلع ہردوئی کا فرمایا جہاں میر احمد علی صاحب خلیفہ اعظم نیاز بے نیاز تشریف رکھتے تھے اور جنکے پاس آپکی وہ امانت باطنی موجود تھی جو آپکے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی کہ یہ نصیر الدین کا حصہ ہے اور فرمادیا تھا کہ بروقت ملاقات اوسکو دیدینا۔

میر احمد علیصاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لڑکون کے پڑھانے میں صرف فرمادی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ بریلی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور مین حاضر ہوے اور حضور نے آپسے استفسار فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہون فرمایا بہت اچھا کرتے ہو چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہوگئے تو لوگون نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا چھوڑ دو۔ آپ نے فرمایا کہ مین اسکو کیونکر چھوڑ دون میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیرزادہ موصوف کیلیے شاہ آباد مین ایک حجرہ نہایت پرتکلف آراستہ فرمادیا تھا اور جملہ قسم کا سامان اوسمین مہیا کردیا بجز میر صاحب کے تین برس کوئی وہان نہ جاسکا جب میر صاحب نے آپ کی بے اعتنائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صانع قدرت نے آپ کے وجود باجود کو ہمیشہ خلق اللہ کی ہدایت کیواسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ نیازیہ کا اجرا ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہکر میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی آپ کو مرحمت فرمائی اور خرقہ و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرمادیا۔

۹ شعبان ۱۲۸۵ھ ہجری کو آپ نے رحلت فرمائی مزار آپکا محلہ بالاے کوٹ مین عقب مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات وفات کے نظم کیے منجملہ ان کے ایک یہ ہے ؎

حسرتا احمد علی صاحب ز اولاد رسول   رفت زیر خاک و حاضر شد به بزم بوتراب

صاحب سجادۂ شاہ نیاز بے نیاز | مخزن فقر و توکل ہادی راہ صواب
از جبینش نور حق وز خلق شان احمدی | بود تابان بر سپہر کرمت چون آفتاب
از وفاتش مرغ بسمل شد دل ارباب ذوق | شور محشر کرد برپا اضطرار و اضطراب

جست چون انجام رحلت بہر تاریخ وفات
از مظفر گفت مرد غیب بخشش بیحیاب ۱۲۶۹

میر صاحب کے چھوٹے بھائی میر حشمت علی صاحب تھے وہ بھی صورت و سیرت اور جملہ اوصاف مین اپنے بڑے بھائی کے قدم بقدم تھے میر صاحب ممدوح کی شکل دیکھکر بزرگان باخدا کی صورت آنکھون مین پھر جاتی تھی اور آپ کی باتین سنکر خدا یاد آجاتا تھا اگر بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی ماہتاب تھا آپ کی مہر کا مصرع ؎ از نیاز ست حشمت کونین تھا - اپنے بڑے بھائی کے دو برس کے بعد میر صاحب نے بھی انتقال فرمایا

قطعہ تاریخ راقم نے یہ موزون کیا ؎

از دار فنا چو میر صاحب | رفتند بسوی حوض کوثر
از آل نبی و اسم پاکش | حشمت بہ علی شدہ مقرر
در خلق و بزرگی و کرامت | مثلش بجہان نبود دیگر
تعلیم ز درسگاہ ایشان | حاصل می کرد خلق اکثر
حق داد شرف بذات ہر دو | ماہ و خورشید ہر برادر
این قصبہ نمود کسب علمی | ذات عالیش فیض گستر

جستم تاریخ انتقالش
گفتند ملک بلند اختر ۱۲۷۱

میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محلہ سید واڑہ مین رہتے تھے آپکو مضمون نگاری مین نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند میر حبیب اللہ صاحب متخلص بہ تارک نازکخیال شاعر اور عشائخانہ مذاق کے بزرگ تھے حضرت تارک میر وزیر علی صاحب صبا کے شاگرد اور عرصہ تک لکھنؤ مین رہکر اپنے لایق اُستاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھانے مین جناب تارک کو خاص ملکہ تھا اور قصاید عرفی وغیرہ کے باریک مطالب حل کرنے مین اعلی درجہ کی استعداد رکھتے تھے شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہین والد سے مراسم ہونیکی وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مخمس کے متعلق جسکا یہ شعر ؎

حامد اللہ ہے محمود ہے کونین کا	ساجد خالق ہی اور مسجود ہی کونین کا

مشہور ہے کچھ دریافت کیا تھا اور آپنے جواب باصواب دیا تھا میر صاحب نازک مزاج نحیف البدن موزون اندام انسان تھے آپ کے اکثر شعر ضرب المثل ہین مثلاً ؎

غصہ کمزور پہ آتا ہی ہمیشہ تارک	ہمسے دیکھین تو بھلا آنکھ ملائے واعظ

ایضاً

کون اس دیر و حرم مین رہ کے جھگڑے مین پڑے	کفر و دین دونون سے تارک ہاتھ دھونا چاہیے

غزل

دوست سب دیکھ لیے اپنا پرایا دیکھا	ہاے دنیا مین کسیکو نہ کسی کا دیکھا
جب کہا ہمنے کھلا آپ کا پردہ دیکھا	بولے شرما کے کہ جھوٹے کا کلیجا دیکھا

صدقے اس ناز کے قربان تغافل کیجے
ہنسکے منھ پھیر لیا جب ہمہ لاشا دیکھا

دل سمجھتا ہی نہیں اسکو بھلا کیا کیجے
ہمنے کمبخت کو سو طرح سے سمجھا دیکھا

ہچکیان لیتا ہی اب اُسکا لبون پر دم ہی
اپنے بیمار کو اے رشک مسیحا دیکھا

اوٹھ کے میخانہ سے تارک جو گئے ہم کعبہ کو
کہیے اے قبلۂ حاجات وہان کیا دیکھا

ایضاً

نکلے نہ دوسرا چمن روزگار مین
بوئے وفا جو ہو گل رخسار یار مین

کہتا ہون روح کو تن خاکی مین دیکھکر
ایک آفتاب ہی کہ چھپا ہی غبار مین

میری طرف سے اُن کو کدورت ہی اسقدر
لکھا جواب خط بھی تو خط غبار مین

وہ رند ہون جو بگڑون تو قاضی کو باندھ لاؤن
بیچارہ محتسب ہی بھلا کس شمار مین

مین کیا کہون کہ جھیلی ہین کیا کیا مصیبتین
راحت ملی نہ زندگی مستعار مین

پیش نظر ہے صحبت احباب بعد مرگ
چین آئے کسطرح ہمین کنج مزار مین

مرمر کے ہم نے عرصۂ ہستی کو طے کیا
راحت ملی اب آکے عدم کے دیار مین

تارک اُٹھا سکا نہ اذیت فراق کی
خنجر گلے پہ پھیر دیا ہجر یار مین

ایضاً

وجود غیر معشوق آنکھ مین عاشق کی باطل تھا
جدھر تھا دیکھتا مجنون اودھر لیلی کا محمل تھا

تری درگاہ سے محروم پھرنا غیر ممکن ہے
در مقصد سے جب دیکھا بھرا دامان سائل تھا

عبث بک بک کے میری ناصحون نے جان کھائی ہی
تمھین کو دیدیا دل پھر کسی کا کیا مرا دل تھا

میان حشر اس ہیئت سے دیکھا ہمنے تارک کو
کہ دونون ہاتھ سے پکڑے ہوئے دامان قاتل تھا

اشعار غزل

مداح ہین حضور کی زلف دوتا کے ہم ۔ باندھینگے اپنے شعر مین مضمون بلا کے ہم
صیاد سنگدل نے نچھوڑا کسی طرح ۔ آخر قفس مین مرگئے پر پھڑپھڑا کے ہم

افسوس کہ میر صاحب نے ۱۳۱۲ ہجری مین رحلت فرمائی راقم نے قطعۂ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ؎

تارک عالی نسب والا حسب ۔ یافت آزادی ز قید آب و گل
سال ترحیلش مظفر کن رقم ۔ تارک دنیا روان شد پاک دل

آپ کے فرزند حکیم سید امجد علی صاحب ہین جو اُستاذی حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا کے شاگرد رشید اور فی نفسہ ذہین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہین

خواجہ سید محمد شاہ صاحب

آپ شاہ آباد کے رؤسا مین نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہین عہد نوابی مین تحصیلداری و کمیدانی کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ آپکی تحصیلداری کے بعض کاغذات راقم نے دیکھے ہین خواجہ صاحب موصوف خوشرو اور عیش پسند انسان تھے عمارت سے نہایت شوق تھا چنانچہ اُن کا بنوایا ہوا مکان جو نہایت شاندار اور یہان کے مکانات مین اپنی آپ نظیر ہے اونکی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کر رہا ہے طبیعت علم دوست تھی اور تاریخ کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو دیکھنا شروع کرتے اوسکو ختم کر کے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اوسکی داشت سے بھی مناسبت تھی۔ قوم کے سید اور خواجگی کا خطاب اس خاندان مین خواجہ معین الدین اجمیری

کے سلسلہ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگون کا اصلی وطن قصبۂ
گیلان تھا جو عرب مین ایک مشہور مقام ہے۔ چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے
بجاے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے۔ آپ کے مورث اعلی گیلان سے نکل کر پہلے
کاشغر مین آباد ہوے اسکے بعد کاشغر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی مین وارد
ہوے اونکا نام خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عہد شاہ عالم بادشاہ کا تھا اونکے فرزند
خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے یہان ۱۲۰۵ھ کو فوجی صیغہ مین ہزاری ذات اور
دوسو سوار کی افسری اور اسد علیخان کے خطاب سے سربلند کیے گئے پھر وہ اپنی کارگذاری
سے منصب مین ترقی حاصل کرتے رہے۔ بعدہٗ ان کے بیٹے خواجہ سید لطف اللہ صاحب
اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہوکر منصب آبائی سے سرفراز ہوے۔ اس عرصہ مین
شاہان دہلی کی سلطنت پر زوال آگیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار
مین آکر عہدۂ کمیدانی ملازم ہوے۔ (کمیدانی بصیغۂ فوج عہد شاہی مین ایک عہدہ تھا۔
جسکو اب سرکار انگریزی مین کرنیلی کے عہدہ سے تعبیر کر سکتے ہین) انکے دو فرزند ہوے
ایک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر آخر الذکر کی شادی لکھنؤ مین
ایک مغل کے خاندان مین ہوی۔ اس شاخ مین کوئی نامور قابل الذکر شخص نہین ہوا
بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے پلٹون مین ملازم ہوے
اور پھر کمیدانی کو پہونچے خواجہ غلام شاہ صاحب کی پلٹن ایک مدت تک لکھنؤ مین رہی
بعد ازان سندیلہ مین تعینات ہوئی بدین وجہ رؤساے سندیلہ سے انکے مراسم
پیدا ہوے۔ چنانچہ چودھری مقبول حسن صاحب و چودھری عبد الباسط صاحب کے
مورثون اور داجا علی خان بلوچ کے بزرگون سے دوستانہ بلکہ عزیزانہ برتاؤ رہا۔

پلٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اوس زمانہ مین چکلیدار جو کلکٹر ضلع کے ہم منصب ہوتا تھا اوسکو تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہوا کرتی تھی اسلئے ایک پلٹن اوسکے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس خدمت کی غرض سے خواجہ غلام شاہ صاحب کی ماتحت پلٹن ہندیہ سے تبدیل ہوکر شاہ آباد آئی اوسوقت مین رائے منگلی لال صاحب شاہ آباد کے چکلہ دار تھے خواجہ صاحب اور رائے صاحب سے اسدرجہ مراسم بڑھے کہ دستار بدل ہوگئی اونکی محبت مین خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالائے کوٹ مین مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزند صرف ایک خواجہ سید محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اودھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوے اور عرصہ تک اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے جب ان کے والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو بجاے ان کے کمیدانی عہدہ پر آپ سرفراز کیے گئے اس عہدہ پر چندروز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ رائے منگلی لال صاحب کا انتقال ہوگیا اور اونکے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے چکلیدار مقرر ہوے۔ ایک سال اونھون نے کارہائے منصبی اداکیے اس کے بعد بعلت بقایا مالگذاری ماخوذ ہوکر علیحدہ کیے گئے اور جسقدر اونکی جائداد واملاک تھی قرقہ ضبط ہوکر سرکاری قرار پاگئی اونکے مقام پر دوسرا چکلہ دار مقیم ہوا اور مواضعات گرہ بھمولی وغیرہ جو ضلع شاہجہانپور مین تھے وہ نیلام کردیے گئے اونکے مکان کے کھدنے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز پٹھان جو زردار اور صاحب جماعت تھے اُن سے اتحاد تھا وہ مانع ہوے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر اس مزاحمت سے بڑے کشت وخون کا اندیشہ تھا متامل ہوے چکلیدار موجودہ نے

رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسقد ربا اثر آدمی شاہ آباد مین ہین اگر وہ چاہینگے تو یہ
مکان کھد جائے گا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے
کھُدوا دیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضعداری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس
انکار سے آپ معتوب ہوے اور توپ سے باندھکر لکھنؤ بھیجے گئے اور وہان بھی
یہ شرط پیش کیگئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ استعفا
داخل کرو مگر آپ نے اوس حالت مین بھی یہ جواب دیا کہ لال بہادر کو مین بھائی
کہہ چکا ہون ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھسے یہ نہین ہوسکتا
اور آپ اپنے عہدہ سے مستعفی ہوگئے۔ غرضکہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپکی
علیحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کیگئی۔

واقعہ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلی درجہ کی وضعداری و مستقل مزاجی
ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی پاکر رحلت فرمائی راقم کا لڑکپن تھا
آپ کے دو فرزند ہین ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اور دوسرے خواجہ
سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور نیک
طبیعت کے انسان ہین راقم سے محبت و عنایت کے ساتھ ملتے ہین۔

نقل فرمان

هو العزیز بتاریخ روز جمعه سوم شهر ذیقعده سنه ۲ جلوس مبارک معلی موافق سنه ۱۱۷۵ هجری
مطابق ۲۰ ماه خورداد برساله امارت و ایالت منزلت شجاعت و شهامت مرتبت مورد
مراحم بیکران بادشاهی مهبط اعطاف نمایان خلیفهٔ الٰهی استظهار مجاهدان باعزم افتخار دلیران معرکه
رزم زبدهٔ فدویان هواخواه عمدهٔ نوائینان بارگاه خانه زاد لایق العنایت والاحسان بخشی
الملک مظهر علیخان بهادر و نوبت واقعه نگاری کمترین بندیان عقیدت آهنگ راے رتن سنگه
قلمی میگردد حکم صادر شد که حفیظ الله ولد اسد الله بمنصب یکهزاری ذات دو صد
سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز باشد واقعه پانزدهم شوال سنه ۳ ج بموجب تصدیق
یادداشت قلمی شد ـ

شرح دستخط ابهت و حشمت پناه شجاعت و شهامت دستگاه مطرح الطاف بادشاهی مورد اعطاف
نامتناهی خانه زاد فدویت نشان ابو القاسم خان بهادر نائب امارت و ایالت منزلت شجاعت و
شهامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاهی مهبط اعطاف نمایان خلیفهٔ الٰهی استظهار مجاهدان
باعزم افتخار دلیران معرکه رزم زبدهٔ فدویان هواخواه عمدهٔ نوائینان بارگاه خانه زاد لایق العنایت
والاحسان بخشی الملک مظهر علیخان بهادر آنکه داخل واقعه نمایند ـ

مشار الیه از فضل و کرم امید وارست بمنصب هزار ذات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز
شود شرح دستخط نائب بخشی الملک آنکه حکم شد منظور ـ

هزار ذات و خطاب ـ ما سوار تحریر فی التاریخ شهر صد سنه الیه جلوس مبارک مطابق واقعهٔ کل
است هشتم و یکم ذیقعده سنه جلوس معلے والا مکرر بعرض مقدس رسیده

مظهر علیخان بهادر فدوی محمد شاه عالم بادشاه غازی	مهر: راے رتن سنگه فدوی شاه عالم بادشاه غازی سنه ۲	مهر: احمد علیخان بهادر موسوی فدوی شاه عالم بادشاه غازی

حاجی محمد حسین خان اختیار پوری

حاجی محمد حسین خانصاحب اختیارپوری

خانصاحب موصوف درویش سیرت اور باخدا بزرگ تھے نوعمری سے آپکو ریاضت اور خدا پرستی کیطرف میلان تھا بیشتر آپ حافظ امام علیخان صاحب اللہ پوری کے مرید ہوئے[۱] اور ذکر و فکر مین مشغول رہا کیئے اِس کے بعد سید شمشیر علی[۲] عرف ہینڈو شاہ صاحب کے۔

۱ حافظ صاحب باخدا اور زاہد انسان تھے جمعیت علیخان اللہ پوری کے فرزند اور فتح علی میانصاحب شاہجہانپوری کے خلیفہ تھے انکے اکثر لوگ مرید اور معتقد ہوئے چنانچہ قاضی عابد علیصاحب و ڈپٹی سید شمس الدین صاحب دہلوی بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ جلیسر جا رہے تھے کہ اثناے راہ مین بمقام متھرا رحلت فرمائی اور وہین مدفون ہوے جب آپکی بیوی کو صدمہ مفارقت سے گریہ و زاری اکثر لاحق رہتی تو شاہ حسین بخش خانصاحب فرخ آبادی خلیفہ مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی موضع کر ہلی مین اونکے خسر پرورش علیخان کے مکان پر اون بیوہ کی فہمایش کو آے وہ فرماتی تھی کہ حافظ صاحب نے بعد وفات کے مجھسے اِسبارے مین رجوع کیا ہے خدا کی قدرت کہ شاہ صاحب کی فہمایش سے وہ اشکباری جاتی رہی اور اُنکے دل کو ایک قسم کا سکون پیدا ہوگیا تھا۔ ۲ سید شمشیر علی صاحب کا وطن بانس بریلی تھا آپ کے والد سید حسین علی صاحب نواب آصف الدولہ بہادر کے یہان ممتاز عہدہ پر سرفراز تھے جب انکا انتقال ہوگیا تو آپ تنہا رہگئے اور آپکا بچپن تھا ایک خدمتگار آپکے یہان کے جواہرات و اشرفیان لے نے کی غرض سے آپکو تلہر لے آیا اور چھوڑ گیا یہان شیخ داود صاحب نے آپ کو پرورش کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے نکاح کیا جنسے امام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئین بیشتر باستثنا ظاہر درویشی کے آثار نہ تھے مگر حصہ ازلی تھا ایک فقیر آیا اور اُس نے آپ کو کھیل مین مشغول دیکھکر ایک ٹھوکر ماری اور اس کے بعد ایک رات کو آپ کی آنکھون سے حجاب کا پردہ اُٹھ گیا اور حضور سرور عالم صلعم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف ہمکلامی سے مشرف ہوے خود آنحضرت نے فرمایا کہ مین محمد الرسول اللہ ہون اور اپنے لڑکپن اور جوانی و آخری سن کے دیدار سے فیضیاب فرمایا آپکا بدن معطر ہوگیا آپ نے عہد کیا جو کوئی میرے اِس مشاہدہ کا اظہار کریگا اوس کا مرید ہونگا تلاش شیخ مین ہندوستان کے اکثر شہرون کا گشت کیا آخر کار تلہر ہی مین سید شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ کی پابوسی کو حاضر ہوے اور انھون نے اِس واقعہ کا۔

طالب ہوئے اور جب تعلیم شیخ کامل کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس پندرہ برس تک عالم تجرد مین خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہو کر آپکا قلب نور الٰہی سے منور ہو گیا تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہو کر ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ نصب کیا اور اوسمین جو بلند ٹیلا تھا اُسپر کوٹھی بنائی جو ٹلیا کے نام مشہور ہوئی اکثر آپ کا اسمین قیام رہا اور یاد الٰہی مین مصروف رہے آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اوسمین ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تاریخین میر نجف علی صاحب نے نظم کیں اور درج ذیل ہین ؎

مسجد بہ علی باغ چو تعمیر نمود	خان ذی رتبہ صاحب جاہ وجلال
پرسیدم سال اوچو از ہاتف غیب	فرمود کہ مسجد علی باغ جمال

۱۲۹۴ھ

ایضاً

چون محمد حسین خانصاحب	نقش مسجد بصحن باغ بہ بست
ہلب بلبلان شنو تاریخ	ثانی مسجد قبا این است

۱۲۹۴ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) کا انکشاف کیا۔ آپ مرید ہوئے اور وہ ریاضت کی کہ فنا فی اللہ اور صاحب کمال ہو گئے صدہا آپ کے مرید ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوئے راقم نے خود آپ کے مراقبہ و مکاشفہ کے عجیب و غریب معاملہ دیکھے ہین اکثر امور مین بطور پیشینگوئی کے جو آپ نے فرمایا وہ ظہور مین آیا بعض مردون کے عذاب و ثواب کے حالات از راہ کشف ارشاد کیے۔ صد حیف کہ ۲۵ شوال سنہ ۱۳۰۴ھ کو آپ نے رحلت فرمائی ؎ قطب عالم واقف سر خدا۔ مادہ وفات ہے آپ کے پیر و مرشد سید شمس الدین صاحب عارف باللہ بزرگ تھے جنکو چھ ماہ جذب اور چھ ماہ سلوک ہوتا تھا حضرت تجمل حسین صاحب شاہجہانپوری نے اونکے بعض کرامات چشم دید مثل توسیع طعام وغیرہ کے راقم سے بیان کیے ہیں۔ آپ ہر دو بزرگون کے پر تصرف مزارات تلہر مین واقع ہین ۱۲۵۰ھ ہجری مین سید شمس الدین صاحب کا وصال ہوا۔ مزار شریف پر یہ شعر کندہ ہے ؎ یکہزار و دو صد و پنجاہ و ہفت ۔ شاہ شمس الدین سوے جنت برفت ۱۲

خانصاحب کی وجہ سے اس باغ مین اہل للہ کا مجمع رہا ہے اور ہر بکھرے باغ کا ایک عجیب دلکش منظر تھا اس جگہ کی مقبولیت کے متعلق معتبرین نے بیان کیا کہ اکثر بزرگان دین کے انوار نظر آئے ہین چنانچہ محمد علیخان اور نواب مقصود علیخان وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ موجود تھے سید شمشیر علی عرف مینڈو شاہ علی باغ کی کوٹھی مین ٹھہرے ہوے تھے رات کے آٹھ نو بجے ہونگے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے معطر ہو گیا شاہ صاحب موصوف جو روشن ضمیر اور صاحب کشف بزرگ تھے مودب حالت سے کھڑے ہو گئے اور کوٹھی کی چار دیواری کا جو پورب والا دروازہ ہے وہان جا کر کچھ عرض کرتے رہے اور اسوقت بازار سے شیرینی منگائی اور فاتحہ کرائی ہم لوگون نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوے تھے اور حضور کی سواری معہ لشکر کے ادہر آ نکلی تھی حق تعالی نے امام عالی مقام کو عالم ارواح و برزخ مین یہ درجہ بخشا ہے کہ آپ طبقات عرض و سما کی سیر کرتے ہین۔

خان صاحب موصوف نے راقم سے بیان کیا ہے کہ جیسا مین نے مینڈو شاہ کو عالم کشف مین ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر میری نظر سے نہین گذرا اور اگر اسس فقیر کی رہنمائی مجھ حاصل نہوتی تو مین طریقت کے معنی کی حقیقت نہ سمجھتا۔

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمھارا پیر بھائی سبحت اللہ خان جو تمھاری شکایت کرتا ہے جب مین نے فاتحہ اونکی کرادی تو وہ شکایت جاتی رہی خانصاحب نے اچھے اچھے فقراسے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب سے بھی ملے ہین عہد نوابی مین سید صاحب موصوف شاہ آباد تشریف لایا کرتے تھے نواب دوست علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی اور خانصاحب کے خاندان کے چند لوگ انکے مرید

ومعتقد تھے سید صاحب کی عظمت اور تصرفات آفتاب کیطرح روشن تھے اکثر صاحب باطن فقرا خانصاحب کے پاس آکر ٹھہرے

خانصاحب کی درویشیت پر شرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مرید نہین کیا راقم بارہا اونکی خدمت مین حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتحاد کی وجہ سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے آخر وقت مین آپنے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خان[1] رئیس سیدخیل مرحوم کی بہن تھین اونکے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی تھی مگر وہ جوانمرگ انتقال کر گئی جب خان صاحب کی زوجۂ اولی کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسرا نکاح کیا ان دوسری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند جعفر حسین ہین جو تعلیم مین مشغول ہین۔ خانصاحب سرخ وسپید خوشرو قد آور انسان تھے صد حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۱۷ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعۂ وفات کے خاکسار نے لکھے ہین ؎

تھے محمد حسین خانصاحب
آفتاب سپہر فضل و کمال
مثل رکھتے نہ تھے زمانہ مین
دارفانی سے لیگئے تشریف
باغ جنت کو جب سدھارے وہ

حاجی عارف رموز خدا
بدر تابان اوج مجد و علا
خوبیون مین وحید تھے یکتا
ہوگئے رونق سراے بقا
شور محشر تھا ہر طرف برپا

[1] حافظ یار خانصاحب ابن احمد یار خانصاحب مرحوم شاہ آباد کے رئیس اونین نہایت باتہذیب نیک انسان تھے راقم سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے افسوس کہ ماہ شعبان ۱۳۲۲ھ ہجری مین جوانمرگ انتقال کر گئے۔ (مادہ وفات داخل خلد جلد موے)

آندھیان غم کی ہر طرف اٹھین ہر طرف ابر رنج کا چھایا

صاحب کشف بار یاست تھے محو ذات خدائے ارض سما

نور افشان تھا چہرۂ انور وقت تدفین کفن کو جب اٹھا

میرے والد کے تھے شفیق بڑے مہربانی تھی مجھپہ حد سی سوا

ہے اوداسی کمال ٹلیا پر کچھ عجب باغمین ہی سناٹا

وا دریغا خزان کے لشکر نے سب بہار چمن کو لوٹ لیا

کردے اُنکے مزار کو روشن پائین یارب وہ جنت الماوا

بھردے انوار قدسیہ اسمین ہی علی باغ جنتی ٹکڑا

فکر تاریخ ہے مظفر لکھ **آج الہام کا چراغ بجھا**

۱۳۱۷ ھ

دیگر

باخدا حاجی و عابد زاہد فخر سرمایہ ارباب وطن

عاشق ذات خدائے عالم حامی دین نبی شاہ زمن

مجمع خوبی اوصاف تھے وہ اُنکے قدمون سے تھا قصبہ روشن

لیگئے خلد کو تشریف شریف کردیا ترک ہی یہ دار محن

اونکے اخلاق کی تھی وہ خوشبو جسکو پہونچے نہ کبھی مشک ختن

کشت ہستی کو قضا نے پھونکا تھی قضا برق برائے خرمن

ٹلیا شاداب تھی گھر تھا آباد اب یہ دونون ہین بگڑ شیون

تھا علی باغ برائے گلگشت حاجی صاحب کا ہی تھا مسکن

ایسا پُر نور نہ دیکھا تخت گرچہ ہین اور بھی دلکش گلشن

سرو خاموش ہے قمری نالان — سلسلہ غم کا ہے طوق گردن

بلبلین گاتی نہین روتی ہین — انکے رونے کی صدا ہے شیون

باغ جنت کے دریچہ بن جائین — انکے روضہ کے الٰہی روزن

ہر تاریخ مظفر لکھدو — اب علی باغ ہوا ہی مدفن

خان صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد امین خانصاحب بھی شاہ آباد کے
پٹھانون مین نامور انسان ہوے ہین قوی ہیکل اور لحیم شحیم انسان تھے عہد نوابی مین بعہدہ
تنداری سرکار لکھنؤ مین ملازم رہے لکھنؤ کے مشاعرون مین بھی شریک ہوے اوستاد
امانت کے شاگرد تھے سخاوت تخلص کرتے تھے دیہات کے انتظام مین کلی داخلت
تھی فراہمی قلمہاے انبہ مین یہان سبقت اُن ہی کو حاصل ہوئی شاہ آباد کے مختلف
باغات مین جو نامی انبہ تھے اُن درختون پر اونھون نے قلمین بندھوائین اور مستعدی
مصارف سے تیار کرائین اور اپنے باغون مین نصب کرائین بعدہ بھاگلپور وغیرہ کے
کارخانون سے معروف مشہور اقسام منگوائے اسکے بعد یہان کارخانے کھولے گئے
اس شوق کے وہ موجد اور دیگر مقلد ہین۔ اُن کا کلام ضایع ہو گیا ایک غزل کے دو شعر
راقم کو یاد ہین اور وہ یہ ہین ؎

دیار جانان کے تصور مین کسی سے نہ رکون — پھاند جاؤن جو اگر راہ مین دیوار پڑے

مرض عشق سے ہو جائے سخاوت کو شفا — اوسکی تبرید مین گر شربت دیدار پڑے

اُن کا ایک نعتیہ مستزاد والد مرحوم نے ایک بیاض مین لکھا تھا جسکے چند شعر یہ ہین ؎

زنجیر دل از حلقۂ گیسوے محمدؐ — سجدہ گہ کونین ہین ابروے محمدؐ

زیبا قد موزون ہی وہ دلجوے محمدؐ — عالم ہمہ سودا زدۂ موے محمدؐ

شیرین کی طلب ہو تجھے فرہاد مبارک
مجنون ہی کو لیلی کی رہے یاد مبارک

قمری ہو چمن مین تجھے شمشاد مبارک
زاہد تجھ کو فردوس برین باد مبارک

مائیم و تمنائے سر کوے محمدؐ

راقم کو خانصاحب موصوف اچھی طرح یاد ہین ایکبار لڑکپن مین والد ماجد کے ہمراہ اختیارپور جانا ہوا تھا تو خانصاحب نے ازراہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے واپس آئے اور سلیمانی تشریف لائے اوس زمانہ مین میان مینڈو شاہ صاحب بھی یہین قیام فرماتے تھے تو خانصاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے تخمس کیا ہے بار بار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

س

مدینہ کی طرف جاتے ہین کہہ ہم کعبہ کا لین رستا
نظر آتا ہے ان دونون کا گھر ونہین ایک ہی ملا ہوا

اسد کو یہی کیجیے یا احمد بے میم کو سجدا
کہان اب جبہہ سائی کیجیے کچھ بن نہین پڑتا

عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہوم مرتبہ کا

۱۰ فروری ۱۸۹۶ عیسوی کو خانصاحب نے انتقال فرمایا اونکے فرزند محمد نور خان صاحب نے زہر سے خودکشی کی ایک پوتا محمد مستقیم تھا وہ بھی نوجوان تپ دق مین ۱۹۰۱ع کو راہی عدم ہوگیا۔ اب آپ کے دو بھتیجے ایک خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب اور مولوی انوار حسین خانصاحب موجود ہین۔ اور مولوی صاحب بھی ذی اخلاق ہین

کرامت خان صاحب بی بی زی

اس آخری عہد مین خانصاحب ممدوح بھی شجاعت وسخاوت کے اوصاف مین معروف اور غیرت وپاکبازی کی خوبیون مین مشہور تھے باعتبار قدوقامت کے بھی آپ اگلے لوگون کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے بہ ماوت بھاکہاسے دلچسپی تھی اکثر اوسکے نکات خوب سمجھتے۔ برادری کے مناقشون مین اکثر آپکی پنچایت کے فیصلے ہوا کرتے تھے راقم کے لڑکپن کے زمانہ مین آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کے ایک فرزند قطب الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ دانشمند انسان تھے جوان قضا کر گئے اور اونکے بیٹے عزیز احمد خان جنکو اس تاریخ شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے افسوس کہ دفعۃً ہیضہ کے مرض مین نوجوان ہی چل بسے اب اس خاندان مین معین الدین خانصاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد خانصاحب چلتے پھرتے اور سمجھدار شخص ہین۔

حاجی محمد حسین خان صاحب اللہ پوری

حاجی صاحب لقمان خان صاحب سیدخیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد و مخیّر رئیس تھے۔ آپ کے بزرگون مین اعظم خانصاحب نامور اور سرکار اودھ مین معزز عہدہ پر ملازم رہے ہین۔ آپ نے انسپکٹری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری و وضعداری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا جب آپ پنشن لیکر مکان آئے تو زر پنشن

اپنے خرچ مین نہ لائے اور کل خیرات کرتے رہے شاہ آباد کے آنریری مجسٹریٹ بھی رہے
باٹ فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدین پر نہایت اعتماد رکھتے
تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد مین انکے کہنے پر انھون نے حاذ
کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اسکی آمدنی و کوٹھریون کے باعث اور حسین گنج آباد
کرنے کے آپ ہی بانی ہوے ہین اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاہ عام کے امور سوچتے اور
انکے اجرا مین کوشان رہتے کئی مسجدین بنوائین اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی
مذہبی فرائض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش
آئے تھے فالج کے مرض مین ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۰ ہجری کو انتقال فرمایا اور عید الضحی کے روز
دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے

چون محمد حسین خان صاحب	حاجی حق شناس و حق آگاہ
نیک رو نیک خو نکو سیرت	عابد و پارسا و ہر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحیٰ	سوے جنت سپرد رہ ناگاہ
عالمی در فراق آن شیخو	کرد فریاد و نالۂ جانکاہ
دادر لغا درین سرائے فنا	نہ گدا ماند و نے بماند شاہ
جُست سالش چو بندۂ مسکیں	گفت ہاتف کہ مرد رضوان جاہ

حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خانصاحب بھی با وضع اور خوش اخلاق شخاص
مین تھے مستقل مزاجی و معاملہ فہمی وغیرہ کے اوصاف مین ممتاز و قت خیال کیے
جانے تھے راقم کے ساتھ بزرگانہ الطاف سے پیش آتے تھے چند سال ہوے۔
آپ نے بھی رحلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خان آنریری مجسٹریٹ اور معقول انسان ہین

قطعۂ تاریخ وفات خانصاحب مرحوم یہ ہی

بمرد احمد حسین خان ذی جاہ — بزیر دامن شاہ امم باد
الٰہی آن گل گلزار احسان — گل خوشبوی گلزار ارم باد
بعیش جاودان در قصر فردوس — خدا را مورد لطف و کرم باد
چو جستم سال تاریخش ز ہاتف — بگفتہ بلبل باغ ارم باد

حافظ غلام علی خانصاحب سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیون مین فخر خاندان ہوے قوت حافظہ اور معلومات اونکی نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی علم مجلسی مین کمال رکھتے تھے اونکے طرز مزاج و خوش اخلاقی سے اہل احباب اونکی ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو ہر دلعزیزی حاصل رہی وہ ابنائے جنس مین فی الواقع نہایت قابل قدر انسان گذرے گویائی اور واقعات گذشتہ کی یادداشت مین یہان اونکا کوئی نظیر نہین تھا نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت اونکی طبیعت کی ایک جزو ہو گئی تھی آپ نے حافظ محمد یار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحب عالم) سے قرأت سیکھی شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی خلیفہ عبد الرزاق صاحب میںنی اور دیگر ناموران شاہ آباد کو دیکھا اور اونکی باتون سے استفادہ کیا اور لکھنؤ کے اہل کمال مین اونکی عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ مین کہ ان کا لکھنؤ مین قیام تھا اس زمانہ مین لکھنؤ ایشیائی تہذیب و تکلفات کا معدن اور علم و رنگینی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آرائیون کا منظر جس

حافظ غلام علیخان

شخص کے کہ پیش نظر رہا ہو اہل علم وعقل کی مجالست مین جسکی عمر بسر ہوئی ہو اُسکے ذہنی خیالات اور ذاتی معلومات کیونکر نہ وسیع ہون - دو نامی گرامی رئیسون کی کریمانہ عنایتون نے حافظ صاحب کو خاص لخاص بزمون تک پہونچایا اور انتخاب روزگار عمائد سے ملایا -

حسام الدولہ فقیر محمد خانصاحب بہادر تہور جنگ سالار المتخلص بہ گویا تعلقدار ملیح آباد جنکی شان و شوکت اور قدر و منزلت کی عام شہرت محتاج بیان نہین ہے وہ آپکے محسن تھے انھین کے فیض تربیت کا آفتاب آپکے سر پر پرتو فگن ہوا اور آپ کی خوبیون کے جوہر کو چمکایا خانصاحب بہادر ہی نے حافظ صاحب کو سرکار شاہی مین ملازم رکھا یا اور اپنے ساتھ لے لیا تاحیات وہ آپ پر الطاف بزرگانہ اور احسان رئیسانہ فرماتے رہے بارہا اپنے ہمراہ آپکو مہمون مین لیگئے چنانچہ شیخ ناسخ مرحوم وغیرہ کے پاس حافظ صاحب خانصاحب ہی کے ساتھ گئے منتہی الکلام کا تصنیف ہونا مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی کا خان صاحب کے گھر آنا یہ سب معاملات حافظ صاحب کے چشم دیدہ ہین - خانصاحب کی عنایت اور فیض صحبت کوئی معمولی بات نہ تھی اُنکی لیاقت اور جاہ وجلالت اظہر من الشمس ہے دو ہزار رو ماہوار تنخواہ تھی بہت سی خدمتین مثل تقسیم تنخواہ محلات شاہی اُنکے متعلق تھین نظم و نسق ملکی مالی مین وہ خیل تھے بسوان باڑی وغیرہ کی نظامت و چکلیداری اگرچہ انکے داماد امام الدین خان کے نام سرکاری کاغذات مین لکھی جاتی تھی مگر اُسکا انتظام سب انھین کا ساختہ پرداختہ ہوتا اسکے علاوہ چارسو گھوڑے بارگیر جنکی اسامی تین تین سو روپیہ تھی خانصاحب کی ذاتی ملکیت مین تھے راجہ مہین لال صاحب چکلیدار سے جب کچھ روپیہ سرکاری باقی رہگیا اور خانصاحب اُن پر مسلط کیے گئے تو اُنھون نے پورا مرزا گنج خانصاحب کو دیدیا اور امین الدولہ بہادر وزیر نے ایک لاکھ روپیہ بابت تعمیر عمارت خزانہ شاہی سے خانصاحب کو عنایت کیا تھا خانصاحب کی لیاقت علمی کا یہ عالم تھا عربی ایسی فصیح بولتے تھے کہ مادری زبان معلوم ہوتی تھی دستخطی صاد ایسے بناتے تھے کہ دس ہزار روپیہ کے انعام پر بھی اُن کی طرح کوئی نہ بنا سکا خان صاحب

کی تہ ہوئی جب نصیر الدین حیدر بادشاہ نے سنی سے جا بناہ کے چرن نیچے چل گویا گھر کریے۔ تو کہا کہ آپ یہ اگھر باقی ہے کیا وہ بھی لے لینگے۔

دیوان گویا بستان حکمت انکے یادگار ہین۔ جب خانصاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو حافظ صاحب کے سر سے ایک بڑی شفقت اُٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے رئیس کو جو اپنے اوصاف مین بے مثل تھا ان پر مہربان کردیا اُن کا نام نامی منشی محمد حسین صاحب تھا وہ گدیہ ضلع بارہ بنکی کے تعلقدار و مدار المہام اودھ کے نائب تھے دیوانخانہ وزارت کے امورات کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار اُنکے قلم کے متعلق تھا منشی صاحب ممدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر کرتے تو ضرب المثل خوش بیانی مین ایسے دلچسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول جھڑ رہے ہین اور جسوقت قلم اُٹھاتے تو زودنویسی کی یہ کیفیت تھی کہ گویا قلم مین پر لگے ہوے ہین اور وہ اُڑتا ہوا چلا جاتا ہے تھوڑی دیر مین جز کے جز رنگ کر ڈالدیتے جوہر شناسی اور شریف پروری مین یکتاے روزگار تھے۔ رُکن سلطنت ہونے کے علاوہ پونے دو دو لاکھ روپیہ کی مالگذاری کا علاقہ خود اُن کے قبضہ مین تھا اور چودہ سو اشخاص اُن کے ذاتی ملازم تھے منشی صاحب موصوف کے دل مین حافظ صاحب مبرور کی جو اس قدر گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ اُن کے مخالفین نے از راہ تحاسد سرکار

سلہ تاریخ آفتاب اودھ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب کے صفحہ ۸۴ مین ہے ایک منشی محمد حسین صاحب بھی علی نقی خان بہادر کے کاربردازون مین بڑے لیئق ہوشیار عاقل و چالاک تھے یہ قوم شیوخ قدوائی رئیسان قصبہ رسولی مین بڑے قدیمی عالیخاندان تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام چکری وزارت پر حاوی تھے گویا ملک اودھ اُن کے زیر قلم تھا غدر ۱۸۵۷ء مین یہ منشی باتوقیر باغیون کے ہاتھ سے لکھنؤ مین شہید ہوے اور ایک بڑا تعلقہ گدیہ وغیرہ ضلع بارہ بنکی مین چھوڑا۔

سلطانی مین اُن سے برہمی پیدا کرادی تھی اُس وقت ظاہری باتون والے کنارہ کش ہوگئے عتاب شاہی اُن کی بربادی پر آمادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و غلام اور کنبے کے اُنکا ساتھ دینے کو تیار ہوگئے منشی صاحب نے حافظ صاحب کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کسوٹی پر اچھی طرح جانچ لیا جب اُسکو زر کامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اُس کے بعد صفائی ہوکر پھر سرفرازی حاصل ہوگئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی امارت او لیاقت کے جوہر دکھلاے اور حافظ صاحب کو اپنی دریا دلی اور رئیسانہ فیض رسانی سے مالامال کردیا۔ مجلس اپنے ہچشمون مین انکا اعزاز کرتے ان کے منفعت کے موقع پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کہا کرتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہان تشریف لیگئے اُس وقت انکی مجلس معززاشخاص و امراے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہرائچ آغائی صاحب ناظم سلطان پور وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام مسنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قد اُٹھکر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ آئیے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی تعظیم کو اُٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعرفی چاہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہین جسکے جواب مین منشی صاحب نے کہا کہ مین انھین بجاے اپنے بڑے بھائی کے تصور کرتا ہون اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وضعدارون مین ہین اور اسی طرح بہت کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وضعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی محسن و مخدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غریب کے دل مین کسی دوست کی محبت جاگزین ہوجاتی ہے تو پھر وہ غیریت کا
خیال نہین رکھتا۔ اور یگانہ و بیگانہ سے اُس کی توصیف کرکے وقعت و نیکنامی بڑھاتا
ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیما بین پیدا ہو گیا تھا ان کے خلوص نے
اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا اور اُن کی رئیسانہ عنایت اور ذاتی محبت نے ان کو ممنون
بنا لیا تھا۔ جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ مین تشریف لیجاتے تو
ان کو ہمراہ لیجاکر روشناسی کراتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن ملانوان منشی
سعود صاحب بلگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے یہان حافظ صاحب کو لیگئے
ایک مرتبہ راجہ بینی مادھو صاحب تعلقدار شنکرپور اور راجہ رگھنا تھ صاحب تعلقدار
ستایان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑ کر شاہی سرکار تک پہونچا
نواب علی نقی خان مدار المہام تھے اور اُن کے نائب منشی صاحب ممدوح تھے اکثر
مدار المہام صاحب حکم دیکر محل مین چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے
قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے معائنہ کو
خود تو نہ جاسکے مگر اپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ
کے لیے بھیجدیا جب یہ وہان گئے تو دونون راجاؤن کے بیانات اور ثبوت لیکر
اُنھون نے سرحد قایم کردی اور رفع شر کرکے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب
نے دریافت کیا کہ کسی نے کچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب مین آپ نے کہا کہ سرکار
شاہی سے جو مجھے تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے
کسی بات کی تکلیف نہین اسکی کیا ضرورت تھی جنس وغیرہ کی کثرت رہی اتفاق سے
اُسی زمانہ مین فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت مین

حاضر ہوے اور اشرفی وغیرہ نذر مین پیش کی منشی صاحب نے ازراہ چشم نمائی تحکمانہ
ہوے کہا کہ مجھے آپکی نذر کی تمنا نہین اس قدر کی مراعات سے حافظ صاحب متحیر ہوے
جو اسقدر مسافت طے کرکے وہان گئے تھے اور تمہارے جھگڑے کو ختم کرایا اور سفر خرچ
خیال نہ کیا اون مین سے نہایت معذرت کی با آخر وہ نذرانہ کی رقم واپس کو لائے
ایک بار حافظ صاحب کسی تقریب کی ضرورت سے لیئے شاہجہانپور کو لکھنو
سے آرہے تھے اثنائے راہ مین چوری ہوگئی اور اس امر کی خبر منشی صاحب کو ہوئی
اوسی وقت انھون نے چند سوار بھیجے اور انکے زمیندارون کے نام حکم نامہ جاری
کہ تمہاری حدود مین یہ سرقہ ہوا ہے یا تو سراغ لگاؤ یا ان کے مال مسروقہ کا معاوضہ دو
ورنہ تم بھی شریک سازش سمجھے جاؤگے اور اسکا تدارک تمہارے حق مین بیجا نہوگا -
چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو نقد البدل ملگیا -
حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس مین بڑے بڑے لوگون کا گذر مشکل سے
ہوتا تھا ان مین میری رسائی ہوا کرتی تھی چنانچہ دیانت دولہ کے یہان جشن مجالس عزا مین
واجد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوس مین شریک تھے اس مجلس کی وہ کیفیت
یہ بیان کرتے تھے کہ بالاخانہ پر خاص اشخاص کی مجلس منعقد تھی ایکبار لوگ بولے کہ حضرت
آرہے ہین دیکھا تو حضرت سلطان عالم بادشاہ اودھ تشریف لا رہے ہین ہر شخص تعظیم کو اٹھا جب بادشاہ بیٹھے جملہ
اشخاص بیٹھ گئے چونکہ موسم سرما تھا حضرت سلطان عالم ایک بیش قیمت دوشالا اوڑھے تھے اور اس زمانہ مین
قطب الدولہ وغیرہ سنی ڈھاریون کا تقرب وبڑا اثر تھا اسوجہ سے بادشاہ کے چہرے پر داڑھی بڑھی ہوئی تھی
سرخ سفید رنگ سر پر سیاہ بالون کی داڑھی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی لاتی ورقہ داری مین شخص بیٹھا ہوا ہے
لکھنو مین مرزا مولا خان صاحب تھا بہا چھوٹی جو فوج مین سالہ داری وغیرہ کے

عہدہ پر ممتاز اور خوش رو جوان تھے حافظ صاحب سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے اونکے
پاس کبھی آپکی آمد و رفت رہا کرتی تھی ۔

جب راجہ جوالا پرشاد معزول ہوے اور منشی محمد حسین صاحب کچہری سلطانی سے
ہٹائے گئے تو منشی صاحب بیکاری کے زمانہ مین پھر اپنے جادہ منصب کے حاصل
کرنے کی کوشش مین مصروف ہوے اس سلسلہ مین وہ اہل اللہ اور مقبولان الٰہی سے
ملتے اور اپنے مقصد کے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا ۔ اُسوقت
لکھنؤ مین ایک درویش منور علی شاہ صاحب عجیب صاحب کمال تھے ۔ حافظ صاحب کا
بیان ہے کہ مین اونکی خدمت مین منشی صاحب اور نیز اونکے بھائی شیخ زین العابدین
صاحب کے ہمراہ بارہا حاضر ہوا اونکی روشنضمیری کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص اونکی
طرف سے بدگمانی کرتا یا ناقص خطرہ دل مین لاتا یا کچھ تشخص کرتا تو شاہ صاحب تنبیہ اور
یقین دلانے کی غرض سے اوسکے گناہ ماضیہ بیان کردیتے اور وہ شخص اپنے عیوب اور
افعال قبیحہ سے واقف ہوکر مؤدب ہوجاتا اونکی مجلس مین کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی
القصہ منشی محمد حسین صاحب اونکی دعا سے پھر اپنی جگہ پر بحال ہوے ۔ منشی صاحب کی طرح
اونکے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق
و محبت سے پیش آتے تھے منشی صاحب ازراہ اعتماد تقریبات مین باورچیخانہ کا انتظام
بھی ان کے سپرد کردیتے ۔ حافظ صاحب کے دل سے تا زیست منشی صاحب کے
احسانات اور برتاو فراموش نہ ہوے ۔ اوس عہد مین منشی صاحب کے فرزند شیخ
واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوے خُرد سال تھے ۔
اور اونکے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب ابن شیخ زین العابدین صاحب بھی کمسن تھے ۔

وہ مخاطبت مین حافظ صاحب کو چچا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہردوئی
مین بعہدہ ڈپٹی کلکٹری متعین ہوے اور بتقریب دورہ موضع گکراہی تشریف لائے اور
حافظ صاحب اونسے ملنے گئے تو اونھون نے قدیمی مراسم معلوم کرکے آپکی نہایت
تعظیم و توقیر کی اور ہردوئی مین دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگون کے قصّے کہتے
سُنتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر اور بادشاہی مقرب تھا اور محلسرا مین اوسکی بہن بادشاہ کی
منظور نظر تھی اوسنے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا
بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانعلیخان شاہجہانپوری چکلیدار کیوجہ سے
راجہ نواب علیخان صاحب بہادر رئیس محمود آباد کی خدمت مین بھی حافظ صاحب کو بے تکلفی
حاصل تھی اور راجہ صاحب ممدوح نہایت رئیسانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا
ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کا کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جاکر عرض کیا
اور اونھون نے اوسپر توجہ فرمائی۔ بعہدۂ چکلیداری جب خانعلیخان کو ضمانت کی ضرورت
پیش آتی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کردیا کرتے تھے اور خصوصیت
سے اونکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانعلیخان
کے یہان تبقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و انتظام مین
مصروف ہوتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ جمعہ خان سلیمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذائقہ انبہ لیکر محمود آباد
گئے مگر راجہ صاحب کو وہان نہ پایا معلوم ہوا کہ لکھنؤ مین تشریف فرما ہین انبہ لیکر لکھنؤ پہونچے

اوسوقت مین راجہ صاحب بارہ دری واقع تالاب حسین آباد مین قیام فرماتے تھے حافظ صاحب
جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت مین حاضر ہوے بلکہ وقت تھا حافظ صاحب
نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور دور دراز سے آپ کے شوق اور دست کرم
کا شہرہ سنکر چند بہنگیان آمون کی بڑے اہتمام سے لیکر محمود آباد مین حاضر ہوے تھے
وہان آپ کے نملنے سے دو گھنڈ آئے مگر افسوس کہ اس عرصہ مین وہ انبہ خراب ہوگئے
اور وہ بیچارے بہت اندوہمند ہین راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اسوقت آمون کا کیا لیجا
حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیون سے لاجواب پود تیار ہوسکتی ہے چنانچہ راجہ صاحب
نے اونکے تخم بونے کا حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آمون کے صلہ مین مالا مال کردیا یہ امر
صرف حافظ صاحب کی حسن رسائی اور خوش بیانی کا ثمرہ تھا کہ وہ بیکار گٹھلیان بھی ٹھکانے
لگے اور لیجانے والے شخص کی محنت وصول ہوگئی ورنہ ایسی صورت مین کون امید کامیابی
کی ہوسکتی تھی قیمت انبہ کا نقصان اور آمد و رفت کی زحمت برداشت کرنا ہوتی۔

چودھری مسند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے مراسم تھے۔
اور وہ نہایت اخلاق رئیسانہ سے پیش آتے تھے ہمیشہ آپکی توقیر و خاطر کرتے جس
زمانہ مین کہ شاہی فوج سندیلہ مین آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ گئے ہین
تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے مین شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے علیحدہ
انتظام کرنے سے فارغ تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے رؤسا مین ایک ممتاز و جلیل القدر
رئیس تھے اونکی علمی قابلیت و انتظامی لیاقت ضرب المثل تھی اونکو خوش لباسی سے
کمال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اوسکو ازراہ خوش مذاقی
چاک کردیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اوسکے صرفہ و قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری حشمت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی
مین مشہور روزگار رئیس گذرے ہین حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے
حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ مین ناسخ
آتش انیس دبیر وغیرہ کی صحبت مین جاتے اور اونکے عام مجالس مین شریک ہوکر شعر و سخن
سے حظ اوٹھاتے حافظہ کی خوبی سے صدہا اشعار برمحل حافظ صاحب کو یاد تھے شعرا کے
علاوہ نامی گرامی علما و فقرا کی خدمت مین بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات و معلومات
سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محلی مولوی
تراب علی صاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب
شہید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہین

غلام امام صاحب میلاد خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم مین
دن بھر چاء کا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہوکر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے
اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلین کا نہین لیتے تھے اور حضور کے صفاتی
اسما مثل ہمارے بادشاہ دوسرا سلطان دوجہان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے
خطابات سے مخاطب کرتے آواز مین چندان رنگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد او عشق صادق کا
اثر تھا کہ سامعین بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس
حافظ صاحب بیٹھے ہوے تھے کہ میان راحت جنکی ٹھمریان مشہور ہین آ گئے۔ اوس
زمانہ مین حضرت مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور ادھون نے یہ ٹھمری ؎
اون سے فتح علی کھیلت ہوری ۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

پڑھی اور مز اکی طرف اشارہ کیا اوسوقت ایک عجیب سمان تھا حاضرین پر رقت طاری تھی کلام کی مقبولیت اور مولانا کے تصرف کا جلوہ پھیلا ہوا تھا

لکھنؤ کے نواح کے مشہور قصبات مثل امیٹھی نیوتنی کاکوری خیرآباد وغیرہ کے اکثر نامور اشخاص سے حافظ صاحب کو اچھی طرح روشناسی حاصل تھی -

حضرت سید معشوق علی صاحب خیرآبادی جو صاحب باطن اور بڑے مرتاض درویش گذرے ہین حافظ صاحب کے پیر و مرشد تھے - خیرآباد مین سید صاحب موصوف کے یہان حافظ محرم علی صاحب کی صحبت کا شرف بھی حافظ صاحب کو حاصل ہوا تھا -

اگر حافظ صاحب کے مراسم کی تفصیل کیجائے تو ایک دفتر ہو جائے جب کبھی وہ بیٹھتے تھے تو بیسیون نامور اشخاص کا تذکرہ کرتے تھے -

اکثر معاملات مین لوگون نے حافظ صاحب کے ذریعہ سے اپنے مقصد کو رجوع کیا ہے چنانچہ حسن علیخان جو خالص پور کیطرف کے رہنے والے تھے جب اونھون نے چکلیداری شاہ آباد کی نیابت کی خواہش کی تو حافظ صاحب ہی کے توسط سے یہ تحریک کرائی - اُس زمانہ مین حافظ عبد اللہ صاحب شاہ آباد کے چکلیدار تھے حافظ صاحب نے چکلیدار صاحب موصوف سے اونکی خواہش ظاہر کی اونھون نے جواب دیا کہ حسن علیخان کے مزاج مین جبر و تشدد کا مادہ زیادہ ہے اسلیے مین پس و پیش کرتا ہون مگر آخر مین تنہا کام نہ چلا اور حافظ عبد اللہ صاحب کو مددگار کی ضرورت پیش آئی اور حسن علیخان کو نائب بنایا -

جس وقت مین حافظ صاحب چلتے پھرتے تھے اور زمانہ اونکے موافق تھا حکام کی خدمت مین بھی اونکو رسوخ حاصل تھا مجسٹریٹ ضلع اور حاکم تحصیل وپرگنہ اونکی عزت کرتے تھے اکثر واقعات اُنکے قابل الذکر ہین چنانچہ ڈپٹی اکرام اللہ خانصاحب کاکوروی جبکہ

حاکم تحصیل تھے اور جامع مسجد شاہ آباد زیر تعمیر تھی اوسکی داگذاشت کی بابت بھی ڈپٹی صاحب موصوف نے حافظ صاحب کو صلاح دی تھی۔

حافظ صاحب مین صاف گوئی کا مادہ بھی تھا ایک بار کا قصہ ہے کہ سیتاپور مین صاحب کمشنر سے ملنے نواب دوست علیخان صاحب تعلقہ دار باسط نگر گئے اور بھی رؤسا وہان فروکش تھے حافظ صاحب بھی اوسجگہ موجود تھے منشی سید فضل رسول صاحب تعلقہ دار جلالپور رئیس سندیلہ نے نواب صاحب ممدوح سے اونکے فرزند نواب حسین علیخان کی بابت دریافت کیا چونکہ نواب صاحب اپنے فرزند سے اوس زمانہ مین کچھ ناراض تھے اسلیے بیٹے کی شکایت کی مگر حافظ صاحب نے نواب صاحب کی ناگواری کا خیال نہ کیا اور مواجہہ مین امر واقعی صاف صاف کہدیا۔

بعض یورپین صاحبان بھی حافظ صاحب کے طرز مزاج کو پسند کرتے چنانچہ ہارول صاحب اکثر آپ سے ملنے مین دلچسپی لیتے۔ اور حافظ صاحب بھی اونکی خاطر کرتے اور صاحب کبھی کوئی چیز تحفہ مثل لکھنؤ کے خربزہ وغیرہ کے لایا کرتے۔ حافظ صاحب کے حافظہ کی خوبی اور راست بیانی کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ جب اس خاکسار نے تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اور حالات دریافت کیے تو حافظ صاحب نے سلاطین اودھ اور باشندگان شاہ آباد کے متعلق اکثر واقعات بیان کیے اونکے بعض بیانات کتابون مین بھی سے ملے اور مطابق پائے گئے۔

قوے اونکے بہت اچھے تھے باوجودیکہ سو برس سے عمر تجاوز ہوگئی تھی مگر اعضا صحیح حواس درست تھے اگر اس آخری عمر مین سرکار ضم اور جائداد کی زیرباری و مصارف کی کثرت وغیرہ کے افکار نہ ہوتے تو اس سے بھی جسمانی حالت اونکی اچھی رہتی۔ حافظ صاحب

کی ہے ۱۱۶۱ سنہ ۱۲ ہجری منقوش تھے اور یہ سجع ع علی امام من ہست و منم غلام علی + کندہ تھا بعض کاغذات پر مہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے

حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے آپ کے والد احمد علیخان ذاتی شجاعت وضعداری اور پابندی صوم و صلوۃ مین مشہور تھے علاوہ اپنی برادری و اہل وطن کے عمائد اور صلحا لکھنؤ مین جسجگہ وہ جاتے توقیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلی دیوان رحیم داد خان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیر خان کے ہمعصر تھے۔ دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبداللہ خانصاحب احمد علیخان کے والد بزرگوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کر کے ذیل مین درج کر دیا ہے اوس سے مفصل شاخون کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ افسوس کہ ۲۸ محرم ۱۳۲۶ھ مطابق ۱ فروری ۱۹۰۸ء شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر مین انتقال کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ چونکہ راقم کے شفیق اور عم نامدار تھے اور نہایت مناسبت رکھتے تھے اسوجہ سے اس دائمی مفارقت کا نہایت ملال ہوا کئی مادہ نکال کر قطعات لکھے منجملہ اونکے یہ مصرعہ تاریخی ع غلام علی خان ہوا گئے سبے بدل ۶ ہے اور بخوف طوالت صرف ایک قطعہ یہان تحریر کیا جاتا ہے ع

حیف رفت عم گرامی از جہان	شد مبتلائے رنج و الم جان ناصبور
کن سعی از خفیا مظفر برشتہ دل	تاریخ انتقال بگو طالب غفور

۱۳۲۶ ۲۸

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی کھنچوائی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا ننہال کنھر پور واقع محلہ بدریا مین تھا حسن علیخان خلیل قوم کے پٹھان جو نہایت شہ زور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار مین پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے

آپ کے نانا تھے اور امیر علیخان صاحب ماموں تھے جنکے حالات مہدی صاحب قادری کے
تذکرہ مین ضمناً بیان ہوے ہین۔ حافظ صاحب کے منجھلے بھائی خادم علیخان صاحب نہایت
ذہین اور انتظامی لیاقت مین بہت لایق انسان سمجھے جاتے تھے آپکے بڑے فرزند محمد علیخان صاحب
فن منشی اور ... وفات ... سمجھے ... گئے

دیوان رحیم داد خان سلیمانی

- بھائی خان
  - مانت خان
    - عبد اللہ خان — احمد علیخان
      - غلام علیخان — حافظ علیخان وغیرہ
      - خادم علیخان — محمد علیخان وغیرہ
      - منعمت علیخان — مظفر حسین وغیرہ — اظہر حسین و وجاہت حسین وغیرہ
      - دختر منکوحہ امتیاز علیخان — اولاد دختری
    - عظیم خان — اولاد دختری
    - قطب خان — لاولد
    - حمزہ خان — لاولد
  - سعادت خان
  - ضیاء خان
  - صالت خان — لاولد
- فتح خان — لاولد
- صاحب داد خان
  - الہ داد خان
    - شیر انداز خان
      - شہریار خان — اولاد دختری
      - محمد یار خان — اولاد دختری
    - مولا داد خان — حقداد خان — ولی داد خان — لاولد
  - قادر بخش خان — قائم علیخان
  - دختر منکوحہ ...
- دختر منسوبہ دیوان عنایت خان — نصیر خان
  - رستم خان
    - عظیم خان — بخت اللہ خان — امیر علیخان و امداد حسین خان وغیرہ
    - دختر حمیت بی بی
    - دختر زوجہ الہ داد خان
  - ستار خان — لاولد

عبداللہ خان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھین انکی دو لڑکیان بھی تھین ایک قادر داد خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھین پردیس خان جہان خان کے فرزند تھے جہان خان کی دختر رستم خان کو منسوب تھین شاکر خان صاحب نواب رحیم داد خان کے بہنوئی اور ایک جدی تھے۔ ان کے فرزند داود خان تھے مگر اونکا زیادہ سلسلہ نہین چلا جہان یار خان کی دختر رستم علیخان کو منسوب تھین جنکے بطن سے نواب مقصود علیخان پیدا ہوئے بخش اسد خان کی دختر منصب علیخان کو منسوب تھین عبداللہ خان کے دو فرزند اسد علیخان اور شادل خان بھی تھے مگر لاولد رہے اور اس وجہ سے اُن کا نام شجرہ مین داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

مولوی محمد منصب علیخان صاحب سُلیمانی

آپ احمد علیخان کے فرزند اور حافظ غلام علیخان کے چھوٹے بھائی تھے نہایت سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے ہمچشمون مین بالیاقت ہوے انشاپردازی اور موزون طبعی دونون قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور برادر نامدار سرکار لکھنؤ مین ملازم تھے اسلیے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ دونو جگہ ہوئی بیشتر ابتدائی کتابین شاہ آباد مین مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر مین شہید ہوے پڑھین اسکے بعد لکھنؤ مین مولوی امیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ زمانہ شباب مین عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب سہسوانی سے جو عالم درویش سیرت اور مولانا عالم علی صاحب مرادآبادی کے شاگرد رشید تھے تحصیل کی

(حاشیہ متعلق صفحہ ۹۰)

لہ حضرت مولانا اشرع والتقدس اون زمین کیتا سے روزگار بزرگ ہوے آپ شیخ احمد عرف ملا جیون کی اولاد امجاد مین تھے ملا جیون اورنگ زیب بادشاہ کے اوستاد تھے اوعہد عالمگیر سے فرخ سیر کے عہد تک مقتدائے انام اور شیخ الاسلام رہے ملا صاحب نے سات برس کی عمر مین قرآن حفظ کیا اور ۲۲ سال کی عمر مین تفسیر احمدی اور ۵۰ سال کی عمر مین بمقام مدینہ منورہ نور الانوار تصنیف کی ۱۱۳۰ ہجری مین وفات پائی اور اپنے وطن امیٹھی مین مدفون ہوے مزار و مدرسہ آپ کا مشہور ہے۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی پانچوین پشت مین تھے مولانا نے علم ظاہری لکھنؤ مین تحصیل کیا ۱۸ برس کے سن مین مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی کی خدمت مین حاضر ہوے اور مثنوی معنوی شرح مشکوۃ شریف و بعض تصانیف شیخ محی الدین ابن عربی کا درس لیا سات برس تین ماہ سترہ روز صحبت اُستاد دبیر مین حاضر رہے اسکے بعد ۱۲۴۲ ہجری مین بروز عید الضحی بیعت سے مشرف ہوے مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ لڑکپن سے متقی دیندار واقع ہوے تھے حضرت پیر مرشد نے مکرر ارشاد فرمایا کہ امیر علی گوہر بے بہا ہے بعض کہتے ہین کہ اونھون نے آپکو امیر المومنین بھی کہا تھا چنانچہ حسب ارشاد ہدایت خلق وجہاد وغیرہ مین مصروف ہوے آپ کے فیضان صحبت سے ہزارہا اشخاص کو صوم وصلوۃ کی توفیق ہوئی منہیات سے باز رہے صدہا مسلمان مرید وفیضیاب ہوے جب آپ پر زیارت خانۂ کعبہ کا جذبہ غالب ہوا تو بے زاد راہ عرب چلدیے دو سال تین ماہ مکۂ معظمہ و مدینہ منورہ مین مقیم رہے اور فیض و برکات حاصل کیے۔ دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوے ہر ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کی ہزار دن مومن جو ہمراہ تھے غیب سے روزی پاتے تھے دوسری بار واپس آکر تارک الدنیا ہوگئے اور جنگل مین ایک مسجد خام بناکر معتکف و متوکل ہوکر بیٹھ گئے۔ غلام محمد صاحب جو والد ماجد منشی غلام امام صاحب شہید اور بندگی میان نظام الدین صاحب کی اولاد امجاد مین تھے آپ کے مرید ہوے آپ نے اپنے پیر و مرشد کی کلاہ اونکے سر پر رکھی اونپر محبت الٰہی غالب ہوگئی عالم رویا مین بندگی میان نہایت خوشنود ہوے بمبئی مین مولوی عبدالاحد خلیفۂ اعظم بار یاب شاہ نے آپ کو ایک کلمہ سخت کہا اونھون نے اپنے حق مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب دیکھا اور تائب ہوکر معتقد ہوے۔ ۱۲۷۱ ہجری کو اجودھیا مین جب مسجد منہدم کیگئی تو ہزارون لوگون نے آپ کو امام بنایا آپ حمیت دینی کیوجہ سے خدمت اسلام کو اوٹھے نواب علی نقی خان نے دغا کی مگر آپ نے غیرت ایمانی سے منھ نہ پھیرا اور سولہ صفر روز شنبہ سنہ مذکور کو جوانمردی سے لڑکر شہید ہوسگئے (باقی بصفحہ ۹۲)

بلکہ تعلیم کے سلسلہ مین مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے لیاقت کے علاوہ سرشتی طور پر خوش الحانی خوشخطی تیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ مین موجود تھے جسمانی قوت خوبصورتی و موزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا فقرا اور اہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تھا شیخ عنایت حسین صاحب مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جسوقت مین کہ آپ کا لکھنؤ مین قیام تھا اوس زمانہ مین میر انیس صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا نیا اور اچھا مرثیہ مشہور ہوتا یا وہ پڑھتے مین اوسکو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ مین جب آپ پڑھتے تھے اوس عہد مین ہر فن کے کاملین سے لکھنؤ بھرا ہوا تھا اکثر نامی شعرا اور مشاہیر علما کی خدمت مین جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق کے ساتھ نفاست اور آسایش پسندی کا اثر وہان کے باشندون کی طرح آگیا تھا۔

شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی مین ملازمت کی اور پھر اوسکو ترک کردیا۔ وہان منشی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہوگئے تھے سب بھائیون مین چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے بھائی حافظ غلام علیخان نے نہایت دلجوئی و شفقت مربیانہ اُن پر فرمائی۔

جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی عملداری ہوئی تو ہر سہ بھائیونکا شاہ آباد مین

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ متعلق صفحہ ۹۰) ۱۲۵۰ھ سر میدان کفن بردوش دارم: آپکا مصرعہ پڑھا ہوا مادہ تاریخ ہے آپکا استشہار منظوم مجالطبت واجد علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتین بہت سی مشہور ہین۔ رُدولی کے چودھری کو ایک نعش کے دفن ہونے کی ہدایت کی دریابادمین آپ کا لشکر پڑا ہوا تھا خشک کنوان آپ کی دُعا سے لبریز ہوگیا تھا۔ بعض شہدا کی نعش ایک ایک ماہ خون سے تر و تازہ پڑی رہی اور مقتل د مدفن معطر پایا گیا۔

منتقل قیام ہوا اور دیہات کی طرف جنکی کافی آمدنی تھی توجہ مبذول ہوئی ہر ایک بھائی نے علیحدہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ عدالتی معاملات و مقدمات حافظ غلام علیخان کے متعلق تھے۔ زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علیخان کے ذمہ تھی سیاق و سباق وغیرہ کا تحریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت مین اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار مین رونق پیدا ہوگئی اور عرصہ تک انتظام بڑے اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش انتظامی و ہوشمندی کے آسایش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہین کیا گیا اور اخراجات اپنی حد سے بڑھنے گئے جب آمدنی کافی نہوئی تو قرضہ لیا گیا اور اوسکا سود بڑھتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جائداد زیربار ہوکر ضایع ہوگئی اور جزحصہ اوسکا باقی رہگیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج مین خداپرستی اور محبت الٰہی کا مادہ بھی موجود تھا پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیرآبادی کے مرید ہوے اور اونکے انتقال کے بعد سید شمشیر علی صاحب عرف مینڈو شاہ علیہ الرحمہ کے طالب ہوے۔ روشن ضمیر پیر نے اپنی کامل توجہ سے رنگ دیا اور عشق کا درد دل مین پیدا ہوگیا تصوف کی کتابین اکثر مطالعہ مین رہتین۔ اور حاجی محمد حسین صاحب اختیارپوری جن سے کمال انسیت تھی مجالست رکھتے۔ آپ کے ہمخیال و ہم مشرب میر نجف علی صاحب بھی تھے چنانچہ میر صاحب موصوف جب تشریف لاتے تو علمی مشاغل کے چرچے رہا کرتے کبھی کوئی کتاب لکھی جاتی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ سراکبر مصنفہ شہزادہ محمد دارا شکوہ میر صاحب ہی راجہ دیپ سنگھ تعلقہ دار سواجپور کے پاس سے لائے تھے اور اس ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بار ہا فقرا اس قسم کے آئے جن مین سالک

ومجذوب وصاحب کمال ہوتے اُن سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوتی بعض فقیر دلی
خطرات اور ذاتی راز بیان کردیتے۔ آپکی لیاقت کے ثبوت مین ایک یہ امر بھی ہے کہ
برادری مین کوئی مناقشہ پیش آیا تو اوسکی پنچایت کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور
اس قسم کے فیصلنامے آپ کے قلم کے لکھے ہوے دیکھنے مین آئے میلاد شریف پڑھنا
تو خاص آپکا حصہ تھا بلا خیال تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس زمانہ سے تا ایندم آپکے
رنگ کا میلاد پڑھنے والا نہین نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز مین ایک درد ایسا تھا
کہ جو سامعین کے دل پر عجیب اثر ڈالتا تھا۔ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ محفل
میلاد شریف منعقد ہوکر سامعین مجتمع ہوے اور آپ کو جانے مین کچھ دیر ہوئی تو آپکا
انتظار کیا گیا اور نا پہونچنے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پڑھنا پسند نہ کیا اور آپکو
ضرور نا بلوایا چنانچہ نواب دوست علیخان کے یہان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا۔
اس نواح کے معزز و مشاہیر لایق اشخاص نے آپکی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو
حکیم سید فرزند علی صاحب انسر الاطبا نے جنکی قابلیت و خوبیان مسلم الثبوت ہین کئی بار
بیان فرمایا کہ شاہ آباد مین منصب علیخان نہایت بالیاقت شخص تھے اور مجھ سے اُن سے
عزیزانہ مراسم سے ہین۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب رئیس شاہجہانپور جو نہایت
تیز وطرار و قابل انسان تھے اونھون نے بھی بسبیل تذکرہ راقم سے کئی بار کہا کہ شاہ آباد
مین میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوشرو اور ذی لیاقت اشخاص ہین گذرے
ہین افسوس کہ اونکی قضا نے بہت جلدی کی آپکا کلام بہت فصیح اور بندش نہایت اچھی
ہوا کرتی تھی اکثر غزلیات مثنویات اور مناجاتین وغیرہ تصنیف کین مگر غایت استغنائی
سے بے احتیاطی سے ڈالدین اور کبھی اونکو بیاض کی صورت مین جمع نہ کیا جسکا دل چاہا

وہ کلام لیگیا بعض جنہیں جو راقم کو اُن سے دستیاب ہوئین وہ موجود ہین اُن سے بطور اختصار کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہین

غزل من کلام مولوی منشی منصب علیخانصاحب مرحوم مغفور

چمک نکلی ہے جب سے ابروِ شمشیر قاتل کی
مری آنکھون مین صورت پھر رہی ہو مرغ بسمل کی

کہان ہاروت اور ماروت نے زہرے سے الفت کی
مہینون سیر ہم کرتے رہے ہین چاہ بابل کی

سیاہی مٹ کے پہونچی روشنی جا واطرف دل کے
حقیقت کھل گئی جب آب و آتش باد اور گل کی

طبیعت شب کو بہلی داستان حسن سے اپنی
جگنو دون سے سُنی ہمنے کہانی ماہ کامل کی

فراق یار مین نغمہ نہین اک شور ماتم ہے
جگر مین چٹکیان لیتی ہین منقارین عنادل کی

غزل خوانی کا چرچا حسن خوبان کا تماشہ ہو
بہم ہین صحبتین کیا ان دنون یاران یکدل کی

علاقہ حور سے اوسکو نہ پریون سے تعلق ہو
تمھارے عشق مین منصب نے یہ جاگیر حاصل کی

اس غزل کا ایک شعر جسکا مطلع یہ ہے ؎ ممکن نہین پری تیری تصویر کا جواب
نہایت بھلا معلوم ہوتا ہو ؎

یہ دونون نور چشم محمد ہین بیمثال
شبر کا ہو نظیر نہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہین

خداوندا کرم اپنا تو کردے
مرا دل شوق سے اپنے تو بھردے

کہ تیرے عشق سے مسرور ہوجائے
مرا دل نور سے معمور ہوجائے

وہ دل اپنے کرم سے تو عطا کر
بھرا ہو عشق سے تیرے سراسر

مرے دل مین طپش وہ عشق کی دے | کہ جس سے جل اٹھین میری رگ و پے
الٰہی شہر دل کو کر تو آباد | محبت خانۂ عشقِ ستم زاد
دوئی کے حرف کو دل سے مٹا دے | تو اپنا جام وحدت کا پلا دے
ترا جذبہ عنایت کا جو آ جائے | توہم بود کا نابود ہو جائے
تو گر چاہے تو بد کو نیک کر دے | مرے دل کو صفائی کا اثر دے
طفیل مصطفٰے میرے خدایا | تو کیجیو خاتمہ بالخیر میرا

ایک نظم مین دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچکر دکھلائی ہے

کچھ عجب کارگاہ عالم ہے | شادی و غم جہان مین توام ہے
چمن دہر کی ہے ایسی بہار | پہلوئے گل مین ہین چھپے ہوئے خار
کسی گلشن مین آئی جو بہار | ساتھ اوسکے خزان بھی ہے تیار
مثل گل ایک دم جو کوئی ہنسا | غم و آفت مین سو طرح سے پھنسا
ہے جو رنگ جہان طلسم مثال | ساری باتین ہین اسکی خواب و خیال
رشک گلشن تھا کلبۂ احزان | تیرے قدمون سے اے گلِ خندان
چین تھا دل کو اور تسلّی تھی | دن بدن عیش کی ترقی تھی
ایسی بدناگہان ہوا آئی | چمنِ وصل مین خزان لائی
ایسے جھونکے سموم غم کے چلے | خشک جس سے نہال دل کے ہوے
تھا جو نخلِ مراد خرم و شاد | صرصر غم نے کر دیا برباد
جس سے راقم کی زندگانی تھی | عیش تھا دل کی کامرانی تھی
مجھکو اوس گل سے کر دیا مہجور | جس سے رہتا تھا دل مرا مسرور

ساری رونق گئی نگار کے ساتھ	جگ جاتا رہا بہار کے ساتھ
پانون وحشت نے اپنے پھیلائے	ہاتھ سودے نے اپنے دکھلائے
لشکر غم جو آکے ٹوٹ پڑا	سب متاع خرد کو لوٹ لیا
ایسا فرقت نے بیقرار کیا	جیب و دامان کو تار تار کیا
کوئی مونس ہولے پاس نہین	جز غم و درد آس پاس نہین
گردش آسمان ستاتی ہے	جان میری لبون پہ آتی ہے

اس قسم کی نظمین طول طویل موجود ہین مگر اندیشۂ طوالت سے انتصار کو کام مین لایا گیا ایک مثنوی جو نہایت سوز و گداز سے اپنے پیر و مرشد عارف باللہ سید شمشیر علی صاحب کے روبرو پیش کی تھی اور وہ پیر و مرشد کے حضور مین قبول بھی ہوئی تھی یہان چند شعر اوسکے تحریر کیے جاتے ہین ؎

ہے کہان ساقیِ سراپا نور	جلد دے ساغر شراب طہور
ایسا دے ایک جام لاثانی	جسکے پینے سے دل ہو نورانی
وہ زبان مین مری کرے تاثیر	حال دل جس سے سب کرون تحریر
بحضور جناب مرشدِ پاک	کہ ہے اکسیر جسکے در کی خاک
ہے جو وہ ہادی و غریب نواز	دردمندون کے دل کا چارہ ساز
حق نما آئینہ ہے اوسکی جبین	جس سے پیدا ہے صاف نورِ یقین
ہے منور وہ روے نورانی	جس سے روشن ہے بزم عرفانی
کچھ عجب شان ہے عجیب انداز	گاہ شکل نیاز گاہ ہے ناز
ہے حبیب آپ آپ ہی محبوب	آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب

مخزنِ نورِ مصطفائی ہے | مظہرِ شانِ کبریائی ہے
چشمِ رحمت سے جو کرے وہ نظر | صورتِ موم نرم ہو پتھر
جس طرف وہ کرے کرم کی نگاہ | کوہ ہو جاوے ایکدم مین کاہ
دیکھ لے چشمِ قہر سے جس کو | ایک دم مین وہ خاک جلکر ہو
ہے وہ آئینۂ جمال و جلال | اوس سے پیدا ہی نورِ حق کا کمال
یک جہان کامیاب ہی اوس سے | زینتِ شیخ و شاب ہی اوس سے
کیا لکھے وصف مدحتِ حضرت | کب زبانِ قلم مین ہی قدرت
ایک شمہ اگر رقم ہو جائے | خامہ بھی موردِ کرم ہو جاے
اے شہِ دستگیرِ ہر دوسرا | خادم و عاشقِ رسولِ خدا
حضرتِ مرتضی کے عاشقِ زار | اور حسنین کے نیازگذار
حضرتِ غوثِ پاک کے شیدا | قطبِ عالم پہ جان و دل سے فدا
بعد صد شرحِ آرزوے تمام | عرض کرتا ہے یہ نحیف غلام
میرا ہر موے تن اگر ہو زبان | یک سرِ مو نکر سکونگا بیان
رحمتِ خاص مجھپہ کی نازل | اپنے بندون مین کرلیا شامل
اس طرح پر یہ بذلِ عام کیا | خاص اپنا مجھے غلام کیا
جان لاکھون اگر خدا بخشے | آپ کے قدمون پر کرون صدقے
شکرِ انعام گر شمار کرون | نقدِ جان سیکڑون نثار کرون
رات دن گر رہے یہی نقشا | تا قیامت کیا کرون ادا
بندگی حضور سے اے شاہ | ہون نہ عہدہ برا خدا آگاہ

تا قیامت نہو گا مجھ سے ادا | شہ نے جو لطف مجھ گدا پہ کیا
گو کہ حضرت نے پرورش سب کی | آگہی دی مشیّت رب کی
نیک اور بد سے کردیا آگاہ | تا یہ گمرہ کہین نہو گم راہ
پر لکھے اپنا حال کیا معلوم | ہے عجب شوم کچھ مرا مقسوم
نہ بنا مجھ سے ایک کار افسوس | میری ناکامی پر ہزار افسوس
اپنی تقدیر کی ہے یہ خامی | کہ مجھے رات دن ہے ناکامی
یعنی تعمیل حکم والا کی | حسب ارشاد کچھ نہ بن آئی
ایک دم بھی رہا نہ خدمت مین | بل پڑا اس سبب سے قسمت مین
نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھی کار | کیون نہون اپنی زیست سے بیزار
دیکھیے کب تلک یہ بخت سیاہ | خوار رکھے مجھے یہ شام و پگاہ
دیکھون کب تک یہ نفس قہر زبون | اس دل خستہ کو رکھے محزون
حاصل عمر غم ملا مجکو | درد و رنج و الم ملا مجھکو
اسکی تفصیل تا کجا لکھون | ہے یہ بہتر کہ مدعا لکھون
وہ یہ ہی غرض اے شہ پرنور | عارضون سے ہون اسقدر رنجور
اس طرح کردیا نحیف و نزار | سارے کامون سے مین ہوا ناچار
کردیا تن کو ایسا کاہیدہ | ہر گھڑی زیست سے ہون رنجیدہ
جان شاہا لبون پہ آتی ہے | گردش آسمان ستاتی ہے
اپنے امکان بھر دوا جتنی کی | لاکھ چاہا مگر شفا نہ ہوئی
دس برس سے ہون مبتلا اسمین | اور شش و پنج بھی ہے اسمین

بیسیون بار زیر بار رہوا ۔ رنج تتّو تھا سو وہ ہزار ہوا
ہر گھڑی سر مین درد رہتا ہے ۔ جان و تن گرد برد رہتا ہے
بس ہوا اس سے صاف یہ مفہوم ۔ کہ کچی پر ہے آجکل مقسوم
زیست انسان کی پائدار نہین ۔ زندگی کا کچھ اعتبار نہین
اپنے جینے سے اب مین ہون مایوس ۔ ایسی ناچاری پر ہزار افسوس
ہو کے ناچار اے شہ والا ۔ خدمت پاک مین ہون عرض رسا
میرے شہ آپ کا گدا ہوکر ۔ مین رہون غم کا مبتلا ہوکر
وہ بلا جس سے کاہش جان ہو ۔ روز و شب جس سے روح حیران ہو
دین و دنیا کی ہی جو برباد ی ۔ اسلیے آپ سے ہون فریادی
کہ سوا آپ کے نہین غمخوار ۔ کیجیے جلد چارۂ ناچار
قید اندوہ سے چھڑا دیجیے ۔ اپنے بیمار کی دوا کیجیے
اس بلا نے مجھے کیا برباد ۔ اپنے غمگین کو کیجیے اب شاد
المدد یا شہنشہ عالم ۔ ہون مین امیدوار فضل و کرم
دوسری ہی یہ عرض ای مخدوم ۔ شجرۂ پاک سے ہے کیا منظوم
آپ کے وہ اگر پسند آجائے ۔ خلعت فخر یہ گدا پا جائے
جبتلک عرش کبریا کا ہے ۔ جبتلک ملک یہ خدا کا ہے
رہے جبتک کہ جلوۂ ہاہوت ۔ رہے جبتک کہ شوکت ہاہوت
رہے لاہوت جب تلک قائم ۔ رہے جبروت جب تلک محکم
رہے جب تک کہ زینت ملکوت ۔ جبتلک ہے شہادت و ناسوت

ہے خورشید معرفت تابان — فیضیاب آپ سے ہون پیر و جوان
تیرے صدقے سے اے محبت سہول — ستمزدون کی ہو مراد حصول
منصب صحت دل کو فرحت ہو — ایسی اللہ کی عنایت ہو
ایخدا جب تلک ہون آباد — برکت پیر سے تو رکھ دل شاد
تن مین جبتک کہ جان اسیر رہے — جان و دل سے فدائے پیر رہے
یہ عریضہ ہوا یہان سے تمام — شجرۂ پاک کو کرون اتمام

نظم کے علاوہ کچھ حصہ نثر کا بھی بطور نمونہ کے فارسی اردو عبارت سے یہان پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نحمدہ و نصلی)

جناب عموی صاحب قبلہ و کعبۂ دوجہان ادام اللہ ظلکم

پس از بجاآوری مراسم تسلیم بصد تمناے قدمبوسی مدعا طراز یہ کہ باستدعاے سلامتی ذات بہ فدوی مقرون عافیت ہے اس ایام میمنت التیام مین یہ مژدۂ جانفزا اور بشاشت افزا سماعت مین آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالی بری ہو کر اپنے دولتخانہ فیض کاشانہ مین تشریف لائے سنتے ہی اسکے قالب بیجان مین جان آئی دماغ کو تازگی اور دل کو مسرت تازہ ہوئی ہم مایوس مشتاقان قدمبوس پر جو ایک عالم ہراس تھا اور میدان یاس مین مبتلا تھے از سر نو زندگی حاصل ہوئی اسکی خوشی ہم سب عزیزون کو مبارک ہو —

(ایضاً فارسی)

شفقت فرماے خردان اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آداب تسلیمات بجاآوردہ عرض می نماید کہ بورود تفاخرنامہ فیض شمامہ عزت دارین حاصل گردید

بر مضمون مندرجہ آگاہی کماہی دست داد حال اینکہ جناب حافظ غلام علیخان صاحب در موضع جسمی کھو نہ کہ در انجا پیمایش شروع است از عرصۂ سہ روز تشریف بردہ اند و سہ روز می رود کہ در موضع گلگرہائی ہم پیمایش میشود آنجا سوائے بندہ و برادر خانم علیخانصاحب دیگرے نیست و کل کارروائی مثل بہم رسانی قلیان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر ذمۂ احقر و برادر موصوف لازم بود با این تمام روز ہمراہ امین در پیمایش لگرہای و چاوک مشترکہ موجودگی میماند ازین جہت در روز دیگر فرصت حاصل نیست بعد مرور دو یوم حاضر خدمت عالی خواہم شد میان حیدر را فرمودہ دہند کہ نزد کریم علیخان رفتہ تعلیم پسران کریم علیخان سرگرم باشند تصفیہ تعلق بندہ دارند مگر تنخواہ از دو روپیہ ماہوار و یک وقت خوراک زیادہ نخواہد یافت باقی امور خاطرداری و دیگر حقوق آغازی و عیدی وغیرہ را بندہ تصفیہ کردہ خواہد داد و ہنگامیکہ بندہ حاضر خواہد شد آنچہ کہ ارشاد عالی خواہد گردید بجا خواہم آورد زیادہ بجز تمنای قدمبوسی چہ مطلع کند

عاصی محمد منصب علی عفی عنہ

دیگر

موجد قوانین محبت مخترع آئین مودت کرم گستر مخلصان احمد یار خانصاحب سلامت

پس از سلام خلت انضمام کہ گلی ست از گلشن اسلام مدعا نفوذیش آنکہ حال باقرین حمد پروردگار و خورسندی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبگار۔ در جواب مراسلہ نخیف بمضامین لطف تضمین محتوی تسویق بمقدمہ معلومہ حسو خان صاحب و والدہ ماجدہ خود زنگ وصول ریختہ تشاویش را از دلم ربود مسرت رو نمود حقیقت شناسا حسب ایماے کرمفرما انتظار اطلاع تشریف آوری آن مہربان و نیز رونق افزائی محمد اسمعیل خان صاحب بموجب بیان آن مردم مرسلہ صدمۂ الانتظار اشد الموت بر خود گوارا کردم مگر تعجب کہ نہ آن مہربان تشریف

ارزانی فرمودند و نہ اسمعیل خان صاحب آمد و انکشاف حال رسیدن حسو خان صاحب والدۂ
سامی بہ مکان دریافت گردید درین اثنا ارادہ فائز بودن بخدمت وافر المسرت مید اشتم
لیکن بخیال علالت طبع غلام حیدرخان کہ آن صاحب بعیادت ایشان روند و بندہ
محروم الملاقات شود متعذر ماندم اکنون کہ حیدرخان صاحب دینجا آمدہ اند ہنگام ملاقات
حال مزاج لطف امتزاج اسمعیل خان صاحب دریافتہ مسرور میگشتم و قصد تخیف آنجا مصمم است
مگر تقدما للحفظ اول گام فرسائی آنجا نہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام ترقب دارم و استرضا
میجویم کہ حالیا اگر تا یوم پنجشنبہ برائے تقریکار مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد و اگر آن مہربان را
درین امر تعذر باشد مطلع فرمایند اگر جواب پسندیدہ و عذرات معقولہ بپاسخ خواہم دید مجبور ورنہ
ہرگز ہرگز راضی بہ التوانہ خواہم شد تا یوم پنجشنبہ دینجا خواہم رسید و از ان صاحب درین بارہ
با دلائل نیازمندانہ پیش خواہم آمد این امر ملاحظہ طلب ست کہ چندان عرصہ و دیر گردیدہ و گفتگو ہا
می روند نیازمند را از بار شاقہ انتظار برہانید آنصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار و دانا اند
اندرین امور بموجب حکم خدا و رسول عجلت ضرور نظر بر آن متقصد کہ بندہ منتظر را آیندہ بوادی
انتظار نہ گذارند بنا بر ترقیم جواب معلومہ ممتاز فرمایند کہ نیازمندان متر صد را بعدم توجہات
خستہ کردن نازیباست زیادہ طوالت تصور دیدہ ختم کلام بر سلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسوسناک ہے خلش معدہ کی شکایت سے دس
پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج مین مصروف
رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بواسیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ
زیست سے مایوسی ہوگئی مگر شافی حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اوس مرض سے
شفائے کلی عنایت کی اور غسل صحت ہوا جسکی خوشی مین مولوی حامد علیخان نے جو

قابل و شاعر ہمہ دان اور اپنی قوت حافظہ مین مشہور شخص ہین اور اکثر کتب اُنکے تصنیفات سے مطبع منشی نولکشور صاحب واقع کانپور مین طبع ہو چکے ہین یہ قصیدہ بطور تہنیت کے اپنے عم نامدار کی خدمت مین پیش کیا جسکے بعض شعر درج کیے جاتے ہین -

غم سے آزاد نہ کسطرح ہو سارا عالم ۔ کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو مسرت ہر دم

کس طرح نکلے زمین سے نہ صداے شہنا ۔ کیون نہ بجوائے فلک نوبت شادی ہر دم

چمنِ دہر سے کسطرح نہ ہو دور خزان ۔ کیون نہو باغ مین ہر گُل پہ بہارِ عالم

عالم علم فنا واقف اسرار خدا ۔ ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و حشم

باعث جود و عطا موجب خلق و اشفاق ۔ صاحب علم و حیا مورد الطاف و کرم

کامل ہر فن و پابند شریعت دیندار ۔ عابد و زاہد و مقبول خداے عالم

گوہر درج شرافت در دریاے وفا ۔ کشتی فیض و شرف ابر سخا بحر کرم

سایۂ چتر خدا پشت و پناہِ خُردان ۔ یعنی منصب علیخان قبلہ و کعبۂ عم

عارضہ اُنکو تھا افسوس بہت عرصہ سے ۔ اس سبب سے اونھین رہتا تھا بہت درد و الم

سیکڑون بار رہا اسمین کشش و پیچ اونکو ۔ بیسیون بار کیے خرچ ہزارون درہم

اِک دوا نے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن ۔ ایک نسخہ بھی شفا کا نہ مِلا اُن کو ہم

جو تکالیف ہوئے اُن کو مرض مین لاحق ۔ ہاے کسطرح کرون اوسکا بیان اسمین رقم

کیسے کیسے دل بیتاب پہ صدمے گذرے ۔ سختیان جان پہ کیا کیا ہوئین ہی ہر دم

دیکھکر اونکی یہ تکلیف عزیز و احباب ۔ یہ دعا مانگتے تھے حق سے وہ با دیدۂ نم

دے مصیبت سے اونھین جلد رہائی یارب ۔ رحم کر ان پہ تو اے ربِ رحیم عالم

تجھ سوا ہے نہ کوئی اُن کا مددگار و رفیق ۔ نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم

ہوتے تھے روگ وہ سب حق سے شفا کے طالب — سب کے تھا ورد زبان کلمۂ ارحم ارحم

مبتلا اس میں رہے آہ برابر دس سال — گیارھویں سال میں اللہ نے کیا فضل و کرم

غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت سے انھیں — ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم

دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری — نہ رہا کچھ بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم

شاد و خندان ہوے سب نکلے عزیز و احباب — دل سے ہر ایک کے جاتا رہا سب درد و الم

دن ہوا عید کا دن رات ہوئی وصل کی رات — جا بجا بجنے لگی نوبت شادی باہم

لوگ ہر سو سے انھیں دیتے مبارکبادی — ہو گیا کیا کہوں میں سارا خوشی کا عالم

الغرض شور خوشی کا تھا ہر اک سمت بپا — میں بھی اک گوشۂ خلوت میں تھا پڑا تھا خرم

سوچتا تھا کہ کوئی کیجیے ایسی اب فکر — کہ رہوں یاد زمانہ کروں کچھ ایسا ثبت

یا رب اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول — یعنی احوال کیا میں نے یہ سب بند قلم

سال تاریخ کی بعد اسکے ہوئی جسدم فکر — طرفہ صنعت کی یہ تاریخ بھی کی مینے رقم

سال تاریخ شفا نکلے اسی وقت ضرور — میم ہر مصرعۂ آخر کے جو ہوں جمع بہم

اب دعا کے لیے ہاتھوں کو کروں اپنے بلند — کیا عجب ہے جو ہو مقبول خداے عالم

یا الٰہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد — چلتے پھرتے رہیں جبتک یہ زمیں پر آدم

گردش انجم افلاک کا جبتک ہے یہ دور — مہ و خورشید ہیں جبتک یہ فلک پر قائم

حسن و ناسوت کا جبتک کہ نشاں ہے قائم — پائداری پہ ہے جبتک کہ یہ عرش اعظم

تندرستی سے رہیں چھوٹے بڑے سب آباد

حامد خستہ جگر کی یہ دعا ہے ہر دم

چونکہ اس قصیدہ سے بعض شعر بخوف طوالت کم کر دیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ سے

نہین نکل سکتا ہے۔
اسکے کچھ عرصے کے بعد پھر تندرستی خراب ہوی اس زمانہ مین ایک فقیر جو بظاہر بہت متقی
معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہان آیا اسکو رسول باغ کے بنگلہ مین
ٹھہرایا گیا اسنے کچھ رنگ جمایا کہ تمام شاہ آباد مین اُسکی شہرت ہو گئی اور لوگ اس
سے ملنے کو آئے اوسکی خاطر و مدارات مین بہت کچھ صرف کیا گیا تین چارسو روپیہ
بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہان سے حاصل کیے منجملہ اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا
کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج مین جو جائداد زیربار ہو چکی ہے اسکے لیے
بھی ایک نسخہ کیمیا وی بنا دونگا اس سے سبکدوشی ہو جاے گی جب وہ اپنا مطلب
پورا کر چکا تو بھاگنے کی فکر مین ہوا۔ ایک رات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ
کے آدمیون نے اسے پکڑا آخر کار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہونچانے
کے وہ چھوڑ دیا گیا۔
اس فقیر کو کشتہ جات مین بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنکھیا کا کشتہ جو مدار کے
دودھ مین پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو دیا گیا تھا اوراس نے بہت فائدہ کیا
تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا مین آپ کے ایک ریاحی درد اٹھا شدت
تکلیف سے ہاتھ پانون بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ
محسوس نہوا دوسری بار پھر صندقچہ منگوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطرار و بیچینی کی
حالت مین نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھایا
اور اسکے ساتھ وہ گرا بھی کھا لیا حتےکہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجاے
اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے مین آگئی اوسنے آگ لگا دی حدت و سمیت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہین ہوسکتا۔ مختلف علاج کیے گئے تبرید کی
کثرت رہی مگر جان بری ممکن نہوئی صد حیف کہ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۴ھ مطابق
۲۱ دسمبر سنہ ۱۸۸۶ع روز سہ شنبہ سہ پہر کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت
فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔
تجہیز و تکفین اچھے مجمع کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوے سید شمشیر علیصاحب
جو عارف باللہ و روشنضمیر تھے اونھون نے مراقبہ کرکے عالم ارواح مین جناب
مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت
سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہین ؎

وصل حق ہوے منصب علیخانصاحب آج
۱۳۰۴ھ

اس مصرعہ سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کے
ہین منجملہ انکے ایک یہ قطعہ ہے۔

قطعہ تاریخ ارتحال پرملال جناب منشی منصب علیخان مرحوم مغفور

ذہین و ذی خرد منصب علیخان
زدنیا شد سوے جنت روانہ
بعہد زندگی از عقل و علمش
شدہ مشہور در عالم فسانہ
مظفر سال جستم گفت ہاتف
بجنت رفت دانا ے زمانہ
۱۳۰۴ھ

معالج الدولہ حکیم سیّد فرزند علی صاحب افسر الاطبا

اس آخری دور مین حکیم صاحب موصوف کی ذات ایسی جامع کمالات تھی کہ فی زمانہ جسکی نظیر نہین ملتی جو شہرت و ناموری آپکو حاصل ہوئی وہ آپکے ہمچشموں مین کسی کو نصیب نہوئی آپ علمی لیاقت طبی خداقت دینی حمیت مین وحید العصر ہوئے تشرع و تحمل آپ کی نیک طینتی کے جزو اعظم تھے۔ کریم النفسی و قومی ہمدردی آپکی طبیعت کے خواص ہین پرہیزگاری آپکے عناصر مین سرایت کرگئی تھی اکثر اوصاف مین آپ بزرگان سلف کے نمونہ سمجھے جاتے ۸ جمادی الآخر سنہ ۱۲۴۲ھ کو اپنے وطن شاہ آباد مین پیدا ہوئے آپ سید ضامن علی صاحب کے فرزند اور خلیفہ عبد الرزاق صاحب مینی کے نواسے ہین۔ آپکا خاندان قدیم سے ممتاز و صاحب علم رہا۔ آپکے والد بزرگوار سرکار لکھنو مین چونکہ نائب چکلیدار تھے اس وجہ سے شاہ آباد اور لکھنؤ دونون جگہ آپ کی تعلیم ہوئی دینیات و درسیات مین مفتی سعد اللہ صاحب کے اور طب مین حکیم ملا محمد نواب صاحب اور حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔

سنہ ۱۲۷۶ھ مین حسب الطلب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیس دولت عظمٰی طبقہ اعلا ستارۂ ہند آپ بھوپال تشریف لیگئے اور وہان ملازم ہوکر وہ تقرب و وقار پایا کہ مرجع انام ہوگئے۔ سنہ ۱۲۷۰ھ مین پیشگاہ حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ سے خطاب معالج الدولہ خان بہادری مع خلعت و مہر و فرمان کے مرحمت ہوا مدت دراز تک آپنے ریاست بھوپال مین بہزار نیکنامی افسر الاطبائی کی۔ مولوی صدیق حسن خان کا جو نکاح سرکار خلد مکان کے ساتھ ہوا وہ حکیم صاحب ہی کے ذریعہ سے جب مولوی صاحب کو حکیم صاحب
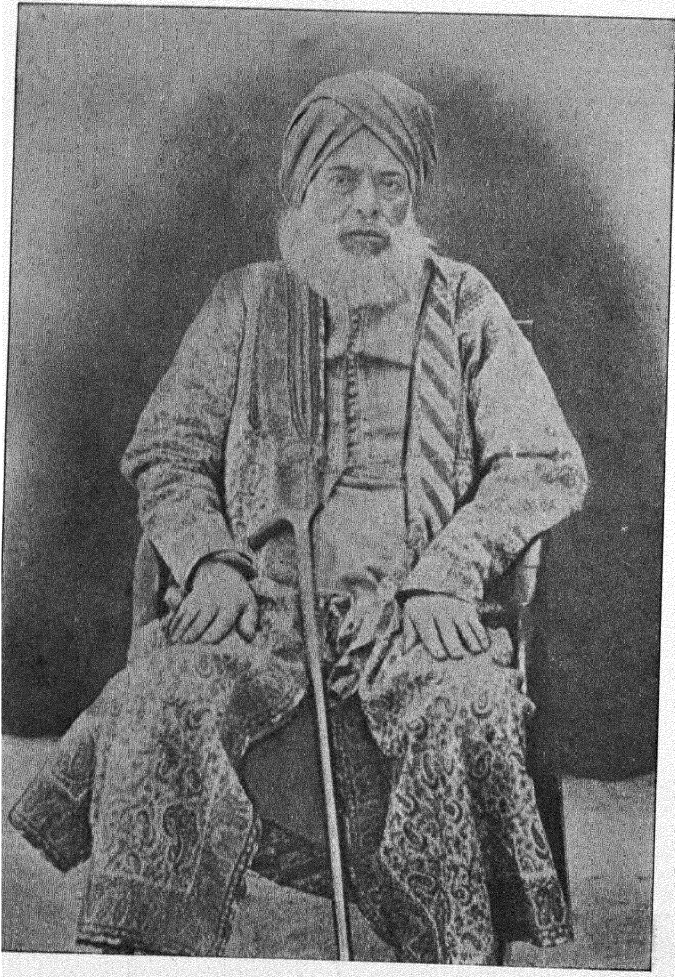
حکیم سید فرزند علی صاحب افسرالاطبا

کیوجہ سے ترقی ہوکر عروج ہوا اور آثار کر انخاطری کے پیدا ہوے تو حکیم صاحب اپنے مکان
چلے آئے اسکے بعد بکمال توقیر و بصد اصرار مہاراجہ سری پرتاب سنگہ جی صاحب بہادر
ڈی سی ایل والی ریاست نرسنگہ گدھ نے طلب کیا اور آپ ۲۹۷؁ھ مین وہان جاکر
ملازم و معتمد ہوگئے عرصہ تک معالجات و معاملات ریاست مین دخیل رہے۔
آپ کی حذاقت و قابلیت ایسی شہرۂ آفاق تھی کہ ملک مین جابجا امرا و حکام آپکو بلاتے
چنانچہ صاحبزادہ حافظ عبیداللہ خان بہادر وزیر اعظم ٹونک نے بھی بڑی توقیر سے بلایا اور
جب آصف جہان بیگم صاحبزادی صاحبہ علیل ہوئین اسوقت بھی ولیتہ العہد صاحبہ بھوپال
نے آپکو بلایا اور آپنے بڑی خوبی سے علاج کیا۔ نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ
بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نوابصاحب ممدوح بھی آپکا بڑا احترام
کرتے تھے۔ جب ۲۸ صفر ۱۳۱۹؁ھ مین نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ملک نے انتقال فرمایا
اور بجاے انکے نواب سلطان جہان بیگمصاحبہ تاج الہند جی سی ایس۔ آئی۔ جی۔ سی
آئی۔ ای۔ مسند نشین ہوئین تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تعزیت
و تہنیت کے مضمون کا لکھا اور دربار ریاست سے جواب باصواب آیا جسکے بعد حکیم صاحب
بھوپال تشریف لے گئے اور دوبارہ عہدۂ افسر الاطبای پر سرفراز فرمائے گئے۔
راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت سے آپکے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے
اعزاز سے پیش آتے تھے بارہا انسے ملاقاتین ہوئین اور دلچسپ مکالمے رہے سرکار
عالیہ فرمانرواے حال بھی قدر و منزلت فرماتین۔ صاحبزادگان بلند اقبال بھی الطاف
رئیسانہ سے ملتے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔
حکیمصاحب کے بہت سے کارنامے قابل الذکر ہین انکو مہر دلعزیزی کا درجہ حاصل تھا بیسیون شخص

کو مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صدہا جان بلب مریضونکو انکے ہاتھون شفا ہوئی۔ کثرت سے
لوگونکے ساتھ سلوک کیے دربار قیصری مین بمقام دہلی ہر ہائینس نواب شاہجہان بیگم
صاحبہ بھوپال اور حضور نظام دکن اور انکی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہونیکے باعث
حکیم صاحب ہی ہوے۔ اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد ہزبر علی بہادر ولیعہد وخلف
شاہ اودہ کی مہمانداریکا شرف بھی آپکو حاصل ہوا اور پرنس موصوف ازراہ تکریم آپکے قیامی
خیمہ پر آپ سے ملنے تشریف بھی لاے حکیم صاحب نے ہندوستان کے اکثر مشہور شہرون کی سیر
وسیاحت فرمای اور ۱۳۰۹ھ مین عرب بھی تشریف لیگئے اور حرمین مین حج اور زیارت
روضہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوے۔
صد حیف کہ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ شب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے رحلت
فرمائی تجہیز وتکفین سے اثار مغفرت کے نمودار ہوے۔ مولوی اعظم حسین صاحب خیرآبادی نے
اپنے ہاتھون آب زمزم سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو مکہ معظمہ سے جناب مرحوم مغفور
اسی دن کیلیے لاے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد مین ہزارون نمازیون نے
جسمین سیںکڑون برابر صدہا صلحا وعلما تھے نماز جنازہ پڑھائی اور بحالتیکہ باران رحمت الہی کا
نزول ہو رہا تہا جنازہ اٹھایا گیا اور لیجاکر تکیہ قلندر واقع بھوپال مین مفتی محمد ایوب صاحب
کی قبر کے قریب آپکو دفن کیا گیا مادہ وفات (حسن بخشش) جو مخبر نجات ہے ہاتھ آیا
اسکے علاوہ سہ ہنر آگاہ فیض عام گیا۔ اس مصرعہ سے بھی سال رحلت نکلتا ہے
راقم آپکے مدفن پر حاضر ہوا ہے بارونق جگہ ہے بعض صلحا نے آپ کو بعد وفات
عالم رویا مین عالی مراتب حالت مین دیکھا۔ آپکے پیر ومرشد مولانا فضل الرحمن صاحب
گنج مرادآبادی جو شریعت باحقیقت عارف تھے انکی توجہ خاص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کے دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوئے بڑے میر نجف علیصاحب جو صوفی خوشنویس و شاعر تھے اور اکثر فنون مین طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علیصاحب تھے جو شاہ اودہ کے برادر خورد شاہزادہ مرزا اسکندر حشمت محمد جواد علی بہادر عرف جرنیل صاحب کے سکرٹری و مصاحب ہو جب انتزاع سلطنت اودہ ہوگیا اپیل کیلیے خاندان تاجدار لکھنو لندن گیا تو آپ بھی ہمراہ تھے جب انکے آقاے نامدار جرنیل صاحب کا ولایت مین انتقال ہوگیا تو آپ لندن ہی مین رہ گئے اور ٹرنٹی کالج یونیورسٹی ڈبلن مین بعہدۂ پروفیسری ملازمت کرلی اور ایک لایق میم مسماۃ زیب صاحبہ سے عقد کرلیا جنسے مسٹر ارشاد علی پیدا ہوے میر صاحب کے اکثر شاگرد یورپین کلکٹر وغیرہ یہان کے اضلاع مین آئے اور انھون نے آپکی قابلیت و علی دماغی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔

حکیم صاحب کے قابل قدر و دلچسپ حالات راقم نے ایک سوانحعمری مین مفصل طور پر لکھے ہین لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائف پر نہ پڑے تو اس تاریخ شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپکے حالات دیکھنے مین آجائین لہذا یہ مختصر حالات لکھدیے حکیم صاحب کے شاگرد بھی لایق و مشہور ہوے جسمین حکیم سید امجد علیصاحب حکیم عبدالغفور صاحب حکیم سید عابد علیصاحب وغیرہ طبیب نامور ہین آپکے صاحبزادہ کا نام سید غلام علیصاحب ہی حکیم صاحب کا تذکرہ نواب شاہجہان بیگمصاحبہ کردن آف انڈیا نے اپنی تصنیف تاج الاقبال مین ریاست کے لایق ملازمین مین لکھا ہے اور جناب نواب سلطان جہان بیگمصاحبہ نے جو بڑی علم دوست و مدبر روشن خیال قدردان فرمانروا ہین اپنی ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ مین حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے جس سے حکیم صاحب کا ہر ہائینس کے حضور مین معتمد علیہ و مزاجدان ہونا ثابت ہی۔

محمد مظفر حسین سلیمانی مؤلف نامۂ مظفری

اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درج کتاب کیے جاتے لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہوا کرتی ہے اس خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا۔ چونکہ اس کمترین نے ناموران شاہ آباد کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت کے بعد ناظرین کتاب کو خیال ہو تاکہ اسکا کاتب کون شخص تھا۔ اسوجہ سے ضروری سمجھا کہ یہ احقر کچھ اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کردے تاکہ کوئی نیک دل اس کتاب کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کر کے دعاے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جانکاہی کا حاصل ہو جاے۔ اس بنا پر چند سطریں حوالہ قلم کیجاتی ہیں۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد مین پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر نجف علیصاحب نے بحساب سنہ پیدایش (مظفر جنگ ۱۲۹۲) تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی منشی منصب علیخانصاحب مرحوم کو علمی مذاق سے دلچسپی تامہ تھی اسلیے آنکھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتین دیکھنے سننے مین آئین جب سن تمیز کو پہونچا انکو میری تعلیم کیطرف توجہ ہوئی اور حسب دستور معلم مکان پر مقرر ہو کر پڑھانا شروع کیا گیا چونکہ علاوہ معلمونکے انکی ذاتی توجہ نوشت و خواند کیطرف مبذول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہوا تھا کہ فلک تفرقہ پردازنے اپنی گردش دکھلائی اور دس برس کے سن مین والدین[1] کا سایہ جو دنیا مین رحمت الٰہی کا نمونہ ہوتا ہے سر سے اٹھ گیا داغ یتیمی

[1] والدین سے مراد منصب علیخان ابن احمد علیخان اور منت بخش اللہ خان سے ہے۔
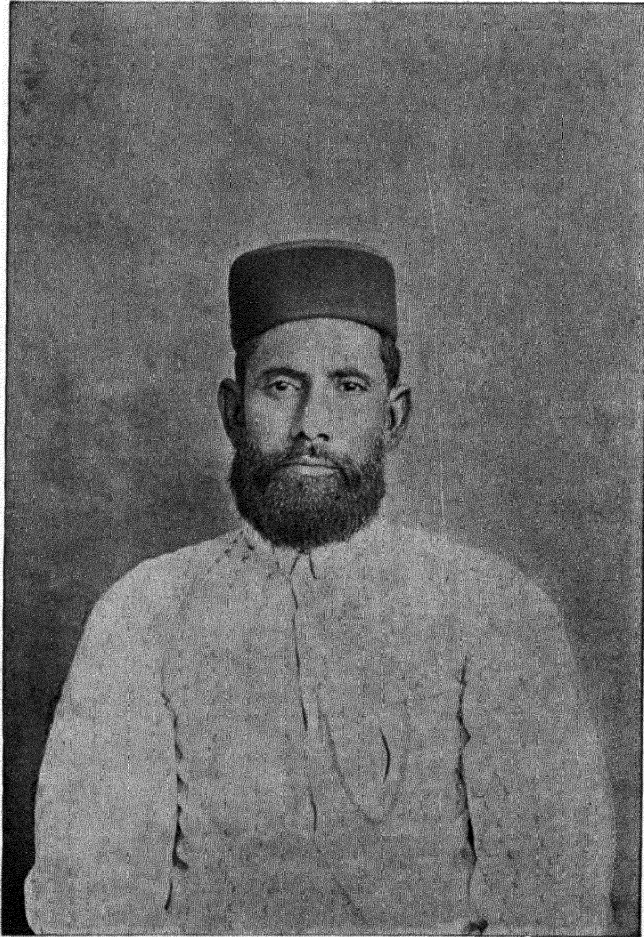
محمد مظفر حسین سلیمانی مصنف کتاب ھذا

اٹھانا پڑا دلجمعی جاتی رہی چارون طرف سے غم کا بادل چھا گیا دنیاوی افکار کا سامنا ہوا تاہم علمی مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حیدر علیصاحب منشی عیوض علیصاحب مولوی سبط حسن صاحب وغیرہ سے درسی کتب کی تحصیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم طب کی تحصیل کیطرف مائل کیا اور حکیم معالج الدولہ حاجی سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا کیخدمت مین حاضر ہوا انھون نے بخیال خاندانی مراسم اور باپکے دوستانہ تعلقات کے نہایت شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک اُنکے فیضان صحبت مین استفادہ علمی کرتا رہا اور سفر حضر مین موجود رہکر اصلاح نظم و نثر لیتا رہا اس دوران مین استادی موصوف نے اکثر حکام و امرا سے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لیگئے تو اپنے ساتھ لیجا کر نواب احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی بالفاظ مناسب تعرف کرایا ابھی فن طب کی تکمیل نہوئی تھی کہ لائق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاہ آباد مین انکی ذات سے جو علم و حذاقت کی شمع روشن تھی وہ بجھگئی اور باتکی ناموری کا خاتمہ ہوگیا ان چند در چند حادثات سے دل مین کمزوری نے کچھ اپنا ایسا اثر پیدا کیا کہ پھر طبیعت طب کیطرف مائل نہوئی بڑا سبب اسکا یہ بھی تھا کہ ایسے نیک خصلت شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا اس بیکاری و تنہائی مین دل کو وحشت ہوئی اور بزرگان دین کے مزارات کی حاضری اسکا علاج تصور کیا اور ہندوستان کے اکثر مشہور مزارات مثل کوٹم شریف اجمیر شریف گلبرگہ شریف پاکپٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب دہلی وغیرہ پر حاضری ادا کی اس سلسلہ سیاحت مین بمبئی بنگال مدراس پنجاب کے صوبجات مین جو قابل دید شہر دیکھنے مین آئے اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علمی و ملکی مجالس مثل جلسہ سالانہ ندوۃ العلما لکھنو۔ کانفرنس محمڈن کالج علیگڈھ۔ دہلی دربار۔ نمایش آلہ آباد و مدراس

وغیرہ مین بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفعیہ کیلیے بعض مخلص احباب نے مناکحت کیلیے مجبور کیا اور متاہل ہونا پڑا اور خدا نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالت مین انقلاب ہوا نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل وعیال کی خبر گیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی اس کشمکش مین یہ خیال دامنگیر ہوا کہ یہ دنیاداری وکثرت مصارف سے زیرباری تو یون ہی چلی جائیگی مگر کوئی کام یادگار زمانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل تذکرہ اشخاص کے حالات کسی نے جمع نہین کیے اور وہ ضایع ہوے جاتے ہین اسپر کمر ہمت چست باندھنا چاہیے لہذا اس ارادہ مین ترقی ہوئی اور حالات وکاغذات فراہم کرنے مین مصروف ہوا الله الحمد کہ اس مقصد مین کامیابی نے منھ دکھلایا اور اپنی فہم واستعداد کے لایق واقعات مرتب کردیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور قصباتی زبان ہونیسے عبارت صحیح نہین تاہم حالات قابل قدر فراہم ہوگئے اور اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلیگا کہ اکثر صحاب کے نام نامی صفحۂ روزگار پر تابقاے کتاب رہ جائینگے اور آیندہ نسلین واجب التعظیم ولایق اہل وطن کے کارنامون سے آگاہی وفائدہ اٹھائینگی۔

اس کتاب کے بعد راقم نے چند کتابین اور بھی تصنیف وتالیف کین چنانچہ حیات مسیح (یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہوکر شایع ہوگئی اور ملک مین مقبول ہوئی اکثر معزز ذی لیاقت حضرات نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرمائے (تحفۂ سلیمانی) استادی حکیم صاحب کے حالات مین مرتب کی اسکے بعد حیات نصرت) چودھری صاحب کے متعلق تالیف کی ہے اس مین چودھری حشمت علیصاحب کے دلچسپ حالات بھی جو ایک نامور وفیاض تعلقہ دار گذرے ہین موجود ہین۔ آجکل مخدوم صاحب سندیلہ کے ذاتی حالات اور انکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے

جسکا نام بہارستان مخدوم رکھا گیا۔

ان حالات کو ختم کرنیکے ساتھ بارگاہ احدیت مین بکمال عجز و نیاز دعا ہے کہ وہ دنیاوی مصائب و تردداتسے محفوظ رکھکر حرمین شریفین و عرب کے اماکن متبرکہ کی زیارتسے مشرف فرمائے ہنوز یہ کتاب زیر طبع تھی کہ ایک حادثہ اندوہناک پیش آگیا جس سے وہ صدمہ پہونچا کہ دلکو بیقراری رہتی ہے اور وہ جانکاہ واقعہ یہ ہے کہ اس خاکسار کی لڑکی[1] جو اولاد مین بڑی اور خوبصورت ہونیکے ساتھ نہایت ذہین تھی دفعتہً علیل پڑی اور مرگئی چونکہ اس سے بیحد محبت تھی اور خاندانمین کوئی اس سے

[1] اس لڑکی کا نام عائشہ تھا یکم محرم سنہ [illegible] مطابق [illegible] فروری سنہ [illegible] شب دوشنبہ کو پیدا ہوئی تھی نہایت سمجھدار و ہونہار تھی افسوس کہ نزلہ کا مرض لاحق ہوگیا اور ہفتہ عشرہ علیل رہکر نوجوانی مین ۱۴ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۴ھ مطابق سنہ ۱۹۱۶ء ۶ بجے روز چہارشنبہ کو انتقال کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ راقم نے کئی قطعات تاریخی تحریر کیے ہین بعض یہانپر لکھے جاتے ہین ؎

بوقتِ نیمشب پیاری ایک میری عائشہ بیٹی
یکایک سوئے جنت الفردوس رحلت کی

ہوا صدمہ ہے لاحق سخت جگر کا اسکے مرنے سے
کہ دل بیزار ہے اب زیست سے ناحق طوالت کی

رہا کرتی ہے ہر دم بیقراری فطرتاً دل کو
بڑی تکلیف دل آزار ہے آزار فرقت کی

دھواں اٹھتا ہے دل سے جب وہ مجکو یاد آتی ہے
پھرا کرتی ہے تصویر آنکھ مین اس ماہ طلعت کی

جلائیگا یہ ساری عمر تک داغِ جگر مجکو
نہ بھولیگی کبھی وہ لاڈلی پاکیزہ صورت کی

ملیگی اب دوبارہ پھر نہ ایسی خوبرو بیٹی
ہوئی تھی اتفاقی یہ عنایت حضرت قدرت کی

ہوا کرتی تھی ہر اک بات سے سنجیدگی ظاہر
مجسم تھی وہ پتلی قدرتاً فہم و فراست کی

ہوا کرتا تھا دل خوش اس سے ہر اپنے پرائے کا
سرشتی طور پر واقع ہوئی تھی نیک عادت کی

نمایان خوش نصیبی تھی نہایت اسکے چہرہ سے
مگر لائی تھی کم میعاد دنیا مین سکونت کی

ہوا کرتی تھی حیرت مجکو اکثر اسکی باتون پر
کیا کرتا تھا مین تعریف ہی اسکے ذہانت کی

ملی وہ خاک مین ارمان سارے ہوگئے مٹی
بلائین لیتی ہے اب دلکی حسرت جا کے تربت کی

تھمتے ہی نہین آنکھو نمین آنسو فرط گریہ سے
ڈبوتی ہے مجھے خود موج بحر [illegible] کی

ابھی نوعمر تھی نو سال کی وہ نیک خو بچی
بھلا پھر موت سے بچکر [illegible]

پڑی دس دن فقط بیمار بھی آہ بستر پر
بہت تکلیف سے [illegible]

رجب کی چودھوین تاریخ روز چارشنبہ کو
جو آیا [illegible]

مین سمجھاتا ہون دلکو صبر آتا ہی نہین ہرگز
کوئی تو بات پنہان دل مین ہے [illegible]

الہیٰ عائشہ کو بخش عیشِ جنتی دائم
دکھاوے تو خدایا شان اپنے فضل [illegible]

جو ڈھونڈھا اے مظفر سال رحلت یہ ندا آئی
کہ پائی عائشہ نے نقد و آسایش جنت کی

۱۹ ۱۳

سیرت اور صورت کی اچھی بچی نظر بھی نہیں آتی اسوجہ سے اسکی دائمی مفارقت کا قلب پر وہ اثر پڑا
کہ قلم سینہ چاک سے تحریر نہیں ہوسکتا ہر وقت آنکھیں اسکو ڈہونڈھتی ہیں اور وہ دیکھنے کو ملتی نہیں
اسلیے گریہ زاری طاری ہوتی ہی درحقیقت حدیث شریف موت الولد کی الکبد یعنی اولاد کی
موت داغ جگر ہوتی ہی میرے حال پر صادق آتی ہی اس درد سے وہ صاحب اولاد جو
اس روحانی تکلیف کو برداشت کرچکے ہین آگاہی رکھتے ہین کسی سنگدل کو کیا محسوس
ہوسکتا ہے۔ اس زمانہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل مغموم رہا کرتا ہے۔

دیگر

افسوس پیاری بچی تھی میری عایشہ
صدمہ ہے اسکے مرنے کا اس طرح قلب کو
صورت کی وہ شکیل نہایت ذہین تھی
وہ پیاری باتین اسکی نہین بھولتی ہین
پاکیزہ ایسی تھی کہ فطرتہ اسکو کھا لئی
مرنے کا اسکے رنج ہے ہر خاص و عام کو
ہر وقت اسکو ڈھونڈھتی آنکھین ہین چار سو
مشتاق ہین بد نصیب وہ دنیا مین والدین
نشو و نما کے دن تھے نہ مرنے کی عمر تھی
الدم مرض کزاز کا افسوس ہوگیا
آیا نہ رحم تجھکو فلک اسکے حال پر
وہ کیا مری کہ دل بھی ہمارا یہ مرگیا
پڑھتی تھی خوب آیتین از بر تھین بیسیون
دشمن کو بھی یہ داغ نہ یارب نصیب ہو
آتا ہے دل کو صبر نہین آہ کیا کرون
یارب تو عایشہ کو بہشت برین نصیب
مین کیا لکھون جو دلکو مظفر ہے رنج و غم
پوچھا جو سال مرگ تو بولا سروش غیب

دنیا سے آج وہ سوے جنت روان ہوئی
جس سے کہ اپنی زیست ہے بار گران ہوئی
صد حیف ایسی بچی نظر سے نہان ہوئی
حالت عجیب قلب کی کچھ لا بیان ہوئی
نازل یہ ہاے کیسی بلا ناگہان ہوئی
ہر دلعزیز تھی وہ ادم کو روان ہوئی
اکدم بھی وہ نہ چاند سی صورت عیان ہوئی
جیتے کہ ایسی بچی جدا ناگہان ہوئی
بیوقت ہاے کیسی قضا آسمان ہوئی
دس دن فقط علیل رہی ناتوان ہوئی
تکلیف اس نحیف پہ وہ جانستان ہوئی
نکلی ہے جان میری نہیں وہ نہان ہوئی
وہ خوش مقال طوطی تھی غائب کہان ہوئی
جس پیٹھ پر یہ بار پڑا وہ کمان ہوئی
یہ عمر وقف اب پے آہ و فغان ہوئی
ہردم دعاے خیر یہ ورد زبان ہوئی
مرنے سے اسکے آنکھ مری خونچکان ہوئی
وہ نیک طبع طوطی باغ جنان ہوئی

ایضاً

نور دیدہ عائشہ صد حیف از آغوش شد　　دز نگاہم جلوہ عالم تیرہ و تاریک گشت
بود در فکرم مظفر سال تاریخ وفات　　ہاتف غیبی بمن گفتہ گلے خوش رنگ رفت

اگرچہ کئی ہزار اشعار احقر کے تحریر میں آچکے ہین مگر یہان سے چند غزلیات و ایک قصیدہ منجملہ ان قصائد کے جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر پڑھے جاچکے ہین یہان لکھنے پر قناعت کیجاتی ہے۔

غزل

ادہر وہ خشمگین خنجر بکف تیار بیٹھے ہین
ادہر جانباز انکے جانسے بیزار بیٹھے ہین

نہین سنتا نصیحت مجمع عشاق مین کوئی
کہو ناصح سی حضرت آپ کیون بیکار بیٹھے ہین

صدا آئی یہ ہر گوشہ سے جب وہ بام پر آئے
ادہر بھی ہو نظر ہم بھی یہان سرکار بیٹھے ہین

نہین لائین منا کر جس سے کچھ جینے کی خواہش ہو
ہمارے پاس کیون بیفائدہ غمخوار بیٹھے ہین

اگر یہ راز کو افشا یہ محفل مین تڑپ جانا
دل ناداں یہ مجمع ہے یہان اغیار بیٹھے ہین

بہار آئی ہو اٹھلاتی ہوئی گلزار عالم مین
تو اسنج چمن کھولے ہوے منقار بیٹھے ہین

پئے دیدار جب آئے بٹھائے در پہ یہ دیکھا
ادہر دو چار بیٹھے ہین اُدہر دو چار بیٹھے ہین

تماشا گاہ نیرنگی سراسر بزم عالم ہے
کہین واعظ کہین زاہد کہین میخوار بیٹھے ہین

مظفر کسطرح فکر سخن ہو سخت مشکل ہے
پریشان حال ہین عرصہ سے ہم بیمار بیٹھے ہین

ایضاً

کبھی وہ بھی دن ہو یارب شب وصل یار آئے
مرے گھر بہار آئے بت گلعذار آئے

یہ ستم ہو بن سنور کے وہ ستم شعار آئے
کہین داد رقیامت نہ تجھے بھی پیار آئے

ترے عشق مین لبون پر مری جان زار آئے
نہین اعتبار اسکا تجھے اعتبار آئے

مین ادہر ہون نیم بسمل وہ اُدہر ہون نیم بسمل
نہ مجھے قرار آئے نہ انھین قرار آئے

کچھ عجب نہین کہ بھولے مجھے اپنی دادخواہی
جو ادا سے سر جھکا کر دم حشر یار آئے

اسی وقت نزع دیکھون ہو نگا مین یاس و حسرت
یہ اثر ہو مدتون تک نہ تجھے قرار آئے

کبھی بھول کر بھی کرتے نہین کوئی قول سچا
یہ غضب ہی چلتے چلتے ہو مجھے اعتبار آئے

ہوی خاک عشق مین ہم اسے کچھ خبر نہین ہے
فقط اتنی ہے تمنا وہ سر مزار آئے

مین لیا وداس ہی رہونگا کہ مزا کی ہے او داسی
مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا بہار آئے

تجھے ظلم گن نہ آئین مجھے اپنے شکر ظالم
نہ تجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

اُسی کرتے ہیں نصیحت نہیں کیوں جناب ناصح — کہ جفا سے باز آکدن وہ جفا شعار آئے
مجھے حسن کے تصور میں ہے محویت عجب کیا — کہ اجل حسین بنکر دم احتضار آئے
میں فدا ہوں جان و دل سے یہ کبھی نہیں کہونگا — نہیں اعتبار اسکا نہیں اعتبار آئے
مجھے بخت سے مظفر نہیں کچھ امید اسکی — مری آرزو برآئے شب وصل یار آئے

ایضاً

اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے — اوٹھا کے آئینہ ہم اُنکے روبرو کرتے
جو ہم خیال قریب رگ گلو کرتے — کسی کی دیر و حرم میں جستجو کرتے
مزہ تو جب تھا گریبان کے چاک ہونیکا — کہ جنکے عشق میں پھاڑا تھا وہ رفو کرتے
جھلک جو دختر رز کی نہیں نظر آتی — تو وعظ چھوڑ کے واعظ سبو سبو کرتے
جو دیکھتے مجھے گریان کبھی نہ وہ ہنستے — ضرور ہی مرے اشکوں کی آبرو کرتے
اثر ہماری محبت ذرا دکھا دیتی — کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آرزو کرتے
تھے جمع پاک زمانے کے بزم رندان میں — جو آتے شیخ وہان انکی آبرو کرتے
وہ تھوڑی دیر کو پہلو میں کاش آجاتے — نہ بولتے نہ مظفر سے گفتگو کرتے

رہیگا یاد قاصد کو پیام وصل کا دینا — ترا کچھ بھی نہ کہنا سر جھکا کر مسکرا دینا
دغا دینا تمھارا کام ہے میرا دعا دینا — تم ہی انصاف سے کہدو ذرا اچھا ہے کیا دینا
لڑاتے تم ہو آنکھیں غیر سب آپس میں لڑتے ہیں — تمھاری بزم کا ہے مشغلہ لڑنا لڑا دینا
یہ کیا انسانیت ہے وضعداری سیکھیے صاحب — نہیں اچھا بڑھا کر رسم الفت کو گھٹا دینا
سماں وہ باندھ دے ابر کرم گلزار عالم میں — کہے زاہد مجھے بھی جام اک بھر کے جلد لا دینا
مزہ آئے نصیحت بھول جائیں حضرت ناصح — ذرا انکو بھی اپنی صورت زیبا دکھا دینا
سبحان اللہ کیا اچھی ہے تیری مشق ہے ظالم — ہمارا نام لکھنا اور پھر لکھکر مٹا دینا
محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادا تیری — وہ چلمن کا اٹھانا دیکھکر مجھکو گرا دینا
ترے رندوں میں آکر حضرت واعظ بھی بیٹھے ہیں — اگر بچ جائے تھوڑی سی انھیں بھی ساقیا دینا
مظفر مضطرب ہے خوف عصیاں سے رسول اللہ — اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا

ایضاً

کون ساشاہد گل آج ہی مہمان دل مین
ڈھونڈھ لین مجھسا وفادار زمانہ مین کوئی
اونکے آنے کی خبر آئے یہان کیا ممکن
یہ وہ گھر ہے کبھی خالی نہین رہتا اکدم
آئیے کیجیے گلگشت چمن شوق سے آج
تیرے مظلوم یہ محشر مین کہینگے تجھسے
دھیان مین آتی نہین ہستی دنیا کچھ بھی
زندہ کرکے جو نکالو تو مسیحا جانون
دن دکھا جلد وہ یارب کہ مدینہ دیکھون
لیجیے جلد مظفر کی خبر شاہ نجف

نظر آتا ہے جو سرسبز گلستان دل مین
کرچکے قتل تو اب کیون ہین پشیمان دل مین
حسرت و یاس کے بیٹھے ہین نگہبان دل مین
ہے خوشی آج تو کل حسرت و ارمان دل مین
ہمنے داغون کا لگایا ہے گلستان دل مین
خیر ہی آج ہین کیون آپ پشیمان دل مین
نقش برآب سہے یہ عالم امکان دل مین
میرے ارمانون کا ہے گنج شہیدان دل مین
ایک مدت سے تمنا ہے یہ پنہان دل مین
فکر و اندوہ سے ہے سخت پریشان دل مین

ایضاً

پھر حسینون پر فدا ہو یہ ارادہ دل کا ہی
مٹ نہین سکتا ہی لیلی خاک مجنون کا نشان
ٹکڑے ٹکڑے دل کے کرتی ہی تڑپنے کی ادا
سرجھکا کر دیکھ لے تصویر حسن و عشق کی
اہل محشر نیم بسمل ہین مظفر حشر مین

المدد مشکلکشا پھر سامنا مشکل کا ہی
دیکھ خاکی رنگ اڑتا ہی پردہ محمل کا ہی
رنگ مقتول جفا مین بسمل و قاتل کا ہی
عکس کتنا صاف تیرے دل پہ میرے دل کا ہی
ایک ادنی یہ کرشمہ ابروے قاتل کا ہی

ایضاً

کہتے ہین ولولے یہ دل بیقرار کے
دن آگئے ہین باغ مین فصل بہار کے

بکیس اوسے سمجھ کے دبائے نہ ہجر یار
سو حسرتین ہین پاس دل بیقرار کے

قابو مین وہ رقیب کے ہون کچھ عجب نہین
مین بس مین آگیا ہون دل بیقرار کے

حاصل شب فراق مین ہی لذت وصال
دل مین بھرے ہوے ہین مزے انتظار کے

آغوش مین لحد کی ہمین نیند آئیگی
سوئینگے خوب جامۂ ہستی اوتار کے

مین چاہتا ہون اورکسیکو نہ بھیدے شک
وہ آجکل ہین یار مرے رازدار کے

واعظ گناہگار کو تم گالیان نہ دو
قائل نہین ہو رحمت پروردگار کے

بوسون کا کچھ شمار نہ ہو وقت اب ہی کم
گنتے ہین دن قریب ہین روز شمار کے

ہوتا نہین ہی خوش جو مظفر کسیکا دل
سنتا نہین بہار مین نغمے ہزار کے

ایضاً

مری جان وہ بھی کرلو گر کوئی بیداد باقی ہی
ابھی کچھ کچھ تو ان خاطر ناشاد باقی ہے

رہے کچھ دیر جاری پرسش اعمال ای داور
ابھی اک مورد بیداد کی فریاد باقی ہے

نہ ہے مجمع حسینون کا نہ اب وہ عشق کی لذت
اگر کچھ بات باقی ہی تو اوسکی یاد باقی ہے

تصور سے کسی محبوب کے دل مین مزہ لینا
یہی اک شغل بہر خاطر ناشاد باقی ہے

وہ محشر مین ہو گھبرایا ہوا مین اوس سے یہ پوچھون
ستم کا حوصلہ اب بھی ستم ایجاد باقی ہے

اگر تو ذبح کرتا ہے تو رکھ لے سر کو زانو پر
دم آخر یہی حسرت مری جلاد باقی ہے

سخن سنجی کو رونق ہی مظفر بزم عالم مین
امیر نامور ہے داغ سا اوستاد باقی ہے

قصیدۂ نعتیہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس مدینہ منورہ مین پڑھا گیا

سوی مدینہ گر ترا باشد گذر باد صبا — کن عرض با ذوق و ولا در حضرت خیر الورا

اے بادشاہ دو جہان اے مبدٔ کون و مکان — اے ہادی ہر انس و جان اے شافع روز جزا

اے تاجدار کن فکان ای زیب بخش لامکان — اے محرم راز نہان مقبول حق نور خدا

اے رحمت للعالمین ای فخر جملہ مرسلین — اے رہبر دنیا و دین اے چارۂ ہر بینوا

اے آئینہ ذات صمد اے مظہر نور احد — اے مرجع ہر نیک و بد ای سرور شاہ و گدا

بر حال زارم کن نظر از لطف یا خیر البشر — از فکر ہر شام و سحر غمگین ماند این گدا

افضل توئی بعد از خدا احسن ترا از مخلوق ہا — محبوب ذات کبریا احمد محمد مصطفا

در جملہ خوبی و صفت حق کرد کامل منزلت — ہمسر نہ کس با مرتبت در حسن اخلاق و سخا

رخسار تو شمس الضحی گیسوی تو بدر الدجی — در شان عالی تو شہا لولاک شد وارد بجا

کفر و ضلالت دور شد عالم ہمہ پر نور شد — ہر ذرہ کوہ طور شد وقتیکہ شد جلوہ نما

کر دست او شق القمر طلبید چون آمد شجر — از حکم گویا شد حجر صلی علی معجز نما

وقتیکہ آمد در جہان ایوان کسری بیگمان — افتاد و ساوہ شد روان گو خشک بودہ برملا

دلیل جبریل امین آورد مرکب نازنین — از فرش بر عرش برین رفتند ختم الانبیا

شد کحل ما زاغ البصر در چشم آن اہل نظر — در لامکان شد جلوہ گر در ذات باقی شد فنا

بخشید ایزد از کرم ہر گونہ از جاہ و حشم — از برکت فیض قدم گلزار شد ہر دو سرا

بر ذات پاکت یا نبی شد مطمئن ہر امتی — چون جد و اب الفت کنی قربان دل و جانم فدا

طوفان کفر و معصیت برخاستہ از ہر جہت — از خوابگاہ مکرمت برخیز یا نور خدا

از جرم و زشتی عمل در کار من آمد خلل — ای رحمة للعالمین کن پاک از عیب و خطا

از نفس و شیطان لعین تاریک شد قلب حزین — افکار دنیا ہمقرین افتادہ در حرص و ہوا

مسجود جنات و ملک درگاہ عظم چون فلک
خوش آنکہ گشتہ منہمک آنجا رود یا بدلقا

در شوق دیدار درت بیمین دل ہر دم غمت
حاضر شوم بر روضہ ات مقبول باشد این دعا

للہ یا شاہ امم ما را طلب سوے حرم
در حال فرقت سوز و غم آتش زند در جان ما

از غیب پیدا کن سبب تا من روم سوی عرب
آزاد باشم از تعب روزیکہ یابم مدعا

از فرط حرمان ہر نفس آید چنان بانگ جرس
جانکاہ حسرت گشتہ بس بہر مرض لطفش دوا

احسنت صد بر کاروان در راہ او گشتہ روان
بر ہر قدم مسرور جان در سینہ صد جوش و ولا

بردار از دل داغ غم ای صاحب تاج و الم
از بہر آل ذی کرم وز بہر اصحاب صفا

آن شکل و قامت دلربا پر نور از سر تا بپا
در خواب من بہر خدا از مہر خود جلوہ نما

از فیض لطفش یک نظر از زہد و طاعت نیکتر
خوش بخت بیشک آن بشر افتد چنین ظل ہما

از خوف عصیان دل تپان از مہر تو یابم امان
در ہند بیکس نیم جان افتادہ در خوف رجا

در وقت نزع جان و تن در گور و در محشر بمن
در عجز یا شاہ زمن امداد باشد رہنما

از فکر و امراض و الم محزون و غمگین شد دلم
اے دافع رنج و ستم از بند غم باشم رہا

از گردش چرخ کہن گشتہ مظفر خستہ تن
بر حال پر رنج و محن کن رحم ای عقدہ کشا

منشی عیوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباد کے ذی لیاقت اشخاص مین تھے فارسی انشا پردازی مین خاص مہارت رکھتے تھے۔ لکھنؤ کے شاہی دفتر مین جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہوکر تحریری کام انجام دیتے رہے۔ درسی کتابین پڑھانے مین پوری دستگاہ تھی عبارت آرائی کے ساتھ خط بھی شستہ اور پاکیزہ تھا۔ موزونی طبعی سے کمال مناسبت تھی۔ فارسی اور اردو دونون زبانون مین شعر کہتے اور نعت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پورا دیوان نعتیہ کلام کا موجود ہے بعض غزلیات بطور اختصار اسکے ذیل مین درج کیجاتی ہین راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابین آپ سے پڑھی تھین اور والد ماجد سے دوستانہ مراسم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے اور اکثر واقعات گذشتہ بیان کرتے تھے معاملات دنیا مین آپ بھی اہل الرائے اور فخر خاندان سمجھے گئے نہایت نازک مزاج با تہذیب انسان تھے افسوس کہ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۱۶ھ ہجری مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۸ء مین آپ نے رحلت فرمائی راقم نے قطعۂ تاریخ یہ تحریر کیا ؎

صد حیف منشی عیوض علی صاحب خرد	ذی علم و اہل فہم و ہنر بود نکتہ دان
رخت حیات بست ازین دار پر محن	بہر وصال حضرت خلاق دو جہان
آن ماہتاب برج لیاقت غروب شد	در عمر پیر بود بہ تدبیر نوجوان
در بوستان عالم جاوید شد مقیم	از خاکدان ہستی موہوم شد روان

پرسید از سروش مظفر چو سال مرگ

گفتہ جناب رفت سوے گلشن جنان

۱۶   ۱۳ھ

انتخاب از کلام نعتیہ منشی عوض علی صاحب المتخلص بہ منشی

مرحبا مژدۂ رحمت کے سنانے والے
ہم سیہ کارون کو دوزخ سے بچانے والے

باعث مغفرت جرم و خطاے آدم
کشتی نوح کے طوفان سے چھڑانے والے

حشر کو سایۂ الطاف خدا مین ہونگے
آپکے نام پہ ایمان کے لانے والے

مشعل طور سے حضرت نہ لگائین دل کو
دل کو حسن رخ انور سے لگانے والے

ناز حورون کا بھلا کیون وہ اوٹھانے جائین
شوق حضرت کے نئے لطف اوٹھانے والے

خوف دوزخ نہ جنت کی تمنا رکھین
کوچۂ احمد مختار کے جانے والے

بیکران بحر ہی کشتی ہے شکستہ میری
لو خبر جلد مری پار لگانے والے

سخت مجبور ہے منشی کی خبر لو مولا
لاکھون دشمن ہین کرورون ہین ستانیوالے

تری الفت کا دم یا مصطفےٰ جسدم بھرتے ہین
مئے وحدت سے جام آرزو لبریز کرتے ہین

نہال الفت نعت احمدی کے نخل پیرا ہین
چمن مین شاخ گل جھک جھک کے ہمین تسلیم کرتے ہین

ثنا خوان آپکے جسدم قدم رکھتے ہین جنت مین
تو اہل خلد اوٹھ اوٹھ سرو قد تعظیم کرتے ہین

صداے مرحبا کا شور ہی ہر قصر و ایوان مین
ملائک عرش اعظم سے زیارت کو اترتے ہین

وفور عشق سے ذات مقدس مین فنا ہین ہم
نہ خواہان وصل کے ہین اونہین فرقت سے ڈرتے ہین

اونھین نام خدا ہم زندۂ جاوید کہتے ہین
جو تم پر اپنا ہر دم جان و دل قربان کرتے ہین

مریض عشق حضرت روز جان تازہ پاتے ہین
شہیدان محبت کون کہتا ہی کہ مرتے ہین

ستایا ہے نہایت گردش چرخ ستمگر نے
خبر لو یا نبی ہم پر بڑے صدمے گذرتے ہین

گلستان ثناے مصطفےٰ مین رات دن منشی
کوئی دیکھے تو ہمکو کسطرح کے گل کترتے ہین

ایضا

مشرق مہر درخشان مرا سینہ ہوگا / گوہر نعت پیمبر کا خزینہ ہوگا

کشتی نوح کا ہم نام سنا کرتے ہین / حشر کو اوسکے غلامون کا سفینہ ہوگا

جسکو سب خلق یہان آب بقا کہتی ہے / خضر کو ہاتھ لگا اونکا پسینہ ہوگا

داغ کہنہ نہ اگر جرم قمر مین ہوتے / کہتے ہم خاتم احمد کا نگینہ ہوگا

عید ہو کوچۂ احمد مین اگر دم نکلے / مرگئے پھر بھی نئے لطف کا جینا ہوگا

بخت خفتہ مرے بیدار کبھی تو ہونگے / آسمان تابکجا بر سر کینہ ہوگا

دیکھیے یاد وہ کبتک مجھے فرماتے ہین / اے خدا کون سا دن کون مہینہ ہوگا

ساتھ جائیگی ترے نعت نبی اے کشتی / خاک مرقد مین یہی اپنا دفینہ ہوگا

ایضا

نعت شہ زمن کا مزہ ہی دہن مین آج / تاثیر کچھ نئی ہے ہمارے سخن مین آج

معدن ہے کیسہ گوہر نعت رسول کا / شاہی کا لطف ہے مجھے دار المحن مین آج

بلبل درود خوان ہے جبین سا ہر شجر / لائی صبا ہے بوے مدینہ چمن مین آج

ادنا مشابہت عرق جسم پاک سے / پھولے نہین سماتے ہین گل پیرہن مین آج

منکر نکیر قبر مین تکلیف مت کرین / نعت رسول ہے مری جیب کفن مین آج

کس یوسفی جمال کے کوچہ کا شوق ہے / غربت سے عشق ہی ہمین حب الوطن مین آج

حاضر ہے پیشوائی کو ہان منتظر ہے دل / تشریف لائیے مرے بیت الحزن مین آج

کشتون پہ کشتے لاشون پہ لاشے ہین کوبکو / پیدا وہی ادا ہے ترے بانکپن مین آج

ہے شور الحفیظ کہین العطش کہین / گرمی نئی ہے کچھ مرے داغ کہن مین آج

ـــلے اب تو تیرے عشق کو منشی اثر ہوا — پڑھتے ہین تیرے شعر وہ ہر انجمن مین آج

ایضا

ہرگز نہ ثنا خوان ہون کسی زلف و دہن کا — مداح ہون عز و شرف شاہ زمن کا

وہ شاہ کہ جس شاہ کی ہی شان مین لولاک — ہستی گل پژمردہ ہی اک اس کے چمن کا

نعت شہ کونین ہی جو حرف ہے میرا — رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا

جو شعر ہی اک طرہ حوران جنان ہے — جو نقطہ ہے اک نافہ ہی آہوے ختن کا

مضمون و معانی مرے معشوق صفت ہین — بو زلف معنبر کی مزہ سیب ذقن کا

رکھتے ہین نہین عطر کی جو میری غزل مین — گلدستہ ہی دیوان گل نسرین و سمن کا

گلچین ہون گلستان ثنای نبوی کا — شرمندۂ احسان نہین فردوس عدن کا

موزون ہی طبیعت مری فیض شہ دین سے — ہی مشورہ حضرت سے مدح خوانی کے فن کا

حضرت کی محبت ہی مرا ملت و مشرب — طالب مین نہین ملت ہفتاد و دو تن کا

رکھتے ہین جو خاک در اقدس سے ارادت — لیتے وہ کبھی نام نہین دُرِ عدن کا

خلعت جو نبوت کا نبیون کو ملا ہے — اُترا ہوا ملبوس ہے حضرت کے بدن کا

حضرت نہ اگر پار لگاتے یہ سفینہ — تھل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دار محن کا

مشتاق ہین خاک قدم پاک کی آنکھین — زنجیر ہے پاؤن کی مزہ حُبِ وطن کا

کرتا ہون نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی — مُنھ دیکھ کے رہجاتا ہون مین چرخ کہن کا

پامال ہو مردہ مرا کوچہ مین تمھارے — مولا مین طلبگار نہین گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہی نہ زر خواہش منشی
انعام شفاعت ہو صلہ اسکے سخن کا

میر نجف علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کے لائق فرزند اور ذی علم شاعر صوفی خوشنویس مال تھے
میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ مین بسر ہوا امیر وزیر علی صبا کے شاگرد رشید اور لکھنؤ کے
اہل کمال کی صحبت مین رہے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بیعت تھی
کتاب انوار الرحمن مین بھی ضمناً آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت مین
باوضو بیٹھتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مرشد کامل نے جو افتخار نامے آپکے نام
لکھے ہین اور راقم کی نظر سے گذرے ہین اُنکے مضامین سے نہایت شفقت و عنایت
مترشح ہوتی ہے میر صاحب قناعت پسند اور مرتاض طبیعت کے انسان ہوے ہین
گفتگو فصیح اور محاورات دلکش تھے خوشنویسی کے فن مین جو خاص بات آپکو حاصل تھی وہ
یہ ہے کہ زور قلم سے جس قدر جلی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اُتنے جلی قلم
سے لکھنا مشکل تھا۔ نجوم و رمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات ازروی حساب تبلائی
وہ صحیح نکلی۔ تاریخ و اشعار گوئی مین تو ایسی آپ کو مہارت تھی کہ باتین کرتے کرتے تاریخی مادہ
نکال دیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تاریخی مادے اِسجگہ لکھکر قابلیت و مہارت
کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

۱۲۷۶ھ ہجری مین جب مولوی انوار حسین خان صاحب ختیارپوری کی ولادت
اور اُسی زمانہ مین اُنکے والد فضل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے
اِس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج
چھپا اور وہ تاریخی مادہ یہ ہے ماہی برآمد و شد مہر در زمین نہان۔ اسیطرح مین آپکے
۱۲۹۳ھ

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا کے یہان جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل خانہ نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لاجواب تاریخی مادہ نکالتے ہین سے پسر آمد جان مادر برفت - اور اس کو یون منظوم کیا ہے سے

تولد چو فرزند فرزند گشت	ز فرط خوشی جان مادر برفت
ز شرب شراب نشاط و الم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بگفت سال این شادی مرگ گفت	**پسر آمد جان مادر برفت**

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھیے کہ صرف اسی تاریخ کو زد طبیعت سے کئی قسم سے لکھا ہے اگرچہ مادہ بے کم و بیش تھا مگر تعمیہ بھی کر دیا اور غم و خوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھائے اُن سے حسن پیدا ہو گیا اور وہی مضمون کسی قدر الٹ دیا مگر کس لطف سے ادا کیا ہے قطعہ تاریخ تولد فرزند و رحلت مادر سے

چو در خانہ سیدِ ذی وقار	بہ تولیدِ فرزند مادر برفت
پے سال تاریخ شادی و غم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بگفت از سر بہجت و روے آہ	بگفتہ **پسر ماند و مادر برفت**

اُردو مین بھی لکھا ہے مگر بوجہ طوالت صرف آخری شعر پر قناعت کی جاتی ہے سے

سبھون نے کہا کھینچکر آہ کو	**چھپا ماہ خورشید طالع ہوا**

سنہ ۱۲۸۸ھ مین جب **"نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند فرمانروای بھوپال"** کا قرآن شریف ختم ہوا اور تقریب بسم اللہ کی قرار پائی چونکہ آپکے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست کے ملازم و معالج تھے اسلیے میر صاحب نے اس جلسہ ہمایون کی تاریخ تحریر کی اور نام نامی

کے ساتھہ لفظ نشرح کی بڑہا کر اُس تقریب کو مادۂ تاریخ سے ظاہر کردیا بڑی خوبی اور کمال تو یہی ہو کہ جس امر کی تاریخ تحریر کی جائے اوسکا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادۂ تاریخ مین ضرور آجائے اور مناسبت پائی جائے اور قطعہ تاریخ یہ ہے ؎ این نشرح سلطانجہان بیگم ذیجاہ ✣ از مصحف اقبال باخلاص عیان ست ✣ در گوش دلم حافظ فکر از پے تاریخ × فرمود که این نشرح سلطان جہان ست ✣ اسیطرح ۱۲۹۱ھ ہجری مین جب رئیسہ ممدوحہ کیساتھہ نواب نظیر الدولہ سلطان دولہ احتشام الملک عالی جاہ احمد علیخان صاحب بہادر کا عقد ہوا تو اسکے بھی قطعات میر صاحب نے بڑے خلوص وخوشی سے موزون کیے اور وہ یہ ہین ؎

بنے نوشاہ جو احمد علیخان فضل خالق سے	معمہ سال وصلت مین کہا طرز مجدد کا
رُخ شادی نظر آیا جہان مین چارسو مجکو	جو صادِ چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے قد کا

ایضاً

کتخدا گشتہ صاحب اقبال	آن کہ ہمنام احمدست وعلی
بہر تاریخ شادی وصلت	گفت ہاتف کہ **عشرت وشادی** ۱۲۹۱

جب آپکے پیر ومرشد شاہ حسین خان صاحب خلیفہ مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا تو میر صاحب نے اُس رنج والم کے ہجوم مین جو ہر ایک اہل ارادت مرید کو اپنے پیر کی رحلت سے ہوا کرتا ہے اِس کثرت سے تاریخین لکھین کہ ایک صفحہ تاریخی مادون سے بھر گیا بعض قطعات اسمین کے یہانپر درج کیے جاتے ہین ؎

عازم خلد شد چو از دُنیا	قبلۂ عارفان حق آگاہ
گفت سالِ وفات او ہاتف	**گرز جہان رفتہ عارف باللہ** ۱۲۹۱ھ

ایضاً

نظرون سے چھپا ہے آفتابِ عرفان — دنیا تاریک ہوگئی غم ہی سہی
جنت مین قدم چوم کے بہرِ تاریخ — رضوان نے کہا کہ شیخ عالم ہی ہی
١٢٩١ھ

اور جب شاہ صاحب کا مقبرہ تیار ہوا تو اُسکی تاریخ لکھتے ہین ؎

بنا نمودہ چو طالب حسین رحمانی — قریب قبلہ و گر قبلۂ بصدق و صفا
نجف بسجدہ فرو شد چو از پی تاریخ — سروش گفت کہ قبلہ حضور قبلہ نما
١٢٩٦ھ

جب ١٢٨٦ھ مین حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ نے بمقام کلکتہ مٹیا برج
کوٹھی امیر منزل تعمیر کرائی تو میر صاحب نے قطعۂ تاریخ مرتب کیا ؎

چو این کوٹھی نور منزل بنا کرد — شہنشاہ ذی جود سلطان عالی
پئے سال تاریخ چون فکر کردم — بگفتہ نجف نور بخش منازل
١٢٨٦

١٢٦٨ھ ہجری مین جب شاہ فخر عالم صاحب خلیفہ شاہ نیاز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو انہنے
یہ قطعہ تاریخی لکھا ؎

حبیب حق محمد فخر عالم — ہوے محبوب ذات سے ملاقی
شراب شیشۂ عرفان کے ساقی — جو کی فکر از پے تاریخ رحلت
گئے اس دار فانی سے سوے خلد — کہا رضوان نے محو ذات باقی
١٢٦٨ھ

جب حکیم شہامت علی صاحب نے اپنی مثنوی کیلیے قطعۂ تاریخ کی فرمایش کی تو میر صاحب نے
یہ قطعہ لکھدیا ؎

چو خورشید حکمت شہامت علی — شد از شاہد مدعا کامیاب
مسیحا نفس شاعر لاجواب — پے سال تاریخ فکر نجف
بفکر رسا مثنوے گفت — بگفتہ کہ بستان عشق و شباب
١٢٦٨ھ

میر صاحب کا کلام بہت تھا مگر مزاج مین استغنائی ایسی تھی کہ کبھی تدوین کلام کی طرف توجہ نکی

کچھ غزلیات و قطعات و تاریخی جو زیر مشق آگئے تھے اور انکی وصلیان پڑی ہوئی تھین وہ تلاش سے مل گئین منجملہ انکے ایک غزل درج ذیل کی جاتی ہو

غزل

ہمارے دل مین بہ قاتل ہی آرزو باقی	رہے گلو مین نہ تار رگ گلو باقی
ہے جام ہاتھ سے کیون تو نے رکھدیا ساقی	شراب خم مین ابھی ہو کئی سبو باقی
جوانی گذری لڑکپن گیا ضعیف ہوے	بس اب ہے خاک مین ملنے کی آرزو باقی
لٹک رہے دل عشاق مین نجف اتنے	نہین ہے گیسوی جانا نمین ایک مو باقی
میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا مطلع	قید کر لی مرے ساقی نے پری شیشہ مین
لیکے خم سے جو ہے صاف بھری شیشہ مین	دلچسپ ہے مگر افسوس کہ اسکے اشعار ضایع

ہو گئے میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحب مینائی سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی خصوصیت کی وجہ سے میر صاحب امیر صاحب سے ملنے رامپور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے لطف سے نامہ شوق بھیجتے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نام راقم کے پیش نظر ہے جس کے القاب مین سیدی سندی مقبول بارگاہ لم یزلی میر نجف علی صاحب لکھا ہوا ہے -

میر صاحب موصوف کو سرکار لکھنو سے تیس روپیہ ماہوار بطور پنشن کے عرصہ تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہرخ بیگم کے منشی رہے تھے بیگم مسطورہ واجد علیشاہ کی محل تھین بعد انتزاع سلطنت اودہ جب سلطان عالم لکھنو سے کلکتہ تشریف لیگئے اور بعض محلات مثل خاص محل معشوق محل ہمراہ گئے اور اکثر لکھنو میں[۱] رہ گئے جن سے تاجدار آخری

[۱] مثل حضرت محل - دلدار محل - فرخندہ محل - شہنشاہ محل -

خط وکتابت فرماتے منجملہ اُنکے شاہرُخ بیگم بھی تھین ایک بار بیگم مذکور کو شاہ اودھ نے نامہ منظوم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہرُخ پیاری شاہرُخ لکھا میر صاحب نے بھی اُسکے جواب مین اُسی بحر و ردیف قافیہ مین اشعار نظم کرکے خط بیگم صاحبہ کی طرف سے لکھا جسکو دیکھکر شاہ اودھ نے شاہرُخ بیگم کو تحریر فرمایا کہ تمھارا انشی بہت باتمیز معلوم ہوتا ہے راقم نے گنجینہ سلیمانی مین اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف اس مضمون کے اشعار تھے ؎

ہو تری فرقت مین ہم کو بیقراری شاہرُخ
ہر گھڑی رہتا ہی شغل آہ وزاری شاہرُخ

لکھنو عشرت کدہ تھا ہوگیا ماتم سرا
ہوگئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہرُخ

گھر لُٹا مونس چھٹے وہ سلطنت جاتی رہی
دردسر ہے اب بجای تاجداری شاہرُخ

سچ ہے اِس دنیای فانی کی نہین کچھ کائنات
کوئی بھی صورت نہین ہے اعتباری شاہرُخ

تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے اُنکے جواب
ہم سے ممکن ہی نہین غفلت شعاری شاہرُخ

جشن جمشیدی رہا کرتے تھے کیا کیا روز و شب
خواب حسرت ہوگئی عشرت وہ ساری شاہرُخ

دل پکڑ لیتے ہین ہم کو دیکھکر اہل جہان
رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہرُخ

شاہرُخ بیگم صاحبہ کی طرف سے جواب اس مضمون کا تھا ؎

ہجر مین بیتاب ہے یہ غم کی ماری شاہرُخ
کر نہین سکتی ہی شرح غم تمھاری شاہرُخ

کیا کہین سلطان عالم جب سے کلکتہ گئے
ہر گھڑی کس رنج مین ہمنے گذاری شاہرُخ

ہاے گلزار جہان مین دھوم سے آئی بہار
بند ہو کنج قفس مین یہ بچاری شاہرُخ

کچھ تھما درد جدائی آج کچھ آنسو تھمے
نامہ والا نے جب کی غمگساری شاہرُخ

ہاے خط آتا نہین جب تک کہ مٹیا برج سے
رنج دہ رہتی ہے حالت انتظاری شاہرُخ

صدمہ دوری سے شاہا اسقدر ہین تنگ ہون | ہوگئی ہون جان و دلسے سخت عاری شاہرُخ
اب کہان لطف تکلم کیسی گلگشت چمن | اب کہان وہ فرحت باد بہاری شاہرُخ
تا ابد زندہ رہین پھر آئین قیصر باغ مین | حضرت حق سی دُعا ہے یہ ہماری شاہرُخ
درگہہ عباس مین جاکر چڑھاون مین علم | جب در دولت پہ پھر دیکھون سواری شاہرُخ
آئین گھر آقا ہمارے جلد یا شاہ نجف | کرتی ہے مُشکلکُشا یہ خواستگاری شاہرُخ
پھر تری قدرت سے مولا لکھنو گلشن بنے | دیکھ لے آنکھون سے شان کردگاری شاہرُخ
جا نثار آئین آ کے لکھنو مین جان پھر | اور پوری ہون مُرادین دلکی ساری شاہرُخ
چھڑکا جاتا تھا جہان نسیرون عطر و گلاب | خاک اُڑتی ہے وہان حیف خواری شاہرُخ
مشکلین حل ہون مری بہر علی بہر نبی | اپنے اختر پر کرون مین جان واری شاہرُخ
ٹکڑے ہوتے ہین فرد درد دل کے جگر | داستان غم جو سنتے ہین ہماری شاہرُخ

افسوس کہ ۲ ذالحجہ ۱۲۹۰ھ ہجری مین میر صاحب نے رحلت فرمائی شاہ طالب حسین صاحب جو سالک کارکردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے روبرو بیان فرماتے تھے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے مین نے خیال کیا کہ عنقریب شاہ صاحب کے مُریدون کا کوئی سرتاج دُنیا سے کوچ کرے گا اِس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سُنی اور خواب کی تعبیر پوری ہوگئی راقم نے قطعہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ؎

منبع علم و ہنر مقبول حق ہر دل عزیز | خوشنویس و ذی لیاقت شاعر شیرین مقال
صوفی مرتاض و قانع عارف ذات خدا | مخزن لطف و محبت خوش بیان نازک خیال
ہر کہ شد باد مُلاقی گشت بیحد شادمان | خُلق دلکش داشت از بس دافع حزن و ملال

باد آن سید نجف در خدمت شاہ نجف	بود در اولاد پاکش نیک خو عالی خصال
فکر تاریخ وفاتش چون مظفر را بدل	گفت والا منزلت جنت نصیب اہل کمال ۱۲۹۷ھ

میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الانوار مطبوعہ (۲۰) نومبر سنہ ۱۸۸۰ء مین شائع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب متخلص بہ مجیب نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھکر دیوان جام جم کے صفحہ (۳۱) مین طبع کرائے ہین جس سے کے بعض شعر یہ ہین۔

کھینچتے تھے جو عطارد کے رقم پر خط نسخ	نوحہ خوان ہی حال پر اُنکے قلم وہ چل بسے
جن کے مقدم کے رہا کرتے تھے ہم امیدوار	رکھ کے سینہ پر ہمارے کوہ غم وہ چل بسے
بات سہی جن کی ہوا کرتا تھا اپنے دل کو حظ	مرثیہ کرتا ہون مین اُن کا رقم وہ چل بسے
اب نہ اس دنیا مین رہنے کا مزہ ہے اے مجیب	لطف جنسے زندگی کا تھا بہم وہ چل بسے

میر صاحب کی اولاد مین تین لڑکے اور دو لڑکیان ہوئین سید خورشید علی کرنل برڈ صاحب کمشنر دہلی کی سفارش سے جو منشی اولاد علی صاحب برادر میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی مین بعہدہ اہلمد کلکٹری ملازم ہوے مگر وہ بمرض ہیضہ جوان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید فضل عظیم صوبہ بہار مین دو سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہین تیسرے میر واجد علی صاحب ہین بڑی لڑکی شیخ سبحان علی صاحب مرحوم کو منسوب ہوئین اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دار القضا حیدر آباد کو جو ایک معزز و ذی لیاقت شخص ہین منسوب ہوئین۔

حالات حضرت شیخ محمد مهدی صاحب قادری شاہ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

اشعار فی المدح

ہادی راہ طریقت حامی دین نبی — اختر برج حقیقت گوہر مجد و علا

آفتاب برج عرفان مظہر انوار حق — آسمان جاہ و عظمت گلشن صدق و صفا

رہبر عالی نژاد و مرشد بانی شہر — یعنی حضرت شیخ مہدی عارف ذات خدا

شیخ عالیقدر گردون منزلت والا گہر — یافت صدہا مردمان از فیض او راہ خدا

بد فنا فی الذات حق لخت دل شیخ کبیر — نخل باغ آرزوی قاسم شیخ ہدا

ناز بر فرزندش قاسم سلیمانی کند — ہمچنین دلبند دین پرور خدا کردہ عطا

فیض روحانی میسر کرد حضرت غوث پاک — از برای جد او بر خوش نصیبی مرحبا

معتقد سلطان عالمگیر شد با صدق دل — دید چون زہد و تقدس صاف از ریب و ریا

گشت این ویرانہ پر نور از چراغ فیض او — یافتہ اہل ارادت بیشتر از وی ضیا

عارف باللہ از شاہان دہلی شد لقب — از پی فرزند او جاگیر ہم گشتہ عطا

داشت نسبت پنج خلفا صاحب ارشاد و کیف — گلشن فردوس بودہ خانقاہش باصفا

آن کرامت ہای بی پایان کزو ظاہر شدند — میکنم منظوم دو سہ از پی اہل ولا

کرد کافر حجت تعیین اسلام شریف — برد آنرا بر مزار زندئی فرخ لقا

گفت بر تربت کہ بنما ذات خود حاجی کبیر — منکر اسلام باشد تا کہ قایل دائما

دید کافر در مزارش جلوہ اش حیران بماند — کلمۂ اسلام خواند و شد پشیمان برملا

سگ گزیدی یکبار در آرام او تاخیر شد — گوشت از خنجر جدا کردند حاصل شد شفا

گفت تا روز قیامت ہر کہ آید بر درم — آن نہ دیوانہ شود مقبول کردہ حق دعا

هر که آید سگ گزیده بر مزارش بالیقین
از گزندِ زخم و از دیوانگی گردد رہا

در حیات آن مصدرِ فیضِ ہدایت بعدِ جون
شد تصرف از مزارش بعد و جاری بسا

گر نباشد قول من باور بیا سوے مزار
صاحبِ کشفی مراقب شو ببین صد جلوہ ہا

از پےِ ذاتِ نبیؐ بہرِ علیؑ شاہ و وزیر
یک نظر بر حال من ای مہدی راہِ خدا

گردشِ افلاک بر من آمدہ من عاصیم
کن دعا بہرم شوم از بند این ہر دو رہا

دولتِ دارین باید گر تو خواہی ایجناب
این مظفر از سرِ اخلاص شد مدح و سرا

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے یہان کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات مین آپ مرجع انام تھے اوسی طرح آپ کا مزار بھی پُر تصرف ہے اہلِ ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے۔ ایک عرصہ تک آپکی خانقاہ خدا پرستون کی مخزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پردہ گمنامی مین پوشیدہ ہو گئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل بیخبر ہین علاوہ مدارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ و حشم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پیر و مرشد تھے اور ہزارہا بندگانِ خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت ہوے بادشاہِ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خداشناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر۔ ”غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد۔ جو کتبہ لگایا گیا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپ کے صاحبزادہ کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اوسمین **حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ**۔ عزت افزا الفاظ سے مخاطب و سربلند کیا ہے علاوہ نذر و فتوح کے

چھبیس[۲۶] موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہان دہلی اور امرا سے معاف ہوے تھے عہد شاہی تک آپ کی اولا مین جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان داد صاحب کو جو فرمان محمد شاہ بادشاہ دہلی کیطرف سے نظام الملک کے عہد وزارت مین مرحمت ہوا اُس مین تحریر ہے شیخ میان داد صاحب جونبیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین کے ہین وہ کثیر الاعیال ہین اور انکی خانقاہ مین فقراے وارد صادر کا خرچ بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد آلہی مین مشغول رہا کرتے ہین لہذا فضل و کرم شاہانہ سے تین موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد مین مدد معاش کے لیے مرحمت کئے جاتے ہین۔ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف[۱۵] بالا پیر صاحب کے فرزند اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جد نامدار کے محامد ومناقب سے کتب سیر بھرے ہوے ہین چنانچہ مختصر طور پر اونکے حالات حاشیہ پر درج کردیے ہین۔

---

۱۵ حضرت شیخ کبیر بالا پیر ۹۹۴ھ ہجری مین بمقام رودبدنی پیدا ہوے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند خلیفہ تھے آپ نے وہ ریاضت کی تھی کہ پردہ حجاب کا اوٹھگیا تھا آپ دایمی طور پر مشغول بخدا رہتے تھے اور اتباع رسالت پناہی نہایت ملحوظ تھی اپنے والد بزرگوار کے اسرار و کمالات باطنی آپکی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج مین آپکو لے آئے تھے اِس لئے جسوقت قاسم سلیمانی نے چنار گڈھ مین انتقال فرمایا اوسوقت آپ حاضر نہ تھے شاہ قاسم سلیمانی نے انکے نام خلافت نامہ و پیران طریقت کے طریقون کی اجازت نسلی وکشفی، تحریر کرکے اسپر اپنی مہر و قاضی و مفتی و حاضرین کی گواہی کرائی اور محمد اسمٰعیل خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج مین پہونچا دینا چنانچہ حسب وصیت وہ خلافت نامہ آپکو پہونچایا گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت وعبادت مین مصروف رہے اور تازندگی طالبان حق کو ہدایت صوری معنوی کے طریقے تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت کی زینت اپنے حسن کردار سے بڑھادی مزار شیخ کبیر علیہ الرحمہ کا قنوج مین ہے جو نہایت پر تصرف ہے اہل ارادت اوسے قبلہ حاجات سمجھتے ہین۔ آپکے متعلق جو عبارت ملفوظ مین ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۶

حضرت مہدی صاحب کے حالات راقم کو سید شاہ غلام جیلانی میان صاحب بانسوی (جو خود بھی بزرگ اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے مرحمت فرماے اوس کا ماحصل اس جگہہ پر تحریر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ اونکی ذات معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالاپیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ سے اکثر خوارق عادات اور کرامتین سرزد ہوئین جب آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنانیمین مصروف ہوے اثناے تعمیر مین ایک روز ایک بدعقیدہ گمراہ شخص آیا اور آپکو خانہ خدا کی تعمیر مین مشغول دیکھکر اوس نے دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہنود جو مرتے ہین وہ جلاکر خاک کر دئے جاتے ہین اور مسلمان لوگ زمین مین دفن کر دئے جاتے ہین۔

سلہ ۵ وہ بجنسہٖ تحریر کیجاتی ہے۔ آن مسترشد آن پدر مرشد عالیقدر آن عارف بے نظیر حضرت شاہ کبیر خلف و خلیفہ شاہ قاسم سلیمانی است ریاضت بسیار کردہ پردۂ مہاجرت دریدہ دایم مشغول بخدا پیوستہ مایل طریق مصطفیٰ مورد کمالات والد بزرگوار محل کمالات اسرار بودہ در وقت وفات والد در جنازگاہ حاضر نبود شاہ قاسم براے او نامہ از مہر خود گواہی قاضی و مفتی و دیگر ثقات کہ آنوقت حاضر بودند مبنی بر وضع مثال خلافت و جانشینی خود با سایر اجازت طرق گرفتن مرید و تلقین و تسلی نوشتہ حوالہ محمد اسمٰعیل خادم خاص کردہ کہ بعد من در قنوج بہ کبیر رسان بعد وفات حضرت قاسم سلیمانی نامہ خلافت بآنحضرت رسیدہ مدۃ العمر کمال استقامت و تلقین طالبان در طاعت و عبادت و طریق صوری و معنوی پدر بزرگوار را بر پا داشتہ خلافت را زیب داد وہ مزارش در قنوج قبلہ حاجتمندان است ۱۲۔ رمضان ۱۰۵۴ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے انتقال فرمایا ۶۰ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت راقم نے یہ نظم کی ہے ؎ آفتاب چرخ عرفان حضرت شیخ کبیر ٭ حامی دین محمد رہنما با صفا ماحی کفر و ضلالت واقف سر خدا ٭ مخزن انوار یزدان چشمہ فیض و عطا ٭ از پے سالش مظفر فکر شد گفتہ سروش ٭ رفت بالا پیر صاحب پاک جا

آپ کا مقبرہ جو ۱۰۵۰ ہجری مین تعمیر ہوا اوس پر جو عبارت تحریر ہے وہ تذکرہ لڑن متعلق جاگیر بہادر خان مین تحریر ہو چکی ہر قطعہ تاریخ جو کندہ ہے وہ یہان پر نقل کیا جاتا ہے۔ شدہ زہجری سال ہزار و پنجہ و چار ٭ دو شنبہ و دہ و دو بود از مہ رمضان۔ دیکھو صفحہ ۱۳۷

وہ قبر مین عجب عذاب مین مبتلا ہوتے ہین انکے بدن مین کیڑے پڑتے ہین جسم و اعضا اونکے سڑتے ہین آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجاوے تو مین مذہب اسلام کی خوبیان اور اُسکی حقیقت عالیہ کا تجکو مشاہدہ کراون وہ اس امر پر راضی ہوگیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زندنی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر لے گئے آپنے سلام علیک کر کے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلا دین چنانچہ حضرت زندنی نے اپنی حالت اسپر ظاہر کردی اور اوس کافر نے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔

وہ اصل عبارت بھی ہم یہانپر تحریر کیے دیتے ہین تاکہ ناظرین کو موقع وسواس کا نرہے

بقیہ صفحۂ ماقبل کہ پیر کامل و قطب زمانہ شیخ کبیر ہ سپہر علم و عمل بحر دانش و عرفان ہ بگفت داعی حق را اجابت کیب روانہ کرد رو اتر ابر روضۂ رضوان ہ آپکے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کے بارہ گیارہ صاحبزادہ اور دس صاحبزادیان چار بیویون سے منقول ہین۔ صاحبزادونکے نام یہ ہین۔ شیخ شہاب الدین۔ شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن شیخ عارف۔ شیخ محمد مہدی۔ شیخ عبدالقادر۔ شیخ بہاء الدین۔ شیخ زبیر۔ شیخ بشیرالدین۔ شیخ عبدالحکیم۔ شیخ ممتاز فردوس شیخ مظفر۔ ایک بیوی آپکی مسماۃ جمیلہ بی بی بنت گل بن مامون ابراہیم زی وملاری خیل تھین جنکے بطن سے شیخ عارف۔ شیخ مہدی۔ شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیان پیدا ہوئی تھین۔ دوسری بیوی تارخ بی بی جنکے بطن سے شیخ شہاب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیان متحد البطن لکھی ہوئی ہین۔ شیخ محمد مہدی و شیخ عبدالکریم و شیخ مظفر و شیخ مختار وغیرہ باقی رہے تھے مابقی صاحبزادے جنکی تعداد بعض راوی سات بتلاتے ہین معہ چند صاحبزادیون کے صغرسنی مین انتقال کر گئے تھے۔ شیخ عبدالکریم بعض کتب مین آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت محمد مہدی شاہ خلف وخلیفہ شاہ کبیر بالا پیر جانشین جد[1] شد صاحب خوارق ونمایش حالات بود روزیکہ از بنائے روضہ پدر فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را مصروف تعمیر خانہ خدا دیدہ اہانت دین اسلام آغاز نہاد وگفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ برباد میروند ومثل مسلمین در قبر مبتلا بعقوبت وکرم نمیشوند او فرمود اگر مسلمان شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج مشہور است برو سلام کرد وخواست کہ آنحضرت خود را برین کافر نمایند حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا ساخت کافر آنحضرت را دید۔

---

[1] جد سے مراد حضرت قائم سلیمانی ہیں۔ حضرت قائم سلیمانی موصوف مشائخین ذیشان و رعارفان عالیمقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمالات باطنی آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت ومجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی دستگیری فرماتے سنہ ۹۵۶ھ مین پشاور کے قریب رودبدنی کے پیدا ہوئے تھے آپکے والد کا نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زاہد تھا آپ کی والدہ بی بی نیکبخت شیخ الہداد صاحب افغان کی صاحبزادی تھین

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برہان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل۔ سے چونامش نہادند قائم ولی ہ جہان شد زانوارہ او ممتلی ہ آپ قوم کے پٹھان
متی زئی خلیل ہین۔ سات برس کی عمر سے آپ نے صوم وصلوہ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف
اور تعلیم دینی محمد گولہ زئی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک رات
حضرت قطب عالم غوث بنی آدم شیخ عبد القادر جیلانی سے عالم معاملہ مین ظاہری بیعت کے لیے عرض
کیا تو ارشاد ہوا کہ عہد کر کسیکو برا نہ کہونگا آپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین حموی کے ہاتھ پر بیعت
کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ مین لوگون سے آپنے بہت اذیتین اوٹھائین مگر عہد شکنی
نہ کی کسیکو برا نہ کہا جب اپنے پیر کی خدمت مین حاضر ہوے تو وہ حسب الامر غوثیت مآب کے آپکے
استقبال کو حماہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کر کے خرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت
تمہارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین حاضر ہوے اور بغداد شریف مین
بھی چلہ کشی فرمائی اور نجف اشرف چاہ یوسف مشہد اقدس مزار خالدین ولید رملہ بعلبک حلب بصرہ
وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آے اثنائے راہ مین
خراسان بلخ غزنین کابل پشاور کے اولیا اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوے اور پھر اپنے وطن مین پہونچکر
موضع پلاسی مین مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوے آپ کی بزرگی و کرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ
ایکسو اشخاص آپکے مرید تھے بتیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوے ایک مرید و خلیفہ آپکے شیخ حسین محمد
قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخون سے تھے
جنھون نے ستر ہزار مریدون کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار انکے مرید صاحب ذوق وشوق اور اہل
مجاہدہ و مشاہدہ تھے۔

جب آپکے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان وشوکت دیکھی تو بعض غمازون نے اکبر بادشاہ سے

بڑے صاحب کمال گذرے ہین جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہو گئے انکا

بقیہ صفحۂ ماقبل کہا کہ یہ شخص علاوہ کرامات کے طاقت وجماعت کثیر رکھتا ہے ایسا نہو کہ خروج کرے بادشاہ نے ایک خوان مین شمشیر اور دوسرے مین زنجیر رکھکر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع حاضرین سے پیشتر ہی کردی تھی کہ مشیت الٰہیہ مین یہی ہے کہ مین اسیر ہو کر مدفن کو جاؤن جب بادشاہی مراسلہ پہونچا تو آپنے فرمایا کہ مجکو ملک دنیا کی خواہش نہین ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا کا ایک تیر کافی تھا آپنے زنجیر پہن لی اور ۱۰۰۰ھ مین لاہور اکر ابوالفضل کے مکان مین مقیم ہوے اور ذکر اشغال و یاد الٰہی مین مشغول ہوے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی اجازت دی اور آپ متعلقین محلہ خواجہ مین سکونت پذیر ہوے بعض لوگ اس مفسدہ پردازی کے باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہین جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اوسنے مشائخین کو بلا کر نذر دی اور دعاے فتحیابی کی استدعا کی یہ خبر سنکر جہانگیر نے لاہور کے مشائخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اوسکی نظر جسپر پڑتی ہے وہ مجذوب ہو جاتا ہے اسنے آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ ہاتھی پر سوار ہو کر جہانگیر کے پاس آے بادشاہ مذکور نے کہا کہ آپ کی وجہ سے خلقت کا ہجوم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گڈھ مین مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ آپ حسب الحکم سرہند دہلی اگرہ ہوتے ہوے ۱۵ رجب ۱۰۱۵ھ کو چنار گڈھ پہونچے اثناے راہ مین آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھسے فرماتے ہین کہ تو اپنے مدفن کو جا رہا ہے باقی عمر کے انفاس آپنے وہان عبادت الٰہی مین گذرانے چنار گڈہ مین اکثر آپسے کرامتین ظاہر ہوئین جب ضرورت وضو کی ہوتی تو آپ دریا سے وضو کرتے زنجیر کیطرف دیکھکر فرماتے کہ میرے پیر سے نکل جا وہ نکلجاتی بعد وضو کے فرماتے کہ آجا وہ آجاتی نگہبان شیعہ تھا

مزار جالندھر مین موجود ہے اس نواح مین انکی کرامتین ہر خاص و عام پر روشن

بقیہ صفحۂ ماقبل اوسنے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے تمنائے ملاقات ظاہر فرمائی مگر آپ نے نہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ پیشتر وضو کے وقت آپکے خادم سمعیل نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے پیچ مین رکھ لیا اور فرمایا کہ مجکو ایک مقام مقامات محبوبی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دار فنا سے ملک بقا جاؤنگا مین تیر پھینکتا ہون جہانپر گرے اوسجگہ پر دفن کرنا القصہ ۱۹ جمادی الاول ۱۰۱۶ھ کو آپنے ۶۰ برس کی عمر مین انتقال فرمایا چنار گڈھ مین آپ مدفون ہوے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی نو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہے راقم نے قطعہ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے ؎ چو شیخ قاسم ذیجاہ بایزید زمن ٭ بزیر سایہ رحمت وجود خویش نہفت ٭ بفکر سال وفاتش دل مظفر شد ٭ بہ چرخ ہاتف غیبی خدا شناس بگفت ٭ آپ کی اولاد مین سات فرزند اور نو صاحبزادیان چار بیویون کے بطن سے لکھی ہوئی ہین بعض بیوی قوم کی گکیانی اور بعض خلیل بھین فرزندون کے نام یہ ہین۔ شیخ ابراہیم شیخ کبیر بالا پیر۔ شیخ فرید۔ عبد الکریم۔ شیخ محمد واصل۔ شیخ اسماعیل۔ شیخ نور۔ بی بی حکیمہ کے بطن سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے۔ اور خدیجہ بی بی کے بطن سے شیخ محمد واصل وغیرہ تھے۔

بحر ذخار مین جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہے وہ قابل دید ہے جو بجنسہ یہانپر نقل کیجاتی ہے آن سر زمرہ مشایخ ذیشان آن سرگروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب ذکار حضرت شاہ قاسم سلیمانی از محتشمان طایفہ مشایخ بغایت بزرگ مجاہدہ و صاحب مشاہدہ حالے قوے و نفسے قاطع و دست گیرا داشت اکثر شاہبازان ہوائے آنصاحب کمال بھوائے کمال بھوا در آمدند۔ حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مرد ادنہایت پر تصرف اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات مین لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب قصبہ ہا کے

ہین وہان مدت تک سکھون نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الٰہی سے پھر وہ روشن ہو جاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے ادبی سے باز آئے اونکے متعلق بحر ذخار مین جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات یقین حضرت شیخ برہان الدین برادر زادہ وخلیفہ شیخ مہدی شاہ است صاحب کمال بود احیاء موتے ازو بعمل آمدہ مزارش در جالندہر است کرامت وخوارق او برخاص وعام ان نواح اظہر است دران نواح عمل سکھان کافر بودمدتہا خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جاکر ایک جوگی کو معہ اسکے چار مریدونکو مسلمان کیا اور اپنے ہمراہ لاکر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قندہار مین وہ شہید ہوے اور کسیکو خبر نہوئی ایکسال کے بعد اپنے فرزند کو شب مین دکھلایا کہ مجکو فلان موضع مین شہید کر کے خاک مین چھپا دیا ہے وہان سے نکالکر جنازہ کی نماز ادا کر کے فلان مقام مین دفن کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور مہلک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد مین بڑے بزرگ گذرے ہین۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پوچھا جاویگا کہ دنیا سے کیا لایا تو کہونگا حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی مین ایک شخص نے مسجد بنائی قبلہ کی سمت سیدھی نہین ہوتی تھی معمار عاجز تھے آپ نے زور تصرف سے جملہ حاضرین کو قبلہ دکھا دیا اور مسجد کا رُخ صحیح کرا دیا۔

اوشان خاموش میکردند بقدرت الٰہی روشن میشد ... ناگزیر
ازین بے ادبی دست بردار شدند۔
شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد مین تاج محمود
دیوانہ رہا کرتے تھے اونھون نے اونکے دامن فیض سے برکات و
کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتین ظہور مین آتی تھین
ایکبار ایک نہر اپنے زور تصرف سے جاری کردی تھی آپ کا دل عشق الٰہی کے
تیر کا نشانہ بنگیا تھا مگر گذر اوقات ملازمت سے کرتے تھے۔
خزینۃ الاصفیا کے صفحہ ۱۹۱ مین چند کرامتین آپکی مرقوم ہین ایکبار خشکسالی
مین خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسا دیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر
بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاب ڈالا تھا اور ایک عروس
کے ورثا نے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہوگئی تھی
اور پھر آپ کی دعا سے اصلی و صحیح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری
کی وفات ۱۱۲۳ھ مین بعہد عالمگیر ہوئی تھی مادۂ رحلت شیخ الاصفیا اور
عاقبت محمود تاج اولیا ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان
سے فرماتے اسیطرح ظہور مین آتا تھا خزینۃ الاصفیا کی عبارت طوالت کے
خوف سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین بحر ذخار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہین
آن خدنگ عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ در شاہ آباد
قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کردی کرامت
اعلانیہ داشت وے بر حجت کافرے جوے خشک از

سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات مین ایک یہ امر بھی آجتک چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کھاے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکلکر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ مین ہے جھانک آے وہ بفضلہ گزند دیوانگی سے محفوظ رہتا ہے۔ نقل ہے کہ ایکبار آپکو ایک کتے نے کاٹ کھایا تھا اوسکا زخم عرصہ تک علاج سے اچھا نہوا آپنے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جسکے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہوگیا اس اثنا مین آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہوا شخص میری درگاہ پر حاضر ہوگا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپکو موروثی طور پر اپنے بزرگون سے ملی تھی۔ حضرت مہدی صاحب کے ملبوسات مین ایک کرتہ تبرکاً چلا آتا تھا اوسکا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فوراً اوسوقت ملجاتا تو گویا اس شخص کے حق مین یہ فال کامیابی کی تھی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اسکی بے ادبی سے جلگیا آپ کا مزار محلہ بذریا مین موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے ؎

درسال نیک میمون در روز سعد احسن
غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد

۱۰۸۷ھ خلیفہ شعیب۔ عہد عالمگیر بادشاہ غازی سنہ ۱۱ جلوس دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پتھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہین پڑھا نہین جاتا مگر ایک مصرعہ پڑھنے مین آیا ہی اور وہ یہ ہے ؎ ہچوارم تازہ بتاریخ سعید۔

راقم سے ایک راستباز انسان نے بیان کیا ہے کہ آپ کے مزار سے فیوض اور مراقبہ کرنیسے انوار مشاہدہ مین آئے ہین آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان دیگئی تھین بعض اسناد آجتک موجود ہین اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہو گئی ہین ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون مین دو موضع یعنے موضع بجولا اور موضع املیا دیے گئے تھے یہانپر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی بنا بر مصارف درگاہ

محمد خان شیروانی بندہ درگاہ رحمانی ۱۱۰۷

ہوالغنی

شیخ محمد مہدی قادری

چون حقیقت استحقاق وکثرت اخراجات فقرا و درگاہ غوث الثقلین قطب الدارین بظہور پیوست لہذا موضع املیاتہ کر کا خاص عملہ پرگنہ مہرآباد سرکار بدایون من ابتدائے فصل خریف ۱۱۰۹ء در وجہ نذر درگاہ مقرر نمودہ شد باید کہ فقرا و درگاہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود ہا نمودہ بدعا دوام دولت ابد مدت اشتغال مینمودہ باشند تحریر فی التاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک سنہ ۲۵ جلوس معلی

اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چہار دیواری شکستہ حالت مین ہے احاطہ کا رقبہ کئی بیگہ کا ہے جسکے اندر خانقاہ وپختہ کنوان اور پر فضا باغ نصب تھا مگر وہ بہت خستہ وخراب ہو رہا ہے جاگیرین جاتی رہین اولاد بے علم ہو گئی اور کوئی ذی مقدور شخص ادہر متوجہ نہوا اسلیے اسکی آبادی ویرانگی ...

ہوگئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالا پیر صاحب کو جو مقبولان الٰہی
سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج مین لائے تھے اور بڑے
اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج مین انتقال ہوگیا تو نوابصاحب
موصوف کے عہد مین اونکا مقبرہ بنوا گیا چنانچہ اوسپر کتبہ آجتک نواب بہادر خان
کے نام اور اونکے عہد مین تعمیر ہونیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب نواب بہادر خان
نے شاہجہانپور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد وصل صاحب
کو شاہجہانپور لائے اور اپنی صاحبزادی اونکے عقد مین دی اسیطرح نواب
دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ
شیخ محمد مہدی صاحب کو بکمال تعظیم شاہ آباد لائے اور محلہ بدریا مین بسایا اور موضع
جوگی پور و موضع کنہر پور جو اوسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی مین دیے
آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خدا پرست ہوے ہین۔
شیخ محمد مہدیصاحب کی وفات ۱۰۸۷ھ مین واقع ہوئی سنہ وفات
کتبۂ مذکورۂ بالا مین منقوش ہے راقم نے بھی ازروے حساب دو مادے
تاریخی نکلے ہین پہلا مادہ اس مصرعہ مین ہے ؎

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخی مصرعہ کو اس قطعہ مین منظوم کیا ہے ؎

از دہر برفت سوے جنت	مقبول جناب پاک احدی
از بہر وصال گو مظفرؔ	ہادیِ زمان شیخ مہدی
	۱۰ ۸۷

خلافت

علاوہ ہزارہا مریدین کے آپکے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحب تقدس تھے
انمین بعض عالی مراتب گذرے ہین مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب
جو آپکے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات وکرامات ضمناً ہم اوپر بیان کرچکے ہین اس زمرہ
مین خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھین کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب
ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھون انجام
پلتے تھے چنانچہ جمال خان کمال خان وچاند خان وتاج خان وغیرہ گلیانی نے
پندرہ بسوات زمینداری موضع طاہر پور پرگنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو
شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے
ذریعہ سے ہوے تھے اور اسکا بیعنامہ ۷ رجب ۱۰۳۱ھ کو تحریر ہوا ہے
اسمین خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب
کی مہر بھی ثبت ہے پچیس خلفا خانقاہ مین حاضر رہتے تھے جنکے نام دوسو پچاس
بیگہ اراضی بھی معاف تھی اونکے نامونکی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبدالملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ عمر
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پائندہ	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ الہداد	خلیفہ خداداد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ اخوند علاول	خلیفہ لنگر اخوند	خلیفہ اخوند لعل	خلیفہ راجی	خلیفہ جمعہ

نقل پروانہ بنام خلفاے شیخ محمد مہدیؒ

قاضی ولی اللہ سنہ

منجانب امارت پناہ دلیر خان بہادر از قرار بتاریخ ۲۴ محرم ۹۴ سنہ آنکہ متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ ساڈھی محلہ سرکار خیر آباد بدانند چون موازی دوصد و پنجاہ بیگہ از محال مسطور بموجب اسناد حکام سابق مفصلہ ضمن در وجہ مدد معاش فقرا و خلفا شیخ محمد مہدی قادری مقرر است در نیولا اینجانب نیز بدستور سابق حسب الضمن مقرر و مسلم داشتیم باید کہ ہیچ وجہ مزاحم احوال این جماعت بعلت اراضی مسطور نشدہ واگذارند کہ بخاطر جمع حاصلات فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود ہا نمودہ باشند و بدعاء دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند درینباب تاکید دانند تحریر فی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ

مقررہ شرح ضمن عہ اسامی مقررہ اراضی ملا عسکہ موازی دوصد و پنجاہ بیگہ اراضی بگر الہی نبنجر افتادہ۔

تفصیل اسماء خلفائے مذکور الصدر

اولاد حضرت محمد مہدی صاحب قادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ منور صاحب شیخ مراد صاحب شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپکی اولاد کا شجرہ بڑی تحقیق و جانکاہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے مستند کاغذات سے مدد ملی ہے۔

شجرہ محمد مہدی صاحب

شیخ محمد مراد صاحب — لاولد

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ منو صاحب

شیخ منور صاحب — لاولد

اولاد شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ منو صاحب:

۱ شیخ عبد الرحمن صاحب
- محمد ولی — دو دختر
- غلام علی — لاولد
- محی الدین لال میان
  - یوسف علی — لاولد
  - قادر علی — دختر
  - ناصر علی — کفایت علی

۲ عبد الستار صاحب
- عبد الغفار — لاولد
- عبد الرزاق — لاولد
- دختر

۳ عبد الرسول صاحب
- عبد الواحد صاحب
  - عبد الرؤف
    - محمد صالح عرف پیرن میان
    - شیخ عبد الباسط عرف فقیرن میان
    - امیر علی میان
    - مقصود علی میان
    - ممتاز علی میان معصوم علی وغیرہ
  - عبد الغفور — لاولد

۴ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری صاحب — لاولد ایک چیلہ محمد روشن تبنہ کیا تھا

۵ میان داد صاحب
- نوازی بیگم
  - عنایت علیخان
    - رستم علیخان
    - ستارہ بیگم مادر رمضان علیخان
  - فتح علیخان
    - شجاعت علیخان
    - دختر منکوحہ قادر علیخان
  - حسن علیخان
    - دختر منکوحہ علیخان بازید خیل
    - تارن بی بی والدہ حافظ غلام علیخان
    - اکبر علیخان — یعقوب علیخان
    - صفت علیخان - سلامت علیخان - صغیر علیخان - محفوظ علیخان
    - محفوظ علیخان عرف سلم بمقام ریاست رامپور اجلاس ہمایون میں بعہدۂ اہلمدی ملازم ہیں
- بادشاہ بیگم — لاولد

۶ محمد زاہد صاحب — لاولد

شیخ منور صاحب کے حالات اور آنکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات مین نہین ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم مین آیا اس سے آپ کا لاولد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی مین ایک واقعہ پیش آیا ہے جسکا محضر موجود ہے اسمین تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب ایکمرتبہ اپنی معافی کے اسناد جو چارسو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمرپور وکودیا پرگنہ سانڈی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیون کے دکھلانیکی غرض سے قنوج سے سانڈی کو لائے تھے اور وہ اسناد جنپر بادشاہی عاملون وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہین آپ کے کپڑون مین رکھی تھین رات کو آپنے موضع عمرپور مین قیام کیا تھا ناگہان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع مین ڈاکہ ڈالا اور مال ومتاع اس گانون کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی جسمین وہ سندین رکھی ہوئی تھین لوٹ لیگئے اور آپ کو بھی تلوار سے زخمی کیا یہ محضر ۱۰۹۶ھ مین تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھون نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبدالرحمن شاہ محمد جلال شامرا ئے بھوانی سہائے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہین آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات مین نہین دیکھنے مین آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور لاولد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدی صاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذی اولاد ہوئے ہیں ان ہر سہ فرزندوں کے نام بعد انتقال محمد مہدی صاحب مرحوم کے نواب دلیر خان نے بحالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل بجنسہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیر خان بنام فرزندان حضرت شیخ محمد مہدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

ہو المعز

مہر: جلال داشت نمی روز ازل چو صد ضمیر دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند چون موضع جوگی پور و کٹھر پور کہ در وجہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی مقرر بودہ من ابتدائے فصل خریف لوی ئیل سنہ ۱۰۸۰ فصلی بشرافت و حقایق آگاہان نتیجۃ الکرام شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور پسران آنمرحوم بحال داشتہ شد باید کہ تعلق و تصرف ایشان واگذارند کہ بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف معیشت خود نمودہ در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ و زمین زرعی کہ از سابق دران موضع تعلق کسے باشد حقایق آگاہان از انہا مزاحم نشوند کہ ہر کدام بعمل و دخل خود داشتہ باشد درینباب تاکید دانند تحریراً فی التاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۰۸۰ ہجری۔

جانب پشت

ملاحظہ نمایند۔ بتاریخ ۷ اشہر رمضان ۱۸۰۷ء داخل سیاہہ حضور ہر دو موضع بموجب پروانہ فضیلت پناہ پیر خان جیو از ابتدائے فصل خریف لوی سل ۱۸۴۴ء افصلی بحال داشتہ شد مواضعات۔

حافظ محمد تقی منعم صدیقی

ملاحظہ نمایند۔ مقررہ دیہات درو جہ نذر و وطن باسم محمد مراد وغیرہ پسران مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی من ابتدائے فصل خریف ۱۸۰۱ء مقرر شد بتعلق کسان آنہا واگذارند شرح دستخط والا پناہ خواجہ مالچند دیوان آنکہ حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت پناہ پیر خان من ابتدائے فصل خریف لوی سل پروانہ قتلی نمایند۔

سالہ

حاصل زر مال	افزود
سالہ	للہ

جوگی پورتہ شاہ آباد		کنھر پورتہ شاہ آباد	
		سماعے	
حاصل	افزود	حاصل	افزود
للہ	عہ	مالعہ	معہ

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام شیخ ہدایت اللہ صاحب قتبادی

چون بغرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھرپور وجوگی پور عملہ پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ دروجہ مدد معاش وصرف مایحتاج وبجہتہ سکونت وآبادی وسرائے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ حقایق ومعارف آگاہ عارف باللہ شیخ ہدایت اللہ مقرر است ومشارالیہ مواضعان مذکور دربست را قابض ومتصرف التماس فرمان عالیشان وارد لہذا حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعان مذکور دربست دروجہ صرف مایحتاج وبرائے سکونت وآبادانی وسرائے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ باوبحسب الضمن مقرر باشد کہ بدستور سابق بشرط قبض وتصرف بخاطر جمع درانمعمورہ آباد بودہ وحاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نمودہ بدعاء بقاء دولت ابد مدت موظبت مینمودہ باشد می باید کہ حکام وعمال وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال انحکم والا را مستمر دانستہ مواضعات مسطورہ دربست را بتصرف او بازگذارند اصلاو مطلقا تغیر وتبدیل بدان راہ بدہند وبعلت مالوجبات واخراجات مثل بیگار و شیکار ومقدمی وقانونگوئی وضبط ہرسالہ وکل تکالیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحم نشوند ودرینباب ہرسالہ سند مجدد نہ طلبند بتاریخ پنجم شہر صفر سنہ ۲ ج

جانب پشت

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز چہار شنبہ یازدہم شہر شوال سنہ ۲ جلوس والا

موافق سنہ ۸ ہجری مطابق مہر الہی بر رسالہ سیادت ونقابت پناہ شرافت ونجابت
دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الہی صدر رفیع القدر رضوی خان
ونوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ حسام الدین حسین قلمی میگردد
کہ بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھرپور وجوگی پور عملہ پرگنہ
پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش وصرف مایحتاج وبجہت
سکونت وآبادانی وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ حقایق ومعارف آگاہ عارف باللہ
شیخ ہدایت اللہ مقرر است ومشار الیہ مواضعان مذکور دربست را قابض ومتصرف
التماس فرمان والاشان دارد حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعان مسطور
دربست را بدستور سابق بشرط قبض وتصرف در وجہ مدد معاش وصرف مایحتاج
وبجہت سکونت وآبادانی وسرائے وباغ وچاہ وحوض وخانقاہ باو مرحمت فرمودیم
اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند واقعہ ۴ شوال سنہ ۲ جلوس والا
مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط سیادت ونقابت پناہ شرافت و
نجابت دستگاہ صدر رفیع القدر رضوی خان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط واقعہ
نویس مطابق واقعست شرح بخط موتمن الدولت العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے
رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک ومال ناہج مناہج دولت و
اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان
جمدۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت لایق الاحسان
لطف اللہ خان آنکہ سیوم شہر محرم الحرام سنہ ۲ جلوس میمنت مانوس
مکرر بعرض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان جمدۃ الملک مدار المہام

آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

مواضعات دربست بدستور سابق

کنھرپور موضع	جوگی پور موضع
موضع	موضع
ہفتگہ رقبہ	مارصگہ رقبہ
ہماسگہ	
ماسلہ سہائی والی حوض	عبداللہ میان والی
باغ نور کل	حوض باغ نور کل
ہماسہ لایق زرعت	مارسگہ لایق زراعت
مورخہ سنہ ۸۲ ہجری	مورخہ سنہ ۸۲ ہجری
موافق سنہ ۱۸	موافق سنہ ۱۸
ماہ ...	

اس فرمان کے چھ سات برس کے بعد ایک سند بھی عاملان شاہی نے اُس معافی کی تحریر کی جسکی نقل بھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانب بادشاہ عالمگیر بنام پیرزادہ شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب قادری ابن شیخ محمد مہدی صاحب قادری

عالمگیر شاہی
خیر اندیش خان

ہو المعز

متصدیان مہمات پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودہ بدانند

چون بموجب اسناد حکام موضع کنھر پور و جوگی پور عملہ پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش حقایق و معارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ ہدایت اللہ مقرر است و مشار الیہ مواضعات مذبورہ را قابض و متصرف باید کہ مواضعات در بست مسطورہ را بدستور سابق در وجہ مدد معاش تبصرف مومی الیہ واگذارند کہ حاصلات آنرا صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوئی ازدیاد عمر و دولت ابد مدت مشغول باشند۔ بتاریخ شہر جمادی الاولی ۲۷ سنہ جلوس والا تحریر یافت۔

جانب پشت

مقررہ ضمن مدد معاش و صرف مایحتاج سکونت و آبادانی و سرائے و بلغ و چاہ و خانقاہ و حوض حقایق و معارف آگاہ حق شناس حقیقت اساس شیخ ہدایت اللہ موضع کنھر پور و جوگی پور من اعمال پرگنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودہ

کنھر پور ـ موضع　　　جوگی پور ـ موضع

بتاریخ ۲۵ جمادی الاول ۲۷ سنہ نقل بدفتر حضور رسد ـ بتاریخ ۲۹ جمادی الاول ۲۷ سنہ نقل بدفتر رسد

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مہدی صاحب کے بزرگانہ اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی وزہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی مشیخت کا لحاظ کرکے فرمان مین عظمت مآب الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جنمین بعض ابرار وقت ہوے ہین جنکی تفصیل یہ ہے۔

پہلے صاحبزادہ شیخ عبد الرحمن صاحب تھے انکے دو لڑکے شیخ غلام علی اور شیخ محمد علی ہوے ہین ایک کاغذ مین غلام محی الدین عرف لالن میان آپ کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین مگر انکا نام ان کاغذات مین جو اس خاندان مین باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوے ہین نہین ملتا ممکن ہے کہ یہ پیشتر مفقود الخبر ہون اور پھر واپس آے ہون اسلیے آخر عمر مین انکا نام کاغذ مین درج ہوا ہو لیکن انکی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر مین شرکت ثابت ہے لالن میان مذکور کے تین بیٹے قادر علی میان۔ یوسف علی میان۔ ناصر علی میان تھے یوسف علی کا چنارگڈھ مین لاولد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد دختری تھی اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لاولد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد دختری تھی کوئی لڑکا نہ تھا جو انکے گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبد الرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ انکے ترکہ پر بجاے انکے لڑکون کا نام دیکھا جاتا ہے۔

دوسرے صاحبزادہ شیخ عبد الرسول صاحب تھے انھین کے لڑکے

شیخ عبدالواحد صاحب تھے اور انکے فرزند عبدالروف صاحب و عبدالغفور صاحب تھے اور شیخ عبدالروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبدالباسط عرف فقیرن میان اور دوسرے شیخ محمد صالح عرف پیرن میان ہوے ہین پیرن میان کے امیر علی میان اور امیر علی میان کے بیٹے مقصود علی میان صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن مین دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے انکے بشرہ سے بھولاپن اور نیکبختی ور اشتا پائی جاتی تھی۔ انکے چار لڑکے ہوے انمین منو میان معصوم علی میان جوانمرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میان اور اعتماد علی میان بقید حیات ہین مقصود علی میانصاحب مرحوم کی اولاد مین بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہین جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ خاندانی علم سے خالی ہین۔

شیخ عبدالغفور صاحب نے لاولد ہونیکی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبدالروف صاحب کے نام ۱۱۹۴ھ مین تحریر کر دیا تھا۔

تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری صاحب تھے وہ بھی لاولد رہے اونھون نے ایک چیلہ مسمی محمد روشن کو پرورش کرکے متبنہ کیا تھا مگر اسکے بھی اولاد نہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لاولد رہے۔

پانچوین صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے انکے ایک بیٹے موسومہ بہ محمد فاضل کاغذات مین لکھے ہوے ہین مگر کاغذ کے شکست

ہوجانے سے نام صاف پڑھا نہین جاتا اونکا جلد انتقال کرجانا اس بات سے
اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ اونکی ہردو بہنین مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے
والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئین اوران دونون صاحبزادیون
نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزندان میمان
فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے
بیٹے رستم علیخان کو بھی جو اونکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب
مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھین دونون بھانجون کو ہبہ کردیا مگر اپنے
بھلنجے عنایت علیخان متوفی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے
حصہ نہین دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی مین مارے گئے
انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ مین کام آے انکی اولاد
مین مصاحب علیخان تھے جنسے اولاد دختری تھی۔
حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے نواب آصف الدولہ بہادر
فرمانروا اودہ کے یہان پانچروپیہ یومیہ پاتے تھے انکی اولاد مین ایک بیٹے
امیر علیخان اور دو بیٹیان تھین ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلیمانی کو
منسوب تھین جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم احمد علیخان منصب علیخان
اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولادین پیدا ہوئی تھین اور دوسری بیٹی
عظیم خان بازید خیل کو منسوب تھین جو لاولد رہین۔ امیر علیخان کے بیٹے یعقوب علیخان
تھے جنکی اولاد مین صفت علیخان و محفوظ علیخان وغیرہ ہین۔
چھوٹے صاحبزادہ شیخ عبد الستار صاحب تھے انکے دو لڑکے

اور دو لڑکیاں تھین بڑے بیٹے عبد الرزاق جنسے وہ ناخوش تھے اور انکو عاق بھی کر دیا تھا عبد الرزاق مذکور لا ولد رہے اور لڑکر مارے گئے جنکا قصہ آگے لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبد الغفار بھی لا ولد رہے۔
شیخ عبد الستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدۂ عبد الرؤف جو شیخ عبد الرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبد الواحد صاحب کے ادیچازاد کو بیاہی تھین مالک ہوئین اونکے بعد عبد الروف اونکے فرزند اپنے نانا عبد الستار صاحب کی املاک پر قابض ہوے کیونکہ اونکے ماموں عبد الرزاق جوان لڑائی مین مارے گئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سنجر خان اور عبد الروف صاحب سے بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا رہا آخر مین عبد الرؤف صاحب حقیت سے کامیاب ہوے اور یہ دادہالی اور ننہالی دونون طرف سے مہدی صاحب کی اولاد مین تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبد الرسول صاحب کی اولاد مین مفصل بیان ہوچکا ہے ہدایت اللہ صاحب کی اولاد مین ایک صاحب عبد ہادی صاحب ہین جنکا نام کاغذات معافی مین درج ہے مگر ولدیت تحریر ہونیسے یہ پتہ نہ چلا کہ اب تو نہین ہین یا تو اسو نہین مگر انکا انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذ مین تحریر ہے اب شیخ مہدی صاحب کی ان چھ پوتون کی نسل مین پسران مقصود علی میان صاحب لاولد نرینہ ہین اور فرزندان یعقوب علیخان اولاد دختری مین ہین
ان حضرات پیرزادگان کے کاغذات مین دو شجرہ دستیاب ہوے ایک تو بندوبست سرکاری یا کسی مقدمہ مین مرتب کیا ہے اور دوسرا حافظ غلام جیلانی صاحب نے جنکو اس خاندان سے ذاتی تعلق ہونیسے پوری وقفیت اور ایکسو

برس سے زائد عمر اور اوسکے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھایا ہی
لیکن ان ہر دو شجرون مین بعض باتومین اختلاف ہے اسلیے ہمنے پرانے کاغذات
سے شجرہ کی صحت کردی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہین انپر پرانے
کاغذات کو مقدم و مُستند سمجھا۔ ہان جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہین چلا
وہ ان دونون شجرون سے لکھا ہے مثلاً شیخ غلام علیصاحب کا لاولد فوت ہونا ان
ہر دو شجرونمین سہوًا یہ لکھ گیا ہے کہ مہدیصاحب کے صاحبزادونمین ایک صاحبزادہ
غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نہین گذرے بلکہ
عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نہین بلکہ پوتے تھے راقم نے جن کاغذات
سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عہد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات
اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات ہین جو باہمی معاملات مین تحریر ہوئی ہین
کبھی تقسیم جائداد مین جملہ خاندانی حقدارون کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے
کبھی کسی جھگڑے مین کوئی صورتحال لکھی گئی ہے جنپر قاضی وقت اور باشندگان
شاہ آباد کی بیسیون مہرین پڑی ہوئی ہین یہ کاغذات تعداد مین چالیس سے زیادہ
ہمکو دستیاب ہوے اور کمال غور و تحقیق و جانفشانی سے رشتہ اور ناتونکا سلسلہ
صحیح کرکے شجرہ لکھا اسلیے کہ اس خاندان مین بڑے صاحب نسبت اور باخدا
بزرگ گذرے ہین انکی اولاد مین کوئی صاحب باقی نرہجائین اور جو اختلاف
و گنجلک بھی اسکو بحث کرکے صراحتًا صاف کردیا اور حتے الامکان کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہین کیا گیا۔
شجرہ کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوے ہین انکا لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کیطرف سے جو موروثی تھے انکے نام معاف تھے
چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔

نقل سند شیخ عبدالستار جیو

شاہزادہ رفیع القدر ۱۲ ۔۔۔ دلاور فدوی

چون موضع بجولا و موضع الملیا تہ کر کا عملہ پرگنہ مہرآباد سرکار
بداون دارالخلافت شاہجہان آباد بموجب اسناد حکام نذر حقایق
و معارف آگاہ سابق در وجہ مقرر است بر طبق آن در تیولا نیز مواضعان مذکور
بدستور سابق از ابتداے ساالہ فصلی مطابق ۴۷ سنہ جلوس والا ایجال داشتہ
کہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاے دولت ابد پیوند
اشتغال مینمودہ باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول ۱۵ سالہ ھ
شیخ عبدالستار صاحب بھی عظمت مآب اور ذی توقیر پیرزادہ تھے دو سو
بیگہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھا ہے اور آپکی مقدرت
کا یہ حال تھا کہ نواب فتحمور خان اکثر آپ سے قرض منگوالیا کرتے تھے چنانچہ الملیا
سات ہزار روپے جو آپ کے یہان سے منگوائے تھے اونکے متعلق ایک رسید
موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل مین درج کردیگئی ہے۔
انھون نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھا ہے اسمین ملکیت کی یہ تفصیل ہے
نصف موضع کورہا پرگنہ کانٹ۔ موضع فتحپور ناسہ۔ ہفتم پٹی موضع جوگی پور معہ
باغ وحصہ عملہ و بازار سہ شنبہ۔ حویلی سکونت چوپال معہ چلوک۔

موضع باقرپور نسولی دفیروزپور وبھداسی وآراضی ومحلہ نوآباد واقع قصبہ شاہ آباد
وموضع لچھمن پور وموضع جٹھا دوموضع تریا پرگنہ سانڈی موضع برہای پرگنہ سرہ باون
یکھزار نوسواشرفی ستائیس ہزار روپیہ نقد واجناس سولہ جلد کتب و اثاث البیت
ومحمد شعور و اخلاص وشجاول تین نفر غلام پانچ لونڈیان - مُہر

قاضی ضیاء اللہ خادم شرع ۱۱۳۳

نقل پروانہ بمُہر نواب کمال الدین خان از قرار واقعہ تاریخ غرہ رجب المرجب ۳۲ جلوس والا آنکہ

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند کہ چون حقیقت
استحقاق مشیخت پناہ حقایق ومعارف آگاہ شیخ عبد الستار بظہور پیوست
بنا برآن موازی دو صد بگیہ زمین بنجر افتادہ خارج جمع لایق زراعت بگز آلہی در
وجہ مدد معاش مشیخت پناہ مذکور من ابتدای فصل خریف سنہ ۱۰۹۷ فصلی تصدق
فرق مبارک بندگان حضرت قادر قدرت حسب الضمن مقرر ومرحمت نمودہ شد
باید کہ اراضی مذکور از ابتدای مرقوم از دیہات پرگنہ پالی کہ در زمینداری واجارہ
اینجانب اندپیمودہ وچاک بستہ بمشار الیہ بدہند کہ مزروع کنانیدہ حاصلات
آنرا فصل بفصل وسال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوی دوام دولت
ابد موا ظبت اشتغال داشتہ باشند درین باب تاکید دانستہ حسب المسطور
بعمل آرند - مُہر

بتاریخ ۱۲ رجب المرجب سنہ ۱۱ ھ

رسید بطور فارخطی

معہ ۱۱۱ء

منکہ شیخ عبد الستار ولد شیخ ہدایت اللہ قادری ایم - چون مبلغ ہفت ہزار دو
صد یازدہ روپیہ ذمہ برخوردار عبد السبحان متصدی وامین و فوجدار پرگنہ سرہ سرکار

خیرآباد صوبہ اودھ محال جاگیر خان زادہ فتح معمور خان تمسک بالضمانی مبلغ مذکور بمہر خود بہ مہر برخوردار سرکا خانزادہ معزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور تمام وکمال از نزد برخوردار عبدالسبحان سطور فضول یافتم لہذا این چند کلمہ بطریق فارغخطی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بست وششم شہر شوال ۱۱۳۲ھ - العبد عبدالستار قادری

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھی صاحب

تقدس اور باثر تھے اسنکے نام بھی اکثر کاغذات دستکھنے مین آئے ہین ایک سند شاہی عامل کی انکے نام جسمین چھبیس ۲۶ مواضعات کی معافی کا ذکر درج ہی موجود ہے اوسکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جاتی ہی -

نقل سند معافی منجانب عامل بادشاہی بنام شیخ عنایت اللہ صاحب قادری

حاجی علیخان ۱۱۲۰ متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودھ بدانند موضع کنھرپور دجگی پور معمولہ تعلقات مذبور منجملہ بست وشش دیھہ کہ در آبادی وباغات شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری وغیرہ پیرزادہا ازقدیم الایام مقرر است واز کاغذ حشو منہا لہذا بدستور تسلیمی می گردد لہ وجہی من الوجوہ بعلت بھنٹ وحساون کہ از بہری دو ہزار روپیہ تعلق بمواضعات نہ دارد متعرض ومزاحم نشوند وخلاف معمول لعمل نہ آرند زیادہ درین باب تاکید دانند - دوازدہم شہر صفر ۲ سنہ جلوس والا ملاحظہ شد -

ایضاً

۱۱۱۷ ہجری
محمد شاہ بادشاہ غازی
عباد خان فدوی

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اختر نگر اودھ بدانند۔ موضع کنھرپور وجوگی پور عملہ پرگنہ مذکور دیہہ زمینداری ڈھیوڑی سردار خان تعلق محال وطن کہ در آبادی و باغات شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ غلام علی پیرزادہ بموجب اسناد پیشین از کاغذ حشو منہا است از ابتدای عمل بندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از ۱۱۴۴ فصلی دستور سابق معاف نمودہ شد باید کہ بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند دریں باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند بتاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک ۱۴ جلوس والا نوشتہ شد۔

ان حضرات کا ظاہری جاہ و احترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات ان کے یہاں سے طے ہوتے تھے چنانچہ عہد شاہی مین جب مسماۃ زنکا نے اپنے شوہر دلچند قوم کایستھ کے قتل کرنے کا دعوی جسونت رام وغیرہ پر کیا ہو تو ان پیرزادگان نے چار ماہ تک اُن قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا ہو اور پھر اس عورت نے جب اُن مجرمون کی بریت کرائی ہو تو چھوڑا ہو اس واقعہ کی صورت حال پر نواب فتح محمد خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکان شاہ آباد کے دستخط موجود ہین۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بدمزاج و زبان دراز تھا شیخ عنایت اللہ صاحب پیرزادہ کو پالی مین طلب کیا چونکہ آپ قناعت پذیر و گوشہ نشین تھے ایسے ناقص و ظالم شخص کے پاس نہین گئے جب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت برداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کرا دیا نیز بادشاہی فوج نے چڑھائی کی اور آپکے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہے کہ پیرزادہ صاحب کی مقدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوٹہ وغیرہ کے پارچہ جات لوٹ مین گئے تھے چنانچہ اس بارہ مین نواب برہان الملک بہادر نے ایک پروانہ نواب محمد خان غضنفر جنگ کے نام جوابا لکھا ہے جس مین آپ کے بھتیجے محمد علی صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہے کہ ایک فرد معہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے متوسلون کی رعایت مجھے ہر وقت مد نظر رہتی ہے لہذا عیسی بیگ خان کو تاکیدًا لکھا جاتا ہے کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کر کے ان کو دیوے اور حویلی و باغات وغیرہ جو اُن پیرزادون کے ہین وہ بدستور اُنکے تصرف مین رہین اور اسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہلکاران شاہی اُن پیرزادون سے کہین کہ وہ بدل جمعی تمام اپنے مسکنون مین سکونت پذیر ہون غالبًا یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہے اصل نوشتہ کی نقل درج ذیل ہے۔

خادم شرع شریف قاضی ناصر الزمان ۱۱۴۴

نقل نوشتہ نواب برہان الملک بہادر بہ نواب محمد خان بہادر غضنفر جنگ قلمی مع مہر

نواب صاحب مہربان سلامت۔ مفاوضہ بہجت طراز در مقدمہ محمد علی و علی محمد پیرزادہ ہا با فرد حقیقت مشارالیہما چہرہ وصول افروختہ مسرت بخش خاطر گردید از انجا کہ نظر بر عدم جدائیہا مراعات متوسلان آنمہربان ہمہ وقت منظور باشد

ہمانوقت بہ عیسی بیگخان تاکید قلمی شدکہ اموال آنہا آنچہ متفرق شدہ باشد پیداکردہ بدہد وحویلی وباغات وغیرہ درتصرف آنہا واگذارند بعدازین حرف مخالفان آنہا رانشنود اہلکاران شاہی بنام بردہ بگویند دبخاطر جمع آمدہ درمقام ومسکن خود آباد شوند زیادہ چہ تصدیعہ دہد والسلام۔

شیخ عبدالرحمان صاحب آپ بھی مثل اپنے باپ بھائیون کے معزز محترم تھے اکثر ضرورت کے وقت لوگ آپ سے روپیہ قرض لیتے تھے چنانچہ نواب فتح معمور خان نے دوہزار روپیہ آپ کے یہان سے منگوالئے تھے آپکا انتقال جلد ہوگیا تھا آپکے ترکے پر آپکے فرزندان محمد علی وغلام علی صاحبان کا نام لکھا ہوا دیکھنے مین آیا ہی اس جگہ نقل رقعہ نواب صاحب موصوف تحریر کردی گئی ہی

ہے — ہوالعلی

جہاندار شاہ بادشاہ غازی فتح معمور خان ۱۱۴۴

چون مبلغ دوہزار و یکصد و نود روپیہ ویک آنہ عالمگیری برائے خرچ سپاہ بمعرفت رام ناتھ دوبی ازپیش حقایق ومعارف آگاہ شیخ عبدالرحمان بطریق قرض گرفتہ بتحت تصرف خود آوردیم اقرار می نمایم کہ مبلغ مذکور را عند الطلب بمشارالیہ برسانم ہیچ عذر درمیان نیارم بنابرین چند کلمہ بطریق تمسک وقبض الوصول نوشتہ دادہ شد کہ عند الحاجت بکار آید تحریر فی التاریخ دوازدہم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۴۴ ہجری۔

عبدالرسول صاحب کی زندگی ۱۱۲۹ھ تک کاغذ بٹوارہ سے ثابت ہوتی ہی مگر انکے فرزندان مین عبدالواحد وغیرہ تھے آپکا انتقال کرنا جلد معلوم ہوتا ہی

میان داد صاحب بھی دینی شرف ودنیاوی احترام سے بہرہ ور تھے

محمد شاہ
مرید بادشاه غازی ۱۱۳۳
نظام الملک آصف جاه فتح جنگ سپه سالار

معلی

گماشتهای جاگیرداران و کروریان حال و استقبال
پرگنه بهولی سرکار چنار صوبه اله آباد بدانند که بموجب فرمان عالی شان بندگان
حضرت خدیو جهان خداوند زمان باعث امن و امان ظل ظلیل ایزد متعال
نائب مناب دادار بی همال مظهر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار متقنن
قوانین جهانداری ممهد مهاد کرم گستری خلافت پناه ظل مرقوم هفتم شعبان
سنه ۴ جلوس مبارک موضع مخدوم پور وغیره در بست من اعمال پرگنه و سرکار
مذکور از خریف پارس ئیل برای خرچ فقرا و خانقاه در وجه مدد معاش حقایق
و معارف آگاه شیخ میان داد وغیره دیده و دانسته حسب الضمن مقرر گشته
باید که مطابق فرمان والاشان بعمل آورده مواضع مسطور را در بست تصرف
مشار الیهما باز گذارند و اصلا مطلقا تغیر و تبدیل بدان راه نه دهند و بوجه
من الوجوه طلب و طمع نه نمایند که حاصل آن از اصرف معیشت نموده بدعای
بقای دولت ابد طراز اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی داشته باشند آنرا
اعتبار نکنند در نیابت قدغن دانند بست و ششم شهر ذی الحجه سنه ۴ جلوس قلمی شد ـ

جانب پشت

مقررہ ضمن در وجہ مدد معاش حقایق و معارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ بموجب فرمان عالی شان عہد مرقوم صدر از پرگنہ بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد از خریف پارس ئیل۔

فردے مزین بصاد خاص ملفوف بمہر صمصام الدولہ امیر الامرا خاندوران بہادر۔ منصور جنگ بدفتر رسید کہ شیخ میان داد وغیرہ نبیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین مستحق وکثیر العیال و وابستگان خرچ خانقاہ و فقرا وصادر و وارد بسیار دارد و ہمیشہ بیاد حق مشغول اند از فضل وکرم امید وار است کہ موضع مخدوم پور عرف آمدہا وغیرہ [illegible] موضع در بست پرگنہ بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد در وجہ مدد معاش این عاکوے مرحمت شود بعرض اقدس رسید شرح صدر حکم شد۔

صحیح

ال [illegible]

ہفتدہ

[illegible] موضع دربست

مذکور دربست ع و امدا کبورہ

[illegible] [illegible]

[illegible]

خرچ خانقاہ فقرا حسب الیہ [illegible] خرچ خانقاہ فقرا حسب الیہ [illegible]

جمری دربست

خرچ خانقاہ و فقرا حسب الیہ

[illegible] [illegible]

نبیرگان حضرت شیخ مہدی صاحب قادری یعنی فرزندان شیخ ہدایت اللہ صاحب بہت کچھ جائداد و نقدی رکھتے تھے اور شاہ آباد مین بزرگی کیساتھ متمول اور خوشحال مشہور رکھتے چنانچہ حضرت شیخ ہدایت اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادون مین جو جائداد تقسیم ہوئی تھی اُسکا قسمت نامہ قاضی فیض اللہ صاحب کا دستخطی موجود ہی جو یہان پر نقل کیا جاتا ہی اس کاغذ سے آپ کی حیثیت ظاہری کا پتہ چلتا ہی

قسمت نامہ

حصہ شیخ عبدالرسول بابت ترکہ حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت اللہ مرحوم از انچہ کہ بموجب تجویز شریعت و فضیلت پناہ قاضی فیض اللہ برضامندی و اقرار جمیع وارثان قسمت شدہ۔

دہات مدد معاش	دہات زمینداری
لالعہ موضع	سے موضع
۳ حال	مواضعات در اصل فتحپور ناسہ دیدہ و دانستہ رعایت شیخ عبدالستار نمودہ شد۔ ۵ لو

ہفتدہ للعہ ۳ حال مد سے موضع

دہات مدد معاش
والدہ شیخ عبد الرحمان
یک حصہ

زمینداری
شیخ عبد الرحمان وغیرہ برادران
سے حصہ
مشار الیہ عبد الستار
یکحصہ یکحصہ
عبد الرسول عنایت اللہ
یکحصہ و برادر یکحصہ
میان داد و محمد زاہد
دو حصہ

حصۂ شیخ عبد الرسول صاحب
دہات مدد معاش دہات زمینداری
اورنگ آباد عملہ پرگنہ ساندی از موضع طاہرپور
موضع عملہ پرگنہ کانٹ
کنھرپور وجوگی پور معہ موضع
باغ کلان
[illegible]
[illegible] ہفتم حصہ
چاک پھانی
ہفتم حصہ

ہفتدہ قسمت بموجب تحریر حضرت قاضی جیو
حصۂ والدہ شیخ عبد الرحمان

دہات مدد معاش دہات زمینداری
سکرولی عملہ پرگنہ پالی از موضع بھولی عملہ
از دربست زمین معہ پرگنہ کانٹ۔
منہائی سیصدی بیگہ زمین موضع
چاک مشار الیہ زمیندارے و تالاب کنھرپور وجوگی پور
آبادانی و کھیڑہ مشترک زمیندارے مع باغ کلان
دربست نیم مشترکہ تالاب مشترک بموافق حصہ
سیوم حصہ ہفتم حصہ
چاک پھانی
ہفتم حصہ

حصۂ شیخ عنایت اللہ
دہات مدد معاش دہات زمینداری
سکرولی از دربست کنھرپور وجوگی پور موضع
مع باغ کلان
زمین سیصد و سی تالاب ۵ بیگہ
مشترکہ زمینداران
بیگہ بعد منہائی حصہ سکا کلبھی
چاک والد عبد الرحمن ہفتم حصہ موضع
و آبادانی معلا پور
کھیڑہ مشترک زمیندارے ۵ بیگہ
سیوم حصہ
چاک پھانی
ہفتم حصہ

حصہ شیخ عبد الرحمان

دہات مدد معاش دہات زمینداری

سکرولی عملہ در موضع میرپور عملہ

پرگنہ بالی از در بست پرگنہ کانٹ۔

زمین سیصد کنہرپور وجوگی پور

وسی بیگہ چک والدہ معہ باغ کلان

عبد الرحمان واقع

نمودہ۔

زمینداری

سیوم حصہ

چک پھائی

ہفتم حصہ

ہفتم حصہ ہفتم حصہ

حصہ شیخ میان داؤد محمد زاہد

دہات مدد معاش دہات زمینداری

قدماپور جدسی موضع

مواضعان کورہا عملہ

مشار الیہ پرگنہ

ہفتم حصہ کانٹ

چک پھائی نیم موضع موضع

دو حصہ محمد زاہد

مشار الیہ ہفتم حصہ

ہفتم حصہ

تحریر دوازدہم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۹ھ

حصہ شیخ عبد الستار

دہات مدد معاش دہات زمینداری

بھن پور کنہرپور در موضع کورہا عملہ

موضع وجوگی پور پرگنہ کانٹ

چک پھائی معہ باغ نیم موضع

ہفتم حصہ کلان

شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبدالواحد صاحب و عبدالرؤف صاحب یہ حضرات پوتون مین تھے جملہ نیک اطوار اہل دستر اور صاحب جائداد تھے اکثر اسکے نام بجالی جاگیر کے اسناد موجود ہین کیونکہ وقتاً فوقتاً حکام وقت نے جو شاہان دہلی کی طرف سے مامور تھے انکی مملوکہ اور مقبوضہ آراضیون کی سندین لکھی ہین اور اب تک موجود ہین چنانچہ عیسی بیگ خان نے منجانب محمد شاہ بادشاہ ۵ ربیع الثانی ۱۳ جلوس مطابق ۱۱۴۳ فصلی کوجوگی پور و کنہر پور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے نام لکھی ہے اور ۹ ذالحجہ ۳ جلوس مطابق ۱۱۵۸ فصلی کو چار قطعہ چاوک کی سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان نے منجانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہے کل اسناد کی نقل موجب طوالت ہے صرف ثبوت کیلیے ایک سند کی نقل لکھدینا کافی سمجھا جاتا ہے۔

نقل سند

مہر
صدر خان
بکرم حنان
اولاد

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار خیرآباد صوبہ اختر نگر اودھ بدانند۔ چون موضع جوگی پور و کنہر پور و چند قطعات زمین دیگر از آبادی باغات از قدیم ایام از حضور حضرت خدایگانی و نایبان صوبہ خصوص از اعمال نواب وزیر الممالک بہادر مرحوم بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی و شیخ عبدالروف و شیخ عبدالغفور و بیوہ ہای شیخ عبدہادی با شیخ جدہ صاحبہ نبیرزادگان مقرر است لہذا نگاشتہ میرود کہ بدیدن پروانہ

سابق بنام مشار الیہما گذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند و رینباب تاکید اکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند بست و پنجم شہر رجب المرجب سنہ جلوس نوشتہ شد۔

اختلاف

مفتاح التواریخ مصنفہ طامس ولیم صاحب مطبوعہ منشی نول کشور صاحب کے دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تاریخ مذکور مین تحریر ہی کہ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قنوج مین اپنے والد شیخ کبیر بالا صاحب کی درگاہ کے متصل مدفون ہین اور ان کا انتقال ۶ محرم ۱۰۸۸ھ ہجری مین واقع ہوا ہے اُنکے مزار پر بھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہی ان کے روضہ کے اندر اُن کے دو فرزندونکی قبرین موجود ہین اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت مع تاریخ کے تحریر ہی۔

عبارت

این گنبد عالی و قبہ متعالی در عہد سلطنت خرد دین پناہ ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی تعمیر یافت۔ تاریخ وفات حضرت شیخ مہدی بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری۔

قطعۂ تاریخ

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت	گذشت شانزدہم روز از محرم ماہ
شب سہ شنبہ و ہنگام صبحدم بود	کہ آن محمد مہدی سپردہ جان باللہ

این قبہ پر نور و گنبد با تجلی طور مضجع پاک و مرقد عطرناک قطب ربانی سلیمانی قادری قدس اسرارہ در ۱۰۸۸ھ ہجری تعمیر شد فقط۔

کتاب مذکور کے اِن کتبون کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی کی ہی اُنھون نے بھی درگاہ کے یہی کتبے نقل کرکے بھیجے ہین۔ اُسمین بجای ہشتاد وہشت کے ہشتاد وہفت لکھا ہوا ہی یعنے یہ مصرعہ یون ہی ع ہزار بودہ وہشتاد وہفت از ہجرت ۔ حضرت شیخ مہدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اُسمین یہان اور وہان ایک ہی سنہ رحلت تحریر ہے ۔ تعمیر روضہ مین صرف چند ماہ کا فرق ہی کیونکہ سنہ ۱۰۸۷ ہجری یہان کے مزار پر کندہ ہی اور سنہ ۱۰۸۸ ہجری قنوج مین نصب ہے چونکہ شروع سال یعنی ۱۶ محرم مین آپ کا انتقال ہونا وہان کے کتبہ بالتصریح مین موجود ہی تو یہان بھی سنہ ۱۰۸۷ھ کئی مہینے گذرے ہونگے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہوگا اِس حساب سے ایک ہی سال کے اندر یہان اور وہان رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہی۔ اور رمضان سنہ ۱۰۸۶ ہجری کو نواب دلیر خان نے حضرت مہدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور وکنھر لو کی بحالی کی سند اُن کے فرزندون کے نام تحریر کی ہی اِس سند سے بھی آپ کا انتقال رمضان سے پہلے سنہ ۱۰۸۷ ہجری مین ثابت ہی۔ اب رہی یہ بات کہ یہان جو مزار حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کا ہی یہ وہی شیخ مہدی ہین جو شیخ کبیر صاحب کے بیٹے ہین یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہی کہ وہی ہین کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہین کیونکہ بحر ذخار مین لکھا ہوا ہی کہ شیخ مہدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ برہان الدین جو اُنکے خلیفہ بھی تھے بڑے کامل اور خدا رسیدہ تھے اُنکے ایک تربیت یافتہ تاج محمود دیوانہ تھے جو شاہ آباد مین اُنکے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی صراحت کر دی اور شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر مین مدفون ہین اسکے علاوہ ایک صورت حال جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے مشاہیر کی مُہرین پڑی ہوئی ہین آپکے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ مین داخل ہی اُنھون نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندون سے تصدیق کرا لی ہی اور اُس تصدیق کرانے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اوسوقت قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا پیر کے مزار کا سامان ڈاکہ پڑنیسے لٹ گیا تھا اِس مستند صورتِ حال سے بھی ثابت ہوگیا کہ غلام علی صاحب جو پسر مہدی صاحب قادری تھے وہ شاہ آباد اور قنوج دونون جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالا پیر کی املاک کے مالک اور وہانکی درگاہ کے متولی وکارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو آپکی اولاد وہان کی ملکیت سے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہان کے معاملات کو کیا سروکار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک ہی خاندان دونون جگہ ہی بنا بر باشندگان شاہ آباد اور قنوج سے اِس واقعہ کی تصدیق وتائید کرالی ہی اور نقرائے خانقاہ کیلیے اعانت وامداد چاہی قاسم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے جدامجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پروانے بھی موجود ہین چنانچہ راجہ عظیم خان سرکار رہتاس صوبہ بہار نے ۱۱۴۶ فصلی مین ایک موضع شاہ جمال الدین کے نام جو اُن کی اولاد امجاد مین تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہان موجود ہے۔ اور محمد عباس صاحب قنوجی نے متولیان روضہ بالا پیر وحضرت مہدی صاحب سے راقم کے خط کے ذریعہ سے اِس بارہ مین تفتیش کی ہی اور اُن کا یہ بیان کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے مٹھو میان شاہ آباد گئے ہین ان کا مزار شاہ آباد مین موجود ہی کتبہ جو مہدی صاحب کا

یہان موجود ہی اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد مین مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہی بعض کہتے ہین کہ شاہ آباد اور قنوج دونون جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اسلیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہان انتقال ہوگا وہین دفن کردیا جاون اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہان اور کوئی اولاد مین مدفون ہو جائیگا۔

بہرکیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہی اور حق تعالی عالم الغیب دانای حال ہی کہ یہان اور وہان کون سے مہدی مدفون ہین -

صورت حال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہی وہ ثبوت کیلیے لکھدی گئی ہی -

محمد یحیی المفتی
بیان لما وقع

محمد الصادق خادم شرع
ھکذا وقع

سوال می کند وگواہی می خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ و نبیرہ از سادات عظام و مشایخ کرام اہالی و موالی جمیع ہند و مسلمان ساکنان بلدہ شاہ آباد و قنوج بر انیمعنی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈارہا آمدہ ہمگی شہر مذکور را خانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ جلاء وطن ساخت وانچہ اسباب اشیاء از نقد وجنس جائیکہ یافتہ بغارت بردند از انجملہ تمامی اسباب و اجناس درگاہ حضرت پیر صاحب و فقرایان و خدامان کہ از قدیم الایام بطریق نذر و نیاز از صاحبان اہل اعتقاد ہند و و مسلمان امرا و غربا رسیدہ بود آن ہم بغارت بردند بنا بر آن باعث ویرانی

پریشانی ما فقیران شدہ و بسبب عدم وجہہ معیشت درماندگی قوت روزمرہ استقامت فقیران وارد وصادرہم موقوف گردید وجز توکلت علی اللہ وجہی دیگر ندارم تفصیل اشیای مغروقہ لالہ ۵ دیگہای کلان بقیمت مبلغ پانصد روپیہ دیگ خرد بقیمت شست روپیہ دیگہا ۵ عدد ے خرد تقیمت دوصد روپیہ دیگر ظروف ۱ عدد قیمتی مامعہ تبرک دستار غلاف ۱۳ عدد تربت زربفتی و ورشیمین وسفید قرآن مجید ۲۳ عدد تلاوت خاص دیگر کتب ۵ تھان غلہ دوسو من ۲۵ عدد دیگر سامان باقی دیگر اعداد ۲۷ مہرہای ۱۸ شہادت رحیم الدین سید رفیع الدین سید محمد ابن شاہ حسین محمد شاہ ولد شیخ بنار اللہ غلام علی سید محمد اشرف خان ولد حسنو خان دوست محمد ولد شیخ عبد الکریم

مناقشہ

اِس خاندان مین ایک بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا جس کا ستائیس برس تک مقدمہ لڑتا رہا دوسو گواہ دوران مقدمہ مین مرگئے گیارہ صفحو نپر اسکے تفصیلی حالات درج ہین مگر ہم نے طوالت کے اندیشہ سے اس کا خلاصہ کردیا اور اس خیال سے کہ عہد شاہی مین قاضی کے اجلاس اور برادری کی پنچایت مین معاملات یون رجوع ہوا کرتے تھے لکھدینا مناسب سمجھا - یہ جھگڑا شیخ عبد الروف صاحب اور سنجر خان سے پیش آیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ شیخ عبد الستار صاحب نبیرۂ شیخ مہدی صاحب قادری نے اپنے بیٹے عبد الرزاق صاحب سے ناخوش ہوکر اُن کو عاق کردیا تھا اور جملہ ملکیت جس مین

ہزار ہا روپیہ نقد اور جائداد کثیر تھی اپنی زوجہ نور محلہ بی بی کے نام لکھدی تھی
جب عبد الستار صاحب کا انتقال ہوگیا تو عبد الرزاق پورب کی طرف سے
آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہوگئے اور ماں پر طرح طرح کے ظلم شروع کیے
وہ بیچاری اپنے چھوٹے بچے عبد الغفار اور آمنہ بیگم لڑکی کو لیکر نواب کمال الدین
خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈھیوڑہی چلی آئین اور پناہ گزین ہوئین اور قاضی
فیض اللہ صاحب کے اجلاس مین نالش کی محمود خان بازید خیل اون ہی کی
وجہ سے مارڈالے گئے عبد الرزاق نے میدان خالی پاکر تمام نقد و جنس و جائداد
پر قبضہ کیا اور جعلی تملیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا
شیخ عنایت اللہ صاحب وغیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخر کار کچھ زمینداری کے ترکہ پر اپنے
چچا میان داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کرکے فتحپور نالسہ مین مارے گئے
اسکے بعد ان کی ماں یعنے بیوہ عبد الستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر
قابض ہوئین اور کچھ مدت کے بعد اُنھوں نے جملہ املاک اپنی دختر یعنے والدہ
عبد الروف صاحب کے نام لکھدی اور ایک ٹپی موضع کندھر پور و فتحپور
ویرانی حویلی از راہ غیرت اپنی بہو مسماۃ دولت بیگم زوجہ عبد الرزاق مقتول کو
تاحین حیات گذارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بی بی نے اپنے بھتیجے
سنجر خان کو لکھی تو عبد الروف صاحب مانع ہوے کہ یہ حق میرا ہے تمھین بجز گذر
اوقات کے انتقال حقیت کا اختیار نہین ہی مگر سنجر خان اس معاملہ کے بعد سفر
کو چلے گئے اور ۱۲۷۰ فصلی مین جس سال جنگ بکسر ہوئی ہی شاہ آباد کو واپس آگئے
اور خانزادہ سعادت خان رئیس چھوٹی ڈھیوڑی کے ملازم و مصاحب ہوے اس اثنا مین

شیخ عنایت اللہ صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے
اپنی جدہ کے دین مہر کا دعویٰ برادری مین پیش کیا اور اِسکے عبدالروف صاحب
جواب دہ ہوے اِسی سلسلہ مین دولت بی بی نے حصہ فتحپور نالسہ سید احمد صاحب
گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالروف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب
موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہین مالکہ مجاز نہین اور ہنوز اس جائداد کا قضیہ درپیش
ہے اِس زمانہ مین مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد
کے عامل ہوکر آے خانزادہ سعادت خان سنجر کی طرفداری پر آمادہ ہوے
اور عبدالروف صاحب کو دبانا چاہا اور مُلا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا
کہ عبدالروف صاحب حویلی وپٹی و باغ سے دست بردار ہو جائین ورنہ جان سے
مارڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس مین مقدمہ پیش ہوا قاضی ضیاءاللہ
خان نے بطور فہمایش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیرالممالک والی اودہ
بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگئے ہین شہر حاکم سے خالی ہی باہمی طور پر صلح کرلو
بعدازان سنجر خان کی پھوپھی مرگئین اور اُنھون نے اُس پٹی کو جو ثلث موضع
تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیچڈالنا چاہا مگر سید صاحب نے اِس فساد کی
وجہ سے نہ خریدی اِس مدت مین خانزادہ نے ملا نصیب اللہ کے ہمراہ سید
ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالروف صاحب کے پاس بھیجا اسوقت مین شیخ
عبدالروف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیڑھی
کے پاس آکر پناہ گزین ہوے تھے سید صاحب قبلہ نے اُنکے پاس آکر اُنکو سمجھایا
اُنھون نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہین ہی تو خانزادہ

مجھ سے بریت نامہ کس وجہ سے لکھاتے ہین سنجر خان کے والد محمد خان بن دلتخان
کا تعلق اُس سے کچھ نہین ہی میرا موروثی مادری ترکہ ہی بلکہ جیٹا حصہ مسماۃ مریم
بی بی کی میراث کا جو سنجر خان کی جدہ اور میری مان کی پھوپھی تھین اور مسماۃ
حمیدہ بیگم کی والدہ تھین وہ مجھے از روے وراثت مادری سے سنجر خان سے
ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ سنکر فرمایا کہ تمھارا قول اور حق مین تسلیم کرتا
ہون مگر مجکو تمپر رحم آتا ہی کہ تمھارے مخالف آمادہ قتل ہین اگر تو اپنے حق سے
درگذر کرے اور بریت نامہ لکھدے تو مناسب ہے مگر عبد الروف صاحب نے
باز دعوی نہ لکھا اور کہا کہ یہان دباؤ خانزادہ کا ہی مقدمہ شاہجہان پور مین
پیش ہونا چاہیے چنانچہ بمقام شاہجہان پور قاضی محمود خان کے اجلاس مین مقدمہ
پیش ہوا وہان قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے
خوب بحث ہوئی وہان بھی عبد الروف صاحب کو غلبہ رہا بعدہٗ قاضی محمود
خان صاحب شاہ آباد بھی بلاے گئے ۷ رشعبان ۱۱۹۸ھ ہجری کو سنجر خان نے
عبد الروف صاحب کے مکان پر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت راے چکلیدار
کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُنکے نائب و برادر
درگاہی صاحب تھے اُنھون نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد مراد جمعدار
کو دفع فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علیخان صاحب رئیس کھیڑہ مع اپنے فرزند
شجاعت علیخان اور پیر خان ابن سعد اللہ خان و خانزادہ ہدایت خان
باقرزی اور عبد الرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ رفع شر کو آئے اور فریقین
کو فہمائش کرکے بسنت راے چکلیدار کے پاس بھیجا اُنھون نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوبدار کے روانہ کیا وہان بھی حق عبد الروف کا قایم رہا مگر
قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مرادن صاحب کی خدمت مین فریقین کو
بھیجنا چاہا مگر سنجر خان نے منظور نہین کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد
فیض اللہ صاحب کو لکھا اُنھون نے انکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب
کیے گئے اُس درمیان مین نواب شجاع الدولہ پورب کے مُلک سے واپس آگئے
اور صوبہ اودھ کو ضبط کر لیا اور کوئی تعلق اب اسکو دار السلطنت دہلی سے نہین
رہا راے صاحب تبدیل ہو کر دار الخلافت کو روانہ ہو گئے راجہ بینی بہادر یہانکے
نائب قرار پاے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیابت
پر آئے تو خانزادہ سعادت خان نے انکو بھی ہموار کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب
نے کہا کہ چند روز گذرے ہین کہ پروانہ نواب وزیر الممالک بہادر کا اس بارہ
مین صادر ہوا ہے صلاح دولت یہی ہو کہ آپ طرفداری سے دست بردار
ہون اور شیخ عبد الروف کو اُنکے گھر مین آباد کرائین یہ سُنکر خان زادہ نے
اپنی جانب سے لالہ شتاب راے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اور نواب
اعزاز خان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبد الروف صاحب کو اُنکے
گھر جا کر اُن کو خانہ نشین کرایا اور وہ حسب عمل درآمد سابق اپنی جائداد پر قابض ہوے
اور اِس صورت مین یہ مقدمہ ختم ہوا اِنکے دوسرے بھائی عبد الغفور تھے لیکن چھوٹے
بھائی عبد الغفار صغیر سن مر گئے تھے اِن فارسی کاغذات پر عمائدین شہر کی بیسیون
مُہرین پڑی ہین اور شریک مقدمہ رہے ہین جن کے نام اِس غرض سے کہ یہان کون
کون معزز اور روادار اشخاص گذرے ہین لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے -

قاضی ضیا اللہ خان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب
شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد اعزاز خان۔
محمد باز خان خلیل بہادر علیخان سعد اللہ خان خواجہ حفیظ صاحب دیوان
ستاب رائے مولوی ولی اللہ صاحب محمد روشن صاحب متصدی
سمندر خان مہمند محمد روشن خان کانگر عبد الرحمان خان شروانی محمد آصف
خان تاج الدین خان میر معز الدین صاحب میان امام بخش صاحب
شیخ محمد سعادت صاحب ملا اللہ داد صاحب خیر اندیش خان سید خیل
روشن خان بازید خیل سید غلام مصطفٰے صاحب عرف میان چندن یوسف
خان سلیمانی عبد اللہ خان سلیمانی فیض اللہ صاحب حسینی سید اسمعیل صاحب
شیر خان خلیل اخون صاحب فیض اللہ خان خلیل متی زی مظفر علی خان
باقرزئی ناصر علیخان خانزادہ اجمیری خان باقرزئی شیخ قیام الدین وکریم الدین
وشمس الدین پیرزادگان میان خیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان
ابراہیم خان مہمند کالے خان غلزئی محمد علیخان تارین زبردست خان خانزادہ
یلسین خان خلف اکبر رحمت خان خیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان اہلد
نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبد الستار صاحب
پیرزادگان شاہجہان پور۔

شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد واصل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہین آپ کی

عظمت وبزرگی اس امر سے ظاہر ہی کہ ایسے اکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد
مین ہین - آپکے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب باواصاحب تھا جو
ماہ جمادی الاول ۱۰۰۷ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے نواب بہادر خان چنار گڈہ
سے بکمال احترام لاے اور اپنے شہر شاہ جہان پور مین بسایا اپنی صاحبزادی مسماۃ
خدیجہ بیگم کو آپکے عقد مین دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ گڑہ کے
عنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے بطن سے محمد افضل صاحب
اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئین - اسکے بعد محمد افضل صاحب اور اُنکی والدہ
خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے
شیخ امام الدین عرف شیخ عنایت اللہ صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی
اولاد مین تھے منعقد کیا اُن سے شیخ عبدالرزاق صاحب پیرزادگان شاہجہانپور
پیدا ہوے اور کل ترکہ عطیہ بہادر خان اُن کو منتقل ہوگیا -

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین
اور تیسری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوے ۱۰۳۸ھ ہجری مین (۳۱) برس
کی عمر مین محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنار گڈہ مین جہان اُنکے والد ماجد کا
مزار ہی مدفون ہوے تاریخ وفات راقم نے یہ نظم کی ہی ؎

دلا وصل حق شیخ واصل نمود	خدا گرد اورا حقیقت پناہ
مظفر پے سال چون فکر شد	ندا داد ہاتف شریعت پناہ ۱۰۳۸

شیخ قیام الدین صاحب کو اُنکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے
نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہ آباد مین لاے اور محلہ اللہ پور مین

آباد کیا محمود خان رسالدار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کر لی گئی تھی اور ویران پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنا بر باغ و مدد معاش کے عنایت کی اسناد اراضیات ابتک آپکے نام کی موجود ہین جن کی نقل ذیل مین درج کردی گئی ہے آپکے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسما یہ ہین شیخ نظام الدین شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کالے شیخ نتھو صاحبان - آپکی حیات کا زمانہ ۱۰۹۶ھ ہجری کا غذات سے ثابت ہوتا ہے - پیرزادگان اللہ پور آپ کی اولاد مین ہین درحقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زئی ہین مگر آبائی فقر کے سبب سے پیرزادگی کے خطاب سے مخاطب ہین -

یافت از شاہ عالمگیر خورد
زمان ذرہ از راہ صدق
سید خود کمال الدین خان

شیخ قیام الدین جیو

متصدیان مہمات پرگنہ شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند - چون معہ ازی پنجاہ بیگہ زمین مزروع بکز الہی ازجملہ آراضی کہ از یکطرف حد تالاب و یکطرف حد باغ سردار خان و یکطرف حد باغ احداث نمودہ باغ محمود خان درمیان واقع است بحقایق معارف آگاہ نتیجۃ الکرام بجہت باغ مرحمت نمودہ شد باید کہ آراضی مذکور پیمودہ و حد حدود نمودہ درقبض تصرف مشارالیہ واگذارند کہ درآن باغ احداث کنند باید کہ درینباب قدغن بلیغ دانستہ حسب المسطور بعمل آرند - تحریر فی التاریخ ہفتدہم شہر ذیقعدہ ۱۰۹۶ھ

جانب پشت

شرح مقررہ پروانگی دستخط شیخت پناہ منشی رحمت اللہ خان
حاصل نمودہ آنھا حقایق و معارف آگاہ شیخ قیام الدین جیو این کہ موازی پنجاہ
بیگہ زمین پولچ مزرعہ بگڑ الٰہی آراضی کہ از یکطرف حد تالاب و یکطرف باغ سردار خان
و یکطرف حد باغ احداث نمودہ باغ محمود خان این پختہ احداث نمودن باغ بحقایق و معارف
آگاہ مذکور مرحمت نمود شد باید کہ پروانہ بنام متصدیان پرگنہ شاہ آباد نوشتہ دہند
کہ زمین مذکور را بشرح صدر پیمودہ و حد حدود بستہ دہند۔

بتاریخ ۱۱ ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ
نقل بدفتر دیوان رسید۔

یافت از شاہ عالمگیر خور زمان ذرّہ از راہ حق
شد سعید خان کمال الدین محمود

شیخ قیام الدین جیو

شجاعت دستگاہ عبدالرسول خان را اعزا
آنکہ چون موازی پنجاہ بیگہ زمین مزروع بموجب سند جداگانہ بحقایق و معارف آگاہ
شیخ قیام الدین جیو پختہ باغ مرحمت نمودہ شد باید کہ آراضی مسطور مطابق سند مذکور
پیمودہ و حد حدود نمودہ در تصرف مومی الیہ واگزارند بعلت مزروع ہیچ وجہ مزاحم نشوند
چنانچہ دیدہ و دانستہ آراضی مزروع مرحمت شد اگر احیانا دریں صورت خلاف
خواہد ورزید و حقایق آگاہ بحضور خواہند نوشت مصدر انواع عتاب خواہد افتاد

درینباب تاکید تمام دانسته حسب المسطور به عمل آرند - تحریر فی التاریخ نهم
ذیقعده سنه ۱۰۹۶ هجری -

دیگر

یافت از شاه عالمگیر غازی خورد
زمان ذره از راه صدق
خود کمال الدین جان سید

شیخ قیام الدین جیو

متصدیان مهمات حال و استقبال پرگنه شاه آباد
بعنایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بیگه اراضی بگز آلهی مطابق ضمن
در وجه حقایق و معارف آگاه من ابتدای فصل ربیع سنه ۱۰۹۶ فصلی مرحمت نموده شد
باید که موازی مذکور در حال نیک از الجمله پنجاه بیگه مزروعه و پنجاه بیگه بنجر افتاده خارج
جمع بطریق زراعت پیموده و چک بسته دهند که حاصلات آنرا فصل بفصل
سال بسال متصرف شده باشد - درینباب قدغن بلیغ دانسته حسب المسطور بعمل
آرند - تحریر فی التاریخ چهارم جمادی الاول سنه ۱۰۹۹ هجری -

بنهم جمادی الاول سنه ۱۰۵۵

جانب پشت

چون در وجه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین صاحب جیو از انجا که حسب الامر
بتفصیل ذیل برمحال پرگنه شاه آباد ما بیگه بگز آلهی -

در موضع خانپور رعمله پرگنه مذکور ربه هند زمین مزروعه ۵ بیگه — در حیات بیگ زمین بنجر افتاده خارج جمع ۵ بیگه

حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب گیلانی شاہ آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور سندی سید تھے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین چودہ واسطون سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم غوث بنی آدم تک پہونچتا ہی۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الٰہی تھے ظاہری علم و فضل مین بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت مین ادیب تھے۔

سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا **ابو اسحاق ابراہیم صاحب** شہر حامہ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے سیدنا ابراہیم کے سفر کے متعلق انکے والد شہاب الدین احمد ابن سید عفیف الدین صاحب نے اپنی روشنضمیری سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سید ابراہیم صاحب ہند تشریف لائے جب آپنے ہندوستان مین قدم رنجہ فرمایا ہی تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت قدر و منزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز و احترام کیا اور حسب مراتب مہمانداری کی۔ غرضکہ شاہی دربار مین آپ نہایت سربلند ہوے۔ شہزادہ محمد شجاع آپ کا بہت معتقد ہوا اور وہ آپ سے اسطرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم اپنے مخدوم سے۔ سید صاحب ممدوح سے کئی کرامتین ظاہر ہوئین اسلیے خاص و عام کو آپسے بیحد عقیدت پیدا ہوئی اور ہرطرف آپ مشہور ہوگئے۔ دس برس تک سید ابراہیم صاحب ہندوستان مین تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد ہولے حب الوطنی نے

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن پہونچکر شہر حماہ مین ۱۰۶۷ھ ہجری مین ایک محل محلہ کے وسط مین تعمیر کرایا اور ۱۰۶۹ھ ہجری مین سیدہ فخرئی سے نکاح کیا سیدہ مسطورہ عمر باک الاعوج حاکم حماہ کی بیٹی تھین اس عقد کی تاریخ امام بخشی حلبی مصنفہ کتاب شمس المفاخر نے اپنی کتاب مین لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہے۔

اینة بالعرس الذی تاریخه ذفت الیك نفایس لا فراح

اسکے بعد غرۂ رجب ۱۰۷۰ھ ہجری مین بعض امورات و مہمات کی وجہ سے آپ قسطنطنیہ تشریف لیگیے اور ان کامون کے ختم ہونیکے بعد پھر اپنے وطن حماہ کو تشریف واپس لاے اور ۱۰۸۰ھ ہجری تک وہین آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان مین زندہ رہے سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لاے تھے تو شاہ جہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہوچکا تھا اور اورنگ زیب تخت نشین تھا اور اُسکی توجہ اورنگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی اسیلیے سید ابراہیم صاحب اورنگ آباد دکن تشریف لیگئے بالاخر ۱۰۹۲ھ ہجری کو سید صاحب ممدوح

سلہ قال صاحب تحفة الابرار السید الشریف الشیخ ابراهیم ابن السید الشریف الشیخ احمد ابن السید الشریف الشیخ عفیف الدین حسین ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبد القادر ابن السید الشیخ الشریف شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبد القادر ابن السید الشریف الشیخ شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ علاء الدین علی الکبیر الگیلانی الحموی الدار المولد توجه بعد وفات والده الی الهند (و اخبر ابوه عن ذلك قبل فراقه) فحصل له القبول التام من اهلها واجتمع بملکها شاہجہان فی بلدة دہلی

نے اُسی شہر مین انتقال فرمایا اور آپ اورنگ آباد دکن کے محلہ بیگم مشہور بہ دار الشفا
مین مدفون ہوے شجرہ خاندانی مین جو آپکے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد
صاحب نے لکھا یا ہی اور وہ شاہ آباد مین موجود ہی سال رحلت ۱۰۸۷ھ سنہ ہجری تحریر
ہے۔ اور یہ عبارت عربی کہ السّیّد ابراهیم توفی باورنگ اباد سنہ سبع وثمانین والف هجریۃ
مرقوم ہی اہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفن مین اختلاف کیا ہی اور
بجاے ۱۰۸۷ھ ہجری کے ۱۰۸۹ سنہ ہجری اور بجاے اورنگ آباد کے شاہجہان پور
مدفن قرار دیا ہی اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ بُعدِ مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی
اور خبر اُن تک نہین پہونچی اُس زمانہ مین ریل وتار وڈاک وغیرہ کے ذریعہ نہ
تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے۔ مدت کے بعد کوئی شخص کہین سے اگر گیا
اور کچھ اُسنے بیان کیا اور اُسمین کچھ غلطی ہوگئی تو پھر اسکی تصحیح نہین ہوسکتی تھی۔ اہل حماہ
نے جو یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ مین جو اُنھون نے شاہجہان پور مین
بنایا تھا مدفون ہوے اسمین بھی سہو ہوا حالانکہ شاہجہان پور مین آپکے بھائی ابوالحسن

فانزلتہ المنزلۃ التی بما انزلت التی ہو اہلہا وہرعت الیہ جمیع اہل تلک البلاد واعتقد وہ غایۃ الاعتقاد علی الخصوص
ابن ملکہم محمد شجاع فانہ کان معہ علی ما یذکر کالمطیع مع المطاع وظہرت علی یدیہ الکرامات وساذ ذکرہا فی البلاد وجرت
لہ معہم امور وامتحانات اظہرہ اللہ ببرکۃ سلفۃ الطاہر واقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حماۃ وکان دخولہ الیہا
۱۰۶۷ سنہ ہجری وجدد بناقصرہ دخل دارہم وکان تمامہ بقیہ حاشیہ صـ۹۲ سـ۱۰۶۹ سنہ ہجری وتزوج (البنت فخری)
بنت عمر باک لاعوجی حاکم حماۃ فی السنۃ المذکورہ وعمل لہ تاریخا نظما الامام النجشی صاحب شمس المفاخر جار ختامہ
ہنیت مابالعرس الذی تاریخہ زفت الیک نفایس الافراح وفی غیرہ ۱۰۰۰ سنہ ہجری توجہ الی القسطنطنیہ
وفی بعض امور ومہمات وبعد قضایہا عاد الی وطنہ حماہ واستقام بہا الی بہ ۱۰۰۰ سنہ ہجری ثم انہ سافر مرۃ ثانیہ
الی الہند واستقام بہا اثنا عشر سنۃ وکان اجلہا بہا دفن قدس اللہ روحہ فی تکیۃ کان بناہا فیہا فی خطرۃ الاولی
توفی سنے بلدۃ شاہجہان پور ۱۰۸۹ سنہ ہجری وبہا دفن ۔ ۱۲ + ۱۲

سید علی صاحب دفن ہوے جن کا مزار مشہور ہی۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر دہلی یا اورنگ آباد مین کسی نے کھینچ لی تھی جواب تک انکے خاندان مین وہ چلی آتی ہی۔ ہمنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہین وہ تحفۃ الابرار کی عربی عبارت کا ترجمہ ہی یہ نایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضی صاحب نقیب الاشراف کے پاس حماہ مین موجود ہی اِس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سیف الدین صاحب برادر نقیب الاشراف نے سیّد احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو ارسال فرمائی ہی جس کی نقل راقم نے حاشیہ پر درج کر دی ہی۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلائد الجواہر مین بھی ہین یہ کتاب عربی زبان مین ہی اور مصر مین چھپی ہی راقم کی نظر سے گذر چکی ہی یہ آپ ہی کے عہد مین تصنیف ہوئی آپکے ہندوستان تشریف لانے اور واپس جانے وغیرہ کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہی۔ اسکے بعد یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب استنبول تشریف لے گئے ہین خدا سے اُمید ہی کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائین کتاب مذکور مین اسیقدر تحریر ہے۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ سیّد صاحب استنبول ہی مین تھے کہ مصنِّف کا انتقال ہوگیا اور آپکے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہین پہونچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اور اُنکے ابا و اجداد جو سادات غوثیہ یعنے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین بجاے بغداد کے حماہ مین کیسے سکونت پذیر ہوے اور بغداد شریف سے کیون چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سیّد ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حماہ مین مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہین بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل
کی ہو اور اسکے متعلق جو اُن حضرات نے عربی مین حال لکھا ہو اُس کا ترجمہ اُردو مین
خاکسار نے تحریر کردیا ہے اس خاندان سے جو بزرگ کہ اوّلاً بغداد شریف سے حماہ
تشریف لائے ہین وہ سید سیف الدین صاحب ہین اور اُنکے آنے کی وجہ یہ
ہوئی کہ جب تاتاریون نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ مین سید سیف الدین
صاحب کے والد حضرت ظہیرالدین صاحب بھی تاتاریون کے ہاتھ سے شہید ہوے
اس ہنگامہ مین انقلاب عظیم ہوا۔ سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے
منشئہ ہجری مین حماہ کو چلے آئے اور حاکم حماہ کے یہان مہمان ہوے آپکا ارادہ
مصر جانے کا تھا مگر تقدیر الٰہی مین کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور
وہ اس زمانہ مین بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دَم ڈالنے کی استدعا
کی آپ نے اُسکے حق مین دُعا کی اور کچھ پڑھکر اُسپر پھونکا آپ کی دعا کی برکت سے
خداوند کریم نے اس مریضہ کو شفا دی یہ حال دیکھکر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہوگیا اسکے
بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے جانے نہ دیا اور اپنے شہر کی
بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جد امجد غوث پاک کو دیکھا کہ
فرماتے ہین کہ حماہ مین تم مقیم رہو پس حسب الارشاد آپنے حماہ مین قیام فرمایا حاکم
شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت مین دیا اور حضرت کیواسطے ایک زاویہ
نہر عاصی کے کنارے تعمیر کرادیا اور اسمین آپ رہتے تھے سنہ ۷۳۴ ہجری مین سید
سیف الدین صاحب نے انتقال فرمایا اور زاویہ قادریہ مین مدفون ہوسے۔ اب
قریب پانسو اشخاص کے آپ کی اولاد امجاد سے حماہ مین آباد ہین (حماہ) شام کے مُلک

مین ایک بڑا شہر ہے۔ جو ریل کہ دمشق سے حلب کو جاتی ہی اُسکے اثنائے راہ مین یہ
شہر واقع ہی دمشق سے حماہ کا کرایہ سات روپیہ ہی اور حماہ بغداد شریف سے
بہت دور ہے بغداد ملکِ عراق مین ہی اور حماہ شام مین ہی۔ اسمین سادات
گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہی سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک
جگہ ہین یہ لوگ حماہ شریف مین گیلانی کے لقب سے مشہور ہین۔ آجکل اس خاندان
مین جو سجادہ نشین ہین وہ سید صالح ہین وہان سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہتے ہین
سید صالح صاحب کے والد سید مرتضی صاحب بھی نقیب تھے۔ سید نجیب صاحب اور
سید سیف الدین صاحب دو بھائی سجادہ نشین حال کے ہین سادات حماۃ کو اپنی
عالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہی کسی کو اپنے نسب مین دخل
نہین ہونے دیتے۔ ابھی چند سال ہوے ایک سید جو سلطان عبد الحمید خان کے
مقرب تھے اُن کو سادات حماہ ہونے کا خیال تھا اُنھون نے اپنا نسب نامہ معہ
سلطانی پروانہ کے تصدیق کے لیے بھیجا جب اِن حضرات نے اپنے یہانکی کتابین
دیکھین تو اُس نسب نامے کے خلاف پایا سید محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے
مہر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید سخت ناراض ہوے سادات حماۃ کو اپنی
جاگیرات و مشاہرہ کے ضبط ہونے کا بہت خوف ہوا اِس ہی اثنا مین استنبول مین
اختلاف ہوا اور سلطنت متغیر ہو گئی اور سادات حماۃ کو کچھ نقصان نہین پہونچا یہ حضرات
صاحب جاہ و منزلت ہین علم و بزرگی درس و تدریس کے ساتھ دولتمندی بھی ہی غرضکہ
شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہی سادات حماۃ مین اب بھی علما و
زہاد موجود ہین۔ گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ جو بغداد شریف سے حماۃ مین آکر

سکونت پذیر ہوے ہین ان مین بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہین منجملہ اُنکے کہ
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی
کے آبا و اجداد مین گذرے ہین اُنکے کچھ مختصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے
ہین اُس سے ناظرین کو اندازہ ہوجاے گا کہ حماہ مین سادات کی جو شاخ آئی ہی
اُس مین ایسے عظمت مآب و صاحب تصرف حضرات گذرے ہین امام نجشی حلبی
نے اپنی کتاب مین لکھا ہی کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ
سنہ ۷۴۰ ہجری مین تصنیف کی ہی اُسمین تحریر کیا ہی کہ سید علاء الدین صاحب نہایت
جوانمرد و شجاع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص و عام اور حکام
مین پھیلی تھی۔ سلسلہ قادریہ کی اشاعت مین آپنے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات
مین آپ نہایت سختی کرتے تھے لہو ولعب کے امورات روکتے تھے اکثر قمار خانے اور
بھٹی خانے آپنے توڑ ڈالے اور مے خانہ جادہ فرح کا جو وہان بہت آراستہ
تھا اور اُسکے نیچے خزانہ تھا اپنے مسمار کردیا۔ اور یہ بُرائی خرافات چیزین آپکی ذات
بابرکات سے معدوم ہوگئین اسلیے حمویون نے آپ کی مخالفت پر کمر چست باندھی
اور آپنے اُس کفرستان مین رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جس وقت
کہ حمویون نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص رواقی نام جو مشایخ حماۃ سے تھا
دوڑا اور آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر
تکیہ لگاے ہوے بیٹھے ہین اور اہل شہر آپ پر نرغہ کرتے ہوے چلے آتے ہین آپنے
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پردہ اُٹھا کر دیکھ اُسنے دروازہ کا جو پردہ اُٹھایا تو ایک

شیر ببر نکلا اور مونھ کھول کر اُسنے حملہ کرنا چاہا راوی گھبرا کر بھاگا اور حمویون کی جماعت
کے پاس جو سید موصوف کے دروازہ کے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اس حال کی خبر
پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنکر بھاگے سید صاحب ممدوح کے پڑوس مین کردی لوگ جو
معتزلہ مذہب کے تھے آئے اور انھون نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفون حمویون کے مقابلے
کو تیار ہین آپ نے آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پڑھی اور فرمایا کہ مجھکو
خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد درکار نہین - اس عرصہ مین جملہ مخالفین جامع نوری
کے قریب جمع ہوے آپ تن تنہا اُنکے پاس تشریف لیگئے اور انکی طرف متوجہ ہو کر اعلانیہ
دین اسلام کی تعریف بیان کی اسکے بعد آپ وہان سے چلے گئے مگر کسی کو آپکے پاس
آنے کی جرات نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مریدین وغیرہ کے روانہ ہوے
جب آپ حمص پہونچے تو وہانکے باشندے آپ کی پیشوائی کو بڑی عقیدت سے
حاضر ہوے اور دوکانین بند ہوگئین اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے
مگر آپ وہان نہ ٹھہر سکے - بعلبک ہوتے ہوے بیت المقدس مین داخل ہوے وہان
ایک شخص حموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُسنے اپنے ہم وطنون کی اطلاع اور دغا کے
سے آپ کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل
مدرسہ کے حجرہ مین آرام فرما ہوے جب آدھی رات گذر گئی اُس محافظ حموی نے خواب
دیکھا کہ رسول اللہ صلعم حرم شریف مین تشریف فرما ہین اور آپکے گرد صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین کی جماعت حاضر ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہین
یہ دیکھکر محافظ حموی اُٹھا اور آپکے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلیے حاضر ہوا مگر آنحضرت
نے اُسکی طرف سے منھ پھیر لیا وہ ہر چہار طرف پھرتا رہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہین فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تو نے میری اولاد (علی) ابن عبدالقادر
کے ساتھ کج ادائی کی اس وجہ سے مین تجھ سے نہایت ناراض ہون جب تک کہ وہ
راضی نہ ہونگے مین راضی نہ ہونگا یہ خواب دیکھکر وہ حموی بیدار ہوا اور بڑا خوف
اُسپر غالب ہوا رات ہی مین وہ آپکے حجرے پر حاضر ہوا اور آپکے قدمونپر گر پڑا آپنے
فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جد امجد رسول اللہ صلعم کے نہین آیا اُس نے
معافی کے لیے فریاد کی اور بے ہوش ہوگیا اور قریب الموت تھا پس آپنے اُسکی
خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہان سے مصر کو روانہ ہوے اُس محافظ نے اپنے
بھائی ابن رقاعہ کو جو مصر مین شیخ الشیوخ اور سلطان المشایخ اور سلطان مصر کا
مقرب تھا اور کثرت سے لوگ اُسکے مُرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب
آپ مصر پہونچے تو حسب اطلاع ابن رقاعہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ
مصر کے علما، فقہا، قاضی و حکام و اہل لشکر جن مین سولہ سو سادات عظام اور قریب
اسی کے عمائدین شہر سے تھے ابن رقاعہ اُنکی رکاب تھامکر پیدل ساتھ ساتھ چلا جب
اہل شہر نے اُسکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پیدل ہوگئے جس وقت سید علاء الدین
صاحب سلطان مصر کے مکانات کے قریب گذرے اُسنے یہ مجمع اور جوش جشم خود دیکھا
جب قلعہ کی بلندی پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہوگیا اور چند قدم بڑھکر خیر مقدم کیا اور
بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہم کلام ہوا ابن رقاعہ دونون کے
سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رقاعہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ ای شیخ بیٹھ جا ابن رقاعہ
نے کہا کہ یہ کسطرح ممکن ہو کہ دو سلطان ایک سلطان دُنیا اور دوسرا سلطان آخرت
ہو اُنکے سامنے مین تیسرا شخص بیٹھون بالکل ادب کے خلاف ہو ابن رقاعہ نے جدیون کی

بے ادبی کا حال عرض کیا تو وہ حمویونپر نہایت غضبناک ہوا اور حمویونکو مسلسل گرفتار کرکے
لانے کا حکم دیا چنانچہ حموی حاضر کیے گئے سلطان نے اُن کو سخت سزا دینی اور ذلیل
کرنا چاہا مگر آپ کی رحمدلی جوشن زن ہوئی اور سلطان سے سفارش کرکے تعذیب سے
بچا دیا مگر مختلف شہرون مین اُن کو جلا وطن کر دیا گیا اور خانقاہ قادریہ کے واسطے
بہت سے مواضعات جاگیر مین دیے جو خانقاہ حماۃ کی اب تک متعلق ہین سید
علاء الدین صاحب نے ۱۴ جمادی الثانی ۹۳؁ھ ہجری مین رحلت فرمائی آپ کے جنازے
کے ساتھ بڑا ہجوم تھا اور جنازے کا بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا آپکے جنازے کی نماز کئی
بار ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے سید شمس الدین صاحب۔ سید بدر الدین صاحب
سید نور الدین صاحب کل آپ ہی کی اولاد ہی جو شہر حماۃ مین رہتی ہی۔

القصہ جب سید ابو اسحاق ابراہیم کا انتقال ہوگیا تو آپ کی اولاد مین ایک
صاحبزادے شہاب الدین سید احمد صاحب اور دوسری صاحبزادی سیدہ آمنہ
عرب مین موجود تھین تحفۃ الابرار مین مرقوم ہی کہ شہاب الدین سید احمد صاحب اپنے
والد کے انتقال کے بعد ۱۰۹۰؁ھ ہجری مین اپنے چچا ابو الحسن سید علی صاحب کے ہمراہ
حماہ سے ہندوستان تشریف لاے اور اپنے والد کے متروکات پر قابض ہوے
مصنف تحفۃ الابرار کا قول ہی کہ ۱۱۰۳؁ھ ہجری تک سید احمد صاحب ہندوستان
مین موجود ہین ہماری دعا ہی کہ حق تعالی اُن کو صحیح و سلامت واپس لاے۔

سید سیف الدین صاحب حموی برادر نقیب الاشراف اپنے خط مورخہ ۱۳۲۹؁ھ
مین تحریر فرماتے ہین کہ ہم لوگ یعنی سادات حماۃ کو ۱۱۰۳؁ھ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابرار

[illegible]

کے لکھنے کا ہی پھر کچھ حال معلوم نہین ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماۃ مین آئے یا نہین اور سید احمد صاحب کی اولاد ہند مین ہوئی یا نہین کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال مین اُسطرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہین آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اسوقت تک حماۃ مین موجود ہی۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہی کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح مین دی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان مین مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام مین مقبولیت و ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

جناب سید صاحب کو لوگون کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ جانے دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ مین کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرافت خاندانی کی صداقت کیلیے اپنے اعزہ کو لکھا ہی اور اکابرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نسبی کا تصدیق کر کے ہندوستان مین آپ کے پاس بھیجا ہے جس مین آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم تک پہونچتا ہی راقم نے وہ شجرہ شاہجہانپور مین دیکھا ہے نہایت خوشخط مطلا مذہب عربی زبان مین ہی جسپر مُہرین سادات عظام کی پڑی ہوئی ہین۔

بقیہ حاشیہ تعالی ان یاتی بھم للعالمین بمنہ وکرمہ ومن بعد ذلک التاریخ لم نعقف علی ترجوعھم من الھند الحماۃ ولا ندری هل صار للسید احمد ابن السید ابراهیم الگیلانی المذکور اولاداً فی الھند حیث ما احدثنا بالخبر من تلک الاطراف واما السید علی بن سید احمد ابن السید عفیف الدین حسین الگیلانی المذکور الذی راح معہ ابن اخیہ للھند فاولادہ وذریتہ موجودین فی حماۃ ۱۲

بعد انتقال نواب دلیر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی
کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ مین اُن سے کوئی بادشاہی مہم انجام کو پہونچی اور
بادشاہ ان سے خوش ہوا تو اُنھون نے اُسکے صلہ مین سید صاحب اور قدم مُبارک
ملنے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطرداری سے سید صاحب کو نواب صاحب
کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن مین آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب
سنہ ۱۰۹۶ ہجری مین سید صاحب کو بہزار فخر و ناز شاہ آباد لائے اور بکمال تعظیم و توقیر سے
اپنی صاحبزادی گل بیگم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد مین دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق
بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے
نکاح مین دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے
اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے۔
نواب صاحب نے اکثر مواضعات مین سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام چکوک
تحریر کر دیے جن کی بعض سندین راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہین سید صاحب کے نام نامی

سلہ نقل سند معافی منجانب نواب کمال الدین خان بنام سید صاحب۔

مہر

ہوالغنی

فدوی شاہ عالمگیر غازی زیتان از راہ صدق
خود کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد
محال جاگیر بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔ چون موازی
یکصد و پنج بیگہ زمین پختہ بگز آکبی در سواد موضع ہری عملہ پرگنہ مذکور از ابتدای فصل خریف سنہ ۱۰۹۶ یکہزار و نود و شش در وجہ نذرانہ قدوة
العارفین زبدة الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب الضمن مرحمت شد یا بدکار ہی مرقوم را بحد و د مفصل ذیل تبصرف میر مغز الیہ
واگذارند و بوجہی من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ تحریر فی التاریخ
یازدہم ربیع الاول سنہ ۱۱۱۱ ہجری مـــــــــه

کے ساتھ لفظ خان بھی شجرہ وغیرہ مین تحریر ہے اِس سے ثابت ہوتا ہی کہ آپکو خطاب خانی بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوا ہی آپ کے آبا و اجداد مین بجز آپ و کسی کے نام کے ساتھ لفظ خانی شجرہ مین نہین لکھا گیا ہے آپ کو اپنے ہی آبا و اجداد سے بیعت و اجازت حاصل تھی اور آپ سے سلسلہ پیری و مُریدی جاری تھا ایک مکتوب مین آپکے محامد و محاسن مولانا عبد اللہ صاحب مغربی[۵۲] نے حسب ایما آپ کے عربی زبان مین تحریر کیے ہین اور اِس مکتوب مین فضائل سادات و اہلبیت رسالت اور مناقب غوثیہ اور آپ کے آبا و اجداد کے مستند حالات لکھے ہین اور شجرہ آپکی اولاد سے تا حضرت غوث الثقلین مرتب کیا ہی اور اسبارہ مین تحفۃ الابرار لوامع النور شمس المفاخر وغیرہ کتب کا حوالہ دیا ہی اور یہ مکتوب معہ شجرہ کے آٹھ ہاتھ لمبا اور اور ایک ہاتھ سے زیادہ چوڑا ہے غرض کہ طول طویل ہی مصنف موصوف نے سنہ ۱۱۳۴ ہجری کو آپکے عہد حیات مین لکھا ہی سید صاحب کے اوصاف

بقیہ حاشیہ جانب پشت بموجب ضمن موازی یکصد پنج بیگہ آراضی زمین از سواد موضع بہری عملہ پرگنہ شاہ آباد در وجہ نذرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ماضہ بیگہ پختہ

شرقی — غربی — جنوبی — شمالی
حد دھو موضع — حد دہورہ موضع بہری — حد دہورہ موضع حسن پور — حد دھورہ موضع اختیار پور

نقل سند منجانب نواب صاحب بنام اہلیہ سید صاحب

مہر: بادشاہ غازی خانزاد عالمگیر کمال الدین خان

ہو الغنی متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جہانگیر لعنایت امیدوار بودہ بدانند چون موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ بازآمی در سواد موضع جمورا عملہ پرگنہ مذکور از ابتدای فصل خریف سنہ ۱۱۳۰ یکہزار یکصد و سہ فصلی بنام قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب ضمن مرحمت شد باید کہ اراضی مرقوم را بحدود مفصلہ ذیل بتصرف مشار الیہ واگذارند بوجہے من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ چار دہم شہر رجب المرجب سنہ ۱۱۳۰ ہجری مرصد

جانب پشت موجب ضمن موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ از سواد موضع جمورا پرگنہ شاہ آباد بنام اہلیہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ضہ بیگہ پختہ

حد شرقی — غربی — جنوبی — شمالی
دہورہ موضع بلیا تا لاب مدہا — حد دہورہ موضع جمورا — حد دہورہ موضع لادپور — حد دہورہ موضع کمال الدین پور

مین اکثر اشعار لکھے ہین اُن مین سے ایک قصیدہ کے چند اشعار یہانپر درج کیے جاتے ہین

قد صنفت خطبۃ نسبۃ فی سادۃ — من عزھم و فخرھم من یفتخر

سادات کے نسب کی مینے تعریف کی — کون شخص ہے جو اُن زیادت عز والا او اُنکے فخر سے زیادہ فخر رکھتا ہو

الاٰ نجال عبد القادر جیلانی — بنجارہ فوق السھیٰ والمشتری

مین نے تعریف کی اولاد عبد القادر جیلانی کی — جنکی اصل سہیٰ اور مشتری سے بلند مرتبہ ہے

غوث الانام و قطبھم و امامھم — و غیاثھم فی کل ھم معین

وہ عبد القادر جو تمام مخلوق کا فریاد رس او قطب و امام ہے — اور ہر پیش آنے والے غم مین اُنکے درد کا درمان ہے

محلی الخطوب بقدرہ و بجاھہ — عند الاٰلہ لمن بہ یستظھر

جو شخص اُن سے حل مشکلات کو چاہے — اُسکے مشکلات کو دُور کرنیوالے ہین اُس عزت اور تقرب کے باعث جو انکو خدا سے حاصل ہے

باشارۃ من تاج مفرق عزھم — و رئیسھم سامی الکمال الافخر

اور منجملہ تعریف اُس شخص کی خواہش سے کی جو مخلوق کی فرق عزت کا تاج ہے — اور اُن کا رئیس ہے اعلی کمال والا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے مولانا عبد اللہ کے والد کا نام بھی عبد اللہ ہوا اور اُنکے جد امجد کا احمد ابن عبد الرحمن ہے مالکی مذہب اور شاذلی مشرب تھے ملک مغرب کے باشندے تھے اسیلیے مغربی اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے عبد اللہ صاحب جوان صالح اور قابل تھے (۲۰) برس کی عمر مین اُنھون نے سید صاحب کے حالات لکھے ہین صاحب نسبت تھے ۱۱۲۳ھ کو شہر قاہرہ ملک مصر مین ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصری دری مالکی شاذلی مغربی نے خرقہ قادریہ پہنایا تھا اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھین علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی اُنکے علاوہ دیگر چند مشائخین سے بھی ان کو خلافت و اجازت ہوئی تھی چنانچہ ۱۱۳۰ھ ہجری مین شیخ ابو العز محمد بن احمد بن عجمی مصری شامی نے بھی انکو خرقہ پہنایا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد سلیمانی مغربی مالکی مقیم مکہ کے خلیفہ تھے اور ۱۱۳۰ھ ہجری مین مولانا عبد اللہ کو بخاری شریف کے ختم ہونے کے وقت ہر ایک قسم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی کی اور شیخ عبد اللہ ابن سالم مصری شافعی مکی سے حاصل ہوئی اور ۱۱۲۶ھ ہجری مین طریقہ قادریہ اور مولفات حضرت پیران پیر کی اجازت انکے شیخ محمد بن عبد اللہ فارسی سے قاہرہ مین حاصل ہوئی تھی غرضکہ صاحب سلسلہ و اہل ارشاد تھے - ۱۲ ۞ ۱۲

السیّد ابن السیّد الحسینی الشریف المسمی والعنصر

سردار ابن سردار حسینی شریف نام اور اصل والا

هو احمد حمدت مناقبه التی

یہ احمد ہی ہین نے اُس کے اون مناقب کی تعریف کی

منها طلاقة وجه المستبشر

جن سے چہرے کی تروتازگی اور روشنی ہے

الطیب الاخلاق والاعراق

عمدہ اخلاق اور افعال والا ہے

الافعال شهم من سلالة حیدر

نہایت تیز طبیعت حیدر کی نسل سے

وتیمة الدهر التی ما مثلها

اور بے بہا موتی ہین اس زمانہ کے جن کا کوئی مثل نہین ہے

ونتیجة الکون البهی کالانور

اور خلاصہ ہے زمانہ تروتازہ روشن کا

من ان راه حاتم فی عصره

کون شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ مین دیکھتا

وندی یدیه الهاطل المتفجر

اور اُسکے ہاتھ کی مُسلسل سخاوت کی بارش کو دیکھتا

یقضی له بالجود فسر او اغتدی

حکم کرتا کہ وہ سخاوت کے بیشہ کا شیر ہے اور صباح کو مشہور ہوکر

معروفه بکسی لباس تنکر

لباس گمنامی کا پہن لیتا

او صافعت کفه قضو من حاتم

یا کف افسوس ملتا کہ کس شخص نے اسکو (اپنی ذات کیجانب اشارہ) حاتم کہا

لتفجرت بمواهب کالکوثر

بخششین مثل کوثر کے اُس سے جاری ہین

او لو رای السفاح غرة وجهه

اور اگر سفاح اسکے روشن چہرہ کو دیکھتا

لاقرانه تبع فی حمیر

البتہ اقرار کرتا کہ خوبصورتی مین حمیر اُن کا تابع ہے

او قیل من خیر الخلائق کلها

یا پوچھا جاوے کہ خیر الخلق کون ہے

فالی شهاب الدین یومی المخبر

تو مخبر شہاب الدین کی جانب اشارہ کریگا

ماذا عسی اثنی وعد صفاتہ
مجھ سے اُسکے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہی

وسعادۃ المشطر ومسطر
ہر ہمسایہ اور مقرر کرنے والیکی سعادت ہین

اهل الکساء وخیر آل محمد
بلند مرتبے والے اور بہترین آل محمد ہین

ارجو شفاعۃ جاهم فی المحشر
مین اُسکے جد کی شفاعت کی روز محشر امید رکھتا ہون

صلی اللہ ما حبت صبا
جب تک کہ ہوا چلتی ہے انپر درود نازل ہو۔

مورخ موصوف نے سید صاحب کی تقدس و بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت و انشاپردازی کی تعریف بھی لکھی ہی اور عربی عبارت مین رقمطراز ہی کہ و فاخرۃ الھند بالعلاۃ وعلاۃ الخ یعنے زیبا ہی کہ ہندوستان آپ کی ذات و علو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابن ہانی آپ کو دیکھتا تو بجاے معز الدولہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپکے اوصاف مین لکھے ہین ؎

فیا واحد الازمان جوداً ومنصبا
اے وہ شخص جو باعتبار اپنی سخاوت و منصب کے یکتاے روزگار ہی

ویا من بہ الدنیا نزوق وتبسم
اور اے وہ شخص جسکے سبب سے دنیا تر و تازہ و شاداب ہے

ومن وجھہ کالبدر یشرق نورہ
اور اے وہ شخص جسکے چہرہ کی روشنی مثل ماہ کامل کے چمکتی ہی

ومن جودہ کالغیث بل ھو اکرم
اور اے وہ شخص جسکی سخاوت بارش سے بھی زیادہ ہے

ومن ذکرہ کالمسک فض ختامہ
اور اے وہ شخص جس کا ذکر مثل مُشک کے مہکتا ہے

وکالشمس نور بشرہ المتوسم
اور اُس کا روشن چہرہ نور مین آفتاب کا مقابلہ کرتا ہی

لقد حزت خص السبق غیر منازعہ
گھوڑ دوڑ کے میدان مین کوئی تیرا مقابل نہین

فانت علی اهل السباق مقدم
تو ہر سبقت کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے

حویت من العلیاء کل کریمۃ
تونے ہر بڑی خصلت کو گھیر لیا ہے

بہ الروض یندی والزلال تبسم
جس سے باغ تروتازہ اور دنیا روشن ہو

اذا فاخر الامجاد یوما فانما
جب بزرگ لوگ کسی دن اپنے نسبوں پر فخر کرین

لمجدک فی حال الفخار لیسلم
تو تیرا حسب و نسب فخر کا ذریعہ ہو

مناقب مثل اذرالرمال
آپکے مناقب مثل ذرہ ہائے ریت کے ہین

تکل انامل حسابہا
جنکے شمار سے اُنگلیان عاجز ہین

وتتعب الالسن دراسہا
اور زبانین آپ کی تعریف سے عاجز

وتفنی قراطیس کتابہا
اور کاغذ آپکی تعریف لکھنے والونکے لیے کافی نہین ہوسکتا

وھو المتقدم فی البلاغہ
اور وہ متقدم ہین بیچ بلاغت کے

وقد اربی علی سحبان وائل
اور تحقیق زاید بلند ہین سحبان وایل سے

والمتاخر الزمن وقد اتی بما
اگر زمانہ وہ متاخر ہین

لم یستطعہ الاوائل
لیکن اُنکے مقابلہ مین کسی متقدمین کو طاقت نہین

لوکان فی عصر لبید
اگر وہ لبید کے زمانہ مین ہوتے

یقطع الیہ الفوافد والبید
تو لوگ جنگل و میدان قطع کرکے اُن ہی کے پاس آتے

او طرفۃ بن العبد یقال ھذا ھو الطرفۃ وانا المرید
یا طرفہ بن عید کے زمانہ مین تو وہ کہتا کہ یہی وہ طرفہ ہین اور مین مرید ہون

او قال ھذا ھو السید وانا من العبید
یا کہتا یہی وہ سردار ہین اور مین غلام ہون

تجاوز قدر المدح حتی کانہ
وہ مدح کی حد کو اسقدر تجاوز کر گئے ہین

باحسن مایثنی علیہ یعاب
کہ یہ کہنا لوگون کا عیب ہے کہ جو کچھ انکی تعریف کیگئی وہ انکے لیے کم اور نقص ہے

سید صاحب کی روشن ضمیری کے متعلق یہ نقل بیان کی جاتی ہو کہ ایک عالم زاہد خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لائے۔ سید صاحب اُسوقت کبوتر ونکی کابک بنانے مین مشغول تھے اُن خشک مُلا کے دل مین یہ خیال آیا کہ جب آپکے اِس قسم کے مشاغل ہین تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صفاء باطنی سے اُنکے اِس خطرہ پر آگاہ ہوگئے اور کہا کہ دل بہ یار و دست بکار پر عمل ہو یہ فقرہ سُنکر وہ صاحب نہایت نادم ہوے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محظوظ ہوے۔ شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہجہانپور ہردوجگہ رہا کرتے تھے دونون جگہ آپکے مکانات تھے اور ہردو مقامات پر ارادتمندون کا حلقہ وسیع تھا۔ آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھین یعنی سید داؤد صاحب سید محی الدین صاحب سید عبد الرزاق صاحب سید خیر اللہ صاحب بی بی آمنہ پانچ اولادین بی بی اچی کے بطن سے متحد البطن تھین اور گل بیگم صاحبہ کے بطن سے ایک صاحبزادی تھین جن کا نام خدیجۃ الکبرےٰ تھا اور دو صاحبزادے سید ابراہیم صاحب اور سید رحمت اللہ صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جدامجد کے نام نامی پر رکھا گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ رجادی الثانی ۱۱۲۹ھ ہجری کو جب کہ فرخ سیر بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا ہو جس کی نقل[۱] بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھدی گئی ہو سید صاحب

[۱] نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل بیگم صاحبہ منجانب سید احمد صاحب بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرار کردہ و اعتراف معتبر شرعی نمود مسمی سید احمد ابن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہجہان پور عمل پرگنہ کانت گولہ سرکار بدیوان مضافات بصوبہ دار الخلافت شاہ جہان آباد حال جوانز اقرار شرعا بر نیوجہ کہ بخشید و تملیک شرعی گردانید در حال صحت و ثبات عقل بہ مسمی گل بیگم بنت کمال الدین خان مرحوم و برخورشید رحمت اللہ از انجملہ کہ حق ملک

کی حیات کا زمانہ ۱۱۶۳ھ ہجری تک تو تحریر مکتوب ثابت ہے اسکے بعد کا اور کوئی کاغذ دستیاب نہین ہوا ایک مدت تک شاہ آباد آپکے فیوض و برکات سے پر نور و معمور رہا بالآخر ۲۷ رذی الحجہ کو آپ نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی سنہ وفات کا کہین پتا نہین چلا ۲۷ رذی الحجہ تاریخ رحلت ایک قدیم بیاض مین لکھی ہوئی ہے اور اسی تاریخ کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے مزار آپ کا محلہ کٹرہ متصل شاہ آباد مین مشہور روزگار ہے جو درگاہ سید ابراہیم صاحب کے نام سے معروف ہے کیونکہ آپ کے صاحبزادے سید ابراہیم صاحب بھی اُسی خطیرہ مین مدفون ہین نہایت پرانوار مقام ہے تصرف و حاجت روائی کے اعتبار سے زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب کی اولاد امجاد ہی سے شاہ آباد اور شاہجہان پور مین سادات غوثیہ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے ایک شجرہ مین جو آپ کی زندگی کا خیال کیا جاتا ہے نو صاحبزادے تحریر ہین اور دوسرے شجرے مین بارہ صاحبزادے لکھے ہوے ہین ممکن ہے کہ تین صاحبزادے اِس شجرہ کی تحریر کے بعد عالم وجود مین آئے ہون یا تین فرزند

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ او بود و درتحت و تصرف مالکانہ خود داشت تا زمان این تملیک شرعی خالیاً عن حق الغیر و عما یمنع جواز التملیک و نفاذہ ہمگی و تمامی یک منزل حویلی کہ مشتمل بر منسوبات متعددہ مسقفہ مرتبہ مبنی بخشت پختہ و غیر ذالک کہ واقعہ است در قصبہ شاہ آباد عملہ پرگنہ پالی سرکار خیرآباد تابع صوبہ اودہ محدود است بدین حدود اربعہ شرقی آن ملاذق است بحویلی حاجی الٰہ بخش صاحب و حد احمد خان و جنوبی و غربی آن ملحق است بحویلی لعل خان و عظمت خان و جنوبی آن متصل است بحویلی ارادت خان و فتح خان و شمالی آن پیوست بحویلی کلوا تیلی و بھوبری و صدیق مددخان و نقیب خان باجمیع حدود و حقوق و مرافق آن داخلی و خارجی از قلیل و کثیر و مایضاف و ینسب الیہا تملیکا صحیحا شرعیا جائزاً نافذاً و قبض شرعی کرد مملکہ مذکور محدود مذکورہ را باذن تسلیم مالک مذکور پس باقی نماند مالک مذکور را در محدود مذکورہ حقے نصیبی و جہی من الوجوہ و سبب من الاسباب فقط۔ تحریر فی التاریخ بست و دوم جمادی الثانی ۱۱۲۹ ہجری مطابق سنہ جلوس ہشتم نوین بادشاہ فرخ سیر

خلد اللہ ملکہ
گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد مہر (سید احمد) گواہ شد
سید عبد الولی | سید سلیمان | سید داود | حافظ جعفر | شائستہ خان مہر | سید محمد صالح | شہ باقی عبد الحلیم بازید خیل

پیدا ہوکر رحلت کر گئے ہوں ایک کا تب نے ان کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا ہو اور دوسرے نے غیر ضروری - سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں پیشتر سید صاحب کے آبا و اجداد کا شجرہ لکھا جاتا ہے اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہوگا - سید صاحب کی تلوار بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آرہی ہے -

شہاب الدین سید احمد خان
بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی
بن سید شمس الدین محمد
بن سید سیف الدین حموی
بن سید ابو اسحاق ابراہیم
بن سید شمس الدین محمد
بن سید علاء الدین علی
بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی
[illegible]
بن سید عفیف الدین حسین
بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی
بن سید شمس الدین محمد حموی
بن سید ابی نصر محمد
بن قاضی القضاۃ ابو صالح نصر
بن حافظ العراق تاج الدین ابو بکر سید عبد الرزاق
بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی قدس اللہ سرہ العزیز

سید صاحب کے چچا سید علی ابوالحسن صاحب کا انتقال شاہ جہان پور میں ہوا اور محلہ جھنڈا کلاں واقع شاہجہان پور میں مدفون ہوئے آپکے مزار پر حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی تشریف لائے ہیں ہندوستان میں سید علی صاحب نے شادی نہیں کی اور نہ یہاں آپکے اولاد ہوئی مگر حماہ شریف میں آجتک آپ کی اولاد موجود ہے -

سید صاحب کی اولاد نرینہ و دختری کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے مرتب کر کے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی جہاں تک ممکن ہوسے لکھدیے ہیں - شجرہ صفحہ آیندہ پر لکھا ہوا ہے -

شجرہ اولاد حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب معہ رشتہ علی سادات غوثیہ باشندگان شاہ آباد و شاہ جہان پور
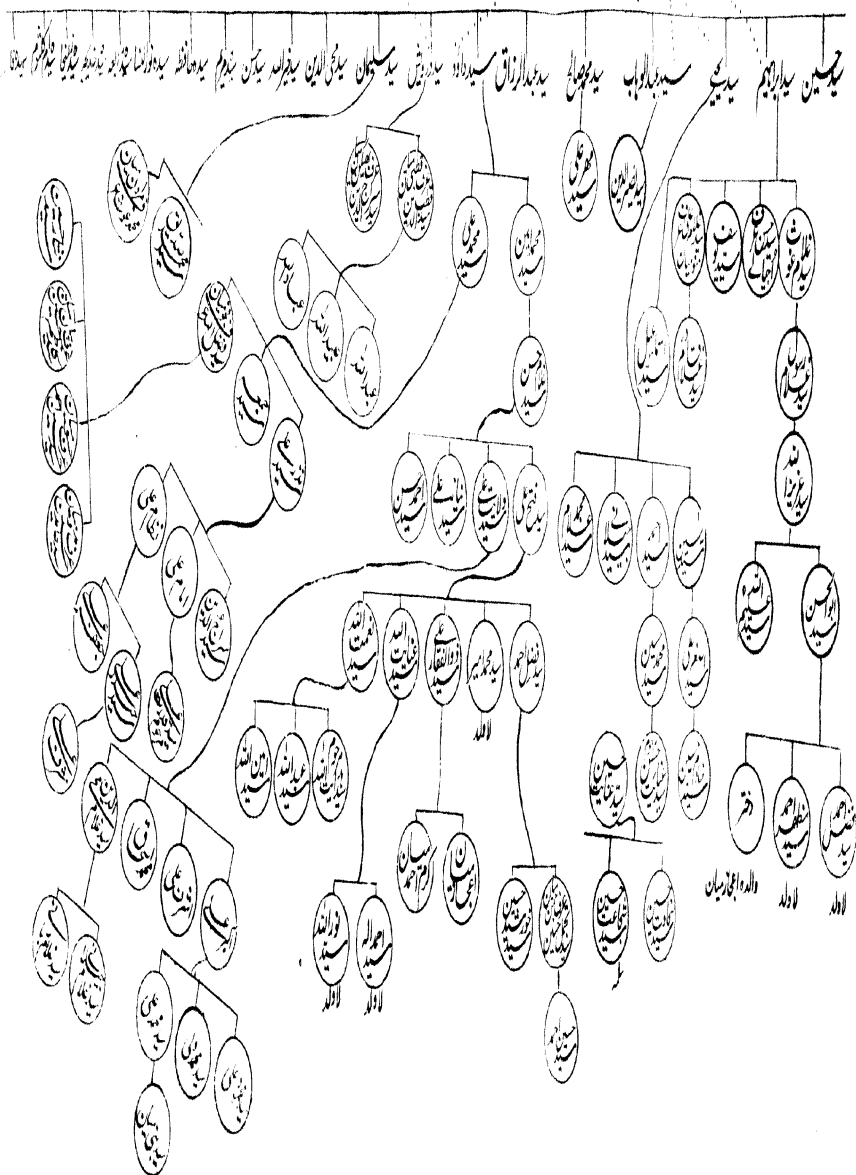
سیّد محمدؐ صالح صاحب سید احمد صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی کہے جاتے ہین بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر تبلاتے ہین آپ اور ایک آپ کی بہن سیّدہ فاطمہ متحد البطن تھین آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اورنگ آباد سے شاہ آباد تشریف لاے تھے جو شجرہ کہ سید صاحب کے زمانہ حیات مین مرتب ہوا ہے اُسمین جسطرح کہ آپکے جدامجد اور والد ماجد سرُخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہین اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیون مین امتیازی طور پر لکھے ہوے ہین سید محمد صالح صاحب نہایت نامی عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہو کہ ایک بار آپکو مجلس سماع مین کیفیت طاری ہوئی اُسی حالت وجد مین آپنے اپنا کرتہ اُتار کر قوالون کو دیدیا جس کی برکت سے قوالون کی نظر سے پردہ حجاب کا اُٹھگیا اور وہی کیفیت انپر طاری ہوگئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی جب امراکے یہان کوئی تقریب ہوئی تو حصول برکت کیلیے آپ بلاکر شریک کیے جاتے چنانچہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نبیرہ تھے اُن کا عقد[1] مسماۃ روشن آرا بیگم بنت سید بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کرور پچیس لاکھ

[1] نقل نکاح نامہ نواب تاج الدین خان بوکالت سید محمد صالح صاحب۔ الحمد للہ الذی جعل النکاح سنت الانام وتصلا قاطعا بین الحلال والحرام حسنا التفاحش والاثام والتمعا لا امالی الانام الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آلہ واصحابہ الدرۃ الکرام ارسلہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی دین کل ولو کرہ المشرکون قال النبی صلعم عن النکاح سنتی فلیس منی۔ اما بعد این وثیقہ صحبت شرعیہ کہ بزیور صدق آراستہ مبنی وساریت بر آنکہ بتاریخ نوزدہم شہر ذی الحجہ سنہ جلوس فرخ سیر شاہی بزن خواست و در عقد نکاح شرعیہ خود آورد مسمی نواب بہادر خان ختنا بہادر بن زین الدین خان شہید بن نواب غیرت خان نفس نفیس عاقلہ بالغہ زین المستورات تاج المخدرات مسماۃ روشن آرا بیگم بنت سید بہادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم بتزویج وکیلش میر محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابراہیم کہ بر صدق وکالت او اختیار نمود شاہدین عاقلین بالیقین شیخ بکا بن شیخ برخوردار بن شیخ فیروز و میر محمد ہاشم بن محمد حسین بن

روپیہ کا دین مہر مقرر ہوا اس مناکحت کے وکیل بھی سید محمد صالح تھے آپ کی بیوی نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر کی پھوپھی تھیں بعض لوگ سید صاحب کی اولاد مین ایک صاحبزادی ہونا بیان کرتے ہین جس کا نام سیدہ عایشہ تھا کاغذات سے آپ کے ایک فرزند سید مہر علی ثابت ہوتے ہین ممکن ہو کہ یہ صاحبزادے آپکے حین حیات ہی فوت ہوگئے ہون اور آپ کی صرف صاحبزادی رہ گئی ہون شاید اسی وجہ سے آپ کا پکا باغ اور پکا مکان نواب احمد علیخان نے اپنی پھوپھی کے ذریعہ سے اپنے قبضہ مین کرلیا تھا جو آج تک چھوٹی ڈھیوڑی کے متعلق ہے آپ کا مزار پر انوار محلہ بیرھانیب مین آپکے پکے باغ کے شمالی اور شرقی کونہ پر واقع ہو باغ کے جنوبی اور مغربی گوشہ پر آپ کا مکان تھا کنواں وغیرہ ابتک باقی ہو -

جب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی جو عالم متشرع اور عارف باللہ تھے شاہ آباد تشریف لاے تو افضل خان صاحب تارین کے مکان واقع موضع دریاپور سے عبدالسبحان خان سب جسٹرار کے مکان واقع محلہ احاطہ کو تشریف لیجا رہے تھے حافظ غلام علیخان ہمراہ تھے اثناے راہ مین جب سید محمد صالح صاحب کے مزار کے قریب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ میر سید علی صاحب وکیل سیدہ روشن آرا بیگم فقیر اللہ بیگ ولد اللہ بیگ بن نذیر بیگ کہ بصدق وکالت او اختیار نمودند شاہدین عاقلین بالیقین مرزا احمد علی بن غیاث خان بن نواب ظفر خان مرحوم دمہر علی بن محمد صالح وکیل مذکور و وکیل مذبور بنفس بکلمہ خود را بنا کح مذکور بزنی دحلالی داد ایجاب قبول من العاقدین مذکورین در مجلس واحد واقع و مردم کہ ایجاب وقبول رامی شنیدند دمی فہمیدند کابین مبلغ یک کرور بست پنج لک روپیہ رایج الوقت کہ نصف آن شصت و دو نیم لک روپیہ میشوند از انجا ثلث موجل واجب الادا است و ثلثان موجل الی انتہا نکاح بامن ست کان حکیما - ان اللہ یفعل یوتیہ من یشاء - محمد کاظم ولد التفات خان - بہادر خان جیتا فتح محمد حبیب اللہ ولد التفات خان - صالح محمد بن سید احمد - محمد فتح اللہ داد اسد شجاعت التفات خان فدوی شاہ جہاں عبد اللہ مظفر بیگ بن

پہونچے تو مولانا صاحب کو کچھ انوار نظر آئے حافظ صاحب سے پوچھا کہ یہان کوئی بزرگ
اہل اللہ سے آسودہ خاک ہین اور جب مولانا صاحب آپکے مزار پر پہونچے تو نہایت
ادب سے ٹھہر گئے اور کشف القبور کا مراقبہ کیا اور آپ کا نام نامی حاضرین کو بتلایا
اور آپ کے عالی مراتب اور مقبول الٰہی ہونے کا مفصل حال سنایا اکثر لوگونکی مُرادین
آپ کی ذات بابرکت کے توسل سے حاصل ہوتی ہین آپکے خاص دست مبارک کا مُہر کیا
ہوا ایک کاغذ راقم کے پاس موجود ہے یہ کاغذ تملیک نامہ ہے جو گن بیگم صاحبہ کے نام
معاوضہ مین تحریر کیا ہے اس کی سند[۱] ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۹ ہجری کو تحریر ہوئی ہے
آپ کی صاحبزادی عایشہ بی بی کے بطن سے دو بیٹے اور کئی بیٹیان پیدا ہوئین سیدہ
عایشہ کی چھوٹی بیٹی بھیکن میان برادر قطبی میان صاحب کو منسوب تھین۔

سید ابراہیم صاحب شہاب الدین سید احمد صاحب کے فرزند تھے
جو گن بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور آپ کا نام حسب قاعدہ عرب اپنے دادا کے
نام پر رکھا گیا۔ آپ دینی و دُنیاوی اوصاف مین مثل اپنے بزرگون کے متصف تھے
سید ابراہیم صاحب کی تین بیویان تھین زوجہ اولی سے تین بیٹے یعنی سید غلام غوث
صاحب سید حسن عرف میان اُجیالے صاحب سید حیدر صاحب

---

۱ نقل اقرارنامہ سید محمد صالح بنام بی بی گن بیگم صاحبہ۔ باسمہ سبحانہ تعالی (مہر: سید احمد گیلانی محمد صالح ابن)
اقرار کرد و اعتراف بصحیح شرعی نمود فخر باسم و نسب خود محمد صالح ولد میر سید احمد گیلانی در حالت صحت نفس و ثبات عقل و جواز تصرفات
یک قطعہ زمین بابت خرید خود کہ محدود است بدین حدود اربعہ معروفہ موصوفہ شرقی [illegible] غربی [illegible] شمالی [illegible] جنوبی [illegible]
عوض یک قطعہ زمین مشہور [illegible] کہ مملوک عصمت و عفت مآب زینت [illegible] بی بی گن بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم است و محدود است
بدین حدود اربعہ موصوفہ معروفہ شرقی [illegible] غربی [illegible] شمالی [illegible] جنوبی [illegible]
[illegible] عوض [illegible] قطعہ [illegible] خرید او را بود دعوی و حقی و خصومتے دکان ذکر
بمضمون العذل والتمات [illegible] بتاریخ بست و چہارم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۹ ہجری۔

اور زوجہ دویم کے بطن سے سید اسمٰعیل عرف بدھو میان زوجہ سیوم کے بطن سے سید غلام علی
عرف منو میان اور سیدہ فرحت تھین سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد
حیات مین کردی تھی مرادن صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے کہکر دو چک
اور ایک دیوانخانہ اور ایک سہ دری اور ایک قطعہ اراضی جو عقب دیوانخانہ تھی اور
حق فرنگشی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی چکوک و مکانات
سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادون کو عنایت کیے۔ سید ابراہیم صاحب کے نام ایک
بیعنامہ جو دس بگہ پانچ بسوہ پختہ باغ کا ہی اور وہ اراضی مین لادرپورہ محلہ باقرزئی کے واقع
ہی جس کی حد شمالی باغ اجمیری خان اور حد جنوبی باغ جمال الدین خان ذکریا خیل ہے
ڈیڑھ سو روپیہ کو خرید کیا گیا تھا یہ بیعنامہ غرہ رجب سنہ ۱۱۵۸ ہجری کو تحریر ہوا ہی اور اسپر مہر
ان کی نانی صاحبہ یعنے اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد سردار خان
کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دو سندین اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہین
جو منجانب نواب شیر انداز خان انکے تحریر ہوئی ہین ایک سند ایک قطعہ باغ علاول
خاص خیل کی سے جو بیس بگہ پختہ اراضی کا ہی ۹ ماہ رجب سنہ ۱۱۵۶ ہجری کو تحریر ہوئی
ہے اور ایک سند مین قطعات چکوک کے درج ہین اور یہ سند ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۰ھ
کو تحریر مین آئی ہی سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اور ایک
خواہر خدیجۃ الکبرے تھین غرضکہ سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کاغذات اراضیات کے تھے اور
شاہ آباد کے سادات غوثیہ کے آپ ہی مورث اعلی ہین۔

سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے تھے آپکے مرید جبل پور مین
زیادہ تھے اسلیے آپ کا وہان قیام ہوا اور آپ نے وہین انتقال کیا جبل پور مین

سید سلیمان صاحب کا مزار ہی آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث عُرف
مُرادن صاحب تھے جن کے متعلق کا غذات مین ہی کہ عالم کامل سراج الاولیا
بن سید سُلیمان صاحب جاہ و حشمت بود ان کی مُرید بھوپال
کی کوئی بیگم صاحبہ بھی تھین - سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیان بھی تھین بعض ناگپور
مین آپ کا مزار تبلاتے ہین -

سید عبدالوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے
باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک دختر اور دو صاحبزادے
یعنے سید نصیر الدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اس شاخ کے تفصیل
حالات نہین معلوم ہوے محلہ جھنڈہ شاہجہان پور مین مدفون ہوے -

سید درویش صاحب پانچوین صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکی ذات
بھی نہایت واجب التعظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیان تھین ایک فرزند
قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیحدہ درج کیا گیا ہی دوسرے فرزند سید
سراج الدین عرف بھیکن میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سید ولی شاہ مدن صاحب
کو منسوب تھین دوسری اپنی برادر چچازاد سید محمد صدیق فرزند سید سلیمان صاحب کو
منسوب ہوئی تھین تیسری صاحبزادی غیرت بی بی پہانی مین منسوب تھین آپ کی اولاد
نے شاہجہان پور و رام پور مین سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپکے فرزند قطبی میان صاحب
کے حالات مین بیان کیا جاے گا آپ کا مزار دہلی مین ہے -

سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکے نبیرہ غلام حسن صاحب
اور اُنکے فرزند فتح علی میان صاحب سے سلسلہ پیری و مُریدی کا جاری ہوا آپ کی اولاد امجاد

ہین سادات شاہجہان پوری مین جو محلہ جھنڈے مین آباد ہین سید تجمل حسین صاحب عرف
جمن میان مسند سجادگی پر بالفعل رونق افروز ہین باخدا ذی اخلاق اور جملہ اوصاف مین اپنے بزرگونکی
یادگار ہین فی زمانہ بزرگ منشی مین مغتنمات سے ہین راقم کو بھی اُن سے خلوص و نیاز
حاصل ہے سید داؤد صاحب شاہجہان پور مین دفن ہین انکے نام چار مواضعات کا
فرمان منجانب شاہ دہلی تھا جس کی بحالی کی سند[ف] حاشیہ پر درج ہے - آپ کی چار لڑکیان
اور [illegible] فرزند تھے سید داؤد صاحب کی شاخ مین سید فتح علی میان صاحب تصرف
بزرگ تھے ان کو اجازت آبائی حاصل تھی اور اپنے پیر سے بھی ان کے پیر و مرشد سید غلام
علی صاحب تھے جو شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کے پوتے تھے سید فتح علی میان
صاحب کا ایک رسالہ نعتیہ سراج السالکین ہے جو تصوف مین قابل دید اور فارسی
زبان مین ہے آپ کا انتقال سنہ ۱۲[illegible]ھ ہجری مین ہوا اور اپنے وطن شاہجہان پور مین
مدفون ہوئے آپ کے متعلق مستند روایت ہے کہ بعد انتقال کے آپکے حالات ملا شاہ
ساکن جھبنڈہ نے لکھنا شروع کیے آپ نے اُن کو ممانعت فرمائی اور اپنی زندگی
مین بھی سید صاحب نے ملا صاحب کو اپنے حالات لکھنے کی ممانعت فرمائی تھی ایکبار
مولوی غلام حیدر خان عرف جھنگا خان کو سخت بخار آیا شدت بخار مین لحاف اُوڑھے
پڑے تھے اُسی حالت مین سید فتح علی میان صاحب کو خواب مین دیکھا کہ آپ نے ایک

ف - آپکی چار لڑکیان اور دو لڑکے تھے

(مہر: نواب غنی محمد خان بہادر)

بدستور سابق بحال تصدیان حال و استقبال پرگنہ کانت گولہ سرکار بداون مضاف صوبہ دار الخلافت شاہجہان آباد بدانند [illegible] موضع غوث نگر وغیرہ چہار دیہہ عملہ پرگنہ مذکور کہ تعلق بہ میان صاحب سید داؤد دارند در مواد دیہات مذکور حسب ضمن [illegible] ابتدائے فصل خریف سال [illegible] بنام میان صاحب موصوف نمودہ باید کہ حاصلات آنرا فصل بفصل بتصرف میانصاحب موصوف واگذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحم نشوند دریں باب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تاریخ [illegible] شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱[illegible]ھ ضمن موضع غوث نگر چہار دیہہ پرگنہ کانت گولہ جہت خرچ یاد دہم گیارہوین پیش ازینجا بہ تقرر اند حضرت مرشد

ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز جسطرح کہ دیگ سے جھنکار نکلتی ہی پیدا ہوئی مریض مذکور جب بیدار ہوے دیکھا کہ بخار مطلق نہین بالکل جاتا رہا۔

سید یحییٰ صاحب سید احمد صاحب کے ساتوین صاحبزادے تھے جنکے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے عارف باللہ اور صاحب سجادہ تھے آپ کی اولاد مین چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہجہان پور مین ہی اور اُنکے اسما شجرہ مین تحریر ہین آپ کا مزار بھی شاہجہان پور محلہ جھنڈے مین ہی آپکے ایک فرزند سید یٰسین عرف کلان میان صاحب تھے جن کا مزار اجمیر شریف مین ہی۔

سید عبد الرزاق صاحب آٹھوین صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے بزرگون کے واجب التعظیم تھے۔

سید حسن صاحب و سید محی الدین و سید خیر اللہ صاحب سید حسین و سید حسین صاحب بھی فرزندان مین تھے لاولد تھے محلہ جھنڈے شاہجہان پور مین مدفون ہوے۔ ان چارون صاحبزادون کے نام بھی شجرہ مین تحریر ہین مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہین چلا مگر چمن میان صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محی الدین صاحب اور سید محی الدین صاحب اور سید خیر اللہ صاحب شاہجہان پور مین مدفون ہوے۔

سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے سید رحمت اللہ نام کے تھے ممکن ہی کہ سید رحمت اللہ ابراہیم صاحب کا عرفی نام ہو یا کوئی دوسرے فرزند ہون ہم نے آپکے فرزندون کے نام سلسلہ شمار مین صرف اندازے حساب کے تحریر کیے ہین یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب کو خلف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہین اور بعض سید داؤد صاحب کو جو شاہجہان پور مین

تشریف فرماتھے واللہ اعلم بالصواب۔

عہد شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد مین ظاہری حالت سے بھی خوش حال رہی اِنکے پاس بہت سے چکوک واراضیان تھین بعض کاغذات و اسناد اُن کے اسوقت ہماری پیش نظر ہین سید نور اللہ عامل شاہی نے سید حسن عرف اُجیالے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سند[1] بھی لکھی ہو اور نیز باہمی خاندان مین چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہو اُسکی فرد ہر ایک کی دستخطی موجود ہی اُس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے

چک سرائے چک منگیا دان چک منکوحہ میان حیدر صاحب چک برائی چک سلیمانی چک مہند چک کھیڑہ ٹنٹو میان چک میان فقیرن چک ہری چک باغ گلخان چک ترین چک سوز و نالہ چک جمرہ چک خرید کردہ میان عبد القادر صاحب از بی بی عیدن بنت اسمعیل صاحب چک مہلیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبد القادر صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فقیرن میان کے تقسیم ہوئی ہی مُہرین پڑی ہوئی ہین غلام رسول صاحب کا سجع نہایت دلکش ہے سجع لطف غوث است بر غلام رسول۔

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ و جھنڈا و باغ وغیرہ مساوی طور پر آپ کے فرزندون پر تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علی صاحب دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سرا کے لگانا چاہا مگر فقیرن میان

---

[1] (مہر: سید نور العظیم) نوشتہ نور اللہ متصدیان حال و استقبال محال جاگیر شاہ آباد بدانند۔ چکات سید ابراہیم صاحب پیرزادہ از قدیم الایام معاف ست حالا ہم بنام سید حسن عرف اوجیالے ولد سید ابراہیم معاف نمودہ شد باید کہ از محصول چکات مسطور مزاحم و متعرض نشوند در ینباب تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر تاریخ چہلدم شہر رجب المرجب ۱۱۹۰ہجری۔

نے اپنی دونوں بیبیوں کو بیعت منکوحہ اوجیالے میاں وحید میاں کو مزاحمت پر آمادہ کیا مگر نواب سعید علیخان تعلقدار باسط نگر نے فیصلہ کرادیا فقیرن میاں نے جو اپنی دادی کے مہر کا دعوی پیش کیا وہ ثابت نہ ہوا کیونکہ حسب رواج خاندان کے صہ ۵ ہزار روپیہ میر صاحب نے ادا کردیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو (مار) سو روپیہ وظیفہ ملتا تھا وہ سید صاحب کے بعد ان کے فرزند سید غلام علی حسن صاحب کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خانؒ مغفور نے روپیہ بحال رکھے اور سید غلام قادر اور سید عباس علی میان کے نام منتقل کیے جو اُن کے بعد سید امین الدین صاحب کو ملتا ہے یہ کیفیت سید باقر حسینؒ ولد سید امین الدین صاحب کے مقدمہ میں مفصل مرقوم ہے۔

افسوس کہ اس خاندان میں اب تنزل ہے فی زمانہ سید فضل احمد میاں صاحب مغتنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیساتھ پیش آتے تھے حج سے واپس آکر ۱۳۲۴ھ ہجری میں جوان مرگ انتقال کر گئے تاریخ اُن کی راقم نے یہ لکھی ہے [1]

فضلِ احمد ز مکہ آمد مُرد منظر احمد میاں بھی لاولد انتقال کر گئے اب صرف اعجاز احمد میاں سید ذوالفقار علی میاں صاحب کے فرزند اور فضل احمد میاں کے بھانجے اس درگاہ پر چراغ روشن کرنے والے نظر آتے ہیں باقی اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

قطبی میاں صاحب اصلی نام جلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے

---

[1] راقم نے دوسرا قطعہ بھی فضل احمد میاں کے متعلق لکھا ہے وہ یہ ہے

یک سید نیک جاہ شدہ واصل الی اللہ	اندر خستہ درکام جہان فرقت وزہر
تاریخ ہمین سال رقم کرد مظفر	بعد سفر مکہ روانہ شد از این دہر
	۱۳ ۲۴

اور شہاب الدین سید احمد صاحب کے پوتے تھے آپ کے والد موصوف سلطنت کی قدر دانی سے دہلی مین قیام فرماتے تھے قطبی میان صاحب دہلی مین پیدا ہوے بعد پیدایش کے اکثر رویا کرتے تھے اور آپکے والد قطب صاحب کے مزار پر لیجاتے اور آپ ساکت ہوجاتے تھے اسی وجہ سے آپ کا قطبی صاحب نام مشہور ہوگیا اور بکثرت استعمال قطبی سے قطب الدین نام قرار پاگیا قطبی میانصاحب بڑے باخدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے دینداری کیساتھ ظاہری مشاغل دنیا کے بھی آپنے اختیار کیے تھے۔ بعہدہ چکلیداری ملازمت کی تھی۔ آپ کا مسلک جیسا کہ بزرگان دین کا کہ اپنے باطنی حالات کو اہل دنیا سے مخفی رکھتے مین مخلوق کیساتھ ظہور مین آتا تھا کثرت سے لوگ آپ کے مُرید تھے آپ کی ادنیٰ کرامت یہ ہی کہ اپنے عرس مین آپ خود نمودار ہوے ملفوظ رزاقی یعنے تذکرہ شاہ عبدالرزاق بانسوی (ق) کے (صفحہ ۲۲۳[ا]) مین ہی کہ قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید محب اللہ صاحب نے آپ کے عرس شریف مین سیدنا شاہ غلام علی صاحب کو جو نبیرہ شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کے تھے بلاکر شریک کیا جب راگ شروع ہوا سید صاحب ممدوح نے فرمایا کہ مجکو اس جگہ سے مسجد لیچلو مجکو یہان بیٹھنے کی طاقت نہین ہی صورت مبارک سید قطبی صاحب کی نمودار ہوئی ہی مجکو اُن کے جمال دیکھنے کی تاب نہین۔

[ا] روز عرس سید قطب الدین صاحب قدس سرہ کہ تاریخ پانزدہم ربیع الاول می شود صاحبزادہ عالی نسب سید محب اللہ فرزند و مرید حضرت سید ممدوح واز حضرت پیر و مرشد برحق نور اللہ مرقدہ نیز استفادہ حاصل کردہ بود و در مجلس عرس والد بزرگوار خود جناب ممدوح را نیز متکلف شد در آن محفل مغنیان نغمہ سرائی می کردند بود دیری جناب مقدس از این خاکسار فرمود کہ مرا از اینجا کہ مسجد متصل او بود برید مرا طاقت نشستن اینجا نیست چرا صورت مبارک سید قطب الدین ہویدا ہست مرا تاب دیدن جمال شان نمیتواند شد چون جناب پیر و مرشد را خواستم کہ بہمراہ صاحبزادہ موصوف مانع شد بعد دیری جناب ممدوح بانی از این خاکسار فرمود کہ چار پائی مرا در مسجد ببرید باز صاحبزادہ ممدوح ممانعت نمود جناب مقدس فرمود کہ در اینجا صورت مبارک سید قطب الدین پیش نگاہ است مرا تاب نظر بر جمال شان نیست غما مانع نشود پس جناب ممدوح را در مسجد بردیم

عرس شب در آنجا گذرانید صبحش باز سید محب اللہ در مجلس آورد و سرودیان بنظر شدند ۱۲ ملفوظ رزاقی مصنفہ نواب محمد خان شاہجہان پوری (۱۲۲۵ھ)

یہ روایت بھی ملفوظ رزاقی مین مرقوم ہے کہ سیدنا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکمل وقت اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب سے کمال محبت قلبی اورطبیعی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بار سید صاحب بانسوی کی خدمت مین راگ شروع ہوا قوال نے رباعی سہ گل گفت کہ من مذہب دینی دام چھیڑی قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سیّد عبیدہ اللہ عُرف مُوتی میان کوگریہ وزاری پیدا ہوئی شیخ نعمت علی نے نواب محمد خان سے کہاکہ موتی میان کو جو یہ گریہ وزاری لاحق ہوئی ہے کچھ محبت آلہی کا غلبہ بھی ہے یا خالی مکر ہے اور سُنا جاتا ہے کہ اُنکے والد ماجد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہین ہے نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہوکر تصدیق کی سید صاحب فوراً اِس گفتگو پر آگاہ ہو گئے اور دونون اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اے محمد خان سید قطب الدین صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہین وہ ہرگز نہین اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی کہ جس کو مین جانتا ہون۔ سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ مین طاری ہوئی تھی وہ محبت آلہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت اُن کا نام بدنام کرتے تھے جو لوگ ظاہر بین ہوتے ہین وہ سامان دنیا دیکھکر اکثر اعتراض کیا کرتے ہین اور آخر ین ندامت اُٹھاتے ہین ۔

قطبی میان صاحب کو اگرچہ اپنے آبا واجداد سے اجازت وخلافت حاصل تھی مگر اسحاق[۱] میان صاحب سے جو شاہ عبدالرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہجہانپور

[۱] شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پٹھان طوغی تھے شاہ جہان پور گاڑی پورہ مین رہتے تھے ابتدائے عمر سے محبت آلہی کا انکے دل پر غلبہ تھا بعد کو اکمل روزگار ہوے آپ کے بہت حالات ملفوظ رزاقی مین مذکور ہین ۲۲ ذیحجہ کو وفات پائی۔ شیر علی میان صاحب بانسوی جب آپکے مزار پر حاضر ہوے اور اسحاق میان نظر

مین ہو ارادت و اتحاد تھا اُس زمانہ مین ایک بزرگ محمود خان صاحب جو خاندان
صابریہ کے مرید اور اکمل وقت تھے وہ شاہجہان پور مین رہا کرتے تھے اُن سے
بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد مین زیادہ
رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمشیرہ جو اہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تھین لاولد
تھین اُن کو آپ سے بے حد موانست تھی اور بقولے آپ کو اُنھون نے اپنا متبنّٰہ کیا تھا۔
قطبی میان صاحب موزون طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونون زبانون
مین آپ کا کلام دلکش ہی یہ شعر آپ ہی کا ہے ؎

محبت رشتہ نازک ندارد تاب خود بینی ۔۔۔ باندک دم زدن یدل گرہ در تار می آید

آپ کی ایک ٹھمری جو صوفیون کی بزم مین اکثر قوال گاتے ہین اور صاحبان حال
اُس سے وجد مین آتے ہین یہ ہے ؎ جُھنبوا اگے ٭ بیتی سو بیتی اب تھوڑی رہی ہے
اب تو ٹھوڑے گھر آو بر ہا نے چنگی پھونکدئی بن پیا کون بجھاے سید کے ہم
گاون رہت ہین پوری دھر موری ناو۔

بعض مُریدون نے آپ کو چکات باغات نذر بھی کیے تھے چنانچہ اِس محلہ سُلیمانی
مین بھی لوگ آپکے مُرید تھے اور یہان ایک باغ مین ایک درخت جو (دوشاخی آم قطبی صاحب)
کا مشہور اور آجتک آپکے نام سے منسوب کھڑا ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکلیداری کا سرکار لکھنو سے دوبارہ ملا ہی وہ
آج تک موجود ہی نقل اُسکی یہانپر درج کی جاتی ہی۔

بقیہ صفحہ گذشتہ آئے تو میان صاحب بانسوئی آپ کا سنہ وفات پوچھا آپنے مصرع ؎ یکہزار و یکصد و ہفتاد بود پڑھا ۱۱۷۰
ایک بار غلام علیشاہ صاحب آپکے مزار پر تشریف لیگئے تو عالم مکاشفہ مین اسحاق میان صاحب آپ کو اخوند گوجر کے مزار
سے اپنے مزار پر کھینچ لیگئے۔ غرضکہ آپ کامل بزرگ تھے مزار بھی آپ کا پر تصرف ہے۔

نقل پروانہ چکلیداری بنام قطبی میانصاحب منجانب نواب امیر الدولہ انتظام الملک حیدر بیگ خان بہادر نصرت جنگ نائب وزیر سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت - خدمت چکلہ بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ جھاؤ لال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و محالات متعلقہ آن مہربان بانمہربان از حضور پرنور بحال و برقرار اند شقہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بخاطر جمع بکار محالات خود مستعد بودہ سعی بافزونی تردد نمایند و باقیات ۱۱۹۴ فصلی کہ بذمہ شما ہست منجملہ آن تنخواہ سپاہ برچہ شدہ بسپاہ بدہند باقی دیگر بحضور ارسال دارند و قدرے یک قسط پیشگی ۱۱۹۵ فصلی ارسال دارند کہ حسن مجرائی ایشان است دراین امر تغافل نشوند۔

مہر حیدر بیگ خان ۱۱۹۹

قطبی صاحب نے جو عرضداشت بعض امور کی سرکار لکھنؤ میں بھیجی تھی وہ بھی احکامات روبکاری سے مزین ہو کر صادر ہوئی تھی جسکی نقل بجنسہ تحریر کی جاتی ہے۔

نقل

مہر: ۱۱۸۸ خادم شرع شریف قاضی محمد مہدی

واجب العرض — امیدوار فضل و کرم کہ واقعات ذیل مستخط مزین شوند

بدستخط خاص
دو صد روپیہ
ماہواری
دو ماہی

از راہ پرداخت مدد خرچ ذات بندہ و بندہ زادہ موافق شخصیت باید دستخط خاص مزین شوند

بدستخط خاص
صاحبزادہ صاحب
عالیجاہ
انتظام الملک
حیدر بیگ خان
نصرت جنگ
بہادر

پرگنہ شاہ جہان پور کہ بہ بندہ تفویض می شود تعلقات کہ در علاقہ دیگرانند ہر جا کہ گنجایش خواہم دید خام کردہ خواہم گرفت نالش کسی در حضور پذیرا نشود کہ باعث خلل و بدعملی نگردد و بہر کسے کہ از حضور رعایت و تخفیف شود از روی تشخیص خود آنچہ گنجایش باشد در قبولیت خود مجرا باید چرا کہ بدون این زر سرکار سرانجام نخواہد

نمبر ۲ دستخط خاص [illegible]

دوضرب توپ و یک پلٹن و دو صد سوار تا سال آخر تعینات باشند در نیصورت ادای سرکاری بخوبی خواہد شد۔

نمبر ۲ دستخط خاص موافق ضابطہ [illegible]

واصلات خام و عاملان معزول ہرچہ باشد مجرا یابند۔

[illegible]

حاشیہ صفحہ (۲۲۱) حیدر بیگ خان عہد حکومت نواب آصف الدولہ مین سرفراز الدولہ حسن رضا خان وزیر اعظم کے نائب تھے یہ امیر اپنی صفات مین وحید العصر تھے تھوڑے عرصہ مین اُنھون نے اپنی دانشمندی سے تمام امورات سلطنت پر تسلط حاصل کر لیا تھا حسن رضا خان بجز نام کے وزارت کے کوئی چیز نہ تھے کیونکہ اُمّی محض تھے نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا سالانہ خرچ چھتیس لاکھ روپیہ کا تھا نواب آصف الدولہ جو سخی ترین سلاطین اودہ سے ہوے ہین جسدم اُنھون نے جو طلب کیا اگر خزانہ سرکاری مین نہ ہوا گر امیر الدولہ بہادر نے فکر کر کے حاضر کیا اسلیے نہایت تقرب و اعزاز حاصل تھا کلکتہ مین ویسرائے گورنر جنرل سے ملنے سلطنت اودھ کی ضرورتون مین جب گئے تو ویسرائے کو اپنی طلاقت لسانی سے ایسا رضامند کیا کہ وہ ملک بنارس کا واپس دینے لگے امیر الدولہ حیدر بیگ خان آصف الدولہ کے عہد مین انتقال کر گئے اُنکے فرزند اکبر علیخان و حسن علیخان مورد عاطفت شاہی ہوے تھے نواب امیر الدولہ کے بعد بجاے اُنکے مہاراجہ ٹکیت رائے نے ترقی کی تھی۔

ازبندہ قبولیت مال وابواب ہرچہ بود ہمہ فہمیدہ نوشتہ خزانہ داخل سرکار فرمودند و

سوائے ازین یکخر مہرہ بعلت ابواب وپٹہ وغیرہ زیادہ طلبی نشود۔ برائے ہفت نفر متعینہ ،
شاہجہان پور ہفت سوار از رفیقان بندہ بیکار نشستہ اند امیدوار کہ در بندی
نوکر شدہ متعینہ بندہ شوند کہ مردمان کار آمد و رفیق اند۔

شرح دستخط خاص
ان شاء اللہ تعالیٰ سرانجام ...
... بخاطر شریف
جمع دارند

خود بدولت معتقد سادات وجناب حضرت علی مرتضی علیہ السلام اند بحسب اعتقاد ما
ہردم دامن دولت گرفتہ ام نشود کہ از گفتہ کسی مخالفان مزاج عالی تقسیم نگردد پاس اینمعنی
بخود بدولت ضروری ست۔

شرح دستخط خاص
موافق معمول
ارشاد و معاف

در باب املاک امیدوار است کہ بعض ... ازرا بکشیدہ بدعای دولت مشغول باشد۔

قطب ربانی

قطبی میان صاحب عہد چکلیداری مین سرکا لکھنؤ کو شاہ آباد کے مشہور انبہ بھیجا کرتے
تھے اسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود مین ایک[1] خط مین پانچ بھنگی انبہ کی رسید
لکھی ہے اور دوسرے[2] خط مین ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہے کہ قطبی میانصاحب

نقل خط۔ بمطالعہ سید صاحب مہربان سید قطب الدین جیو سلامت۔ خط ایشان معہ پانچ بھنگی انبہ رسیدہ بدریافت خیریت ہا
مسرور و شادکام شد لازم کہ ہمیشہ خوبیان حالت باشند بردائگی رسانندہ۔ محمد فاضل علی شقہ بمہر نواب امیر الدولہ انتظام الملک حیدر بیگ خان
بہادر نصرت جنگ۔ آنکہ عزیز القدر ای تسبت برای سید قطب الدین صاحب برای باغ عبد اللہ خان سلیمانی و گجوخان برائے
ارسال الیہائے حضور پر نور خرید کردہ اند باید کہ از انبہ ہای باغ مذکور بوجہی مزاحمت نرسانند کہ در رسانی الیہا ہرج نشود در ینباب تاکید دانند

قاضی ... الدین
خادم شرع ...

نے عبداللہ خان سلیمانی اور بھگو خان خلیل کے باغات کی فصل انبہ حضور پُرنور کے لیے خرید کی ہی لہذا انبہ ہای باغ مذکور سے کوئی فراحمت نہ کی جاسے کہ جس سے ڈالی کے پہونچنے مین ہرج ہو۔ اس بارہ مین تاکید جاننا چاہیے۔ عبداللہ خان سلیمانی راقم کے پردادا تھے یعنے احمد علیخان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیل بہادر خان کے فرزند اور خلیل قوم کے پٹھان اور محلہ خلیل کے مالک تھے انکا اس کا درخت جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے دادا تھے

قطبی میان صاحب کے سات صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہین۔ سید محب اللہ عرف میان جڑادن سید مستقیم عرف میرن میان سید عبد الرزاق سید رحمت اللہ سید عباد اللہ عرف ننھے میان سید عباد اللہ عرف موتی میان سید عباد اللہ عرف عبیدو میان دو صاحبزادونکے عرفی لقب کلن میان اور چھاو میان بھی تھے مگر یہ نہین معلوم ہوسکا کہ ان مین سید عبد الرزاق کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادون کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گذرا ہے نقل اسکی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر کی جاتی ہے اسمین چار پانچ صاحبزادون کے نام تحریر ہین **نقل خط قطبی میان صاحب بنام فرزندان خود** برخوردار نور چشم سید محب اللہ و سید مستقیم و سید عبد الرزاق و سید رحمت اللہ بعافیت باشند۔ عرضی ہای مرسلہ رسید از دریافت خیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد الحمد للہ و المنہ کہ تا تحریر درینجا ہم بجمیع وجوہ خیریت است خاطر خود ہا جمع دارند و ہموارہ تا حصول دیدار نویسان خیریت خود ہا معہ جمیع خرد و کلان بودہ باشند کہ تسلی دلی ازان متصور ہست زیادہ خیریت از عبداللہ

اسم باسم سلام شوق خوانند از عبد اللہ برخوردار فضل اللہ وغیرہ۔ بعد دعای ترقی عمر خوانند بخدمت مولوی صاحب شفیق عبد اللہ سلام نیاز کاظم خان جی و حافظ جیو سلام شوق خوانند از پدر من خان بندگی برسد۔

سید عبد اللہ صاحب بڑے صاحبزادے تھے اور اُن سے چھوٹے سید عبید اللہ صاحب اور اُن سے چھوٹے سید عباد اللہ صاحب تھے یہ تینوں صاحبزادے حقیقی بھائی تھے یہ ہر سہ برادر یعنی فرزندان قطبی میاں صاحب شاہجہان پور سے رامپور چلے گئے تھے اور ریاست مذکور مین بعہد نواب نصر اللہ خان ملازم ہوے تھے سید عباد اللہ صاحب۔ نواب نصر اللہ خان کے نائب تھے۔ نواب نصر اللہ خان نواب احمد علیخان صاحب والی رامپور کے مدار المہام تھے اور اُس زمانہ مین نواب احمد علیخان بہادر صغیر سن تھے اسلیے نواب نصر اللہ خان تمام امورات ریاست پر حاوی ہوگئے تھے گو اصل مالک نواب احمد علیخان تھے مگر وہ برائے نام مین تھے اور درحقیقت نواب نصر اللہ خان مختار و مالک بنے ہوے تھے ان صاحبزادگان کا تذکرہ ملفوظ[1] رزاقی کے صفحہ (۲۱۸) لغایت (۲۲۰) مین تحریر ہے کہ سید عبد اللہ صاحب نواب نصر اللہ خان صاحب کی طرف سے[2] مالک و مختار تھے کسی کو اُن کو روبرو مجال دم مارنیکی نہ تھی سید عبید اللہ صاحب کو بھی عمدہ خدمت تھی مگر سید عباد اللہ صاحب بالکل تارک الدنیا اور گوشہ نشین اور اُمرا کے پاس آنا جانا بھی پسند نہین کرتے تھے قدر قلیل ماہوار پر فقیرانہ بسر کرتے تھے

---

[1] صاحبزادہ عالی نسب سید عبد اللہ و سید عبید اللہ فرزندان سید قطب الدین نزد نواب نصر اللہ خان نوکر در عمدہ خدمات بودند صفحہ (۲۱۸) ملفوظ رزاقی [2] مراتبات سیدین ممدوحین ترقی در ترقی گردید حتی کہ در تمامی امورات ملکی و مالی و فوج باختیار ایشان شد و پسران ملاغیرت و ہمہ نوکران موصوف دست نگر سید عبد اللہ شدند و تا زیست نواب صاحب موصوف سید ممدوح مالک و مختار جمیع امورات ماند و کسی را طاقت مجال دم زدن و مقابلہ ایشان نبود (۲۲۰،۱۲) صفحہ ملفوظ رزاقی۔

اِن ہر سہ صاحبزادگان کا انتقال ریاست رام پور مین ہوا اور وہین اِن حضرات کے مزارات ہین - قطبی میان صاحب کا ۱۵ ربیع الاول کو بھوپال مین انتقال ہوا اور ریاست بھوپال مین دروازہ جمعراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوے قطبی میان صاحب کی بھوپال مین تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہان کے لوگ کثرت سے آپ کے مُرید تھے - آپ کے دفن ہونیکے وقت جو آپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُسکے متعلق اکرم احمد میان صاحب کا بیان ہو کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے تو آپکے صاحبزادونکو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی مُلک ہے اور پردیس ہو کوئی نشانی مزار پر بنا دیجاے - پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھے ہوے نمودار ہوے اور یہ شعر پڑھا ؎

عشق را با صوت زیبا و نا زیبا چہ کار
مُردہ را کے سود دارد گور با نقش و نگار

جب یہ شعر لوگون نے قطبی میانصاحب کی زبانی سُنا تو کہا اگر پسند ہو گا یہ خود مزار بنالیوینگے اِن کو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہین ہو - میان صاحب نے یہ بھی لکھا ہو کہ چند بار قطبی میان صاحب بعد انتقال کے شاہجہان پور مین نظر آئے ایک بار سید عبد اللہ صاحب عرف ننھے میان صاحب کو آشوب چشم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زئی مین جو خاص مسکن حضرت کا تھا ۱۲ بجے دن کے دوپہر کے وقت کوٹھی مین داخل ہوے اور کہا کہ ننھے میان ذرا آنکھین کھول دو بہت درد ہے اور آپنے لعاب دہن لگایا فوراً آرام ہوگیا اور آپ غائب ہوگئے بارہا اپنے اسی مکان مین اُس لباس مین جو اُن کا تھا پہنے ہوے بالاخانہ پر پھرتے ہوے مرد و عورات نے دیکھا -

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سوا سنہ وفات نہین ملا ۱۱۷۴ھ ہجری آپ کی مُہر مین کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہی سید عبداللہ صاحب عرف ننھے میان صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مُبین صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے اور دوسرے فرزند سید بشیر الدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب قادری مہاجر مدینہ منورہ مین فروکش ہین اُن کے حالات خود قابل الذکر ہین - اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے اور عبیداللہ صاحب عرف موتی میان صاحب کے صاحبزادے عبدالقادر صاحب تھے جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رامپور مین

مقیم ہین -

سید احمد علی صاحب اس خاندان کے موجودہ اشخاص مین نہایت مغتنمات سے ہین عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ مین تشریف فرما ہین اور راقم سے خط وکتابت اکثر رہا کرتی ہی صاحب ارشاد بزرگ ہین -

حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اصلی نام سید شرف الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبدالباسط صاحب حموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید محمد صالح کی حقیقی خواہر تھین یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے تھے - سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان نجیب الطرفین سید کا ہونا تجویز کیا تو اسلیے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبدالباسط صاحب کو جو سید عبداللہ صاحب کے فرزند اور سید محمد بن سید عبدالقادر حموی کے پوتے اور آپ کے

ہمقوم تھے ہندوستان مین بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے شاہ مدن صاحب پیدا ہوے۔ شاہ صاحب مثل اپنے بزرگون کے علوم ظاہری و باطنی مین شہرۂ آفاق تھے خداپرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی مُلک آپ کے حلقہ بگوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان مین پھیلی ہوئی تھی حافظ رحمت خان بریلوی آپکے نہایت معتقد تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانروائے اودھ کی سرکار سے بھی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی جاگیر آپکے نام معین تھی اور تمام کٹھرا ور روہیلکھنڈ کی خلایق آپ کی بیحد ارادت مند تھی شاہ صاحب کے حالات تاریخ عمادت السعادت مین مفصل مرقوم ہین لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اُردو مین ترجمہ اس جگہ لکھے دیتے ہین اور اصل[۹۵] عبارت فارسی بھی ثبوت کیلیے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہین۔

شاہ صاحب سرآمد عقلای زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحب اوصاف پسندیدہ تھے پیشتر شاہ صاحب **نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بہادر جنت آرامگاہ کے مصاحب و ہمراز تھے**۔ نواب صفدر جنگ بہادر کوئی کام آپکی بلا صلاح و مشورہ کیے نہین کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودہ کے مخزن اسرار کہے جاتے

[۹۵] شاہ مدن پیرزادہ بود از نسل حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بسیار دانا و خوش اخلاق و صاحب صفات پسندیدہ در ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ جنت آرامگاہ بود ہیچ مشورہ بیرون صلاح او اقرار نمی یافت بلکہ خازن اسرار نواب ممدوح نام برور بودہ است و بعد از وفات نواب مغفور در بنگالہ برفاقت آلہ وردی خان مہابت جنگ ناظم بنگالہ زندگی میکرد انجا ہم خیلی معزز و مشیر تدبیر امور ملکی و مالی بود۔ چون بنگالہ خراب شد باز باین طرف آمد و طرح اقامت در شاہ آباد کہ متصل شاہجہانپور است انداخت و ملازمت نواب سپہر جناب شجاع الدولہ بہادر اختیار نمود آنجناب ہم او را خیلی موقر میداشت و ہیچ رازے از وپنہان نمی کرد القصہ شاہ صاحب ممدوح برای اینکہ شاہ آباد از فیض آباد بُعد منزل داشت و نیز برای بستن زبان نمامان کہ مبادا از باعث قرب آن بلدہ ملک افاغنہ بدوستی آن فرقہ بدنام کنند در خالص پور کہ پنج گروہ از لکھنؤ فاصلہ دارد خانہ برای سکونت تعمیر نمودہ

جب نواب صفدر جنگ کا انتقال ہوگیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور وہان الہ وردیخان مہابت جنگ ناظم بنگالہ کی رفاقت مین مرجع انام رہے - نہایت اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور یہان تک آپ ناظم بنگالہ کے مشیر ہوے کہ جملہ امورات ملکی و مالی آپ کی رائے سے انجام پاتے تھے جب بنگالہ مین انقلاب آیا اور وہ نواب نہ ہوگیا تو آپ اپنے وطن شاہ باد چلے آئے اور اسکے بعد نواب شجاع الدولہ بہادر کی ملازمت حاصل کی نواب شجاع الدولہ آبائی مراسم ہونیسے کمال تعظیم و توقیر کرتے اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب سے نہین پوشیدہ رکھتے اور از راہ احترام جب کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوف اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی مین بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر مین دیا تھا شاہ آباد کے پڑاؤ مین نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگاکر اور بھی کھایا ہی نواب شجاع الدولہ کے تقرب کے ثبوت مین شاہ صاحب کے متعلق تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول مین مرقوم ہی کہ جب مرزا انور بیگ و حیدر بیگ

بقیہ حاشیہ

بود و ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین می کرد جوق جوق علما و طلبای علوم و فوج فوج مشایخ و اولاد شیوخ از اطراف و اکناف مثل عظیم آباد و سہسرام و جون پور و الہ آباد و اوده و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد و کالپی و کوڑا جہان آباد و اٹاوه و خیر آباد و سندیلہ و کاکوری و لکھنو و سیلون و بریلی و دلمؤ دران عرس جمع می شوند و کرایہ بہل و انچہ در آمدن و رفتن و ماندن اینجا صرف می شد ہمان سرکار شاہ صاحب می یافتند تا سہ روز عجب انبوه و طرفہ تماشای بود کہ دیدنی داشت چند نفر بقال ترازو در دست گرفتہ بنشستند از صبح تا شام جنس را وزن کرده بمردم می دادند بعضے رذیل الطبعان دوباره و بعضے سہ بار دیگر وزنی گرفتند بقالان دم نمی زدند زیرا کہ ہمہ در سرکار شاہ صاحب محسوب می نمود بیشتر ہنود نارنگاه و بیراگی دران انبوه جنس کہ خوراک و نقد برای عمل حرام کہ بہ بنگ و بوزا و چرس ہا می یافتند تخمیناً سی ہزار آدم فراہم می آمدند القصہ شاه مدن لایق آن نبوده است کہ گمان برد کہ دولت خواه و نا فہمند و بد اندیش نواب می احباب بود زیرا کہ این حالت رذیلہ مخصوص سفہا است عالی ظرفان حکمت دستگاه ہرگز این کاره نیستند دیگر مودرین جای شک نیست کہ او سرامد عقلای زمانہ بود عاقل بدخواه ولی نعمت خود نمی باشد۔

نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے مین انکار کیا تو اُس نے ان کو قید کیا اور سختی سے
کھلانے مین ہم وزن نمک دینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مرگیا اس حالت
مین شاہ مدن صاحب اور نواب عالیہ نے حیدر بیگ کے حال پر رحم کھایا اور
شجاع الدولہ سے سفارش کر کے قید سے نجات دلادی اسکے بعد حیدر بیگ کی
قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد مین نایب وزیر اور امیر الدولہ
انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوے - اسیطرح شاہ صاحب کی فیض رسانی کے متعلق
مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب مین لکھتے ہین کہ جب میرے والد
کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کر کے بحالی معافی کا پروانہ
حاصل کر کے آپ کو بھجوادیا - عبارت تاریخ الانساب درج ذیل ہے

بعد دو سال نواب شجاع الدولہ عامل ضبطی نمود دران سال حقایق و معارف
آگاہ سید السادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ
مدن صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشایخ سید عبد القادر جیلانی قدس
سرہ سعی بکار غربا نمود پروانہ معافی از حضور حاصل کردہ فرستاد -

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بڑا فاصلہ اور نیز اس خیال سے کہ چغلی خور وحاسدین
کٹھر کے قریب ہونے سے روہیلیون کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کرین شاہ صاحب
نے خالص پور مین مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے
جوق جوق علما طلبا مشائخین پیرزادگان ہندوستان کے مختلف شہرون سے مثل
پٹنہ عظیم آباد و سہسرام و جون پور و الہ آباد و اودہ و فرخ آباد و شاہجہان پور و شاہ آباد
و کالپی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاوہ و سندیلہ و کاکوری و لکھنؤ و سیلون و بریلی

ودلمو کے اُس عرس مین شاہ صاحب کے یہان آکر شریک ہوتے اور کرایہ بہل وغیرہ کا جو آمدورفت مین پڑتا سرکار شاہ صاحب سے دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب وغریب مجمع وتماشا رہا کرتا تھا جو قابل دید ہوتا تھا چند نفر بقال تراز و لیکر بیٹھتے تھے صبح سے شام تک جنس تول تول کر لوگون کو دیتے تھے بعض چالاک گداگر وغیرہ دو دو تین تین بار ایک روز مین جنس لے لیا کرتے تھے مگر بنیئے شاہ صاحب کے حکم وہیبت سے دم نہین مارتے تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بنگ چرس گانجہ کے لیے لیتے تھے تخمیناً تیس ہزار آدمیونکا مجمع ہوتا تھا اِس مین شک نہین کہ شاہ صاحب سرآمد عقلاے زمانہ تھے علاوہ عظمت و بزرگی کے دنیاوی جاہ وجلال بھی حاصل تھا اُس زمانہ مین شاہ آباد کیا بلکہ اِس ضلع ہردوئی مین کوئی مقدرت مین اُن کا ہم پلہ نہ تھا فن شاعری مین بھی کمال حاصل تھا موجد تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپکے متعلق خلیفہ عبد الرزاق صاحب یمنی اپنے تذکرے مین تحریر فرماتے ہین کہ "سید شرف الدین موجد تخلص از اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اند در قصبۂ شاہ آباد کہ مسقط الراس راقم ہست اجداد ایشان از بغداد تشریف تشریف آوردند تولد این کوہر شریف ہمین جا شدہ از علوم ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان وقصائد اند این چند ابیات از وہاست ندسے

معراج تست بارگہ عرش ذوالجلال	معراج ما مدینۂ عالی مقام کن
زنار ماند در کف تقواے من ز شرم	از بس چکید خون عرق از سبحہ دانہا
در لحد می طپد از داغ غمش دل پس مرگ	این سپند از کف خود دامن اخگر نگذاشت

محو شد شبنم گل خورشید تابان ماند و بس — آنقدر از خویشتن رفتیم که جانان ماند و بس
تا کدامین جلوۂ نازِ ترا آئینہ دید — چون نگاہ دیدہ ندبوح حیران ماند و بس
روز ہجر تو ام آرام چہ خواہد بودن — صبح سودا زدہ را شام چہ خواہد بودن

شاہ مدن صاحب کی ڈھیوڑی سے اکثر حاجتمندون کو معافیان ملتی تھین بعض کاغذات راقم کے پیش نظر ہین چنانچہ ۱۱ محرم سنہ ۱۱۹۶ ہجری کو نو بگیہ پختہ اراضی موضع بی بی پور مین شاہ صاحب نے میانجی عبداولد مولوی آلہ داد صاحب ساکن محلہ ہمند کو جن کی اولاد مین خلیفہ نتھون تھے عنایت کی تھی اور ۵ محرم سنہ ۱۱۹۰ ہجری کو چند کوٹھریان مع عملہ کے ہمیشہ کے لیے ایک فقیر کو مرحمت کی تھین ان واقعات کے ثبوت مین ایک سند کی نقل حاشیہ [1] پر درج کی جاتی ہے۔

شاہ [92] صاحب کی کریم النفسی مشہور تھی نقل ہے کہ آپ کو گاڑی مین اچھے بیلون کا نہایت شوق تھا اور آپکے یہان منجملہ دیگر بیلون کے ایک جوڑ نہایت بیش قیمت تھا اتفاق سے اُس جوڑ کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپنے چورون کو قیمت عنایت کی اور وہ بیل لیے اور اُنکے جرم کا کچھ مواخذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ نہایت موافق رہا مگر گردش فلکی سے ایک سا دور دورہ کسی کا اِس عالم مین نہین رہتا اسلیے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہی کہ حافظ رحمت خان

---

[1] پروانہ بہ مہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرقوم پانزدہم محرم الحرام سنہ ۱۱۹۶ ہجری متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد بدانند۔ موازی نہ بگیہ پختہ اراضی مزروعہ در سواد موضع بی بی پور علاقہ سولا گنج بطریق مدد معاش باسم میانجی عبداولد مولوی آلہ داد ساکن محلہ ہمند نیاز حضر شد... مصارف تعزیہ داری معاف نمودہ شد لازم ایشان گاہی بعلت محصول مزاحم و متعرض نشوند بتصرف وتعلق اگذارند واراضی مسطور فصل بفصل مشار الیہ سالانہ نمایند در ینباب تاکید اکید دانستہ حسب المسطور عمل آرند تحریر نوشتہ بتاریخ مذکور

اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت مین شاہ صاحب کی ہوئی جس کا قصّہ یہ ہو کہ جب مرہٹون نے روہیلون کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدّولہ فرمانروا سے اودہ سے مدد مانگی جس کے صلہ مین نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخر مین طرفین کی رضامندی ہوکر اس روپیہ کے قرضہ کا تمسک ہوگیا اقرارنامہ مین ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلونکے سردار اسطرح ادا کرین کہ جب نواب شجاع الدولہ شاہ آباد سے کوچ کرکے تمام اُن خاندانون کو جو مرہٹونکے ہاتھ سے جنگلون مین پھرتے ہین اُن کے گھرون مین آباد کردین اور دس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بالفعل دیا جاے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ تین برس کے

حاشیہ ... گذشتہ سال و بعد تحقیق و ثبوت رسید ... مطالبہ ... توقع از روہیلہ بازداشت لیکن ایشان ظاہر براد گی انگاشتہ ارسال مایہ بعمل می آوردند و بصورت ... بیلہ ... است ... دولت جناب وزارت آب ہم آرزمی کرد بلکہ ترقی ملازمان این سرکار سالی مدارد برجہ زیادہ از ان ... گفتم کہ درین جنگ کشتہ شدن حافظ الملک مثل دیگران موجب ورثش بود کہ بلاندگی ... شدہ باشد لیکن از ... لات ... بار ... این روز ... نواب سپہر جناب ... زیراکہ دو برادر باہم می جنگند ہر گاہ یکی کشتہ می شود دیگری با ... حصول ... فتح ... شاہ مدن چہ موقوف ... جناب عالی سر حافظ الملک دیدہ بود خود ... افسوس جنبانیدہ بود ... شاہ صاحب ... باہم زدہ ... لیکن نواب سپہر جناب ہم چہ کند کہ حافظ الملک بآن فطانت و فراست و درستی ایمان ... کسی ... باطور خود ... و باوجود ... تشید اساس محبت کہ خلاف شرعیہ ... ایمان ... داشتہ بود ... بلا بر سر خود نازل کرد حکم شد کہ سر حافظ الملک امتحان پیش ایشان بردہ تحقیق رسانند کہ سر حافظ الملک یا سر دیگری ... شاہ مدن بیرزادہ ... نیز بخوبی می شناسد شنیدہ شد کہ نواب ... خان آن سر ... گفت ... سر حافظ الملک است سر دیگری نیست و نواب مظفر جنگ گفت ... جناب عالی ... شاہ مدن فریاد کرد گفت کہ این سر جان مسلمان است۔

خلاصہ این کہ جناب عالی ... کہ این سر جان مسلمان است ... غضب مشتعل شدہ واو را محبوس کرد۔ اعتماد السعادت ۱۲

عرصہ مین دیا جاے گا۔جب مرہٹے روپیہ لینے پر راضی ہوے اور شجاع الدولہ
سے ضمانت کرالی تو اُس کا تمسک تحریر ہوگیا اسکے بعد برسات آگئی مرہٹے کٹھر کو چھوڑکر
واپس چلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ
شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلیون کے دوسرے سردار جو انولہ
اور بدایون وغیرہ مین حکومت کرتے تھے اُن سے طلب کیا سب نے ناداری کا عذر
کیا اور کچھ نہ بھیجا اِس عرصہ مین مہاجی سیندھیا اور تکوجی ہلکر کا ایلچی آیا کہ حافظ رحمت خان
تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے مُلک پر حملہ کرین اور ہم تم دونون نصفا نصف ملک تقسیم
کرلین اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمین گنگا پار سے راستہ دیدین۔
ہم تمسک اُن کا چالیس لاکھ والا واپس دیدینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک لوٹینگے
حافظ رحمت خان نے اِس کا یہ جواب دیا کہ مین کفار کے ظالمونکی ہمراہی مین مسلمانون
سے مقابلہ نہین کرون گا اور نہ معاہدہ توڑون گا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک نے
نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ مین فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہون آپ
چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹون کو نہین دیا گیا ہے واپس
کردین اور آیندہ بھی ایسی حالت مین روپیہ نہ بھیجا جاے گا اسپر نواب شجاع الدولہ
نے **سید شاہ مدن صاحب** کو اپنا وکیل کرکے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ
ادا کیا کہ آپنے سب حال سے مجکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لاے
نواب وزیر الممالک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹون کی شکست دینے کے بعد تمسک واپس
کردیا جائیگا۔حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹون کے مقابلہ
مین آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سردارون کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بہت بھاری

لڑائی مرہٹون سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھا کر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان نے اپنا سفیر تمسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اسوقت نواب شجاع الدولہ نے کانون پر ہاتھ دھرا کہ مین نے واپسی تمسک کا وعدہ نہین کیا یہ مجھپر تہمت ہے سید شاہ مدن صاحب شہادت کو طلب ہوے شاہ صاحب نے شہادت حافظ رحمت خان کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک نے پینتس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف حیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ملک کٹھر پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مورخ یہ بھی لکھتے ہین کہ حافظ الملک نے ایک خط برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی یعنے نواب اودہ سے مل گئے حالانکہ اُنھون نے ہماری قوم و قبیلہ کو برباد کردیا ہی نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد نے وہ خط نواب شجاع الملک کو دکھلا دیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہوگئے یہ بات ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلیون کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان اس معاملہ مین بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑا فی مابین روہیلیون اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے شکست کھا کر بھاگے تو اٹاوہ اور شکوہ آباد کے پرگنے خالی ہوے شجاع الدولہ نے کہا کہ مین انپر قبضہ رکھون گا۔ اس مین شک نہین کہ حافظ رحمت خان کو عجیب مشکل کا سامنا تھا اُدھر مرہٹے برسر آزار تھے اور ادھر شجاع الدولہ کو ایماندار نہین جانتے تھے اور نہ قول پر اعتبار تھا۔

جب ضابطہ خان روہیلہ جاگیردار سہارنپور شکست کھا کر مارا گیا تو روہیلون نے شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنانا چاہا ۲۰ جنوری سنہ ۱۷۷۳ء کو نواب شجاع الدولہ جنرل

رابرٹ بارکر سے ملے اور یہ مشورہ کیا کہ مین سخت مشکل مین ہون اگر روہیلیون کو مرہٹون نے روہیلکھنڈ سے نکالدیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد بجائے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا اور اگر روہیلے مرہٹون سے ملگئے تو میرا ملک جاتا رہیگا لہذا مین نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر روہیلیون کی سرحد پر جاؤن اور وہان کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھا کر حکمت عملی سے کچھ ملک بنابر نذر شاہ اور کچھ ملک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کرون اور کچھ زر نقدی بھی لون جس مین سے کچھ مرہٹون کو دون گا تاکہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر چلے جاوین مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

القصہ نواب وزیر الممالک نے حافظ الملک کو لکھا کہ آپ نے روپیہ بھیجنے مین تامل کیا مین عنقریب پہونچتا ہون اُسکے جواب مین حافظ رحمت خان نے اختصار نویسی سے یہ جواب لکھا۔ **نواب نامدار سلامت۔ اگر ارادہ شما بصلح است تخزاک الله خیرا و اگر ارادہ شما بجنگ فباسم الله ٭ جواب نامہ بے تیغ و تفنگ است ٭ کلوخ انداز را پاداش سنگ است ٭ والسلام** اِدھر سے شجاع الدولہ بڑھے اُدھر حافظ الملک اپنی جمعیت سے تیار ہوے جب سرحد پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرخ آباد سے شاہجہان پور و شاہ آباد پہونچکر اسطرف آنے کا ہے حافظ الملک فریدپور مین جو بریلی سے سات کوس ہے آکر خیمہ زن ہوے اسطرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہجہان پور مین حکومت عبداللہ خان کی ہے اور وہ پٹھان ہے اور حافظ الملک اُسکا محسن ہے اور شاہ جہان پور مین قریب پندرہ ہزار کے افغان خونخوار موجود ہین شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوجہ ہم قومی حافظ الملک و نواب عبداللہ خان کے تھا۔ یہان عبداللہ خان نے مہمان ناخواندہ

کی ایسی قدر دانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کے لیے گئے اور ان کو شاہجہان پور لاکر مقیم کیا۔ شجاع الدولہ کے پاس فوج بیشمار تھی کنز التاریخ مین ہی کہ حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھوان حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر تاریخ سلاطین اودھ مین حافظ الملک کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنیل چمپپ مین سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہین۔

القصہ کٹرہ کمال زئی خان اور فریدپور کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۸۸ہجری مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو دونون لشکر مقابل ہوئے فریقین مین سخت جنگ ہوئی فیض اللہ خان و محمد یار خان ولد علی محمد خان اور محب اللہ خان ولد دوندے خان بڑی جرات سے لڑے مگر احمد خان ولد بخشی سردار خان نے خواہ بسازش شجاع الدولہ یا اپنی سرشتی نامردی سے گریز اختیار کی مولف گلستان رحمت یعنی فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ مین اسپر الزام سازش کا قایم کیا ہی۔ آخرش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع ہوئی دونون فریق کے آدمی بہت مارے گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) مین ہی ار روہیلے اپنی عادت قدیم کے موافق دفعتہً دھاوا کر کے توپ پر آپڑے۔ چھ سات ہزار ون مثل دانہ نخود جل بھنکر خاک پر گر پڑے اور تلوار بھی خوب چلی حافظ الملک نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ مین لیکر چاہا کہ اپنی جمعیت کے یارون سے دھاوا کر کے جناب عالی تک پہونچین اتفاقاً ایک گولہ آنکے جو لگا گھوڑے سے گر پڑے اپنی حسرت کو خاک مین ملادیا امر عجیب یہ ہی جسے سب نے اپنی آنکھ سے دیکھا اُسوقت حافظ الملک جامہ ہندوستانی قدیم پہنے قرآن شریف

پہنے ہوے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھاتی مین ایک سیاہ دھبا گولے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے سے فقط گر پڑے تھے مرتضی خان بڑیچ رسالہ دار اُن کا سر کاٹکر جناب عالی کے پاس لاے جناب عالی ہاتھی سے اُترکر سجدۂ شکر بجالاے اور سر حافظ سے مخاطب ہوکر فرمایا خدا شاہد حال ہے مین ایسا روز بد تمھارے لیے نہ چاہتا تھا" یہان تک مضمون تاریخ سلاطین اودھ کا تھا۔ حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب شجاع الدولہ بکسر سے انگریزی فوج کے ہاتھون سے شکست کھاکر بریلی گئے تو حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت مین نواب شجاع الدولہ نواب احمد خان بنگش رئیس فرخ آباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور اُنھین سمجھا کر استقبال کو لاے اور میل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقوی اور دیندار انسان تھے۔

کنز التاریخ کے صفحہ (۲۸۱) مین ہے کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے بائین جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوے ان کا سر سُلطان خان کاٹکر شجاع الدولہ کے سامنے لیگیا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان کو اسپ و خلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن صاحب کو دکھایا تاکہ وہ پہچانین کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہے یا نہین چنانچہ اُنھون نے پہچانا اور یہ شعر زبان پر لاے سر کشتہ بر نیزہ نیز دنفس ٭ کہ معراج مردان ہمین ست وبس

عمادت السعادت مین ہی کہ شاہ صاحب کو جب سر دکھلایا گیا تو آپ پُرنم ہوئے اور فرمایا
کہ این سر ہمان مُسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہونچکر نظربند کرلیا اور
تمام اثاث البیت ضبط کیا اُسی قید مین اُنھون نے رحلت فرمائی -

بعد خاتمہ جنگ کے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نعش تلاش کراکے معہ
سر کے اُسی تاریخ بریلی مین روانہ کردی بریلی مین قاضی شہر و علما و حفاظ نے ۱۲ صفر
کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور اُن کو بریلی کے پچھم جانب
جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا - راقم مزار پر گیا ہے - تاریخ خانا دل راشا یعنی خوش آمدید - کندہ ہی

کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا
تھا ایک قطعہ لکھا جو حسب ذیل ہے

ہر کس کہ در جہان کند از قوم خود بدی	او بایزید در ہمہ اوقات ہمسر است
داری اگر بدل ہوس امتحان بہ بین	سلطان خان بہ شمر حرامی برابر است

راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک بیاض مین یہ شعر لکھا دیکھا

چو در لفظ ظفر تاریخ جستم — پے باقی سر حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب
کے متعلق یہ شبہہ ہوا ہی کہ شجاع الدولہ کے مونھ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ واپسی
تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے امر دشوار تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے مرنے
پر کمربستہ نہ تھے غلطی اور ناواقفیت ہے یہ دونون شخص سچے مسلمان تھے ان کو بمقابلہ
راستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کچھ اندیشہ نہ تھا - مورخ مذکور شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اور عظمت کو نہین جانتے تھے اُنھون نے سرسری قیاس سے جو چاہا لکھدیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہونیکے متعلق کچھ نہین تحقیق کیا شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر اولوالعزم سلاطین مین تھا اگر اُس کے روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اسکے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب کبھی حق گوئی سے سر مُو تجاوز نہ کرتے۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کر چکے ہین شجاع الدولہ نے اسیطرح معاملہ کیا لیکن کسیقدر اُن واقعات مین صراحت مطلوب ہے تاریخ اخبار محبت اور دیگر مستند راویون مین یہ مشہور روایت چلی آتی ہے کہ جب حافظ الملک کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کر لی شاہ صاحب کی ضبطی کے متعلق یہ بھی قدیم سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و حاسد شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے اُنھین دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل مین شاہ صاحب کی بُرائیان جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرفدار تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادتمند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُرید بتلاتے ہین اسوجہ سے شجاع الدو نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور انکی جاگیرات ضبط کرلین اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہان تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام مین اثاث البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگوا لیے

جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک کے خون ناحق سے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہ ہونے دی حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے بعد عین شباب مین ۴۵ برس کی عمر مین ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزون کی ہی

از وفات سید شاہ مدن — گشت این فانی جہان مغموم حیف
اے مظفر بہر تاریخ وصال — گفت ہاتف سید مظلوم حیف

شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو چند روز زندہ رہی اور بیان کیا جاتا ہی کہ آپ سے ہمکلام ہو کر گئی۔

آپ کی تین بیویان تھین پہلی بیوی آپ کی ماموں سید درویش صاحب کی دختر سید ولی بی بی دوسری مقلاق تیسری بیوی خوشحال بالا جہ بیری تھین انکے نام شاہ صاحب نے کچھ حقیقت بھی لکھی تھی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

تملیک نامہ سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب بنام اہلیہ خود

اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مخبر باسم و نسب خود سید شرف الدین محمد عرف شاہ مدن صاحب ولد سید عبد الباسط صاحب حموی گیلانی ساکن قصبہ شاہ آباد پرگنہ پالی صوبہ خیر آباد مضاف بصوبہ اختر نگر اودھ فی الحال بصحیح اقرار شرعاً براین معنی کہ منازل محلسرائے قدیم و جدید و حویلیات درونی و بیرونی توشیخانہ و مودیخانہ و دیوان خانہ تعمیر پختہ و کٹرہ مولاگنج معہ اراضی بست پنج بیگہ پختہ مدخلہ و مشمولہ منازل و گنج مذکور و موازی نہ بیگہ پنج بسوہ پختہ اراضی مسکونہ رعایا واقع دروازہ شمالی گنج مذکور و ہشت بیگہ دہ بسوہ پختہ واقع در جنوبی گنج مصرحہ بالا محدودہ بحدودات اربعہ مفصلۃ الذیل و موازی چہاردہ و نیم قطعہ باغ انبہ کہ ازانجملہ ہفت و نیم قطعہ مشتریہ و پنج قطعہ مرہونہ و دو قطعہ نشاندہ و تعزیش کردہ خود واقعہ قصبہ شاہ آباد مذکور کہ تفصیل اراضی و حدودات آن در قبالہ جاتش مشروحاً مندرج و مرقوم است بطریق اشتراء و رہن و تعمیر خود ساختہ تحت و تصرف خود می دارم و الی یومنا ہذا اشیاء سابق الذکر در قبض و تصرف مالکانہ منفرد بلا شرکت و سہامت غیرے مقر راند در ینولا بحین حیات و صحت ذات و ثبات عقل و بقاء جمیع تصرفات شرعیہ خود کہ جائز و نافذ است آن ہمہ عمارات و باغات مشتریہ و نشاندہ خود وازرہن باغات مرہونہ مسطورہ با جمیع حقوق و مرافق داخلی و خارجی من القلیل و الکثیر مداخلہ فیہا و الخارجیہ عنہا و ما یتعلق بہا و فیہا من الاثمار و الاشجار مثمرہ وغیرہ

عبدالواحد

شمرہ عقلاً و ارادتاً برضا و رغبت خود بلا اکراہ و اجبار غیرے بہ بی بی صاحبہ
مسماۃ **خوشحال بائی** منکوحہ خود بوجہ دین مہر ہبہ و تملیک صحیح
شرعی کردہ دادم تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً مجوزاً مقرعاً صالباً عن
الشروط الفاسدہ و عاریاً عن المعانی المطلبہ وحق الفرو عین الفاحش
و عن جمیع جواز التملیک و موہوبہ بہ معہ وثیقہ ہبہ نامہ ہذا تسلیم و تفویض
ساختہ تملک لہ را قابض و دخیل گردانیدہ دادم و نیز موہوبہ لہ در مجلس
عقد ہذا قبول تملیک نمودہ قابض و متصرف گشت قبضاً
و تصرفاً صحیحاً شرعیاً پس نیست و نماندم احد ہو من المعاقدین حق قسم
تملیک استرداد ان احیاناً من بعد ازین اگر کسے سہیم یا شریک پیدا
شود و دعوی نماید باطل و نامسموع است شرعاً و عدالتاً کان ذلک بمحضر
من العدول و الثقات بنا بران این چند کلمہ بطریق سند تملیک و ہبہ نامہ
نوشتہ شد کہ عند الحاجت دلیل قاطع و برہان ساطع گردد فقط۔

تفصیل قطعات باغ مذکور الصدر

باغ مشتریہ ۷ قطعہ   باغ مرہونہ ۵ قطعہ   باغ خود نشاندہ

باغ کرنی پنجاہ	باغ بردا	باغ اکاپور	باغ کرم اللہ پور	باغ بنگالہ	باغ ترالنگا	باغ چکلہ	باغ سمندخان	گلاب باغ	باغ سلیم پورہ
ایک بیگہ	یک	یک	یک	یک	یک	• یک	یک	یک	یک

باغ چکلہ	باغ عباس تکیہ	باغ محلہ	باغ محمودخان سلیمانی	لعل باغ	باغ دوندہ قریب باغ اہرزخان
نصف	یک	یک	یک	ایک	نصف

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
پیوستہ باراضی زرخرید منمقر	ملاصق اراضی زرخرید مسمیّ	ملحق بمسجد سید عبدالباسط صاحب وشاہراہ	پیوستہ محلہ شیخ دلدار

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
پیوستہ باراضی شیخ دلدار تا حد احاطہ مولاگنج	ملحق باغ حضرت سید عبدالباسط صاحب مرحوم ومغفور	ملاصق باراضی دروازہ ودیوار شمالی متصل مولاگنج مذکور	ملتصق مزار وباغ میر محمد صالح

تفصیل حدود اراضی واقع دروازہ جنوبی گنج مذکور

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
متصل باراضی محلہ شیخ دلدار وتالاب	پیوستہ بجانب مسکونہ رعایا	ملحق مقابر سعادت خان	ملاصق محلہ شیخ دلدار احاطہ مولاگنج

تحریر فے التاریخ نہم شہر ذیقعدہ ۱۲۸۰ھ ہجری

سید شاہ مدن صاحب کا مزار بمحلہ مولاگنج لب سڑک پختہ احاطہ مین واقع ہے آپکی مہر مین ۱۱۲۸ ہجری کندہ ہین۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب عرف سعدی میان جو عارف اور طبیب حاذق تھے اور حکیم محمد اکبر عرف ارزانی کے شاگرد رشید تھے۔ حکیم ارزانی ہی نے عربی ست فارسی مین ترجمہ کرکے طب کو ارزان کردیا یکتای زمانہ ہوے ہین۔ میرزا مظہر جانجانان دہلوی بیہ ملنے آ

سعدی میان صاحب کا بنگالہ و بہار مین ٹرا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس نواح کے روسا و نوابون کے نام خطوط لکھکر پٹنہ عظیم آباد بھیجا تھا اور مولوی صاحب کا طب مین وہان خوب رنگ جما تھا۔ جن کی طرف سے بعض کا تعدات ابتک موجود ہین مزار آپ کا بمقام شاہجہان پور لب سڑک محلہ محمد زئی مین متصل مسجد کے واقع ہی۔ تاریخ وفات (خوش فکر ۱۲) ہے

دوسرے بھائی شاہ صاحب کے **سید طاہر عرف قدن صاحب** تھے انھین کے صاحبزادے سید لالن تھے جن کے فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظامی صاحب تھے جن کے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ کلّو تھے عہد شاہی مین دریا دکنے گھاٹ کی افسری کا ایک عہدہ تھا جسے کلٹری کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلکٹری اُس زمانہ کی چکلہ داری تھی۔

جب مولوی نظامی صاحب نے عبدالرحمان خان قندہاری رسالہ دار کے ذریعہ سے نواب سعادت علی خان والی اودھ کی خدمت مین رسوخ حاصل کیا اور نواب صاحب موصوف کی رفاقت مین بنارس سے لکھنؤ تک ہمراہ آئے اور نواب سعادتعلیخان سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین مسند نشین لکھنؤ ہوئے تب بعد تین سال کے بصلہ حسن خدمت سنہ ۱۲۱۹ ہجری مین شاہ مدن صاحب کی بعض املاک جنمین مکانات و باغات و چکات و گنج وغیرہ جو ضبطی مین تھے سید نظامی صاحب کو عنایت ہوئے مگر شاہ صاحب کی جاگیر جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبدالرحمان قندہاری کو عنایت ہوئی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بحالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا ہے اُسکی نقل یہانپر تحریر کی جاتی ہے۔

حکمنامہ

باہم سیادت پناہ میر نظام الدین آنکہ بجلدوے حُسن و دولتخواہی سرکار دولتمدار قطعات و باغات و اراضیات و گنج و مکانات واقع قصبہ شاہ آباد در سرکار را بدقرار مملوکہ و مقبوضہ سید شاہ مدن ضبط نمودند بآن سیادت پناہ بلاشرکت غیرے نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً عطا و معاف فرمودیم باید کہ املاک مذکورہ را در تصرف خود داشتہ خود در امور دالطاف سرکار دولتمدار شناسند تاکید دانند المرقوم یازدہم شہر جمادی الثانی ۱۲۱۹ہجری۔

مُہر

وزیر الممالک مدار المہام عمدۃ الملک اعتماد الدولہ
آصفجاہ برہان الملک ابوالمنصور خان صفدر جنگ شجاع الدولہ
یمین الدولہ ناظم الملک سعادتعلیخان بہادر یار وفادار
سپہ سالار رستم ہند فدوی شاہ عالم بادشاہ
غازی ۱۲۱۲ہجری
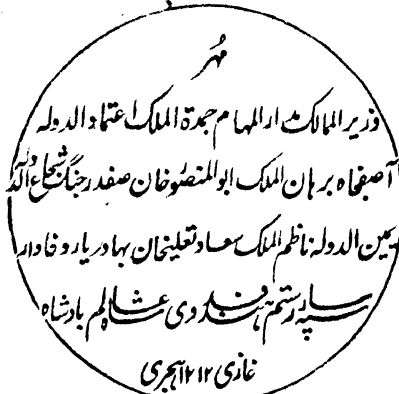
منشی محمد صالح صاحب و مولوی عبداللہ صاحب

منشی صاحب بڑے راستباز محقق وسیع النظر بزرگ تھے خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمنی کے شاگرد رشید اور مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کے مُرید تھے نواب سعادت علیخان والی اودھ کے عہد سے تا جلوس محمد علی شاہ کتبخانہ شاہی کے داروغہ رہے سلاطین اودہ اُن کو نہایت اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کا

بہت اعتماد کرتے تھے اُن کا قیام تکیہ عبد الجلیل واقع لکھنؤ مین تھا اپنے وطن شاہ آباد سے جاکر وہین مکان باغ تیار کیا تھا۔ اور رجب ۱۲۵۷ھ مین آپ نے انتقال کیا تو وہین مدفون بھی ہوے صدہا اہل لکھنؤ آپکے شاگرد تھے ضمناً آپ کا ذکر خیر تذکرۂ رحمانی مین درج ہی علم ظاہری مین کمال حاصل تھا اِس بنا پر آپ شاہی کتب کے انتظام پر انتخاب کیے گئے آپ کے والد مولوی فریدون صاحب شاہ مدن صاحب کے تربیت یافتہ تھے اور بہشیر اصلی سکونت اِن کی موضع جسرت پور مین تھی۔ منشی صاحب اس عہد مین ممتاز اور وضعدار لوگون مین شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخدا مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہی ؎

بہ بست و چارم شوال حیف کلک قضا	بنام منشی صالح چو سر گذشت چنین
نوشت خامۂ واثق بدیہہ تاریخش	کہ جاے منزل صالح بود بہشت برین

۱۲۵۷ ہجری

دیگر

در مہ شوال حیف منشی صالح نمود	بست و چہارم قضا شد نعشش شد دل غمگین
ہر کہ چو واثق پی فاتحہ خوانی گذشت	گفت کہ صالح النصیب با دبہشت برین

۱۲۵۷

مولوی عبد اللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی

تھے شاہ آباد کے مشاہیر اشخاص مین گذرے ہین علم ظاہری و باطنی دونون سے فیضیاب تھے مولوی صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ مین بسر ہوا اسیلیے لکھنؤ کے صدہا طالب علم آپکے شاگرد تھے علم ایسا مستحضر تھا کہ کتاب فاصلہ پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھاتے جاتے تھے مولوی صاحب ممدوح کی حاضر جوابی و بذلہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ جس کی اہل زبان مین شہرت تھی برمحل برجستہ ایسے کلمات آپ کی زبان سے نکلتے تھے کہ

سامعین محظوظ و متحیر ہو جاتے تھے خوش طبعی اور برجستہ گوئی چھوٹے بڑے کیساتھ ہر قسم
کی ہوتی تھی اور طرز بیان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہین اور اسپر
خوبی یہ کہ کسی کو ناگوار نہ ہوتی ضلع جگت سب مین کمال حاصل تھا مگر چونکہ مہذب اور
صاحب باطن بزرگ تھے اسلیے فحش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کی آمد کا یہ
عالم تھا کہ دریای سلاست موجزن ہوتا - اِس نہ رکنے والی طبیعت اور ظاہری
خوش بیانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبدالرحمٰن
صاحب لکھنوی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیر و مرشد کی طرف سے
عنایت ہوئی تھی گویا آپکا یہ ازلی حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپکے حجرہ پر یہ شعر لکھا ہوا تھا

گر تو می خواہی کہ بینی در جہان الله را　　پیش چشم خویش دار و شکل عبداللہ را

مولوی صاحب کی پیدائش ۱۱۹۵ھ ہجری کو شاہ آباد مین ہوئی اسکے متعلق خود ہی
ایک رباعی مولوی صاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کی جاتی ہے

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال　　کہ ہم کیا تھے چلے تھے کونسے سال
ہوے جب بطن مادر سے نمودار　　تھے ہجری گیارہ سو پچانوے سال

تذکرہ[1] انوار الرحمٰن مین مولوی انوار اللہ صاحب مولوی عبداللہ صاحب کے متعلق

[1] یکے از خلفای راشدین مولوی عبداللہ ابن محمد فرید الدین از شیوخ کرام و روسای عظام بلدہ شاہ آباد متعلقہ سرکار اودھ اند تحصیل علوم کتب مروجہ از برادر حقیقی خود محمد صالح نمودند کہ مولوی محمد صالح ممدوح از عہد نواب سعادت علیخان بہادر تا جلوس محمد علیشاہ فردوس منزل ملازم سرکار شاہی بودند و دارو غگی کتبخانہ سرکار تعلق او شان بود بہ سبب تعلق شان بنا بر تحصیل علم بود و باش ہر دو برادر بیت السلطنت لکھنو اتفاق افتاد و در محلہ تکیہ شاہ پیر جلیل صاحب منشی محمد صالح باغ و مکان تیار ساختند در ان مکان ہر دو برادران معہ اہل و عیال سکونت میداشتند در عرصہ سالگی او صاحب حضرت

یہ لکھتے ہین کہ جب مولوی عبداللہ صاحب کی عمر بیس سال کی ہوئی تو
جناب مولانا عبدالرحمن صاحب کے اوصاف سنکر جمال الدین
و شمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور مین حاضر ہوے
مسجد پنڈیاین مین ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت مین حیرت
اور آشفتگی دلپر چھا گئی اور بیخودی کے نشہ مین محو ہوگئے آیندہ جمعہ کو حاضر
ہوکر مرید ہوے شجرۂ صابریہ نور الہدے کے صاحب واسطہ سے

بقیہ صفحہ ما قبل مولانا شنیدہ باتفاق جمال الدین و شمس الدین باشندہ اینجا بحضور مولانا در مسجد پنڈیاین آمدہ ملازمت
حاصل نمودند در اول صحبت حالت تحیر و آشفتگی دل عارض شد کہ نشہ بیخودی معلوم می شد بروز جمعہ آیندہ آمدہ
مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نور الہدے و قادریہ بواسطہ حضرت آفاق سید شاہ عبدالرزاق
صاحب قدس سرہ الاصفی یافتند مجاز و مرخص خلافت شدند ایشان از درخواست برلے حاضر باش دائمی بود حضرت
فرمودند کہ بروز جمعہ و منگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گاہے ناغہ نشد بعد وصال موافق معمول مصرعہ
ہست مجلس بین قرار ہنوز۔ حضرت نقل کردند کہ برادرم مولوی محمد صالح بحضور مولانا حاضر شدہ عرض کردند کہ مولوی آزاد فراج
از طفلی بود اکنون مرید جناب شد از کار ما رفت ارشاد شد کہ از کار نخواہد رفت شادی ہائے خواہد کرد اولاد خواہد شد و خوش و خرم خواہد ماند
مطابق ارشاد سہ نکاح در وقت اتفاق شد یک دختر و دو پسر از بی بی ہائے سابق ہستند و بعد فوت شان و زوجہ در لکھنو نکاح آوردند
کہ آنہا نیز صاحب اولاد اند با وجودیکہ معاش و جائداد ندارند و نوکری کسے نکردہ اند در مایحتاج خود گاہے درماندہ نشدہ اند و ظریف طبع
و لطیفہ گو آنچنان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کردند کہ ترا ذہن ظرافت و طلاقت لسانی کشودہ خواہد شد چنانچہ میگویند کہ از کرامات حضرت
قبض و بسط من در سکوت و تکلم است یعنی مادامیکہ کلام ظرافت و لطافت بر زبان من جاری میماند ہر دل من بسط میماند و در سکوت قبض میشود

اور شجرۂ قادریہ حضرت قطب آفاق سید شاہ عبد الرزاق صاحب کے
ذریعہ سے عطا ہو کر اجازت خلافت کی دیگئی اور جمعہ و منگل کے روز
کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ
ہمیشہ بلا ناغہ آپ شریک بزم رہتے تھے۔
ایکبار آپکے بھائی منشی محمد صالح صاحب نے مولانا عبد الرحمن صاحب
کیخدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ برادر مولوی لڑکپن سے آزاد مزاج
تھے اب جناب کے مرید ہوے ہمارے کام کے نرہے مولانا
نے فرمایا کہ تمھارے کام کا رہیگا شادیان کریگا اولاد ہوگی
خوش وخورم رہیگا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبد اللہ صاحب
نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوے۔
بعد وفات زوجۂ اولے کے دو بیویان لکھنؤ مین اور کین وہ بھی
صاحب اولاد ہوئین باوجودیکہ کچھ معاش وجائداد نہین رکھتے تھے
اور نوکری بھی کسی کی نہین کی مگر اپنے حوائج ضروریہ مین کسیکے
محتاج نہین رہے۔ ظریف طبع اور لطیفہ گو اسقدر تھے جسکی کہ
پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی ظرافت و طلاقت لسانی

مین تیرے لیے کشود کار ہوگا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ آپکی کرامت سے
قبض و بسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام مین پیدا تھی
چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جسوقت
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے
انبساطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جسوقت
مجکو سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دل پر
طاری ہوجاتی ہے۔

اسکے علاوہ آپکے متعلق چند حکایتین اور بھی ملفوظ رحمانی مین منقول ہین اگرچہ وہ مولانا
صاحب کی کرامت کی دلیل ہین لیکن مولویصاحب پر جو نظر عنایت مولانا کی مبذول
تھی وہ انسے مترشح ہوتی ہے کہ کسقدر انکو انکی پاسداری مدنظر تھی اور کیسا دست
شفقت آپکے دوش مبارک پر رکھا تھا اور دلجوئی کی تھی اور انکو مولانا کیخدمت مین
کیسا تقرب و باریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایکبار مولوی عبداللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کچھ رنجیدہ ہو کر گھر سے نکل گئے
مولوی عبداللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنؤ
مین عیش باغ کیطرف چلدیے اور وہانسے بجاے گھر آنے کے مولانا کے حضور مین حاضر
ہوے اور دل مین نیت کی کہ بدون استفسار کے مین کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے
روبرو نہ اظہار کرونگا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کرلیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھدیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اسقدر ملول
کیون ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرضکیا۔ مولانا نے ارشاد کیا کہ
گھر جا کھانا کھا بھائی تیرا آتا ہوگا چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ مین
اسیوقت مکان آیا منشی محمد صالح صاحب بڑے بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا مینے
دلمین یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اوسی دم برادر محمد حسین آگیا۔
دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجشنبہ کے روز قریب
مغرب کے مولانا صاحب کے حضور مین حاضر ہوے مولانا صاحب نے پوچھا
کہ تمھاری والدہ بقید حیات ہین مولوی عبیداللہ صاحب نے عرضکیا کہ بفضلہ والدہ
اور والد دونون زندہ ہین مولانا عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم
ہے والدہ کو پوچھتا ہون اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہوگئے اوسی زمانہ مین
شاہ آباد سے خبر گئی کہ اسی روز آپکی والدہ نے انتقال فرمایا۔
مولوی عبداللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتون کا جسکا کہ ہم اوپر
اظہار کر چکے ہین اسجگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہین۔ شاہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی
نے فرمایا کہ مولویصاحب اپنے پیر و مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے
ایکروز مولویصاحب مولانا کیخدمت مین حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت
آپ نکاح کرلین مولانا نے فرمایا کہ میان عبداللہ اب باہ نہین ہے مولویصاحب نے
پھر کہا کہ حضرت نباہ ہوجائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔
حافظ غلام علیخانصاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایکروز مین مولوی عبداللہ صاحب
کے مکان پر محلہ مولارگنج مین حاضر تھا خلیفہ عبدالرزاق صاحب بھی تشریف لائے

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد تھے اسلیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور اندرون حویلی سے باہر آیا مولویصاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور حافظ صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانیکی قسم سے چانول کدو انڈے وغیرہ تھے جب کھانے کیطرف لوگ متوجہ ہوے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب سے کہو کہ خشکہ کھائین اور نہین کیا کدو کھائینگے خلیفہ صاحب بھی آنکی باتونپر ہنستے جاتے تھے۔

ایکبار مولوی صاحب لکھنو مین اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھانیکو بیٹھے جاڑونکا موسم تھا کھانیمین فصلی چیز کھچڑی بھی موجود تھی اس اثنا مین منشی صاحب کی اہلخانہ نے گھی لاکر منشی صاحب کیطرف زیادہ ڈالدیا مولویصاحب نے یہ دیکھکر کہا کہ بھائی مین کل روشن الدولہ کی کوٹھی کیطرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی جسمین گرتے گرتے بچگیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیون سے ظاہر کرکے گھی اپنی طرف گھسیٹ لیا اسپر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب اسطرح برابر کرادی اور گھی کل کھچری مین ملاکر برابر کردیا۔

حافظ غلام علیخان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنو مین ایک نواب جو شاہ اودہ کے عزیز تھے اُنکے کوئی اولاد نہ تھی انھون نے اپنی یہ تمنا مولویصاحب سے رجوع کی خدا کی دین کہ انکے یہان لڑکا پیدا ہوا وہ نواب مولویصاحب کے اور بھی زیادہ معتقد ہوے اکثر مولوی صاحب کیخدمتمین حاضر ہوتے ہاتھی وغیرہ پر سوار لوازمات رئیسانہ مین اعصا بردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولویصاحب کو نذرانہ مین اشرفی دیتے

ایکروز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا لے گئے مولوی صاحب نے اسکے کئی روز کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نوابصاحب کے یہان گئے نواب صاحب بالاخانہ پر رونق افروز تھے کمرہ کثرت اشخاص سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اٹھے اور کھڑے ہو کر تعظیم دی معانقہ کیا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جگہ سے بدقت تمام بیٹھ سکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی ہیکل جنکی مونچھین ٹری بڑی تھین بیٹھے ہوئے تھے اونھون نے نواب صاحب کے کانمین کچھ آہستہ سے کہا اسکے بعد خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جوابدیا کہ تم ملے ہم ملے نواب صاحب نے کہا کہ ہم اسلیے ملے کہ آج ہمارے یہان باباشجاع کی عید تھی مولویصاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہان خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا۔ اس جواب کو سنکر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور ان بڑی مونچھون والے صاحب سے کہا کہ مین جو کہتا تھا کہ یہ چوکنے والے انسان نہین ہین۔

منشی عیوض علیصاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایکبار مولوی صاحب کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت طالبعلم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کیطرف سے نکلے جملہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھیڑو کوئی شعر یا فقرہ ظرافت کا نکلے حسب حال کہنا چاہیے مینے عذر کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب نے مجھے مجبور کیا کہ بجز تمہارے اس مجمع مین اور کوئی اسکی لیاقت نہین رکھتا کہ مولویصاحب

پر پھبتی کہہ سکے مینے یہ شعر پڑھا ؎ پیری مین پھر ہے عشق حسین جوان ہوا ٭ بار دگر کیا دمین زور کمان ہوا ٭ یہ شعر پڑہتا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سوتے شیر کو جگا دینا تھا۔ مولوی صاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صدہا برجستہ شعر اور نثر کے نادر فقرات کی بھرمار شروع کردی گویا ابر نوبہار کیطرح برس رہے تھے اور ہم سبکو اس بوچھار مین بھگو رہے تھے ضلع جگت کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھون نے نہ ختم کردیا ہو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بلبل ہزار داستان چہک رہا ہے ہم سب لوگ بجز سکوت کے ایک بات کا بھی جواب دیسکی ایک ظریف بڑی حاضر جواب تھی جب اسنے مولوی صاحب کی برجستہ گوئی کی تعریف سنی تو انکے کلام سننے کی مشتاق ہوی اور خدمت مین حاضر ہوئی سلام کیا مولوی صاحب نے جواب دیا وہ بیٹھی رہی کچھ دیر کے بعد اوسنے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملا معلوم ہوتے ہین کچھ بولنے والے نہین ہین ابتک کوئی غیر معمولی بات مینے نہین سنی جب مولوی صاحب کو اسکے اس قصد سے آنے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب مین جاتی ہون آپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ مین انکی حاضر جوابی کی معترف ہوگئی ایکبار میانجی غلامی کے بھائی خلیفہ نتھون حاضر ہوے انھون نے بجاے سلام کے کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کرکے آ۔داب جواب دیا کہ جس سے دوسرے معنے پیدا ہوگئے اور خلیفہ مذکور بہت معقول ہوے۔

کرامت خان نے مولوی صاحب سے کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ایفا نہ کیا جب وہ آے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھون نے کہا کرامت مولوی صاحب نے اس لفظ کے دو ٹکڑے کرکے کہا کہ کرا۔مت اسپر وہ بہت نادم ہوے اور ہاتھ جوڑ کر

عدم ایفاے وعدہ کی معافی مانگنے لگنے۔
معشوق اللہ جو قصبہ کانٹھ کا رہنے والا آزاد فقیر ہے اوسکی عادت ضلع بولنے کی ہے
اور یہی ذریعہ اسکے سوال کا ہے جب وہ مولویصاحب کیخدمتمین حاضر ہوا مولویصاحب
نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنکر
فوراً جوابدیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور ماں کی نو مہینے کی محنت ہے مولویصاحب
نے کہا کہ حیضی ہوش گرتے ہی بولنے لگا ہے ذی ہوش کی رعایت فقرہ مین پنہان
تھی جو اسموقع پر نہایت لطف دیگئی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر مذکور سے کی تھی
مولویصاحب کے صدہا لطیفے اسطرح کے ہین جنکی نقل طوالت سمجھکر قلم انداز کیجاتی ہے
ورنہ نواب دوست علیخان سے مولویصاحب کے دلچسپ مکالمے کلکٹر صاحب سے
سوال وجواب ور دیگر بہت سی حکایتونسے راقم کو آگاہی ہے۔
مولویصاحب کا لکھنو مین قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و
صحرانوردی مین بسر کی لکھنو سے جب مولویصاحب وطن چلے آئے تو مکانپر محض توکل سے
گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھ انکی خاطر وخبرگیری کرتے تھے
حکیم علی حسین صاحب لکھنوی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیب تھے اونسے
اور مولویصاحب سے قدیمی مراسم تھے انھون نے مولویصاحب کی خوبیونکی تعریف نواب
خلد آشیان سے بیان کی نوابصاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولویصاحب کے بلونیکی اجازت
دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تحریک مولویصاحب کیخدمتمین کی اور سفر خرچ بھیجا۔ مگر
مولویصاحب نے توکل ہی کو پسند کیا اور غایت استغنائی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ اونسے
قدرشناس فرمانروا کی ذات سے قدر و منزلت اور مشاہرہ و منصب کی ہرطرحسے امید تھی۔

مولویصاحب کہا کرتے تھے کہ عبداللہ میرا نام ہی مولا گنج مین رہتا ہون جب انگر کو جاونگا
مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی مین خلافت کی سند تحریر کردی تھی
مگر منشی محمد صالح صاحب اور نیز مولوی عبداللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل نہوے
مولویصاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالبعلم گلزار دانش کا یہ فقرہ
عندلیب آتشین نفس تپش قلبی بر شاخسار خیال آن گلرخ بہ نغمات سوز
وگداز قفس را برتنگ چرس آب نشین خاموش میگرداند۔ پڑہ رہا ہے
اور مولویصاحب اسکی یون ترکیب ومطلب سمجھا رہے ہین ے سیکڑون آہین
کرون پر ذکر کیا آواز کا پتیر جو آواز دے ہے نفس تیر انداز کا۔
عندلیب کیسا آتشین نفس اور وہ کسکا تپش قلبی کا جو گلرخ کے
شاخسار خیال پر نغمات سوز وگداز سے اپنے قفس کو مثل چرس
آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولویصاحب سبق پڑھاتے جاتے تھے
اور صدہا اشعار برمحل پڑہتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ اللہ کہتے جاتے۔
مولویصاحب جو اشعار پڑہتے تھے اونمین سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے
حوالہ قلم کیے جاتے ہین ے

عشق مین نسبت ہے کیا بلبل کو پروانہ کیساتھ	وصل مین مرجاوہ یہ ہجر مین جلتی رہے ہے
ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو	کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کرلو تیر کو
دور سے سمجھے تھے ہم سنجاف کی تحریر ہے	پاس جا دیکھا تو خون عاشق دلگیر ہے
سال آیندہ تلک گلہ بھرا رہا	عید آئی اور تو گلے نہ ملا

مولوی صاحب اگرچہ شاعر نتھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کرلیتے تھے مولوی عبدا

کی قلم کا ایک مسودہ جسپر انھون نے سرخی (اشعار متفرقات من عبد اللہ) لکھی ہے اسوقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر انکے یادگار تحریر کیے جاتے ہین۔

دیدنی سب خدا کی صنعت ہی جتنی شئے ہی خدا کی قدرت ہے۔ نام اللہ کا تو لے ہر دم

نہ ہے تجھیہ کوی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے اسی پر قصہ و کہانی ہے

کوئی جا کر کے پھر نہین آیا حد سے خوشتر مکان وہین پایا مرنیسے پہلے نفس مرجاے

نام اپنا یہان بھی کرجائے

فرمانبر رحمان ہین عصیان کسے کہتے ہین
ہر شیے کا محیط حق ہی بطلان کسے کہتے ہین

اول وہی آخر وہی باطن وہی ظاہر وہی
خود آپ نمایان ہے پنہان کسے کہتے ہین

عبث دنیائے دین کی یہ ہوس ہے
جو بر حق موت ہے اللہ بس ہے

تو آپ ہی شوق سے کر پاس انفاس
جو عرفان کی تجھے کچھ دسترس ہے

رہائی کا نہ کر احسان صیاد
کہ آپ ہی ٹوٹنے پر یہ قفس ہے

بھری ہے فوج عشق عاشق کے دلمین
یہ دم کی آمد و شد اک جرس ہے

جسے ہے کوچۂ جانان میسر
تو کونین اسکے آگے خار و خس ہے

تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ ہر دم
کہ بدلا ایک نیکی کا تو دس ہے

نہو تو نفس امارہ کا پیرو
جو کچھ بھی معرفت کی تجھ مین کس ہے

فیض مولانا سے حاصل دلکو نفی غیر ہے
ظاہر و باطن ہمین باغ ارم کی سیر ہے

مولوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ مویصاحب کا صبر تخلص تھا اور غزل مندرجۂ ذیل انھین کی ہے ؎

فکر دل سے عاشق ناشاد جو چاہے کرے
کچھ نہوگا وہ ستم ایجاد جو چاہے کرے

چاہ کنعان مین گرا دین ماہ کنعانکو عزیز | حق یہ ہی تقدیر کی افتاد جو چاہے کرے
کب ہلا سکتا ہے پابند علائق ہاتھ پاون | آدمی ہو جس گھڑی آزاد جو چاہے کرے
ہم تو خواب وصل مین تھے دی موذن نے اذان | قہر اس کمبخت کی فریاد جو چاہے کرے
جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے | دخل کسکو صانع ایجاد جو چاہے کرے
دیکھ لینگے کھینچکر لاویگا جب اسکی شبیہ | دعوے باطل ابھی بہزاد جو چاہے کرے
ہاں خدا شاید کہ اس سے عشق صادق ہو مجھے | تہمت بے اصل و بے بنیاد جو چاہے کرے
کوہ کاٹا سب نے تکلف سر تراشا بے دریغ | تیز دستی تیری اسے فرہاد جو چاہے کرے
کشور دل بھی ہمارا ہے مگر اقلیم ہند | اے بتو اسکو خراب آباد جو چاہے کرے
گھر کی جنت بھی گئی تو نے خدائی خوب کی | سچ ہے نادان کی سمجھ شداد جو چاہے کرے
نزع مین آیا ہی دینے کو مبارکباد مرگ | وہ ستم ایجاد ہے ایجاد جو چاہے کرے
پر کترکے ذبح کردے بیچ لے یا چھوڑ دے | بلبل اسکے بس مین ہے صیاد جو چاہے کرے
چاہ بابل سے فرشتونکو یہ آتی ہے صدا | قہر کا پتلا ہے آدمزاد جو چاہے کرے
زندگی بھر ہو گئی پوچھا نہ اکدن آپ نے | مرگئے پر صنم ہمکو یاد جو چاہے کرے

مولویصاحب کی بزم مین یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سننے سے نہایت دلچسپی تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل انہین کی ہی مگر چونکہ اسمین تخلص نہین ہی یہ نہین کہا جاسکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی ہ

پس از مردن مجھے یاد آگیا جانانہ تربت مین | موذن صبح کے اٹھ بیٹھا مین جیتا یا نہ تربت مین
وہان بھی ہم جمالیونگے نقشہ دل لگانیکا | فرشتونسے رہیگی صحبت یارانہ تربت مین
مزار اپنا اہی جا ہو جہان قصر حسینان ہو | نہین رہنے کا یہ وحشی دل دیوانہ تربت مین

عوض مے کے پینگے واں بھی بس ہم خون دل اپنا لگا کر منھ سے رکھنا ساقیا پیمانہ تربت مین
جو فرش گل پہ رہتے تھے وہ زیر خاک سوتے ہین بچھاتا کون ہی اب مسند شاہانہ تربت مین

مولویصاحب کے شاگردون مین ایک مولوی محمد یار خان تھے جو شاہ آباد محلہ کھتہ مین رہتے تھے انھون نے ایک رسالہ دینیات مین موسومہ بہ تنسیم جنت نظم کیا ہی راقم نے اسکو دیکھا ہے اچھا رسالہ ہی اسمین مولوی عبداللہ صاحب کی مدح مین چند شعر لکھے ہین اور وہ یہ ہین۔

دوسرے استاد میرے باتمیز ہین عنایت سے بڑے ہر دلعزیز
نام عبداللہ مولانا مگر ہے توکل جنکو تجھ سے خاصکر
رویت دیدار سے اے بے نیاز روز محشر انکو کرنا سرفراز

مولویصاحب کے لوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علیخان موخیل وغیرہ نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولویصاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہوا شعر پڑھتے تھے ؎ یہی مسکن ہی ہمارا یہی ہوگا مدفن ✲ یا گلی دوست کی یا یار کے گھر کا آنگن دوست کی گلی سے مراد نواب دوست علیخان کی اراضی اور زمینداری سے ہے اور یار کے آنگن سے مطلب ماہیار کے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۲۹۶ھ مین مولویصاحب کا اکیسوا ایک برس کی عمر مین جب وصال ہوا تو ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولا گنج مین شاہ مدن صاحب کے مزار کے پورب جانب چند گز کے فاصلہ پر مدفون ہوے مزار خام ایک چبوترہ پر لب سڑک واقع ہے۔

میر نجف علیصاحب نے آپکی رحلت کا قطعۂ تاریخ قرآن مجید کی آیت مین یہ نظم کیا ہے ؎

چو شد عازم خلد عبداللہ شہ ملک دین بہر وصل حبیب
نجف گفت از بہر تاریخ سال کہ نصر من اللہ فتح قریب
۱۲۹۶ھ

خانبہادر حکیم خادم حسین خانصاحب

آپ محمد حسین خانصاحب اختیارپوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خانصاحب کے بھتیجے ہین۔ جب لڑکپن مین آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ کے عم نامدار حاجی محمد حسین خانصاحب کو جو ایک درویش سیرت رئیس تھے آپ کی تعلیم و تربیت کیطرف توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابین قاضی کاظم علیصاحب سے پڑھین اور عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی۔ جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا کے شاگرد ہوکر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ مین افسر الاطبا صاحب ممدوح والی نرسنگہ گڈھ کے ملازم و معالج تھے لہذا استادی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگہ گڈھ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کیطرف رجحان ہوا اور آگرہ جاکر ڈاکٹری مین دستگاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب مین ہوشمندی و مستقل مزاجی و سلیم الطبعی کے آثار نمایان تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکرٹری مینونسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوے اور سرکار کیطرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے۔ پندرہ بیس برس تک ان دونون عہدون کے فرایض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ پبلک مین نیکنامی اور گورنمنٹ مین کارگذاری ثابت ہوئی اسی سلسلہ مین کاگس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی کے آپ معتمد ہوگئے اور ایسی موافقت آئی کہ وہ مینونسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات مین آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے۔

اسمین شک نہین کہ مینونسپلٹی شاہ آباد مین جو ترقیان ہوئین وہ آپکی حسن تدبیر کا نتیجہ ہین۔ بڑی ہوشیاری و تدین سے کام کیا۔ مینونسپل کے خدمات و آنریری مجسٹریٹی کے بے لگاو فیصلونکے صلہ مین گورنمنٹ نے مستحق سمجھکر سنہ ۱۹۱۰ء مین آپ کو خطاب خان بہادری مرحمت کیا اس خوشی مین کہ اسپنے وطن اور قوم افغان مین آپ ہی پہلے خان بہادر ہوے ایک جلسہ عطاے خطاب کا منعقد کیا گیا بعض اشخاص نے تقریرین و اشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھکر حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اسجگہ مناسب معلوم ہوتی ہے ؎

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت | از لطف کبریا شدہ آن زیب بخش صدر
از بہر سال نیک مظفر چو فکر شد | آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

ایضاً اردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا | ہر ایک قلب مین اس سے خوشی نے پایا محل
جو فکر سال مظفر ہوئی ندا آئی ؎ | ہوے ہین خان بہادر حکیم صاحب عقل

حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے ہمچشمون مین وہ اہل الراے اور معاملہ فہمی مین عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی وقفیت ہے کیونکہ بارہا مبادلہ خیالات کا موقع ملا سفر حضر مین ساتھ رہا دلی دربار مسند نشینی والیہ بھوپال مین ہمسفر ہونیکا بھی اتفاق ہوا صنعتی و تجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ سمجھنے اور اس سے کام لینے مین بڑی مداخلت تھی اور ان فنون کیطرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نمایش الآباد جو اس قسم کی اشیاء مین بے نظیر اکزبیشن ہوئی ہے حکیم صاحب اسمین بجاے سیر

وملاقاتون کے انھین چیزون کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھون نے کبھی پاپتا بہ بننے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخی اور اوسکے درست کرنیوالے آلات کا کارخانہ کھولدیا۔ ہومیوپیتھک معالجات مین اسقدر قابلیت پیدا کرلی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاہ عام کی ضرورت سے اوسکا شفاخانہ بھی کھول رکھا تھا اور دوا بلاقیمت تقسیم کیا کیے۔ قلمہاے انبہ کے کارخانہ مین بھی ترقی پیدا کردی اور فہرست انبہ مین بھی جدت دکھلادی قومی کامون مین قابل لحاظ جامع مسجد کا گنج اور اسکی دوکانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جو اہل برادری مین کمی ہوگئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ ان دوکانات زیر تعمیر مین جو کمی رہ گئی ہے اسکا پورا کرنیوالا کوئی میسر نظر نہین آتا۔

نوایجاد چیزون کی ماہیت اور انکے منگانیکی طرف آپکو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے کے لیے نوایجاد مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ کئی ماہ تپ دق کے مہلک امراض مین علیل رہکر ۶ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء یوم جمعہ کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل ولایق شخص کے مرنیکا عام طور پر افسوس کیا گیا ؎ (کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم کیے ہین منجملہ انکے ایک یہ ہے ؎

عقیل وجوان عمر خان بہادر ... زدنیاے دون رخت ہستی بہ بستہ
بدل بستگی ہاے جنت قرین شد ... دل خاندان را زغمہا شکستہ
مظفر پے سال تاریخ جستم ... نداشد جوانمرگ ذیعقل رفتہ
۱۹۱۵ ء

آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہہ انسان تھے

افسوس کہ وہ بھی جوانمرگ ہی چل بسے حکیم صاحب کی اولاد مین چار فرزند ہین منجملہ انکے خلف اکبر اعجاز حسین خان ہین جو نیکبخت و ہونہار نظر آتے ہین۔

اشرف یار خان صاحب

آپ اعظم خانصاحب رئیس سیدخیل بسے کے بھائی امانت خان کے خاندان مین ہادی یار خان کے بیٹے ہین۔ اور ذہین تیز فہم انسان ہین۔ موزون طبعی کا حصہ بھی پایا ہے اشرف تخلص کرتے ہین منشی امیر احمد صاحب مینائی سے اصلاح سخن حاصل کی اس امر کا مجھ کو ذاتی طور پر علم ہے کیونکہ ایکبار آپ نے کوئی غزل بغرض اصلاح مجھ سے خط مین لکھاکر جناب منشی صاحب موصوف کو بھیجی تھی اور جناب منشی صاحب مرحوم نے اسکے جواب مین جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا اسمین خاکسار کو بھی سلام مسنون سے سرفراز فرمایا تھا جب سے آپ ریاست مہیوہ مین ملازم ہوے ہین اپنی خوش تدبیری سے وہان کے کاروبار مین رونق پیدا کردی اور آپ کی کارگذاری پر اسقدر اعتماد ہوگیا ہے کہ مثل ایک ممبر خاندانی مانے جاتے ہین اور ایک ہندو ریاست مین مسلمان حیثیت سے کمال ترقی کی ہے۔ کلام بیاض کی صورت مین جمع نہین کیا اسلیے جو اشعار یاد تھے نذر ناظرین کیے جاتے ہین۔

رباعی

گدا می یوسف ثانی سراپا نور می آید	کہ بہ از روز در چشم شب دیجور می آید
باستقبال جان عبد از تن میرود بیرون	سرور قلب غمگینم مگر مسرور می آید
شب وصل دست تمنا کے ہاتھون	سپہلے گا نہ پھیلا پن کسیکا
پس مرگ اک داغ کافی ہے اشرف	کریگا یہی نام روشن کسیکا

نواب عنایت علیخانصاحب

آپ بھی باشندگان شاہ آباد مین خلیق وخاطر نواز انسان ہین۔ ابتدا سے آپ مین خوش عقیدگی کا مادہ تھا لہذا آپ بڑے عقیدت سے حاجی وارث علیشاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید ہوے اور پیر پرستی کرتے رہے اکثر اپنے پیر ومرشد کا ذکر خیر بڑے خلوص وارادت سے کرتے ہین اور نہایت عقیدت مندی سے فاتحہ وایصال ثواب مین سرگرم رہتے ہین۔ جس بزم مین آپ رونق افروز ہوتے ہین۔ ہمین آپکے ہم مذاق احباب کو خاص دلچسپی ہوجاتی ہے اور وہ مجمع نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپکی طرف مخاطب ہوجاتا ہے۔ اس امر سے آپکی ہر دلعزیزی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ عدالتی معاملات اور قومی مقدمات مین آپ گرمجوشی ظاہر کرتے ہین اور اسبارہ مین جیسا کہ لوازمات بشریت مین ستہ ضروریہ کا تعلق ہے اسیطرح آپکی شرکت بھی ضرور ہے خوش مزاجی آپکی طینت کا اک جزو اعظم ہے اسلیے پرلطف اور برمحل حکایتین بیان کرکے اپنے زندہ دل دوستونکو محظوظ ومسرور کرتے ہین جب سے راقم نے یہ تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اس زمانہ سے اوسکی طرف آپکا رجحان رہا بار ہا اسکی تکمیل کے بارہ مین دریافت کیا اور شجرہ دلیر خانی مین اپنے نام داخل کرنے کے بابت بہت اصرار رہا۔ ایک حد تک یہ ذوق آپکا سلیم بھی ہے کیونکہ اس کتاب کے ذریعہ سے بزرگونکے وہ حالات جو کبھی نہین سُننے تھے اور نہ وہ کتابین آپکے دیکھنے مین آئی تھین آپکو معلوم ہوجائینگے اور آپکی ذاتی وقفیت مین معلومات کا ایک بین اضافہ ہوجائیگا جو آپکو آیندہ کسی مجمع کے روبرو بیان کرنیمین بہت مدد دینگے۔ اس لگاو سے آپکا تذکرہ اس کتاب مین درج

ہوتا مناسب تھا کیونکہ آپ اسکے بڑے شایق اور نہایت قدردان ہین۔ آپ اس
دائمی یادگار کی فہرست مین آپکا نام ہمیشہ نظر آے گا۔ نواب دلدار خانصاحب رئیس
چھوٹی ڈیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہین
راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس کا ہو نمین پیش کیے ہین اس ثبوت مین
دکھلاے تعلقہ باسط نگر کے متعلق دیوانی مین دعوے بھی دائر کیا تھا اور اس
علاقہ سے سو روپیہ ماہوار گزارہ بھی پاتے ہین۔ حکام نے کچھ اراضی مثل باغ وغیرہ
اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہین۔
شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۴۱۔ انجمن ہند ضلع ہردوئی سے آپ نے لکھایا ہے۔

نواب دلیر خان

دلدار خان

سعادت خان

بندہ علیخان

احمد علیخان	خادم علیخان
دوست علیخان	حمایت علیخان
حسن علیخان	عنایت علیخان
لطیف النسا بیگم	آپ کے دو فرزند
لا ولد رہین	راحت علیخان و
	محفوظ علیخان ہین۔

محرم میں سب سکہ رائے کا جھگڑا

محرم ۱۲۶۳ھ ہجری کو شاہ آباد مین سب سکہ رائے اور تعزیہ دارون سے جھگڑا ہوگیا تھا اس زمانہ مین چونکہ انگریزی عملداری ملک اودہ مین نہین ہوئی تھی اور یہان نوابی تھی اسلیے فریقین نے شاہ اودھ کی سرکار مین نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجبی کر کے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسل اسوقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کر کے تحریر کیے جاتے ہین۔

مسلمانون نے جو عرضی دی تھی اوسکا مضمون یہ تھا۔ سب سکہ رائے کایستھ نے مع اپنے بھائیون کے امام عالیمقام کے علمون اور تعزیون کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے ۶ تاریخ محرم کو نواب دوست علیخان کے علم اٹھے تھے اس وقت بھوانی دین دائم الخمر نے نہایت بیباکی سے ایک علم ہاتھ مین لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر حقہ پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا اجا بجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانون نے یہ اسنے غم کے موقع پر اسکی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھکر خون جگر کھایا مگر اسکی حکومت کیوجہ سے دم نہ مارا، محرم کو جب بڑی ڈیوڑھی کے علم اوٹھے تو سب سکہ رائے گھوڑے پر سوار ہو کر علمون کے آگے پھرتا رہا اور جب واپسی مین علم اسکے دروازہ پر سے ہو کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چبوترہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حقہ پیتا رہا اسکے یار و مصاحب بھی مونڈھون پر بیٹھے اور حقے پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانو کو یہ امر نہایت شاق ہوا مگر چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسوین محرم کو اہل اسلام تعزیون کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سب سکہ رائے

نے منادی کرائی کہ اگر آج کے دن کوئی تعزیہ اُٹھایا جائے گا تو اسپر پانسو روپیہ
جرمانہ ہوگا مسلمانون نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام
کے وقت دوبارہ اسنے حکم دیا کہ اسوقت تعزیے اٹھلے جائین مگر شب مین بغیر
سامان روشنی کے تعزیہ اوٹھانا مشکل تھا اسوجہ سے سب نے عذر کیا کہ ۱۱ تاریخ کو تعزیہ
دفن کرنیکا دستور نہین ہے سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تعزیہ دفن کردیے جائینگے
مگر سب سکہ راے نے ۱۱ محرم کو چند تعزیہ بزور حکومت اٹھوادیے جب مسلمان
انکے پاس سمجھانے کو گئے تو اُنکے بھائی ٹکیٹ راے نے کہا کہ ہمکو تعزیون کا آج کے
دن اٹھوادینا منظور تھا وہ تعزیے ہمنے اٹھوادیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا
ہوگیا باقی تعزیے ہمارے کیر پر ہین چاہین اٹھین یا نہ اُٹھین ایسا سخت و فحش
کلمہ سنکر مسلمانون کو تاب نرہی اور انکی رگ حمیت جوش مین آگئی اور عام بلوہ ہوگیا
اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والونکے نام یہ ہین نواب رعدانداز خان نواب
امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کرامت خان بخش اللہ خان۔ عنایت
خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔
اور سب سکہ راے نے شاہجہانپور جاکر وہانکے صاحب مجسٹریٹ کی معرفت جو
عرضی سرکار اودھ مین بھجوائی تھی اُسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد بیس سال کے عرصہ
سے نائب تحصیلداری و تحصیلداری کے عہدہ پر عاملون کیطرف سے پرگنہ شاہ آباد
مین مقرر رہا ہے اسعرصہ مین مجھپر رعدانداز خان و امیر حسین خان رئیس شاہ آباد
اور شیخ علی محمد مردہہ اور کرامت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور
ہیمراج نے نہایت ظلم کیا ہے ابکی محرم کو رویت ہلال مین اختلاف رہا بعض جگہ ۲۹

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا ۸ محرم کو ایک خط حافظ سید عبد اللہ چکلیدار ساتڈی وغیرہ
کا پھرات رہے آیا کہ دار السلطنت لکھنؤ مین ۲۹ کا چاند دیکھا گیا لہذا اسکی اطلاع
عام شاہ آباد مین کرادینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیہ داری کا انتظام کیا جائے
چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیسان شاہ آباد کو اطلاع دی اور انھون نے
اعلان کرادیا ہیراج جو میری کارگذاری پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسنے
سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سب شرارت وسرکشی
اسیکی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکانپر چڑھ آے مینے دروازہ بند کرلیا
اور معہ اہل وعیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر مین چھپ رہا مگر مدعا علیھم نے
زور کرکے کواڑ ڈالے اور حویلی مین چلے آے اور سب اسباب لوٹ لیا میرا اور میرے
بھائی کا سامان قریب ستر اسی ہزار روپیہ کے ہوگا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی
ٹکیٹ رائے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات جسمین اسناد معافیات وغیرہ کے تھے وہ
بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۱۳ محرم کی شب مین معہ عیال واطفال کے بیک بینی ودو
گوش شاہجہانپور بھاگ آیا یہان عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہی امیدوار ہوں
کہ متمردون کا تدارک ہوکر میرا اسباب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ فہرست
اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جسمین زیور کپڑہ وغیرہ کی تفصیل ہی اسکی نقل موجب طلب الیہ
اسیطرح بھوانی دین اور سب سکھ رائے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھ سے رعایا
در وسائے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا امسال مجھے خیر خواہ وکارگذار سمجھکر دوستی علیخان
تعلقدار پاسط نگر نے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا
علی محمد مردھہ اور ہیراج سیکولال مہاجن نے بوجہ اپنی مہاجنی کے میرا مقرر ہونا مضر سمجھا

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھین اشخاص نے سبکو آمادہ کرکے میری خانہ بربادی
کرائی اور ان ہر سہ بد باطنون نے زعداندازخان اور امیر حسین خان کے پاس جاکر مشورہ
کیا اور انکو اپنا ہمخیال کرکے دو تین ہزار پٹھان اور شیخ اور جلاہے لیکر ۱۱ محرم روز
چہارشنبہ کو دوپہر کیوقت میرے مکانپر چڑھ آئے اور بلوہ کیا ٹیکسٹ رائے برادر حقیقی
سب سکہ رائے اور جانکی پرشاد خویش سب سکہ رائے اور منگلی خدمتگار کو مجروح کیا
مگر بنجو خان ساکن موضع گڈھی چاندخان نے معہ اپنے عزیزونکے ان زخمیونکی حمایت
کرکے بچا دیا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔

اس دوران مین امجد علیشاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علیشاہ
بادشاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تاجدار آخری کے روبکاری سے علی محمد امین
کے نام حکم صادر ہوا کہ درنیولا بھوانی دین برادر سب سکہ رائے بذریعہ چٹھی صاحب
مجسٹریٹ ضلع شاہجہانپور کے حاضر سرکار ہوا اور اسنے عرضی استغاثہ کی گذرانی اور
پرچہ اخبار ۱۱ محرم ۱۲۶۳ھ کا بھی ملاحظہ سے گذرا لہذا حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات
واقعی کرکے تصفیہ اس مقدمہ کا کرادو اور کیفیت راست براست بارگاہ مابدولت
مین ارسال کرو توقف و تاخیر نہو ۱۶ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ مطابق سنہ احد جلوس والا
اسکے بعد اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہانپور مین سب سکہ رائے کے پاس
بھیجدیا گیا اور مقدمہ خفیف ہوکر باہم رضامندی ہوگئی سب سکہ رائے نے چکلیدار
پھری کی ملازمت کی اور کچھ عرصے کے بعد پھر سب سکہ رائے نے شاہ آباد آکر پہانگلی
چکلیداری مین نوکری اختیار کی اور فریقین مین ایک دوسرے سے کوئی نفسانیت
باقی نرہی۔ اور یہ معاملہ رفت وگذشت ہوگیا۔

محرم ۱۳۲۲ھ مین بعض جہلا کی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے فیما بین
جھگڑا ہو گیا اور مہینون عدالت مین فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بناے مخاصمت یہ تھی
کہ ساوھو رام تعزیے کے نکلنے کیوقت قصداً چارپائی پر بیٹھے اور مسلمانون نے کہا کہ یہ امر
ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے ادہر سے اٹھنے کا اصرار ادہر سے بیٹھنے کا اظہار رہا
نوبت مجادلہ کی پہونچی فریقین کے لوگ زخمی ہوے قاضی مصطفےٰ علیصاحب ڈپٹی کلکٹر اور
انور علی صاحب تحصیلدار یوسف علیخان صاحب انسپکٹر موجودہ حکام نے رفع دفع کیا
رادھا رمن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھون نے پوری توجہ کی السپ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ
کے اجلاس مین مقدمہ پہونچا مہینون روبکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی
سی فوجداری ہو گئی سجاد نام ایک شخص کام آیا پھر مقدمہ مین طول ہوا مگر ساوھو رام
سرغنا اور چند ادہر ادہر کے لوگون نے سزا پائی ہزارون روپیہ مسلمانون کیطرف سے
خرچ ہوا اسیطرح پریشانی و مصارف بیجا فریق ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے۔
باہمی نارضامندی سے سال گذشتہ مین چہلم نہین ہوا مگر امسال ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر
خود شاہ آباد تشریف لاے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے مع الخیر
محرم کے مراسم ادا ہوے اور چہلم مین بھی تعزیہ داری حسب دستور قدیم ہوئی
راقم کی راے کے نزدیک دونون گروہ آپس مین مل جل کر بسر کرین اور ایک دوسرے کے
مذہبی ارکان مین مداخلت کرنا ناجائز سمجھین اور بیجا سخن پروری و نفسانیت سے دور رہین
اتفاق بڑی اچھی شے ہے ہندو اور مسلمان دونون ایک ہی خدا کے بندہ ہین

چراغ بتکدہ و شمع خانقاہ یکیست
اگرچہ دیدہ دو آمد ولے نگاہ یکیست

تقریظ خاتمۂ کتاب

نوشتہ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ پنشنر سکریٹری انجمن تعلقہ داران اودھ

میرے معظم و مکرم جناب منشی مظفر حسین خانصاحب سلیمانی رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی مُصنف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھلایا اگرچہ ہمین شجاعان قومی و دلیران ملکی کے کارنامے درج ہین کہ جنکے پڑھے بغیر شگفتگی خاطر نہین ہوتی جسقدر انکے مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اسیقدر شوق بھی بڑھتا جاتا ہی۔ ایک تو فخر زمانہ بعدیل ویگانہ امراے نامدار و مشاہیر عالیمقدار کے جو حالات درج کیے گئے ہین انکی دلچسپی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی خصوصًا راستبازی و احتیاط و سچائی نے از خود رفتہ بلکہ اسکتاب کا مدّاح و شیدا بنا دیا۔ تاریخ نویسی کے جو فرائض منصبی ہین اس شاہراہ سے معزز مصنّف نے سر مولغزش نہین کی۔ مگر افسوس کہ عدیم الفرصتی کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کرنیکا مجھے موقع نہین ملا لیکن جہانتک مجھے استفادہ ہوا ہے مین کہ سکتا ہون کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے قابل اعتبار و لایق وقار ہے ناواقفان علم تاریخ کے نزدیک بخیال اس زمانہ موجودہ کے اگر لگلے واقعات مین کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیّر کا مقام نہین مگر جن حضرات کو علم تاریخ سے خلقی شوق و دلچسپی ہے اونکے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لایق وقار ہین۔ علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابون کا حوالہ بھی جو اپنی دور اندیشی

سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے۔ مُصنّف صاحب کی ذاتی لیاقت و
قابلیت کے مقابلہ مین یہ تصنیف کچھ تعجب خیز نہین ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و
نیاز قدیم کیوجہ سے چونکہ درجہ نیازمندی و وقفیت کا اعزاز حاصل ہے لہذا وثوق کے
ساتھ تصدیق کیجاتی ہے کہ معزز مُصنّف اپنے آپ ہی عدیل ہین بلکہ ہمارے قصبات
مین فخر بین الاقران والامثال اگر کہا جاے تو بجا و درست ہے۔
خداوند کریم لایق مُصنّف کی عمر مین برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے
راقم بندہ محمد نصرت علی۔ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

تقریظ نثار مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شررؔ لکھنوی مُصنّف فردوس برین، منصور موہنا، افسانۂ قیس وغیرہ

شاہ آباد ضلع ہردوئی سے خوانین ہند کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگزیب
عالمگیر کے عہد مین پٹھانون کے نامور خاندانون کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی ہی جن خاندانون
سے اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظفر حسین
خانصاحب سلیمانی ہین مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ واقف ہین آپنے
اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و تفتیش اور جستجو سے مرتب کی ہے جو
دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک مہتم بالشان اور معتدبہ حصہ ہے زیادہ
خوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھا ہے جسنے اس تاریخ کو معتبر اور قابل وثوق
ہونیکے علاوہ بہت کچھ دلچسپ بھی بنایا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

اور دلچسپی سے مطالعہ فرماوینگے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر
مبارکباد دیتا ہون اور اونکی اس مشقت کو اسلامی لٹریچر مین ایک قیمتی اضافہ تصور
کرکے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہون اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات
کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کرینگے۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر لکھنوی ۲۳ نومبر ۱۵ سنہ ۱۹ء

تقریظ جناب حکیم محمد علیخانصاحب اڈیٹر مرقع عالم و مصنّف جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحای عالم و آنریری مجسٹریٹ ضلع ہردوئی

نامۂ مظفری۔ یہ ایک مفید و بکار آمد تاریخ ہے جسکو میرے قدیمی عنایت فرما و لایق دوست
مولوی مظفر حسین خانصاحب شاہ آبادی نے حال مین تصنیف فرماکر ملک کے سامنے
پیش کیا ہے باعتبار زمنہ کے اگر دیکھا جاوے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات او رحالات
سے تعلق رکھتا ہوگا یا موجودہ یا آیندہ آنیوالے واقعات سے۔ آنیوالے حادثات کا
علم تو عالم الغیب کے سوا کسیکو نہین۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہین۔ بہرحال
اگر کوئی سبق کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھاسکتے ہین تو وہ گذشتہ واقعات
ہی ہین جسکا دوسرا نام تاریخ ہے۔ آسمانی کتابون کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے
لیکن ان سب کو گذشتہ واقعات ہی سے مملو پائیے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز مین ہے
تو وہ تاریخ ہے۔ شاہ آباد شریف اور بہادر پٹھانون کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک
عرصہ تک گمنامی مین پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیئے کہ انھون نے

اپنی محنت وتلاش وکوشش سے اسکو معرض گمنامی سے نکالکر اس شہرت تک پہونچایا کہ جو ایک مشہور مردم خیز سرزمین کے لیے ہوسکتی ہے بڑے بڑے شہرونکی تاریخ لکھنی بہ نسبت اسکے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیون کے حالات لکھے جائین اور میرے خیال مین یہ انسے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہرونکے حالات سے تاریخین بھری ہوی ہین چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام وحالات صفحۂ دنیا سے مٹتے جلتے ہین۔ مبارک ہین وہ لوگ جنھون نے اسطرف توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور وہانکے باشندے خواہ وہ زندہ ہون یا مرگئے جنکے واقعات وکارنامے قیامت تک باقی رہنے کے لیے تاریخین مدون کر دیے گئے ہم اپنے دوست منشی مظفر حسین خان صاحب کے مشکور ہین اور داد دیتے ہین کہ انکی اس محنت وجانفشانی سے فن تاریخ مین ایک قابل قدر اضافہ ہوگیا جو سب سے زیادہ ابنائے وطن اہالیان شاہ آباد کو ممنون ہونا چاہیے اس تاریخ کے ذریعے سے اونکے آبا واجداد اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات وکارنامے اونکو اور اونکی آیندہ نسلون کو نصرت یاد دلانے کے لیے بلکہ فخر کرنے کے لیے محفوظ رہ گئے۔

قطعات طبع کتاب ھذا

چلکیدہ کلک دُر بار طرازیدہ خامہ عجوبہ نگار بدر سماء تحقیق مرکز دائرۂ تدقیق شہریار ملک سخندانی فرمانروائے اقلیم خوش بیانی کشاف غوامض عقلی و نقلی حضرت ثریا قدر میرزا محمد تقی علی بہادر دُر درج سلطنت عظمےٰ برادرزادہ و خویش حضرت سلطان عالم محمد واجد علیشاہ بادشاہ پنجم ملک اودھ و خلف شاہزادہ عالم و عالمیان سلیمان قدر میرزا محمد حسن علی بہادر مرحوم مغفور خلف حضرت محمد امجد علیشاہ جنت مکان اعلے اللہ مقامہ فی بساتین الجنان بادشاہ چہارم ملک اودھ خلف حضرت محمد علیشاہ فردوس منزل نور اللہ مرقدہ بادشاہ سوم ملک اودھ بانی حسین آباد مبارک از نسل محمد قرا یوسف ترکمان ملقب بہ بادشاہ گر۔

مشہور ہین جو منشی مظفر حسین خان
تاریخ ایک لکھی ہے بمثل و انتخاب
آفت کی فکر اور بلا کی تلاش ہے
لکھدو ثریا سال دعائیہ بہر طبع

واقف ہے یہ نحیف بھی اُن خوشخصال سے
کچھ ربط و ضبط جسمین ہین بار یک بال سے
تحقیق وہ کہ جو نہ بڑھی اعتدال سے
محفوظ رکھے رب الخفین عین الکمال سے
۱۹ ۶ ۱۵

ایضاً

ہوا ہی کیا مرتب نسخۂ تاریخ اں وزدن
بیان ایسا کہ فیضی گو مین سجبھے نہ ہو جائے

ہر از خوبی سراسر ہی تہی حالات لا یعنی
زبان ایسی کہ جسکی مدح خوان ہو روح خاقانی

ثریا طبع کا سن کردو قلب طبع سے موزون	لکھے حالات وہ جنگو کہین نقش سلیمانی ۲۳ ۱۳

ایضاً

آن مؤلف خوش نوشتہ جملہ حالات وطن	غیر ممکن میشود تعریف ومدح و وصف او
از پے تاریخ ختمش فکر کردم ناگہان	اے ثریا زد ندا ہاتف باین صورت بگو
بدبیک مصرع دو صنعت صوری و ہم معنوی	شد مزین سال فضلی سیزدہ صد بیست و دو ۲۲ ۱۳

ایضاً

ساقیا برخیز و جام بادۂ اسمر بیار	تا بجا آرم حواسم ہم دل رفتہ ز کار
گفتہ تاریخ وطن لایق مظفر بے بدل	کردہ احسان لاجرم این بر صغار و بر کبار
ہر سطر چون سنبل تر سر بسر زلف حسین	ہر ورق چون برگ گل گلرنگ یا رخسار یار
دیدنش بر کثرت سر سبز و شادابی او	بلبل سدرہ ندارد رشک باغ پر بہار
صوری و در معنوی گویم ثریا سال طبع	یکہزار و نہ صد و ہفتاد و یک سمت شمار ۱۹۷۱ سمت

از عالیجناب فضل الدولہ مظفر الملک سید فضل علیخان بہادر شوکت جنگ خلف الرشید حضرت آسیر لکھنوی

این مظفر نامۂ نامی است مملو از صفات	دفتر خوبی بصد حسن تکلم طبع شد
فضل از سر چون قلم این سال تاریخش نوشت	فرد عالم نامۂ اعمال مردم طبع شد ۱۳۳۳ھ

از عالیجناب نواب سید بہادر حسین خان بہادر انجم لکھنوی شاگرد رشید تدبیر الدولہ مدبر الملک سید مظفر علیخان بہادر جنگ متخلص بہ آسیر ندیم و دبیر شاہ اودھ

عجیب نامہ نامی رسید در مطبع / کہ عاجز است بمدح گرامیش خامہ
نوشت سال مسیحی بلوح دل انجم / رسید بدرجہ اعلے مظفری نامہ

از عالیجناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خانصاحب

سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مرحوم

اک دوست نے یہ پوچھا ہے زیر نظر کیا شیے / میں نے یہ گذارش کی تالیف سلیمانی
فرمایا سن ہجری درکار ہے گر سائل / لازم ہے اسے کہنا تاریخ جہانبانی ۱۳۳۲ھ

ایضاً

ہے مظفر حسین کی تاریخ / جو محقق بھی ہیں سخنور بھی
سائل اسکا حساب ہجری سے / نام رکھ نامہ مظفر بھی ۱۳۳۲ھ

از عالیجناب راجہ درگا پرشاد صاحب بہادر تعلقہ دار و آنریری مجسٹریٹ

درجہ اول و چیرمین میونسپل بورڈ سندیلہ

اے مظفر حسین علم پناہ / رایت فکر تو رسید بماہ
خان نقب باشد و سخن یارت / نیست جز نیکوی دگر کارت
نیکو نیک دل وجود تست / بر سماء سخن صعود تست
خوش نوشتے کتاب شاہ آباد / قصر ادراک شد ز تو آباد
وہ چہ خوش سحر سامری کردی / جلوہ شان دلبری کردی
مردگان را چہ زندگی دادی / باب منت بخلق بکشادی

این کتاب تو حرز جان آمد	قابل قدر قدر دان آمد
فکر تاریخ از تو آمد پیش	اندکے مہر رفت چون از خویش
از سر جوش سال او بے عیب	عمدۂ تاریخ گفت ہاتف غیب

از عالیجناب منشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالپور آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف سندیلہ

کس حسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے	یاد بہار رفتہ کو اس گلشن ایجاد کی
تاریخ اسکے طبع کی یہ لکھدو تم بھی ہاشمی	نایاب و نادر ہو گئی تاریخ شاہ بادی

از عالیجناب منشی محمد ارتضا علی صاحب بشر علوی کاکوروی انسپکٹر ضلع ہرداوئی

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنف گلبن شہید جفا تصویر عبرت وغیرہ

مرے حبیب مظفر حسین خانصاحب	ہین حسن و خوبی اخلاق مین خود اپنے نظیر
ادیب و منشی قابل رئیس ابن رئیس	بڑے ہین صاحب تحقیق اور با توقیر
خیال علم کا رہتا ہے ہر گھڑی انکو	نئی کتاب کی رہتی ہے فکر دامنگیر
سفر حضر مین جہان دیکھیے کتاب ہے ساتھ	کتاب ہی ہے رفیق طریق اور مشیر
بجاے رو سے کتابی کتاب ہے محبوب	وہ سلسلے مین مضامین کے ہو گئے ہین اسیر
سواد خط ہے کہ روشن سواد کشور نور	جو حرف لکھتے ہین بنجاتا ہے وہ مہر منیر
پرانی وضع مین نکلے ملا ہے رنگ جدید	ہر یہ نہین کہ پرانی لکیر کے ہون فقیر
بڑی صفت ہے کہ مکر و ریا نہین انمین	وہ صاف ملتے ہین رکھتے ہین پاک صاف ضمیر

لکھی ہی حالین اپنے وطن کی اک تاریخ
وہ اسطرح کی ہی نادر نہین ہے جسکی نظیر

دیا ہے حب وطن کا ثبوت تحریری
کیا ہی اگلے بزرگونکا حال سب تحریر

بڑی تلاش سی تحقیق سی لکھی ہے کتاب
ہوی ہین جمع تصاویر سب بصرف کثیر

نہین بصیرت علمی جنھین وہ ہین معذور
نگاہ قدر سے دیکھینگے نکتہ سنج بصیر

دلیر خان کی شجاعت کا ذکر ہے ایسا
عیان ہی جدول کاغذ سے جوہر شمشیر

جو توڑ دی ہین ستم توڑیدار بندوقین
قضا کے گھاٹ اترتے ہین باغیان شریر

کہین پرانی قرابین کے ہین فیر پہ فیر
کہین کشمکش کی صدا دیرہے ہین خنجر و تیر

جناب شاہجہان کا عروج شوکت جاہ
ہی زیب صفحۂ قرطاس و زینت تحریر

دکن کی جنگ ہی اورنگ زیب کی سطوت
عجب نہین ہی کہ شہرت ہو اسکی عالمگیر

دُرو جواہر تحقیق سے مرصع ہے
الٰہی پائے یہ عزّ قبول شاہ و وزیر

زبان پہ آتی ہے بیساختہ ثنا و صفت
صدا ے داد ہی یا خامۂ شرر کی صریر

خلف وہی ہی جو نام سلف کرے روشن
بڑھا ے اپنے بزرگونکی عزت و توقیر

کیا ہے اہل وطن پر بہت بڑا احسان
بجا ہی انکے معرف ہون گر صغیر و کبیر

کچھ اور شعر بھی توصیف مین رقم کرتا
ہجوم کار جو دیتا اجازت تحریر

یہ فکر تھی کہ ہو تصنیف کی کوئی تاریخ
کہا سروش نے حب الوطن کی ہی یہ نظیر

۱۳۲۶ھ

ایضاً

لکھے حالات یہ حب الوطن مین
ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ

اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی
شرر لکھدو لکھی کیا خوب تاریخ

۱۵ ۶ ۱۹

از عالیجناب حاجی مولوی نورالحسن صاحب ایل ایل بی وکیل ہردوئی
خلف ارشد حضرت محسن کاکوروی مصنف خورشید بدر و کلیات محسن وغیرہ

حبذا مولوی مظفر حسین	کیسی باغ و بہار ہے تاریخ
دلِ گلچین باغ عالم کو	چمن لالہ زار ہے تاریخ
پچھلے حالات طرز نو سے لکھے	تازے پھولونکا ہار ہے تاریخ
عمر رفتہ کی یاد تازہ ہوئی	منظر سبزہ زار ہے تاریخ
ہاتف غیب نے کہا یہ سحر	نادر روزگار ہے تاریخ

۱۵ ۱۹ ۶

از عالیجناب منشی نورالدین احمد صاحب رئیس کاکوری
مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

شہرتِ تصنیف ہے اہلِ قلم کیواسطے	یادگار اچھی سی اچھی عالم ایجاد کی
خود نہین رہتا ہے لیکن ہر سخنگو کا کلام	تا قیامت اک نشانی ہے اسکی یاد کی
عالم فانی مین جسنے کچھ نہ چھوڑی یادگار	سچ تو یہ ہے عمر اپنی مفت ہی برباد کی
ہر زمانہ مین ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب	ایکنے بستی اجاڑی ایکنے آباد کی
صورت احوال کا اک آئینہ تاریخ ہے	لوح ہے یا اس طلسم دہر بے بنیاد کی
کیا مظفر آپنے لکھی ہے تاریخ وطن	داد جسنے کچھ نہ دی اسنے بڑی بیداد کی
دلکو فکر سال تھی کیفی یہ ہاتف نے کہا	لکھ گئی تاریخ نادر اوج شاہ آباد کی

۱۵ ۶ ۱۹

از عالیجناب حکیم سید بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہے اے مظفر آپ نے نادر کتاب
جسکی دنیا مین نظر آتی ہے مشکل سے مثال
یا خدا پبلک مین اسکی قدر ہو توقیر ہو
شاد ہوتا قدردانی سے مصنف باکمال
آرزوے بلگرامی لکھ قلم برداشتہ
بیمثال و بینظیر و ہمجلیس ازبہر سال

از عالیجناب ڈاکٹر محمد اصغر صاحب صاحبزادہ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب رئیس لوہ

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب
الحق نمودہ مانی و بہزاد را خجل
اصغر چو فکر کرد پے سال انطباع
تاریخ شاہ آباد شدہ طبع گفت دل

از عالیجناب حکیم مولوی ضمیر حسن خانصاحب دل رئیس شاہجہانپور

شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر
عجب مضمون عجب طرز بیان ہے
جزاک اللہ اے خان معظم
تمہارے مدح مین قاصر زبان ہے
یہ اے دل مصرع تاریخ لکھدو
شمیم گل بہار بیخزان ہے

از عالیجناب سید حسین احمد میانصاحب ابن سید تجمل حسین میانصاحب

قادری سجادہ نشین رئیس شاہجہانپور

تصنیف عجب کی ہے یہ تالیف
مرے منھ سے ہو وصف اسکا بھلا کیا

جو ہے بات اسمین وہ تحقیق کے ساتھ
ہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا
ہزارون نکتۂ باریک دم مین
اگر چاہین تو ہون اس سے ہویدا
زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر
تماشہ ہے تماشہ ہے تماشا
ہوئی فکر سال ہے بیباک دلکو
لکھو ہے جام جم تاریخ زیبا
۱۳۳۳ھ

ازعالیجناب ابو ناظم مولوی محمد حامد علیخانصاحب ولد حافظ غلام علیخانصاحب حسرت رئیس شاہ آباد شاگرد امیر مینائی

جیسی یہ خان مظفر نے ہے لکھی تاریخ
یہ سنی ایسی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ
شاہ آباد کے حالات تھے جو جو چھپے
سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ
کچھ تصور کو ذرا بھی ہے نہین دخل اسمین
ہے بجا کہیے اگر اسکو بدیہی تاریخ
آفرین مرحبا اے صل علے صل علے
خان ذیشان نے عجب خوب یہ لکھی تاریخ
فی زمانہ نہین اب ایسے ہین قابل انسان
حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ
سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمایش
مینے بھی چاہا کہ لکھون کوئی مین بھی تاریخ
ناگہان غیب سے آئی یہ ندا اے حامد
کیون نہین کہتے ہو تم ہے یہ انوکھی تاریخ
۱۳۳۳ھ

ازعالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خانصاحب ڈپٹی کلکٹر و رئیس شاہجہانپور

نوشت خوب مظفر حسین خان تاریخ
زجانفشانی و تحقیق حسن سلونی
چو فکر سال نمودم برائے طبع خلیل
سروش غیب ندا داد نسخۂ خوبی
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب محمد نوح صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ مصنف دیوان نوح خلف الرشید

خان بہادر مولوی محمد عبد المجید صاحب جج و رئیس و تعلقدار قصبہ نارہ ضلع الہ آباد

کیا خوب مظفر نے یہ تاریخ لکھی ہے
اس کام سے واقف ہین وہ اس کام مین ہین تیز

وہ لطف سے خالی نہین جو فعل ہے انکا
جو بات ہی انکی وہ ہے اک مصلحت آمیز

حالات جو سچے تھے وہی درج کیے ہین
نفرت ہے بناوٹ سے انھین جھوٹھ سے پرہیز

ہر جزو ہے اک دفتر اسرار بلاغت
ہر صفحہ مضامین و معانی سے ہے لبریز

دلدار ہے دلدار ہے دلدار بھی دلکش
معشوق ہی معشوق ہی معشوق بھی نوخیز

تحریک کی خوگر نہین خامہ کی روانی
شبدیز طبیعت کو نہین حاجت مہمیز

جسمین نہ کتبخانہ ہو کمبخت وہ گھر ہے
جسپر نہو کاغذ کوئی منحوس ہے وہ میز

اے نوح پھڑک اٹھتے ہین سب دیکھنے والے
تاریخ کی تاریخ ہی تاریخ دل انگیز

از عالیجناب لالہ بہادر کنور کامتا پرشاد صاحب ڈپٹی کلکٹر

لکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا دلپذیر
ہی مظفر کی لیاقت کی یہ اک ادنی نظیر

قیس نے دقت اٹھائی ہی تلاش ناقہ مین
تیشۂ فرہاد کس محنت سے لایا جوئے شیر

ہر ورق ہے بے ثباتیہائے دنیا کا گواہ
ہی ہر اک صفحہ مین اک نیرنگ عالم کی نظیر

عبرت افزا کھنچ گیا ہے نقشۂ ہجر و وصال
شادی و غم کی بنی تصویر توام بے نظیر

تھا نہ معجز دست سمنے مردونکو زندہ کیا
آگے آگے ہی دم عیسے کی آواز صریر

ہمتین بھی ہین بہم مستی کی اگر مشکلین عام
آج ارواح نیاگان بھی ہوئین منت پذیر

چرخ پر پہونچا دیا رتبہ زمین کا آپ نے
اوج مضمون نے دکھائی عالم بالا کی سیر
نطق طوطی گم ہوا رنگ سخن کے سامنے
اوڑتی پریان ہر طرف مضمونکی آتی ہین نظر
شوق مین تاریخ کے ہین ہر زبانین نغمہ سنج
خامہ نے بھی اس توقع پر جھکایا اپنا سر
نجم نے لکھا یہ سال طبع تاریخ شگرف
گردیا خاک وطن کو آج ہم رنگ عبیر
طائر عرشی ہوئے ہین دام بند شمین اسیر
بلبلونکا بند دم ہے ہو سکین کیا ہمصفیر
صفحہ صفحہ ہسٹری کا ہی سلیمانی سریر
حکم دل ہی مین بھی ہون ان بلبلونکا ہمصفیر
پڑہی جاتا ہی نشانہ پر کبھی نادان کا تیر
دیدۂ اعزاز مین ہی بوستان بینظیر ۱۹۰۱ء

تقریظ وقطعہ تاریخ از عالیجناب سید غلام کاظم صاحب نعت گو

منجم درمال وجفار رئیس اٹاوہ ابن حاجی مولوی میر خوب علیصاحب تحصیلدار ولوف

انوار الایمان واخبار الانبیاء ومناقب الاولیاء - برادر نواب محسن الملک

محسن الدولہ سید مہدیعلیخان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

علم تواریخ درحقیقت خدا کی قدرتونکو زنگار رنگ صورتون سے دکھاتا ہے۔ آفریدگار برحق نے کہ اپنے محبوب ذیشان باعث تخلیق کون ومکان احمد مجتبے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی جلوہ گری سے اس ظلمتکدۂ دنیا کو منور کیا ہے۔ تاریخ دیکھنے سے جابجا قریہ - دیہہ - شہر وملک نئے نئے رنگ کا نقشہ آنکھون مین کھچ جاتا ہی۔ الحمد للہ زمانہ حال مین مخزن عقل وفہم وطبع رسا مجمع علوم وذہن وذکا ملک تحقیق کے حکمران مؤرخ خوش بیان جناب منشی مظفر حسین خانصاحب نے یہ کتاب

تاریخ قصبۂ شاہ آباد خوش بنیاد قلمبند فرما کر قلمرو ہندوستان مین ناظرین کو محو نظارہ بنایا ہے چشم بد دور سچے واقعات کا مرقع عجیب حسن و ادا سے دکھایا ہے۔ شہر شاہجہانپور کی بھی کچھ روئداد تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت دلپذیر ہے فی الواقع دریا کوزہ مین بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہے نامۂ مظفری سے موسوم بہ لطف گوناگون ہے باعتبار شان حجم اوراق و مضامین بندہ کے خیال مین اسم تاریخی بسن عیسوی دفاتر مظفری بھی موزون ہے۔
۱۹۱۵ء

گر قبول افتد زہے عز و شرف

رقمزدہ مورخے سوانح مصدقہ	بعلمے نمودہ وسے نتائج سخنوری
ہران کسے کہ بیخبر ز حالت جہان بود	ندا دہم کہ خوش ببین دفاتر مظفری
	۱۹۱۵ء
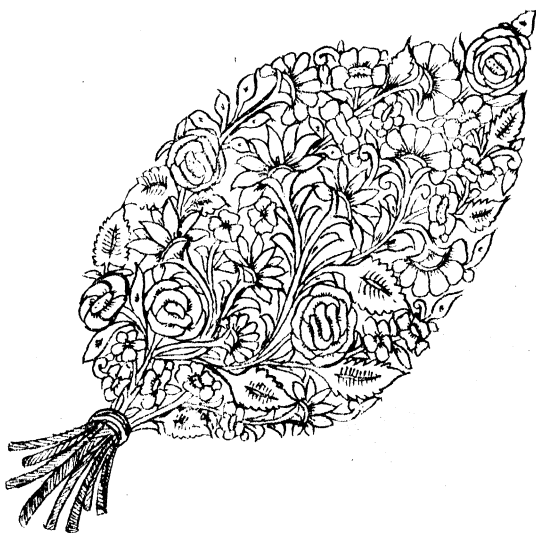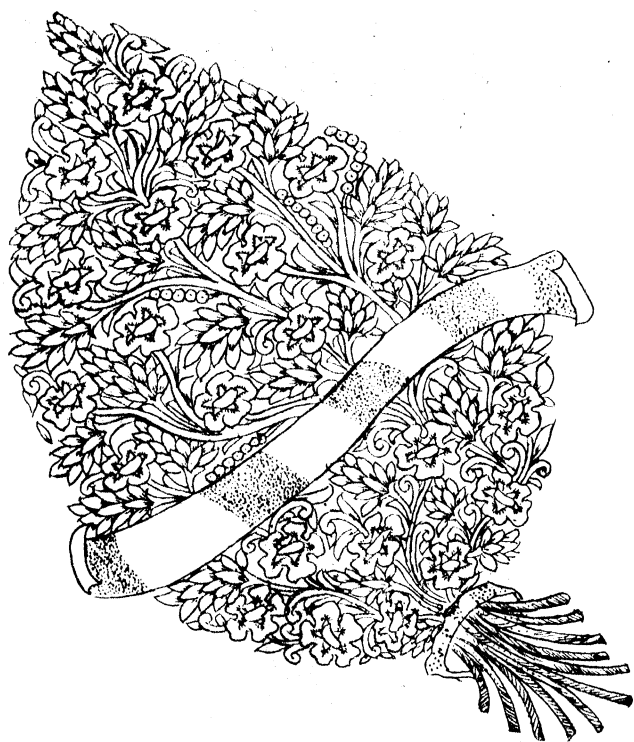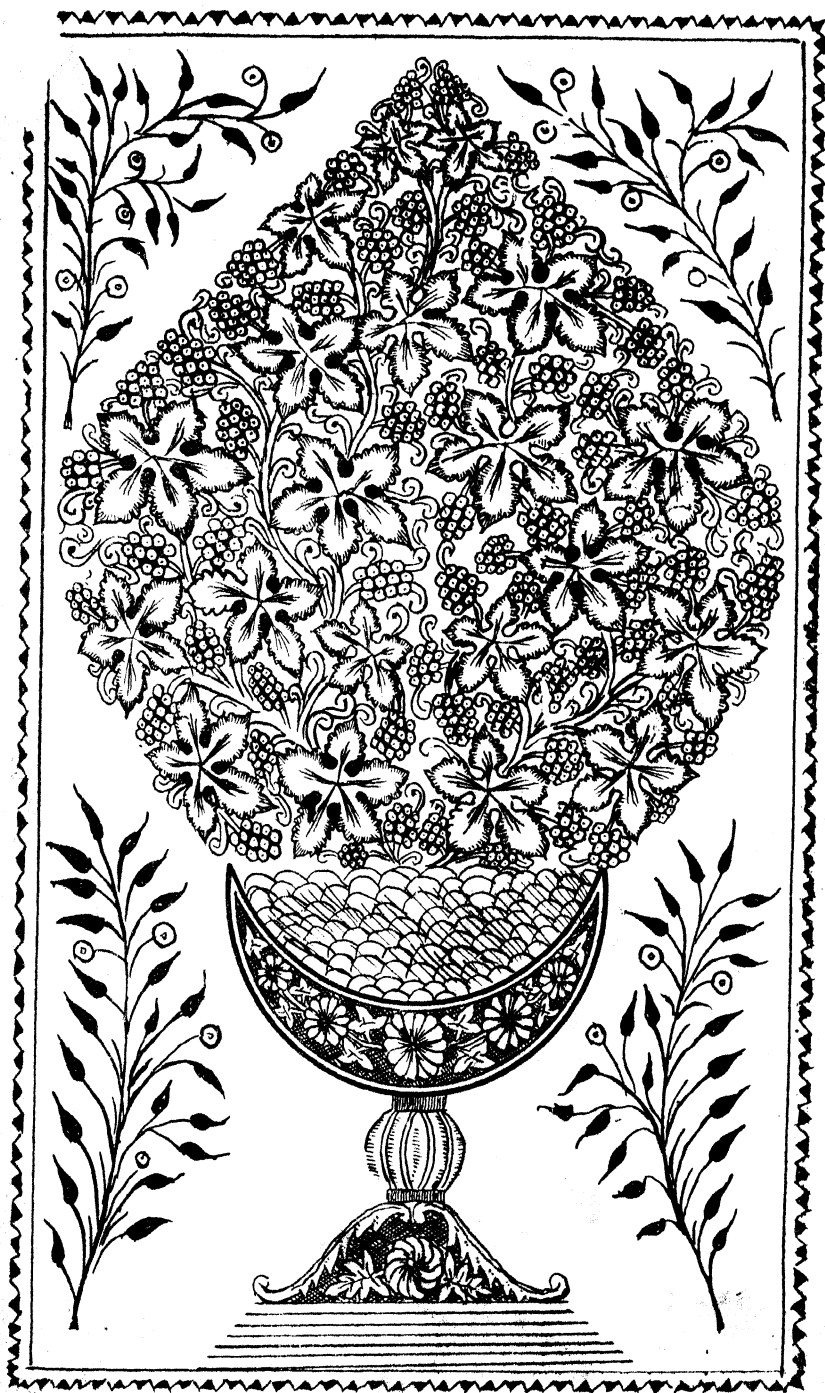
اعلان

اس کتاب

مین کثرت سے جو غلطیان
چھپنے مین آگئی ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ اول یہ
کتاب منیجر کارونیشن پریس لیگئے تھے اور کچھ متفرق
طور پر چھاپا اسکے بعد قریب دو سال کے کتاب کو تساہل و
بدانتظامی سے ڈال رکھا۔ دوسری جلد مین اکثر بزرگونکے حالات
جو مقدم تھے موخر کر ڈالے۔ دوسرے کا بیان جو لکھائی تھین وہ کاپی نویسون
نے بہت غلط لکھین اسکے سوا مدت تک پڑے رہنے سے خراب ہوگئین اور
اُن کے حروف پتھر پر پورے طور پر نہین آئے۔ مصلح سنگ نے جس جگہ جو لفظ
نہین پائی یا پڑھی نہین گئی وہ اپنی راے سے جو چاہا لکھدی جب
یہ ابتری دیکھی تو وہان سے کتاب اُٹھا کر مطبع مجتبائی کو بنا بر
طبع دی گئی اگرچہ مالک مطبع مجتبائی نے توجہ سے کام کیا مگر
کاپی نویسون اور مصلح سنگ کی غلطیون سے کتاب محفوظ نرہ سکی
مجبوراً جو فاش غلطیان تھین اُن کی صحت کرکے غلط نامہ
شامل کردیا ہے مگر بے موقع الفاظ اور بیجا اضافتون وغیرہ کا
تصرف جو چھپنے مین آگیا ہے اُنکی اصلاح غیر ممکن ہے لہذا حضرات
ناظرین ناچیز مولف کو عبارت کی غلطیون سے بیقصور
تصور فرمائین اور محنت کے معاوضہ مین بجاے
نیک صلہ کے کلمات اعتراض کے نہ
ارشاد فرمائین۔ فقط

المشتہر
مولف کتاب ہذا